وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ القرآن

کربلا کی یاد آئی ہے

واقعۂ کربلا

- خلاصہ
- ماحصل

اور نچوڑ

حضرت مولانا مفتی غلام حسن قادری

دار العلوم حزب الاحناف لاہور

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ ۚ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ القرآن

واقعۂ کربلا

پر اب تک لکھی جانیوالی تمام کتابوں اور اس موضوع پر علماء اہل سنت کی تقاریر کا

خلاصہ ۰ ماحصل اور نچوڑ

تالیف :
حضرت مولانا مفتی **غلام حسن** قادری
دار العلوم حزب الاحناف۔ لاہور

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز
۱۱۔ گنج بخش روڈ لاہور 042-7313885

نام کتاب	ـــــــ	کربل کی ہے یاد آئی
مرتب	ـــــــ	مفتی غلام حسن قادری
پروف ریڈنگ	ـــــــ	الحاج قاری محمد اصغر نورانی
اشاعتِ دوم	ـــــــ	دسمبر 2008ء
کمپوزنگ	ـــــــ	ورڈز میکر
صفحات	ـــــــ	432
باہتمام	ـــــــ	سیّد شجاعت رسول شاہ قادری
مطبع	ـــــــ	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
کمپیوٹر کوڈ	ـــــــ	1N104
قیمت	ـــــــ	

ملنے کے پتے

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر 40 اُردو بازار لاہور
042-7246006

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
انفال سنٹر اُردو بازار کراچی
021-2630411

مکتبہ غوثیہ ہول سیل
پرانی سبزی منڈی کراچی
021-4910584

احمد بک کارپوریشن
اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی
051-5558320

اسلامک بک کارپوریشن
اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی
051-5536111

مکتبہ بستان العلوم
کدھالہ آزاد کشمیر

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز داتا گنج بخش روڈ لاہور فون 7070063-7313885

مکتبہ نوریہ رضویہ بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے فیصل آباد فون: 2626046

فہرست

☆☆☆☆☆

☆☆

انتساب

شہیدِ ملک وملت پیر سیّد محمد بنیامین رضوی کے والد ماجد سفیر عشق مصطفیٰ ﷺ ، خطیب اسلام، زائر مکہ و مدینہ، بغداد و نجف و کربلا، سیّد السادات، سراپا کرامت حضور محدث اعظم پاکستان، اپنے محسن ومربی حضرت علامہ صاجزادہ پیر سیّد

محمد یعقوب شاہ صاحب قادری رضوی پیر آف پھالیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام

آپ جب واقعۂ کربلا اپنے منفرد انداز میں بڑی روانی اور تسلسل سے بیان فرماتے تو کربلا کا نقشہ نگاہوں کے سامنے آ جاتا دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی اور آنکھیں بہنے لگتیں اور پھر مولانا حسن رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر پڑھ کر محفل کو چار چاند لگا دیتے کہ

بے ادب گستاخ فرقے کو سنا دے اے حسنؔ
یوں کہا کرتے ہیں سُنی داستانِ اہل بیت

جن کی تقریریں سن کر مجھ جیسے حقیر کو بھی علم دین حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔
جن کی زبان پہ بوقت وصال یہ شعر جاری تھا

حُبِ احمد ازل سے ہی سینے میں ہے
میں یہاں ہوں میرا دل مدینے میں ہے

عرضِ مرتب

زمانۂ طالب علمی میں میں نے بہت ساری ڈائریاں بنا رکھی تھیں جن پر مختلف موضوعات پر حوالہ جات' نکات اور بالخصوص علماء اہل سنت کی تقاریر کے چیدہ چیدہ اقتباسات لکھنے کا شوق تھا۔ ان میں سے ایک ڈائری پہ واقعہ کربلا کے حوالے سے بہت سا مواد جمع ہوگیا۔ میں نے تو یہ ساری ڈائریاں اپنی سہولت کیلئے بنا رکھی تھیں کہ جب کبھی کسی موضوع پر تقریر کرنے کا موقع ملے گا تو ان سے فائدہ اٹھا لیا جائے گا لیکن اب پچیس سال کے بعد میری کتاب ''شانِ مصطفیٰ بزبانِ مصطفیٰ'' جب مارکیٹ میں آئی تو میری توقع سے بڑھ کر اس کتاب کو پذیرائی ملی۔ علماء' طلباء' وکلاء' عوام الناس اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے احباب نے اس قدر حوصلہ افزائی فرمائی کہ مزید لکھنے کا حوصلہ اور شوق پیدا ہوگیا چنانچہ واقعہ کربلا والی ڈائری کو بھی منظر عام پر لانے کا شوق دامن گیر ہوا اور دس محرم الحرام ۱۴۲۵ھ کو میں نے ڈائری کو رجسٹر پر منتقل کرنا شروع کر دیا اور بحمد اللہ تعالیٰ آج دس صفر المظفر کو یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچ رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ ایک امانت تھی جو اس کے اہل تک پہنچا کر میں اپنے بوجھ کو ہلکا محسوس کر رہا ہوں۔ اگرچہ بازار میں اس موضوع پر بے شمار کتابیں ملتی ہیں لیکن قارئین کرام اگر بغور اس کتاب کو پڑھیں گے تو انشاء اللہ واضح فرق محسوس فرمائیں گے۔ یہ کتاب اہل بیت اطہار کی عظمت و شان کے سلسلہ میں جہاں دلائل کا اپنے اندر انبار رکھتی ہے وہاں خانوادۂ نبوت اور شہدائے کرب و بلا سے متعلق ذخیرۂ اشعار بھی رکھتی ہے۔ اور اچھے اشعار کی اہمیت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ حضور علیہ السلام نے ان کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور ایک ایک مجلس میں بلکہ سواری پہ سوار ہو کر ابن الصلت کے سو سو اشعار سنے اور حضرت خبیب اور حضرت عاصم رضی اللہ عنہما کا بوقتِ شہادت اشعار پڑھنا بھی ان کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ علمی و تحقیقی نکات کے ساتھ ساتھ' عشقی و حبی جذبات کا خزانہ بھی ہے اور حامیان یزید پلید کے لیے عبرت کا تازیانہ بھی ہے۔

تجھ کو دیارِ غیر کی آب و ہوا پسند
میں کیا کروں کہ مجھ کو ہے کرب و بلا پسند

غلام حسن قادری

خطبة الکتاب

الحمد لمن لہ البقاء والقدم - واما سواہ الفناء والعدم نشکرہ
علی ما اعطانا من اجل النعم - وجعلنا من خیر الامم
والصلٰوۃ والسلام علٰی سیّد ولد اٰدم
صاحب السیف والملاحم والعلم
دافع الکرب والبلاء والالم - وعلٰی اتباعہٖ من العرب
والعجم - سیّدنا و مولٰنا محمد ﷺ المسموم شھید الامم۔
وعلٰی اٰلہٖ واصحابہٖ عدد شھداء العالم - خصوصًا علٰی
سبطیہ المکرمین القمرین الانورین المظلومین الشھیدین
سیّدینا ابی محمد ؓ الحسن وابی عبد اللّٰہ الحسینؓ ما
تعاقب ایام العاشوراء وشھر المحرّم
اما بعد ! فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم - بسم اللّٰہ
الرحمٰن الرحیم- قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی
القربٰی (الشوریٰ ۲۳) فرما دیجئے (اے میرے محبوب!) میں اس (تبلیغ
رسالت) پر تم سے کچھ اجرت طلب نہیں کرتا مگر اپنے قریبیوں کی محبت۔
صدق اللّٰہ العلی العظیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آیات قرآنی در شان اہل بیت النبی التہامی

۱- آیہ قربیٰ

قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ ۔(الشوریٰ ۲۳)

اے میرے محبوب آپ فرمادیں کہ میں تم سے اے لوگو! کچھ صلہ طلب نہیں کرتا اس (تبلیغ دین اور خیر خواہی) پر سوائے قرابت کی محبت کے یعنی میرے قریبیوں سے محبت کرو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا:

یارسول الله من قرابتك هؤلاء الذین وجبت علینا مودتهم قال علی و فاطمة وولداهما ۔(زرقانی علی المواہب ج ۷ ص ۲۰)

یارسول اللہ! آپ کے جن قریبیوں کی محبت ہم پر لازم قرار دی گئی ہے وہ کون (خوش نصیب) ہیں؟ آپ نے فرمایا: علیؓ، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے (حسنین کریمین، طیبین، طاہرین، قمرین، منیرین رضی اللہ عنہم)

اسی طرح اس آیہ مودت کی مندرجہ ذیل کتب میں مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متذکرہ بالا تفسیر ہی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

(تفسیر در منثور ج ۲ ص ۷، مستدرک للحاکم، الصواعق المحرقہ ص ۱۶۸، جلالین ج ۲ ص ۳۲)

اس آیت کی تفسیر میں ہمارے علماء کرام ایک عجیب نکتۂ محبت بیان فرماتے ہیں کہ اللہ

تعالیٰ نے لااطلبکم یا اس طرح کا کوئی اور لفظ ارشاد نہیں فرمایا اگرچہ معنی ایک ہی بنتا ہے لیکن لا اسئلکم چونکہ سوال سے بنا ہے کہ میں تم سے کچھ سوال نہیں کرتا' کچھ نہیں مانگتا کہ تم تو خود میرے حبیب (محمد رسول اللہ) کی بارگاہ کے سوالی اور منگتے ہو تو منگتوں سے کیا مانگنا۔ تو گویا حضور نے فرمایا: میری تو اپنی بارگاہ وہ ہے کہ جہاں سے جبرائیل امین کو بھی میری رحمت کا حصہ مل رہا ہے اور نبیوں رسولوں کو بھی کیونکہ میں عالمین کے لیے رحمت ہوں جو عالم کی جمع ہے اور عالم ماسوی اللہ کو کہتے ہیں تو جس کی بارگاہ میں انسانوں سے لے کر فرشتوں تک اور زمین والوں سے لے کر آسمان والوں تک سب سوالی بن کر کھڑے ہوئے ہیں وہ کسی سے کیا مانگے اور کوئی اس کو کیا دے۔

ے منگتے خالی ہاتھ نہ لوٹیں کتنی ملی خیرات نہ پوچھو

ان کا کرم پھر ان کا کرم ہے ان کے کرم کی بات نہ پوچھو

جہاں تک واقعہ کربلا کا تعلق ہے تو اس کا آج بھی مشن کے طور پر تازہ و تابندہ ہونا اور جب بھی شہدائے کربلا کا ذکر ہو بچے بچے کا تڑپ جانا اور عقیدتوں کا ایک سمندر سینوں میں رواں ہو جانا یقیناً یہ امت کی طرف سے امام الانبیاء کے ساتھ کیے ہوئے وعدہ کی وفا ہو رہی ہے کہ اے ہمارے آقا! جب آپ نے ہم سے ان نفوس قدسیہ کی محبت مانگی ہے تو ہماری طرف سے ان کا ذکر خیر سن کر دلوں کا نذرانۂ محبت قبول فرمائیے۔

ے اللہ اللہ کتنا بالا ہے بیان اہل بیت

مصطفیٰ کا مدح خواں ہے مدح خوانِ اہل بیت

ان کی مدحت ہے کلام اللہ کی آیات میں

ہے حدیثوں میں بھی ذکر قدر و شان اہل بیت

جس نے الفت ان سے کی اس کو بشارت خلد کی

اے زہے قسمت تمہاری والہان اہل بیت

ان کی حب مولیٰ کی حب ان کی رضا رب کی رضا

ایسا قرب ایسی فضیلت ہے نشان اہل بیت

شہ نے فرمایا مری اولاد کے اعداء ہیں شر
خیر ہیں وہ لوگ جو ہیں عاشقان اہل بیت
کامل الایمان وہ ہیں جن کو جاں اولاد سے
ہوں پیارے مصطفیٰ اور خاندان اہل بیت
عاشقان کبریا ہیں عاشقان مصطفیٰ
عاشقان مصطفیٰ ہیں عاشقان اہل بیت

۲-آیۂ تطہیر

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا۔
(الاحزاب ۳۳)

(اے نبی علیہ السلام کے گھر والو) اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی و ناپاکی کو دور رکھے اور تمہیں پاک کردے خوب پاک کرنا۔ (اہل بیت سے مراد بیویاں' بیٹیاں' اولاد و داماد ہیں)

یہ آیت ''آیہ تطہیر'' کہلاتی ہے اس کا سیاق وسباق ازواج رسول ﷺ سے متعلق ہے تو یقیناً اس آیت میں بھی وہی مراد ہیں لیکن تفاسیر و احادیث میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ' حضرت فاطمۃ الزہراء اور حسنین کریمین (بھی) مراد ہیں۔ (تفسیر کبیر)

حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے ان تمام حضرات کو اپنی چادر میں لے کر یوں دعا کی:

اللھم ھؤلآء اھل بیتی و خاصتی اذھب عنھم الرجس و طھرھم تطھیرا ۔(مشکوٰۃ)

اے اللہ یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص (پیارے) ہیں ان سے ناپاکی دور فرما اور ان کو خوب پاک کردے۔

؎ آل عبا رسول اللہ وابنتہ
فالمرتضی ثم سبطاہ اذا جمعوا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: حضور وانا منھم ۔ کیا میں بھی ان میں سے ہوں

فرمایا:انک علی خیر ۔ تو بہتری پر ہے۔ان کے علاوہ دیگر کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر بھی آتا ہے کہ ان کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت میں سے قرار دیا مثلاً حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو فرمایا سلمان منا اهل البیت ۔ سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہے حضرت واثلہ نے عرض کیا۔ وانا من اهلك ۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں بھی آپ کے اہل بیت میں سے ہوں؟ فرمایا انت من اهلی ۔ ہاں تم بھی میرے گھر والوں میں سے ہو۔

ثعلبی فرماتے ہیں، کہ اہل بیت سے مراد تمام بنو ہاشم ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس اور ان کی صاحبزادیوں کو بھی اسی طرح چادر میں لے کر دعا فرمائی۔

یارب هذا عمی و صنو ابی و هؤلاء اهل بیتی ۔ اے اللہ! یہ میرا چچا ہے اور باپ کی طرح ہے یہ میرے اہل بیت ہیں انہیں دوزخ کی آگ سے ایسے محفوظ کر جیسے میں نے ان کو اپنی چادر میں چھپا کر محفوظ کر لیا ہے۔ (سوانح کربلا)

قرآن مجید میں اهل اور آل کا لفظ تقریباً اٹھاسی مرتبہ مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً متبع، مالک، منتظم، ہم عقیدہ، بیوی لہٰذا کسی ایک گروہ پر اصرار کرنا اور باقی سب کو نکالنے پر تل جانا انصاف نہیں ہے۔ بعض نام نہاد محبان اہل بیت تو سب سے پہلے ازواج مطہرات کو نکالتے ہیں حالانکہ جب ان سے کوئی پوچھے کہ آپ کے گھر والے کیسے ہیں تو سب سے پہلے ذہن جس طرف جائے گا۔ وہ خود جانتے ہیں وہ کون ہوگی۔ بالخصوص جب کسی کی اولاد نہ ہوگی تو بھی یوں ہی کہا جائے گا اور اس وقت تو سوائے بیوی کے اور کوئی مراد ہو ہی نہ سکے گی۔

چنانچہ علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر کبیر میں آیت تطہیر کے ماتحت فرماتے ہیں:
عربی لکھیں۔

فالا ولی ان یقال هم اولاده وازواجه والحسن والحسین منهم وعلی منهم لانه کان من اهل بیته بسبب معاشرة بنت النبی صلی اللہ علیه وسلم وملا زمته النبی صلی اللہ علیه وسلم

(تفسیر کبیر، آیۂ تطہیر)

اولیٰ اور احسن بات یہی ہے کہ اہل بیت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد، بیویاں اور سیدنا حسن اور سیدنا حسین ہیں، سیدنا علی المرتضیٰ بھی اہل بیت سے ہیں اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شہزادی

(سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا) سے معاشرت کے باعث اور آپ ﷺ کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کی معیت کی وجہ سے وہ اہل بیت میں شامل ہیں۔

اور علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

فی اھل بیت سکنہ وھن ازواجہ واھل بیت نسبہ وھن ذریتہ

آیت میں اہل بیت سکونت ازواجِ مطہرات ہیں اور اہل بیت نسب جو آپ کی اولاد ہے وہ تمام شامل ہیں۔

اور شیخ محقق علامہ شیخ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں یوں بیان فرماتے ہیں:

''بیت سہ است بیت نسب' بیت سکنی وبیت ولادت پس بنو ہاشم اولاد عبدالمطلب اہل بیت پیغمبر اند ﷺ از جہت نسب و ازواجِ مطہرات آں حضرت ﷺ بیت سکنی اند واولاد شریف آں حضرت اہل بیت ولادت اند''

بیت تین ہیں: (۱) بیت نسب (۲) بیت سکنی (۳) بیت ولادت پس حضرت عبدالمطلب کی اولاد بنو ہاشم ہیں وہ پیغمبر اسلام کے نسب کے لحاظ سے اہل بیت ہیں اور ازواجِ مطہرات نبی ﷺ کی اہل بیت سکنیٰ ہیں اور اولاد شریف آں حضرت ﷺ کی اہل بیت ولادت ہیں۔

ان کی عزت کرتے تھے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ
حق تعالیٰ کرتا ہے تشہیر اہل بیت کی
کرتے تھے تعظیم ان کی کل صحابہؓ تابعین
ساری امت کرتی ہے توقیر اہل بیت کی
ان کی الفت ان کی عزت جان ہے ایمان کی
ہے نبی کی دشمنی تحقیر اہل بیت کی

تفسیری نکتہ

مذکورہ آیہ تطہیر میں جو یہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کر رکھا ہے کہ اہل بیت سے پلیدی دور کردے تو اس کا مطلب خدانخواستہ یہ نہیں ہے کہ پہلے پلیدی تھی تو پھر اس کو دور کیا

گیا ہے جس طرح کہ مسجد میں خادم اس لیے رکھتے ہیں کہ مسجد کی صفائی کرے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوگا کہ پہلے مسجد میں گندگی تھی جس کو وہ صاف کرے گا بلکہ معنی یہ ہوگا کہ گندگی کو مسجد کے قریب بھی نہ آنے دے۔ اس لیے میں نے ترجمہ یہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کر رکھا ہے کہ اہل بیت سے پلیدی دور رکھے۔

ادھر حضور ﷺ کے بارے فرمایا ویزکیھم کہ میرا محبوب انہیں پاک فرماتا ہے تو حضور ﷺ اللہ کی مخلوق کو پاک فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے گھر والوں کو پاک فرماتا ہے۔ (ھل جزاء الاحسان الاالاحسان)

سب نسب تو قطع ہوجائیں گے محشر میں مگر
منقطع ہرگز نہ ہوگا دودمان اہل بیت

جس نے دی ایذاء نبی کو اس نے حق کو دی ایذاء
اور موذی ہیں نبی کے موذیان اہل بیت

دشمنان کبریا ہیں دشمنان مصطفیٰ
دشمنان مصطفیٰ ہیں دشمنان اہل بیت

ان کی درگاہ معلیٰ قبلۂ حاجات ہے
بوسہ گاہِ اولیاء ہے آستان اہل بیت

یہ دعا ہے اجمل عاصی کی اے رب جہاں
پھولتا پھلتا رہے بس، بوستان اہل بیت

(مولانا اجمل شاہ سنبھلی)

عظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نکتہ

بالکل انہی الفاظ کے ساتھ سورہ انفال میں حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان (جو بدر کے معرکے میں شریک ہوئے) کی تعریف فرمائی گئی۔

وینزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم بہ ویذھب عنکم رجز الشیطان......

لیکن بڑی عجیب بات ہے کہ دشمنان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہی لفظوں سے اہل بیت کی فضیلت بلکہ عصمت بھی ثابت کر لیتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انہی لفظوں سے ایمان بھی ثابت نہیں مانتے حالانکہ الفاظ ایک جیسے' صیغہ ایک ہے' باب ایک ہے مگر اہل بیت کے لیے محبت ہی محبت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے بغض ہی بغض۔

جبکہ اہل محبت کا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے آقا خلفاء راشدین کے ساتھ ملیں تو چار اور ایک پانچ ہو کر یہ پنجتن اور علی و فاطمہ و حسنین کو اپنے ساتھ ملائیں تو چار اور ایک پانچ ہو کر یہ پنجتن اب چاہے ایسے پڑھ لو کہ

جینوں پنجتن نال پیار نئیں اودھے کلمہ دا اعتبار نئیں

اور چاہے یوں پڑھ لو کہ

جنہوں پنج تن نال پیار نئیں
اودھے کلمے کا اعتبار نئیں
منکر جو نبی دیاں یاراں دا
اوہدا حشر نوں بیڑا پار نئیں

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے ہے اور اہل بیت اطہار کی عظمت و شان بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے بیٹھا وہ بھی عزت والا' جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی وہ بھی عزت والے اور جس کو مصطفیٰ نے اپنے ساتھ روضے میں سلایا وہ بھی عزت والے ہیں اور جس کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کندھوں پر بٹھایا وہ حسین بھی شان والا اور جس نے ہجرت کی رات امام الانبیاء کو اپنے کندھوں پر بٹھایا وہ صدیق بھی شان والا۔ سارے اہل بیت شان والے۔ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شان والے۔

کلام اللہ سے ثابت ہوئی رفعت صحابہ کی
حدیثوں نے سکھائی شان اور شوکت صحابہ کی
یہی اجماع امت ہے کرو عزت صحابہ کی
یہی قول ائمہ ہے کرو الفت صحابہ کی

رسول پاک خود ان کا بڑا اکرام کرتے تھے
کیا کرتے تھے اہل بیت بھی حرمت صحابہ کی

صحابہ کی محبت مصطفیٰ ہی کی محبت ہے
محبت آل ہے وہ جو کرے الفت صحابہ کی

خدا نے چن لیا اپنے نبی کے واسطے ان کو
عجب تھی خوش نصیبی خوب تھی قسمت صحابہ کی

خدا ان سے ہوا راضی' نبی ان سے رہے راضی
رضائے حق پہ خود راضی یہ تھی قربت صحابہ کی

نبی نے رب کو دیکھا اور انہوں نے مصطفیٰ کو
مسلم ہے سبھی کو یہ خصوصیت صحابہ کی

رضائے حق پہ اہل و مال چھوڑے' گھر وطن چھوڑا
تمام اعمال بد چھوڑے یہ تھی ہجرت صحابہ کی

چمن اسلام کا سینچا انہوں نے اپنے خونوں سے
نچھاور ہوگئی مذہب پہ ہر راحت صحابہ کی

انہیں بے واسطہ پہنچا ہے فیضان رسول اللہ ﷺ
یہ فضل خاص اور مخصوص ہے نعمت صحابہ کی

برستی تھی ہمیشہ ان پہ علم و فضل کی بارش
مچی ہے علم کی دنیا میں یہ شہرت صحابہ کی

کلام اللہ پڑھنا' ذکر کرنا' شغل میں رہنا
نصیحت وعظ فرمانا یہ تھی عادت صحابہ کی

رسول پاک ﷺ کی ہر شان و حالت کا نمونہ تھے
ہدایت تھی سراپا صورت و سیرت صحابہ کی

صحابہ کو فضیلت مطلقہ حاصل ہے امت پر
تو غوث قطب سے بالا ہوئی رفعت صحابہ کی
ملا اسلام اور احکام دین ان کے توسط سے
تو ہر مومن پہ اتنی ہوگئی منت صحابہ کی
کبھی نار جہنم چھو نہیں سکتی صحابہ کو
تو ثابت ہو گیا جاگیر ہے جنت صحابہ کی
خدا کردے ہمارا خاتمہ ان کی محبت میں
ہماری قبر کو روشن کرے طلعت صحابہ کی
ہمارے ظاہرو باطن پہ ان کا عکس پڑ جائے
رہے ملحوظ ہم کو ہر گھڑی سنت صحابہ کی
تبرا جو کرے اس پر خدا کا قہر و لعنت ہو
خدا کی مار اس پر جو کرے ذلت صحابہ کی
تو کیا لکھ سکتا ہے اجمل صحابہ کے مناقب کو
خداو مصطفیٰ ﷺ جب خود کریں مدحت صحابہ کی

اگر چہ اہل بیت اطہار یعنی اولاد رسول پاک ﷺ کی عظمت و شان قرآن مجید کی بیسیوں آیات مبارکہ میں بڑی وضاحت کے ساتھ چمکتی نظر آتی ہے اور میرا ارادہ بھی تھا کہ کم از کم ان اٹھارہ مقامات سے آیات کو ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ اس کتاب کی زینت بنالیا جائے جن میں بڑی وضاحت وصراحت کے ساتھ عظمت اہل بیت کا ذکر ہے لیکن جب دو آیات مبارکہ سے عظمت اہل بیت اطہار کو اختصار کے ساتھ لکھنے کے باوجود اتنی تطویل پیدا ہوگئی تو اب میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ باقی آیات جو بالخصوص اہل بیت اطہار یعنی عترت رسول ﷺ کی شان میں اتری ہیں صرف ان کی نشاندہی اور کوئی ضروری نکتہ ہو تو اس کو لکھ دیا جائے تا کہ طوالت سے بچا بھی جائے اور محبان اہل بیت کے لیے اس طرح آسانی بھی پیدا ہو جائے کہ وہ کسی بھی تفسیر جو کسی اہل بیت اطہار کے کسی غلام مفسر نے لکھی ہے اس سے تلاش کر کے اپنا ذوق پورا کرلیں اور اہل بیت کے ساتھ نسبت غلامی ومحبت کا حق ادا کرسکیں

تو ملاحظہ فرمائیں وہ آیات جن میں اہل بیت اطہار کی کسی نہ کسی صورت میں عظمت وشان بیان ہوئی ہے۔ دو آیات آپ ترجمہ وتفسیر سے ملاحظہ فرما چکے ہیں باقی یہ ہیں۔

۳- آیۂ مباہلہ

فقل تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم ۔ (سورہ آل عمران: ۶۱)

نجران کے عیسائیوں سے مباہلہ طے پایا اور حضور ﷺ علی وفاطمہ وحسنین کریمین رضی اللہ عنہم کو لے کر اپنے کاشانہ اقدس سے نکلے تو مباہلہ کرنے والے بڑے پادری نے ان نفوس قدسیہ کے مقدس چہروں کو دیکھ کر اپنے عیسائیوں سے کہا:

انی لاریٰ وجوھا لوسألوا اللہ ان یزیل جبلا لازالہ من مکانہ فلا تبتھلوا فتھلکوا ولا یبقی علی وجہ الارض نصرانی الی یوم القیٰمۃ فقالوا یا ابا القاسم قدر اینا ان لانباھلك وان نترك علی دینك وتترکنا علی دیننا

بے شک میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ سے سوال کریں کہ وہ پہاڑ کو اس کی جگہ سے ہٹا دے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا سے پہاڑ کو ہٹا دے گا۔ خدا کے لیے ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر قیامت تک کوئی عیسائی باقی نہ رہے گا۔ پس انہوں نے کہا کہ اے ابو القاسم! ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرتے آپ اپنے دین پر رہیں اور ہمیں اپنے دین پر رہنے دیں۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۴۸۸' خازن۔ مدارج النبوت)

بنی لفظ کُن سے یہ مخلوق کل
گیا نور احمد سے یہ راز کھل
فرش سے عرش تک اٹھا پھر یہ غل
محمد گل است و علی روئے گل
بود فاطمہ اندروں بوئے گل
چو عطرش برآمد حسین و حسن
معطر ازاں شد زمین و زمن

۴- آیۂ صلوٰۃ

ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی ۔(الاحزاب:۵۶)

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس آیت کے نزول کے بعد عرض کیا:

قدعلمنا کیف نسلم علیك فکیف نصلی۔

حضور! ہمیں یہ تو معلوم ہو گیا کہ آپ پر ہم نے سلام کیسے بھیجنا ہے۔ (السلام علیك ایھا النبی) اب یہ بھی فرما دیں کہ ہم نے آپ پر صلوٰۃ (درود) کیسے بھیجنا ہے۔ پس آپ نے فرمایا: یوں بھیجو:

اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما صلیت علی ابراھیم و علیٰ اٰل ابراھیم انك حمید مجید ۔(عن کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ)

اٰل محمد ﷺ پر درود بھیجے بغیر حضور ﷺ پر درود بھیجنا یعنی صرف اتنا پڑھنا **اللھم صلی علیٰ محمد** 'اس کو (خیر و برکت سے) کٹا ہوا درود قرار دیا گیا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

؎ یا اھل بیت رسول اللہ حبکم
فرض من اللہ فی القراٰن انزلہ

اے اہل بیت رسول ﷺ! تم سے محبت رکھنا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرض قرار دیا ہے۔

؎ کما کم من عظیم القدر انکم
من لم یصلِ علیکم لا صلوۃ لہ

اے اہل بیت! تمہاری عظمت وشان کے لیے یہی بات کافی ہے کہ جس نے تم پر درود نہیں پڑھا اس کی نماز ہی نہیں۔

اذا نحن فضلنا علیا فاننا
روافض بالتفضیل عند ذی الجھل

جب ہم نے حضرت علی المرتضیٰ کی فضیلت کو بیان کیا تو بیشک ہم بہ سبب فضیلت

بیان کرنے کے جاہلوں کے نزدیک رافضی ہوئے۔

وفضل ابی بکر اذا ما ذکرته
رمیت بنصب عند ذکری للفضل

اور جس وقت ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتے ہیں تو اس وقت ہم پر ناصبی ہونے کی تہمت لگائی جاتی ہے۔

قالوا الرفضة قلت کلا
ما الرفض دینی ولا اعتقادی

جن جاہلوں نے مجھ کو رافضی کہا تو میں نے جواب دیا کہ حاشا میرا دین اور میرا اعتقاد رافضیوں کا سا نہیں۔

لکن تولیت غیر شك
خیر امام وخیر هادی

لیکن اس میں شک نہیں کہ میں بہتر امام اور بہتر ہادی کے ساتھ دوستی و محبت رکھتا ہوں۔

ان کان رفضًا حب الِ محمد
فلیشهد الثقلان انی رافض

(الصواعق المحرقہ ص ۱۴۸، مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۳۰ ج ۱)

اگر حضور ﷺ کی ال پاک سے محبت رافضیت اور شیعیت ہے تو دونوں جہان گواہ ہو جائیں کہ میں رافضی ہوں۔ (سیرت امام شافعی ص ۲۲)

؎ کس قدر اونچا ہوا عز وعلائے اہل بیت
جبکہ وارد ہے حدیثوں میں ثنائے اہل بیت
ہے کلام اللہ میں خود ان کی پاکی کا بیاں
آیۂ تطہیر نازل ہے برائے اہل بیت
خالق عالم تمہاری جب صفت ظاہر کرے
پھر نہ ہو کیوں ہر زباں مدحت سرائے اہل بیت

پاک فرمایا تمہیں حق نے بڑے اخلاق سے
ہو پسندِ حق نہ کیوں پھر ہر ادائے اہل بیت
صوفیاء فرماتے ہیں ہر عصر ہر اک قرن میں
قطب ہوتا ہے میان اولیائے اہل بیت

☆

۵- آیہ مرضات:

ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللّٰه ۔(البقرہ:۲۰۲)
اس آیت شریفہ کے تحت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب سیدنا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنے بستر مبارک پر سلا کر چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل و میکائیل علیہما السلام سے فرمایا: کہ دیکھو علی میرے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جان فدا کر رہے ہیں۔ جاؤ! جا کر ساری رات اس کی حفاظت کرو چنانچہ حکم الٰہی سے دونوں فرشتے آئے۔

قام جبریل علیه السلام عند راسه ومیکائیل عند رجلیه وجبریل ینادی بخ بخ من مثلك یا ابن ابی طالب یباهی الله بك الملٰئکة ونزلت الایة

جبرائیل علیہ السلام سر کی طرف اور میکائیل علیہ السلام پاؤں کی طرف کھڑے ہو گئے اور جبرائیل علیہ السلام بآواز بلند اظہار مسرت کرتے ہوئے کہتے تھے اے علی ابن ابی طالب! آج تیرے جیسا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ تم پر فخر کرتا ہے۔ فرشتوں کے سامنے اور یہ آیت و من الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضاة الله نازل ہوئی۔(تفسیر کبیر زیر آیت مندرجہ بالا)
(اور لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو اللہ کی رضا کے لئے اپنی جان کا سودا کر لیتے ہیں۔)

اللہ رے! اسلام میں شانِ حیدر
ہر مسلمان کا قبلہ ہے مکانِ حیدر

آ تجھ کو بتاؤں میں نشانِ حیدر
اس جہاں سے اونچا ہے جہانِ حیدر
آج بھی جنگ میں اعزازِ کمال جرأت
مردِ میدان کو ملتا ہے نشانِ حیدر

۶-آیات ابرار درشان اہل بیت اطہار

.یوفون بالنذر و یخافون یومًا کان شرہٗ مستطیرا تا آخر رکوع۔

(سورہ الدھر آیت ۷ تا ۲۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیّدنا امام حسن و سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ عظام رضی اللہ عنہم ان کا حال دریافت کرنے کے لیے تشریف لائے تو کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کوئی نذر مانیں تو حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا میں آج سے ہی نذر مانتا ہوں کہ میں اور میری زوجہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا شہزادوں کو آرام آنے پر تین روزے رکھیں گے۔ شہزادوں کو اللہ تعالیٰ نے شفا دے دی اب ان تین روزوں کی نذر پوری کرنی تھی۔ روزہ رکھ لیا جب روزہ رکھ لیا گیا تو شام کو افطاری کے لیے گھر پر کوئی چیز نہ تھی۔ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کسی سے بطور قرض کچھ جو لائے سیّدہ رضی اللہ عنہا نے ان کو چکی میں پیس کر آٹا تیار کیا شام کو جب کھانا تیار فرمالیا روزہ کی افطاری پانی سے فرمائی بعد نماز مغرب جب سیّدنا علی المرتضیٰ اور سیّدنا فاطمہ اور سیّدنا امام حسن اور سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہم دسترخوان پر کھانا رکھ کر تناول فرمانے لگے تو ابھی ایک لقمہ بھی کسی نے نہیں اٹھایا تھا کہ باہر دروازے سے آواز آئی اے نبی کے گھر والو! میں مسکین ہوں یعنی محتاج ہوں بھوکا ہوں مجھے کچھ کھانے کو دیجیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کے خوانوں پر کھلائے گا۔ یہ سن کر سیّدنا علی المرتضیٰ اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا! تمام دسترخوان کا کھانا اٹھاؤ اور مسکین کے حوالے کر دو ہم پانی پی کر سو جائیں گے کیونکہ سائل معلوم نہیں کتنے دنوں کا بھوکا ہے۔ سب کھانا اٹھایا گیا اور مسکین کو دے دیا اب دوسرا روزہ بھی پانی پی کر سحری کا وقت گزار لیا پھر جو پیس کر سیّدہ رضی اللہ عنہا نے شام کو کھانا تیار کرلیا۔ افطاری پانی سے فرمائی بعد نماز مغرب جب کھانا دسترخوان پر رکھا اور یہ نفوس مقدسہ کھانا کھانے کے لیے بیٹھے تو ابھی کسی نے ایک لقمہ بھی نہ اٹھایا تھا کہ باہر دروازے سے آواز

آئی اے نبی کے گھر والو! میں یتیم ہوں اگر کچھ کھانے کو ہے تو دے دو۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے علی المرتضیٰ ہم تو پانی سے وقت گزار ہی لیں گے خواہ کتنی ہی بھوک لگی ہے تمام کھانا جو دستر خوان پر ہے اس یتیم کو دے آؤ۔ آپ نے فرمایا ہاں چنانچہ سب کھانا اٹھا کر یتیم سائل کے سپرد کر دیا۔ رات گزر گئی اور سحری کے وقت پانی پی کر روزہ رکھ لیا۔ سارے دن میں سیّدہ رضی اللہ عنہا نے اسی طرح بڑی محنت کے بعد شام کو کھانا تیار فرما لیا بعد نماز مغرب جب کھانا دستر خوان پر رکھا گیا اور سب نفوس قدسیہ کھانا کھانے کے لیے بیٹھے تو کسی نے ابھی ایک لقمہ بھی نہ اٹھایا تھا کہ باہر دروازے سے آواز آئی اے نبی کے گھر والو! میں اسیر ہوں یعنی قیدی (غلام) ہوں بھوکا ہوں کچھ کھانے کو ہے تو دے دو۔ سیّدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے علی المرتضیٰ تین روزوں کی نذر تو پوری ہو گئی اور پانی پی کر وقت گزار لیا ہے ہمارا وقت گزر جائے گا میرا خیال یہی ہے کہ تمام کھانا اٹھاؤ اور سائل اسیر کے حوالے کر دو۔ سیّدنا علی المرتضیٰ نے سارا کھانا اٹھایا اور اسیر کے حوالے کر دیا۔ اب روزوں کی نذر تو پوری ہو ہی گئی لیکن بھوک سے چوتھا روز ہو گیا ہے شدت بھوک اور ضعف سے چلنے پھرنے کی طاقت نہ تھی۔ حضور سرور کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم جب سیّدہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو دیکھا کہ میری شہزادی اور شہزادے حسنین کریمین اور ان کے ابا جان آج اتنے یوم سے بھوکے ہیں اور ان کو کوئی چیز کھانے کے لیے میسر نہ آئی آپ بے قرار ہو گئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے آپ نے صبر کی تلقین فرمائی اسی وقت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت اقدس ہوئے اور صلوٰۃ و سلام کے بعد عرض کیا مبارک ہو اے اہل بیت نبوت مبارک ہو۔ تمہاری ادا اللہ تعالیٰ کو پسند آ گئی تم نے خود پانی پی کر روزے رکھے اور دروازہ پر سائلوں کو تین یوم تک خالی نہ موڑا اور سارا کھانا ان کے سپرد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بارے یہ آیات نازل فرمائی ہیں۔

(تفسیر خازن ج ۴ ص ۳۴۰، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۷۶، روح البیان ج ۲ ص ۵۴۶، الریاض النضرۃ ج ۲ ص ۳۰۲)

اللہ اللہ نار دوزخ ان پہ فرما دی حرام
کس قدر اعزاز کرتا ہے خدائے اہل بیت
کیا طہارت ہے کہ صدقہ ہو گیا تم پر حرام
تا کہ دھبہ میل کا تم پر نہ آئے اہل بیت

۷-آیۂ فترضٰی:

ولسوف یعطیك ربك فترضٰی (سورۃ الضحیٰ)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

من رضاء محمد صلی اللہ علیه وسلم ان لا یدخل من اهل بیته النار.

(درمنثور ص ۳۶۱ ج ۶ - الصواعق المحرقۃ ص ۱۵۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی آل پاک میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہ جائے گا۔ اس طرح اس آیت میں بھی اہل بیت اطہار کی عظمت کو بیان فرمایا گیا ہے۔

شہ نے فرمایا میری امت کے بس راہبر ہیں دو
ایک تو قرآن دیگر اتقیاء اہل بیت

۸-آیۂ ھاد:

انما انت منذر و لکل قوم ھاد ۔(الرعد: ۷)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

ووضع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یده علی صدره .فقال انا المنذر ثم اوما الی منکب علی رضی اللہ عنه و قال انت الھادی المھتدون من بعدی ۔(الریاض النضرۃ ج ۲ ص ۲۷۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے نزول کے بعد اپنا دست اقدس اپنے سینے پر رکھ کر فرمایا منذر (ڈرانے والا) میں ہوں۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا: اے علی! تو ہادی ہے اور میرے بعد ہدایت تجھی سے ملے گی۔ (ولایت کے سارے سلسلے آپ ہی سے چلتے ہیں اور ہر ولی کو فیض دربار علی سے ہی ملتا ہے)

توڑ دے جس کو علی پیوند ہوسکتا نہیں
جس کو دے حیدر وہ حاجت مند ہوسکتا نہیں
ڈر کیا ہے مہرؔ کو گر باب سارے بند ہوں
علم کے در کا کبھی در بند ہوسکتا نہیں

۹-آیۂ بحرین والمرجان:

مرج البحرین یلتقین ۔(الرحمٰن ۱۹تا۲۲)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ھو فاطمة و علی و یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان قال الحسن والحسین ۔(زرقانی ج۷ ص۱۴، الصواعق المحرقہ ص۱۷۰)

دو دریاؤں سے مراد علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما ہیں اور ان سے موتی اور مونگے کا ظہور امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی صورت میں ہوا۔

ہر دعا موقوف ہے جب تک نہ ہو تم پر درود
شاہ نے ظاہر کیا یہ اعتلائے اہل بیت
شہ نے فرمایا: کہ حق نے دی خلاصی نار سے
فاطمہ کو اور جن میں ہے ولائے اہل بیت

۱۰-آیۂ صدقہ

یا یھا الذین امنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقة ذلک خیر لکم واطھر (المجادلہ:۱۲)

حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں بعض مالدار لوگ حاضر ہو کر غیر ضروری باتوں میں بحث شروع کر دیتے جس سے دوسرے لوگوں بالخصوص فقراء و مساکین کو آپ سے بات کرنے کا موقع کم ملتا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ بات ناگوار گزری تو عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہی اچھا ہو کہ ان مالداروں پر کچھ صدقہ لاگو کر دیا جائے کہ جب بھی آپ سے کوئی بات کرنی ہو کچھ نہ کچھ صدقہ کیا کریں تا کہ اس صدقہ سے غرباء کی مدد ہو جائے۔ اور جو آپ سے ان کو بات کرنے کا موقع کم ملتا ہے اس طرح ان کی دلجوئی بھی ہو جائے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے علی تو نے سچ کہا ہے لیکن میں ان پر کوئی ایسا حکم اس لیے نہیں لگا رہا کہ ان کی دل آزاری نہ ہو۔ کچھ دیر بعد آیۂ صدقہ نازل ہو گئی اور اس میں وہی حکم اتار دیا گیا جس کے متعلق حضرت علی شیر خدا نے عرض کیا تھا۔ ارشاد

باری تعالیٰ ہے:

اے ایمان والو! جب تم میرے رسول ﷺ سے کوئی راز و نیاز کی بات کرنا چاہو تو بات کرنے سے پہلے صدقہ دے لو یہ تمہارے لیے بہتر اور بہت پاکیزہ ہے۔ (المجادلہ:۱۲)

جب یہ حکم نازل ہوا تو آپ نے فرمایا اے علی! اللہ تعالیٰ نے تیری خواہش پوری کر دی اور پابندی لگا دی ہے کہ بغیر صدقہ کے حاضر نہ ہوں تاکہ غرباء کی امداد ہو سکے۔ آپ (رضی اللہ عنہ) نے فوراً اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے صدقہ پیش کر کے آپ سے بات کی اور دس مسئلے دریافت کیے۔ اس کے بعد گو یہ حکم منسوخ کر دیا گیا تھا کیونکہ بعض غرباء مجبور ہو گئے تھے۔ اس لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا قرآن کی ایک آیت ایسی ہے جس پر مجھ سے پہلے کسی نے عمل نہ کیا اور نہ میرے بعد کوئی کر سکے گا۔

ما عمل بها احد قبلي ولا يعمل بها احد بعدي ۔ (تفسیر مدارک و خازن ص ۳۴۳ ج ۲)

۱۱۔ آیۂ سلام: سلامٌ علی الیاسین (الصافات:۱۳۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

سلامٌ علی الیاسین قال نحن آلِ محمد آلِ یاسین

کہ سلام ہو آلِ یاسین پر یعنی وہ آلِ یاسین ہم آلِ محمد ﷺ ہی ہیں۔

(در منثور ج ۵ ص ۲۸۶)

اسی لیے بزرگوں نے سلامٌ علی آل یٰسین بھی پڑھا ہے لہٰذا مطلب صاف ہے کیونکہ حضور مصطفیٰ ﷺ کا اسم مبارک یٰسین بھی ہے علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

فقد نقل جماعة من المفسرين عن ابن عباس رضي الله عنهما ان المراد بذلك سلام على آلِ محمد صلى الله عليه وسلم

مفسرین کی ایک بڑی جماعت نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل فرمایا ہے کہ آل یٰسین سے مراد حضور ﷺ کی اولاد پاک ہے۔

؎ کروڑوں درود کروڑوں سلام
بر آل محمد علیہ السلام

۱۲- آیۂ اھل الذکر:

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (الانبیاء:۷)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: یہ اھل الذکر کون ہیں کہ جن سے مذکورہ آیت میں سوال کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: نحن اھل الذکر۔ ہم اہل ذکر ہیں۔ (الصواعق المحرقہ)

ممکن نہیں حسین بنو یا علی بنو
تقویٰ کو اختیار کرو متقی بنو
گر چاہتے ہو پیر بنو یا ولی بنو
بس ایک شرط ہے سگ حیدری بنو

۱۳- آیۂ اولی الامر: واولی الامر منکم۔ (النساء:۵۹)

اور جو تم میں سے امر والے ہیں (ان کی بھی اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اطاعت کرو)

حضرت عبدالغفار بن قاسم فرماتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق سے پوچھا گیا کہ امر والے کون ہیں تو انہوں نے فرمایا۔ کان علی واللہ منھم خدا کی قسم علی انہی میں سے ہیں۔
(الصواعق المحرقہ)

سر توں پیراں تک ہووے ہم شکل بھاویں بچہ بلی دا شیر نہیں ہوسکدا
جیڑا ضرب نال خیبر دا در توڑے علی ورگا دلیر نہیں ہوسکدا
کسے مرد قلندر دی نظر باجھوں نفس کدے وی زیر نہیں ہوسکدا
ہووے منکر علی دا تے جائے جنت توبہ ایڈا ہنیر نہیں ہوسکدا

۱۴- آیۂ حسنات:

ومن یقترف حسنۃ نزدلہ فیھا حسنا۔ (الشوریٰ ۲۳)

جو نیکی کرے گا ہم اس کو خوبی میں بڑھا دیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ومن یقترف حسنۃ سے مراد یہ ہے کہ المودۃ لآل محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ نیکی کرنے سے مراد اہل بیت رسول سے

محبت کرنا ہے۔(صواعق محرقہ ص۱۶۸)

؎ گھر لٹانا' جان دینا کوئی ان سے سیکھ لے
جان عالم ہو فدا اے خاندان اہل بیت

۱۵-آیت ولیکم:

انما ولیکم اللّٰہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلٰوۃ ویؤتون الزکٰوۃ وھم راکعون (المائدہ:۵۵)

بے شک تمہارا مددگار اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور ایمان والے ہیں جو نماز قائم رکھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں۔

یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بحالت رکوع میں تھے کہ ایک سائل نے آکر سوال کیا تو آپ کے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی تھی جو خود بخود اتر گئی اور سائل کی حاجت آپ نے پوری فرمادی تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ اللہ و رسول مصطفیٰ ﷺ اور مومن نمازی اور زکوٰۃ دینے والے اور رکوع کرنے والے ہیں۔یعنی بحالت رکوع بھی سائل کو خالی نہ بھیجا اور چاندی کی انگوٹھی سے اس کی مدد فرمائی۔

(تفسیر کبیر ص۱۹۸ ج۲)

؎ ہے علم و آگہی کا سمندر علی کا نام
لیتے ہیں غوث و قطب و قلندر علی کا نام
فرط ادب سے میرے فرشتے بھی "خوش" گئے
میں نے لیا جو قبر کے اندر علی کا نام

۱۶-آیت حبل اللہ:

واعتصوا بحبل اللّٰہ جمیعًا ولا تفرقوا۔

اور تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو۔

اس آیت کے متعلق امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔نحن حبل اللّٰہ الذی قال اللّٰہ فیہ وہ اللہ تعالیٰ کی رسی ہم اہل بیت ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یعنی اس

کو مضبوطی سے تھام لو۔ (احیاء العلوم ص ۷۵)

خود کہا جعفر نے ''حبل اللہ'' کی تفسیر میں
کوئی حبل اللہ نہیں ہے ماسوائے اہل بیت
ان میں اجمل خون ہے اللہ کے محبوب کا
ہے ولائے مصطفیٰ پھر تو ولائے اہل بیت

۱۷- آیت وُدّ

ان الذین امنوا وعملوا الصّٰلحٰت سیجعل لھم الرحمن وُدًّا (مریم:۹۶)

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے اچھے تو پیدا کرے گا رحمٰن ان کے لیے (لوگوں کے دلوں میں) محبت۔

اس آیت کے متعلق حضرت محمد ابن الحنفیہ فرماتے ہیں کہ:

لایبقی مومن الا فی قلبہ وُد علی واھل بیتہ۔

کوئی مومن ایسا نہیں رہے گا جس کے دل میں سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور آپ کے اہل بیت کی محبت نہ ہوگی۔ (تفسیر در منثور)

اہل سنت کرتے ہیں توقیر اہل بیت کی
خارجی ہے جو کرے تحقیر اہل بیت کی
منکرو! ان کی ثنا خواں ہیں احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم
مداح خواں ہے آیۂ تطہیر اہل بیت کی

۱۸- آیت مومن:

افمن کان مومناً کمن کان فاسقًا لایستون۔ (السجدہ:۱۸)

تو کیا وہ شخص کہ مومن ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو فاسق ہے وہ برابر نہیں ہو سکتے۔

اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مومن سے مراد حضرت علی ہیں اور فاسق سے مراد ولید بن عقبہ ہے۔ ان دونوں کا آپس میں کسی بات پہ جھگڑا ہو گیا تو ولید نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کہا چپ رہو تم ابھی بچے ہو اور میں ہوشیار

زبان دراز اور نیزہ چلانے میں تیز اور تم سے زیادہ بہادر ہوں۔ شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' خاموش! تو فاسق ہے مطلب یہ کہ تو جتنی باتیں کرتا ہے اور اس پر فخر کرتا ہے ان میں کوئی بات قابل مدح نہیں۔ انسان کا شرف ایمان وتقویٰ میں ہے جسے یہ دولت نصیب نہیں وہ بدنصیب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی کہ وہ (ولید) فاسق ومردود ہے اور علی المرتضیٰ مومن وخدا کا محبوب ہے لہٰذا یہ برابر کسی طرح نہیں ہو سکتے۔ (تفسیر الخازن ص ۴۴۷ ج ۳)

جسے علی کی ولایت کا اعتراف نہیں
ہزار سجدے کرے کوئی گناہ معاف نہیں
بدن میں حج کا احرام دل میں بغض علی
یہ کعبہ پاک کے پھیرے تو ہیں طواف نہیں

احادیث اور شانِ اہل بیت

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

احبوا اللّٰہ لما یغذوکم من نعمة واحبونی بحب اللّٰہ واحبوا اهل بیتی بحبی (ترمذی: ۳۰۲۴' مستدرک ص ۱۵۸' ج۳)

اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کیونکہ وہ تمہیں نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ مجھ سے محبت کرو اللہ کی محبت کی وجہ سے کہ میں اللہ کا محبوب ہوں اور میرے اہل بیت سے محبت کرو میری محبت کی وجہ سے۔

ایک حدیث میں ہے۔ اپنی اولاد کو تین باتوں کی تعلیم دو۔

حب نبیکم و حب اهل بیته و قراة القرآن

اپنے نبی کی محبت اور اہل بیت کی محبت اور قرآن پڑھنے کی تعلیم دو۔

بوستان مصطفیٰ کے ہیں یہی خوش رنگ پھول
ہے نبی کا آئینہ تصویر اہل بیت کی
آج تک تاریک قلبوں تیرہ بختوں پر سدا
نور باری کرتی ہے تنویر اہل بیت کی

☆ حضرت نافع رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من اراد التوکل فلیحب اهل بیتی ومن اراد ان ینجو من عذاب القبر فلیحب اهل بیتی ومن اراد الحکمة فلیحب اهل بیتی ومن اراد دخول الجنة بغیر حساب فلیحب اهل بیتی فواللّٰه ما احبهم احد الا ربح فی الدنیا والاخرة (روح البیان)

جو کوئی توکل کرنا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ میری اہل بیت کو دوست رکھے اور جو کوئی عذاب قبر سے نجات پانا چاہے اس کو چاہیے کہ وہ میرے گھر والوں سے محبت کرے، جو کوئی علم و دانائی حاصل کرنا چاہے وہ میرے گھر والوں سے پیار کرے، جو بغیر حساب جنت میں جانا چاہے وہ میرے گھر والوں سے پیار کرے اللہ کی قسم جو ان سے پیار کرے گا دنیا و آخرت میں آرام پائے گا۔

؎ یوم محشر کا تمہیں کیا ڈر سگانِ اہل بیت
جبکہ ہے خلد بریں جاگیر اہل بیت کی

ان میں داخل ہیں بنو ہاشم و ازواجِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
آلِ زہراء ہی نہیں تفسیر اہل بیت کی

رافضی کہتا ہے حیدرؑ فاطمہؓ سبطین چار
ہے اسی معنی میں بس تشہیر اہل بیت کی

درحقیقت ہیں نسب، سکنیٰ ولادت تین بیت
کل سے سنی کرتے ہیں تعبیر اہل بیت کی

شاہ کے جدی نسب اولاد اور ازواج کو
سب کو شامل آیۂ تطہیر اہل بیت کی

رافضیو! جمع ہوسکتا نہیں اک قلب میں
بغض اصحاب نبیؐ توقیر اہل بیت کی

(اجمل شاہ)

فرمانِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حبِّ اہل بیت کا پورا مفہوم اور یہ نعمت کس کو ملتی ہے اس کے متعلق حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا ایک فرمان ذہن میں رہنا ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا:

لایجتمع حبی و بغض ابی بکرو عمر فی قلب مومن۔

میری محبت اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا بغض ایک مسلمان کے سینے میں جمع نہیں ہوسکتا۔

(تاریخ الخلفاء ص ۵۹)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ ھو حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اھل بیتی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض (الصواعق المحرقہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم میں بہت وزنی (عظیم الشان) دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب (قرآن مجید) جو کہ رسی ہے آسمان سے زمین کی طرف اور دوسری میری اولاد اہل بیت۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس اکٹھی آئیں گی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی ناقہ مبارکہ قصواء پر سوار ہوکر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

یا یھا الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذ تم بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی

اے لوگو! تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم انہیں پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک تو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور دوسری میری عترت و اہل بیت ہے۔

پھر ارشاد فرمایا:

فخذوا بکتاب اللہ تعالی واستمسکوا اذکر کم اللہ فی اھل ابیتی اذکر کم اللہ فی اھل بیتی (مشکوٰۃ المصابیح، جامع صغیر ص ۱۶۴، ج ۱)

پس پکڑو اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کو اور وابستہ کرو اپنے آپ کو میری اہل بیت سے میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے اپنی اہل بیت کے بارے میں ڈراتا ہوں۔ (پھر فرمایا) میں تمہیں اپنی اہل بیت کے معاملہ میں ڈراتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

باغ جنت کے ہیں بہر مدح خوان اہل بیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہل بیت

☆ حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا!

النجوم امان لا هل السماء فاذا ذهبت النجم ذهب اهل السماء واهل بيتى امان لا هل الارض فاذا ذهب اهل بيتى ذهب اهل الارض (خصائص کبریٰ ص ۲۳۶ ج ۲)

ستارے آسمان والوں کے لیے سلامتی کا باعث ہیں جب ستارے جھڑ جائیں گے تو آسمان والے فنا ہو جائیں گے اور میرے گھر والے زمین والوں کے لیے سبب سلامتی ہیں جب یہ نہ رہیں گے تو اے زمین والو! تم بھی نہ رہو گے۔

کرتے اہل بیت خود سارے صحابہ کا ادب
خود عمل شاہد ہے اور تحریر اہل بیت کی
جب روافض کے یہاں حب صحابہ کفر ہے
ان کو لازم ہے کریں تکفیر اہل بیت کی

محبّ و مبغض اہل بیت

☆ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

الامن مات على حب ال محمد مات شهيدا و من مات على حب اهل محمد مات مغفور اله الا و من مات على حب ال محمد فيفتح فى قبره بابان من الجنة۔

یاد رکھو! جو آل محمد کی محبت میں مرا وہ شہید ہوا جو آلِ محمد کی محبت میں مرا وہ بخشا گیا۔ جو آل محمد کی محبت میں مرا اس کی قبر میں جنت کی طرف دو دروازے کھول

دیے جائیں گے۔

الاومن مات علی حب آل محمد بشره ملك الموت بالجنة ثم منکر ونکیر.

آگاہ ہو جاؤ جو آل محمد کی محبت میں مرا اس کو پہلے ملک الموت (جنت کی) خوشخبری سنائے گا پھر منکر نکیر۔

الاومن مات علی حب آل محمد یزف الی الجنة کما تزف العروس الی بیت زوجها.

خبردار! جو آل محمد کی محبت میں مرا وہ ایسے (ہنسی خوشی اور بناؤ سنگھار کے ساتھ) جنت میں جائے گا جیسے دلہن اپنے دولہا کے گھر جاتی ہے۔

الاومن مات علی حب آل محمد مات تائبا.

خبردار! جو آل محمد کی محبت میں مرے گا اس کو مرتے وقت توبہ نصیب ہو گی۔

الاومن مات علی حب آل محمد جعل اللّٰه قبره مزار ملٰئکة الرحمة الا ومن مات علی حب آل محمد مات علی السنة والجماعة الا ومن مات علی حب آل محمد مات مؤمنا مستکمل الایمان الا ومن مات علی بغض آل محمد جاء یوم القیٰمة مکتوب بین عینه آئس من رحمة اللّٰه الا ومن مات علی بغض آل محمد لم یشم رائحة الجنة الا ومن مات علی بغض آل محمد مات کافرا

(نور الابصار ص ۱۱۲ ' تفسیر کبیر ص ۳۹۰ ' ج ۷ ' جامع صغیر ص ۱۰۱ ' اسعاف الراغبین ص ۱۱۳ ' نزہۃ المجالس)

آگاہ رہو جو کوئی محبت آل محمد ﷺ پر مرے گا اللہ تعالیٰ رحمت کے فرشتوں کو اس کی قبر کے زوار (زیارت کرنے والے) بنائے گا۔ آگاہ ہو جاؤ! جو کوئی محبت آل محمد پر مرے گا وہ سنت نبوی اور جماعت ایمانی پر مرے گا اور جو کوئی آل محمد ﷺ کی محبت میں مرے گا وہ کامل الایمان مرے گا اور آگاہ ہو جاؤ! جو کوئی بغض وعداوت آل محمد ﷺ سے کریگا وہ قیامت کے دن اس حال میں [illegible]

کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا۔ ایسٌ من رحمۃ اللہ یعنی یہ رحمت خداوندی سے نامید ہوا۔ آگاہ ہو جاؤ! جو کوئی آلِ محمد ﷺ کے بغض و عداوت میں مرے گا وہ بہشت کی بو تک بھی نہ سونگھے گا اور جو کوئی بغض وعداوت آل محمد ﷺ میں مرے گا وہ کافر ہو کر مرے گا۔

اہل بیت پاک کی عزت صحابہ کا وقار
عزت اصحاب ہے توقیر اہل بیت کی
سچی الفت اور عقیدت ہو عطا اجملؔ کو بھی
ہو معیں بہر عدو شمشیر اہل بیت کی

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل سنت کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ جہاں اہل بیت اطہار سے محبت کرتے ہیں وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی اکرام کرتے ہیں اور اس وقت امت محمدیہ تکالیف ومصائب کے سمندر میں غوطے کھا رہی ہے۔ اور شکوک وشبہات کی جن موجوں کا سامنا کر رہی ہے اس سے نجات کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ سفینہ اہل بیت پر سوار ہو کر نجوم ہدایت (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کی رہنمائی میں اس سمندر کو عبور کیا جائے کیونکہ کشتی ہو اور رہنمائی نہ ہو پھر بھی دریا کو عبور نہیں کیا جا سکتا اور خالی رہنمائی کیا کرے گی اگر کشتی ہی نہ ہو اور الحمد للہ ہمارے ایک ہاتھ میں اہل بیت اطہار کا دامن ہے تو دوسرے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا دامن رحمت ہے۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور ﷺ
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ ﷺ کی

☆ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے دروازہ کو پکڑ کر یہ اعلان فرمایا۔

وھواخذ باب الکعبۃ ویقول ایھا الناس من عرفنی عرفنی ومن لم یعرفنی فانا اعرفھم فانا ابو ذر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مثل اھل بیتی کمثل سفینۃ نوح علیہ السلام من رکبھا نجی ومن تخلف عنھا غرق (مشکوۃ المصابیح ص ۵۷۳)

اے لوگو! جو کوئی مجھ کو پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے اور جو کوئی نہیں پہچانتا میں اس کو اپنی پہچان کراتا ہوں۔ میں ابوذر ہوں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے

کہ آپ نے فرمایا۔ میرے اہل بیت کی مثال تمہارے درمیان کشتی نوح (علیہ السلام) کی سی ہے کہ جو کوئی اس کشتی نوح علیہ السلام پر سوار ہوا اس نے طوفان میں غرق ہونے سے نجات پائی اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ غرق ہوا اسی طرح جو کوئی اس کشتی اہل بیت میں سوار ہو گیا یعنی ان کی متابعت کرے گا وہ ضلالت کے گڑھے میں ڈوبنے سے نجات پائے گا اور جو کوئی ان کی مخالفت کرے گا وہ بحر ضلالت میں ڈوب جائے گا۔

؎ بیدم یہی تو پانچ ہیں مقصود کائنات
خیر النساءؓ حسینؓ و حسنؓ مصطفیٰؐ علیؓ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبتِ اہل بیت (ایک تقریر دلپذیر)

شادم بہ ولائے آل محبوب خدا
خیر دارین نقد جان است مرا
یارب شرفِ دید بہ نزعم بخشد
احمدؐ حیدرؓ حسنؓ حسینؓ و زہراؓ

(حافظ محمد افضل فقیر)

ہر نبی علیہ السلام نے اپنی اپنی قوم کے سامنے فریضہ تبلیغ سرانجام دیا۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا: **یقوم لا اسئلکم علیه مالا ان اجری الا علی اللّٰه** ۔ ہود علیہ السلام نے فرمایا: **یقوم لااسئلکم علیه اجرًا ان اجری الا علی الذی فطرنی** ۔ مطلب یہ تھا کہ ہم تم سے مانگنے والے نہیں ہمارا رب ہمیں دینے کیلئے کافی ہے۔ اس نے ہمیں دینے والا بنایا ہے نہ کہ مانگنے والا۔ حضور علیہ السلام نے بھی اپنی امت کے سامنے ایسی بات فرمائی مگر الفاظ مختلف ہیں۔ فرمایا: **لا اسئلکم علیه اجرًا الا المودة فی القربیٰ** اگر کچھ کرنا ہی چاہتے ہو تو میرے قریبوں سے مودت کرو۔ علماء نے محبت و مودت میں فرق کیا ہے کہ محبت کے بغیر تو پھر بھی زندگی گزاری جاسکتی ہے جبکہ مودت نہ ہو تو زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ مثلاً مچھلی کو پانی سے محبت نہیں بلکہ مودت ہے کہ پانی سے نکالو تو مر جائے گی تو معنی یہ ہوا کہ میرے قربیٰ کو اپنے لیے سرمایہ حیات سمجھو' ان کے دامن سے وابستگی کے بغیر اپنے آپ کو مردہ تصور کرو' مچھلی اگر پانی کے بغیر نہیں رہ سکتی تو مسلمان محبت اہل بیت کے بغیر نہیں رہ سکتا۔

کیونکہ ان سے محبت رسول سے محبت ہے اور رسول کی محبت خدا کی محبت ہے جو اہل بیت سے پیار کرے گا بالخصوص امام حسین سے، حضور علیہ السلام کی دعا ہے کہ خدا اس کو اپنا محبوب بنالے گا۔ (من احب حسینا فقداحبنی و من احبنی فقد احب اللّٰہ) اور باقی سب کچھ ہو (نمازیں، روزے، داڑھی، حج) مگر حب اہل بیت نہ ہو حرمت الجنۃ علی من ظلم اھل بیتی ۔خدا فرماتا ہے میں نے اہلِ بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم کرنیوالوں پر جنت حرام کردی ہے۔

بے حب اہل بیت عبادت حرام ہے
زاہد تیری نماز کو میرا سلام ہے

نجات تبھی ہوگی کہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے یہ صدائے دلنواز بلند ہو جس کو شیخ سعدی نے لفظوں کا کتنا حسین لباس پہنایا ہے۔

الٰہی بحق بنی فاطمہ — کہ بر قولِ ایماں کنم خاتمہ

غوث اعظمؒ کی ماں کا نام کیا؟ فاطمہؒ نبی کی بیٹی کا نام کیا؟ فاطمہؑ
خاتون جنت کا نام؟ فاطمہ

جب سعدی علیہ الرحمتہ نے دیکھا کہ اب نمازوں عبادتوں سے کام نہیں چل رہا تو رو کر رب کی بارگاہ میں اہل بیت کا سہارا و وسیلہ پیش کیا۔

داتا گنج بخش کون؟ سید، خواجہ غریب نواز کون؟ سید، غوث اعظم کون؟ سید اور سارے سید اولاد فاطمہ

الٰہی بحق نبی فاطمہ
کہ بر قولِ ایماں کنم خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول
من و دست و دامانِ آلِ رسول

نماز جیسی عظیم عبادت اگر تلاوت قرآن کے بغیر مکمل نہیں تو اہل بیت پر درود و سلام کے بغیر بھی مکمل نہیں۔ جنہوں نے قرآن کی عظمت کو سر نیزے پر چڑھا کر بلند کیا اللہ نے ان کی عظمت کو بلند کرنے کیلئے نماز کے اندر ان پر درود پڑھنا لازم قرار دے دیا۔

میں تو پنجتن کا غلام ہوں

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے اور ہمارے ہاں رات آرام فرمایا۔ حسن و حسین رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے رات سوتے میں پینے کو کچھ مانگا۔ رسولِ کریم ﷺ اٹھے اور ہمارے گھر ایک بکری تھی اس کا دودھ ایک پیالے میں دوھنے لگے اور دودھ لا کر ان کو پلانے لگے۔ اتنے میں حسین رضی اللہ عنہ نے بھی تقاضا کیا اور دودھ والا پیالہ پکڑنے کی کوشش کی مگر آپ ﷺ نے انہیں روک دیا۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ لگتا ہے حسن آپ ﷺ کو دونوں میں سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بات صرف یہ ہے کہ حسن نے پہلے پینے کو مانگا تھا۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے فرمایا: انا و ایاك و ھذین و ھذالراقد یعنی علیا یوم القیامۃ فی مکان واحد۔ یعنی میں اور تم اور یہ دونوں (حسن و حسین) اور یہ سونے والا (حضرت علی رضی اللہ عنہ) ہم سب روز قیامت ایک ہی جگہ میں ہوں گے۔

(طبرانی۔ مسند احمد حنبل بحوالہ کنز العمال جلد ۱۳ صفحہ ۳۹)

☆ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں مجھ سے میری والدہ نے پوچھا رسول کریم ﷺ کے ساتھ تم کب سے وابستہ ہو؟ میں نے کہا فلاں فلاں وقت سے، پھر میں نے کہا امی جان اب آپ مجھے جانے دیں میں آپ (ﷺ) کے ساتھ نماز مغرب پڑھوں گا۔ پھر آپ کے ساتھ ہی رہوں گا تا آنکہ آپ میرے لیے اور اے امی جان آپ کے لیے استغفار فرمائیں۔ چنانچہ میں نے جا کر مغرب کی نماز آپ کے ساتھ پڑھی اور وہیں بیٹھا رہا پھر آپ نے عشاء پڑھائی اور سب لوگ نماز کے بعد چلے گئے اور رسول کریم ﷺ کو کوئی معاملہ پیش آ گیا اور آپ اللہ سے مناجات کرنے لگے۔ دعا کے بعد آپ نے میری آواز پہچان کر فرمایا ارے حذیفہ! تم؟ میں نے عرض کیا ہاں، فرمایا! تم کیسے آئے ہو؟ اللہ تمہاری اور تمہاری ماں کی بخشش فرمائے پھر فرمایا اے حذیفہ! یہ فرشتہ ابھی نازل ہوا ہے جو اس سے قبل کبھی زمین پر نہیں اترا تھا۔ اس نے اللہ سے اجازت لی کہ مجھے آ کر سلام کہے۔ اللہ نے اجازت دی اور یہ بشارت بھی عطا فرمائی کہ۔

فاطمة سيدة نساء اهل الجنة والحسن و الحسين سيّد اشباب اهل الجنة
یعنی فاطمہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہے اور حسن و حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(ابن جریر بحوالہ کنز العمال ۱۲ صفحہ ۶۴۰ ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۱۹ مناقب حسنین)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک درجہ ہے جسے وسیلہ کہتے ہیں جب تم اللہ سے دعا کرو تو میرے لیے وسیلہ مانگا کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس درجے میں آپ کے ساتھ اور بھی کوئی ہوگا؟ فرمایا! علی و فاطمة والحسن و الحسين علی و فاطمہ اور حسن و حسین (رضی اللہ عنہم) (ابن مردویہ۔ کنز جلد ۱۲ صفحہ ۶۴۰)

☆ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خاتون جنت سے فرمایا: نبينا خير الانبياء و هو ابوك ہم اہل بیت میں سے جو نبی ہے وہ سب انبیاء سے افضل ہے اور وہ تمہارا باپ ہے۔ و شهيدنا خير الشهدآء وهو عم ابيك حمزه اور ہمارا شہید سب شہداء سے افضل ہے اور وہ تمہارے والد کا چچا ہے یعنی امیر حمزہ رضی اللہ عنہ ہے۔ آگے فرمایا ''ہم اہل بیت میں وہ بھی ہے جو اپنے دو پروں کے ساتھ جنت میں جہاں چاہتا ہے اڑتا پھرتا ہے اور وہ تمہارے والد کے چچا (ابو طالب) کا بیٹا ہے یعنی جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور ہم اہل بیت ہی میں سے اس امت کے دو سبط ہیں اور وہ تمہارے بیٹے حسن و حسین ہیں (رضی اللہ عنہما) اور ہم ہی میں مہدی بھی آنے والا ہے۔

(طبرانی صغیر بحوالہ مجمع الزاوئد جلد ۹ صفحہ ۱۶۹)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا! اخر ماتكلم به رسول الله ﷺ .... في اهل بيتي ۔ رسول کریم ﷺ نے وقت وصال جو آخری بات فرمائی تھی کہ میرے بعد میرے اہل بیت کا خیال رکھنا۔ (طبرانی اوسط)

اسی لیے سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی بخاری شریف میں ہے کہ فرمایا!

ارقبو امحمد في اهل بيته یعنی رسول کریم ﷺ کی اہل بیت کے متعلقہ آپ ﷺ کی نسبت کا احترام کرو۔

(بخاری شریف جلد اول کتاب المناقب باب مناقب قرابۃ الرسول ﷺ صفحہ ۵۲۶)

وہ شمع بارگاہِ خاندانِ مرتضوی
رہے گا مثلِ حرم جس کا آستاں مجھ کو
نفس سے جس کے کھلی میری آرزو کی کلی
بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھ کو
دعا یہ کر خداوند آسمان و زمین
کرے پھر ان کی زیارت سے شاد ماں مجھ کو (اقبال)

خطیب نے تاریخ بغداد میں حضرت عقبہ بن عامر جہنی اور طبرانی نے معجم اوسط میں عقبہ اور انس اور ازدی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: جب جنت کو حسن و حسین کی آمد کا علم ہوا کہ وہ مجھ میں تشریف لائیں گے **ماست الجنة میسا کماتمیس العروس فی خدرها** تو جنت خوشی سے ایسے جھومنے لگی جیسے دلہن فرحت سے جھومتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۲۸۴)

☆ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا: **انا حرب لمن حاربكم وسلم لمن سالمكم** جس کی تم سے جنگ ہے اس سے میری جنگ ہے اور جس کی تم سے صلح ہے اس سے میری صلح ہے۔ (ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۲۷ مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا)

☆ حضرت اُم سلمہ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: **ائتنی بزوجك و ابنيك** میرے پاس اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں کو لے آؤ۔ تو وہ جا کر انہیں لے آئیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر وہ چادر ڈال دی جو میرا بچھونا تھی اور خیبر سے آئی تھی۔ یعنی خیبر کے مال غنیمت میں سے تھی پھر آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی: **اللهم ان هولا آل محمد فاجعل صلوتك و بركاتك على آل محمد كما جعلتها على آل ابراهيم انك حميد مجيد** یعنی اے اللہ یہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو آل محمد پر رحمتیں اور برکتیں اسی طرح نازل فرما جیسے تو نے آل ابراہیم پر نازل فرمائیں۔ بے شک تو حمد والا بزرگی والا ہے۔

سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے چادر کا ایک پلو اٹھایا تا کہ میں بھی داخل ہو جاؤں

رسول کریم ﷺ نے اسے میرے ہاتھ سے کھینچ لیا اور فرمایا: انك علی خیر تم پہلے ہی بڑی بھلائی والی ہو۔ (ابن عساکر بحوالہ کنز العمال جلد ۱۳ صفحہ ۶۴۵)

☆ ابن ابی شیبہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہی حدیث اس طرح ہے کہ میں نے پکار کر عرض کیا یارسول اللہ میں بھی؟ فرمایا ہاں تم بھی۔

☆ حضرت زینب بنت ابی سلمٰی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے آپ نے حسن رضی اللہ عنہ کو ایک طرف، حسین رضی اللہ عنہ کو دوسری طرف بٹھایا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی بٹھا کر فرمایا! رحمة الله وبركاته عليكم اهل البيت انهٗ حميدٌ مجيد یعنی اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔ اللہ بڑی حمد اور بزرگی والا ہے۔ زینب فرماتی ہیں میں اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سوئی ہوئی تھیں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ رسول کریم ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا: ما يبكيك؟ تم کیوں رو رہی ہو؟ عرض کیا آپ نے ان کو لے لیا اور مجھے اور میری بیٹی (زینب) کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: انت و ابنتك من اهل بيت تم اور تمہاری بیٹی تو اہل بیت میں سے ہیں۔

(ابن عساکر و طبرانی کبیر بحوالہ کنز العمال جلد ۱۳ صفحہ ۶۴۳)

یہ اور اس سے پہلے والی حدیث دونوں بتا رہی ہیں کہ اہل بیت رسول ﷺ میں آپ کی بیویاں بھی شامل ہیں بلکہ لفظ اہل بیت یعنی گھر والے قرآنی نصوص کے مطابق بیویوں ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ گزر چکا۔

دل میں ہے مجھ بے عمل کے داغ عشق اہل بیت
ڈھونڈتا پھرتا ہے ظل دامن حیدر مجھے

☆ حضرت نصر بن جہنی کہتے ہیں مجھے حضرت علی بن جعفر نے بتایا انہیں ان کے بھائی حضرت موسیٰ (کاظم) بن جعفر صادق نے بتایا انہیں ان کے والد امام جعفر صادق نے بتایا۔ انہوں نے اپنے والد امام محمد باقر سے روایت کیا۔ انہوں نے اپنے والد امام علی بن حسین (زین العابدین) سے روایت کیا اور انہوں نے اپنے والد امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور انہوں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: من احبني و احب هذين و اباهما و امهما

كان معي في درجتي يوم القيامة

ترجمہ: جس نے مجھ سے محبت رکھی اور ان دونوں (حسنین رضی اللہ عنہما) اور ان کے والد اور والدہ سے محبت رکھی وہ روز قیامت میرے ساتھ ہوگا۔

(ترمذی شریف جلد دوم مناقب حضرت علی رضی اللہ عنہ صفحہ ۶۱۵)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر بچھائی اور اس پر آپ خود بیٹھ گئے اور علی اور فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم بھی بیٹھ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چادر کے کونے آپس میں ملا دیئے اور فرمایا: اللهم ارض عنهم كما انا عنهم راض اے اللہ ان سے یونہی راضی ہو جا جیسے میں ان سے راضی ہوں۔ (مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۷۲ مناقب اہل بیت الرسول) امام ابن حجر فرماتے ہیں اسے طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔ ورجاله رجال الصحيح غير عبيد بن طفيل و هو ثقة اس کے سارے راوی بخاری کے رواۃ ہیں، عبید بن طفیل کے سوا وہ بھی ثقہ ہے اب جن کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرما رہے ہیں۔ اے اللہ ان سے راضی ہو جا جیسے میں ان سے راضی ہوں ان کی عظمت کا کیا کہنا ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مقبول ہے اللہ ان سے راضی ہے اور اس رضا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے انہیں زندگی بھر اپنی رضا والے کاموں کی توفیق دی۔ کوئی کام ان سے ایسا نہ ہوا جو مرضی مولا کے خلاف ہو۔ اس لیے اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔ انہوں نے اللہ کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھایا۔ البتہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خطا اجتہادی تھی۔ وہ قابل معافی ہے اور عفو شدہ ہے بلکہ اجتہاد کا ایک درجہ ثواب بھی لیے ہوئے ہے۔

اسی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف قدم اٹھایا تو وہ بھی اس حدیث کی روشنی میں مرضی مولا کے عین مطابق تھا جو آپ رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دیتے ہیں وہ اس حدیث سے عبرت پکڑ لیں۔

جان ہماری اور ہماری روح و تن
ہو فدا بر نقش پائے پنجتن

مصطفیٰ و فاطمہ و مرتضیٰ
مجتبیٰ اور پھر شہید کربلا

(حضرت قاری محمد طیب نقشبندی)

اب خاندان نبوت میں سے حضرت خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرہ' حضرت امام حسن مجتبیٰ' حضرت امام عالی مقام امام حسین سید الشہداء اور واقعہ کربلا کے حوالے سے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور حضرت امام زین العابدین کے کچھ نہ کچھ فضائل و مناقب لکھے جاتے ہیں اس کے بعد انشاء اللہ واقعہ کربلا پر اب تک لکھی جانے والی کتابیں اور علماء اہل سنت کی اس موضوع پر تقاریر کا خلاصہ یعنی تلخیص واقعہ کربلا آپ پڑھیں گے۔ یاد رہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی اور فضائل کا بعض حصہ اور حسنین کریمین اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب کا اکثر حصہ مولانا عبدالسلام رضوی کی کتاب "شہادت نواسۂ سید الابرار فی مناقب ال نبی المختار" سے لیا گیا ہے۔ انشاء اللہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے فضائل و حالات خلفائے راشدین کے موضوع پر لکھی جانے والی کتاب میں آپ پڑھیں گے۔

حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا

شمع منیر قصر طہارت ہے فاطمہ
سرمایۂ فروغ امامت ہے فاطمہ
ختم رسل کا اجر رسالت ہے فاطمہ
قرآن ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو آیت ہے فاطمہ
لازم تھا چونکہ نور سے پردہ بتول کا
رخ پہ سمٹ کے آگیا سایہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا

حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا ہمارے آقا علیہ السلام کی (ایک قول کے مطابق) سب سے چھوٹی اور چوتھی صاحبزادی تھیں آپ کا اسم گرامی فاطمہ ہے اور ۱۳۵ کے لگ بھگ آپ کے القابات ہیں۔ ان میں سے چند کا ذکر کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

فاطمہ نام رکھنے کی وجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی بیان فرمائی: انما سمیت ابنتی فاطمة

لان الله تعالٰی منجیها ومحبیها عن النار (عن انس رضی اللہ عنہ الصواعق المحرقہ ص ۱۵۱) میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ اس لیے رکھا ہے کہ اللہ تعالٰی نے اس کو اور اس کا ادب واحترام کرنے والوں کو دوزخ سے بچالیا ہے۔ (فاطمہ کا لفظ فطم سے ہے جس کا معنی جدا کرنا ہے اور اس کا مفہوم اس طرح بھی ہے کہ آپ دنیا میں رہ کر بھی دنیا سے تعلق نہ رکھتی تھیں)۔

آپ کو بتول اس لیے کہا جاتا کہ بتول بتل (وتبتل الیه تبتیلا) سے ہے۔ کاٹنا' جدا کرنا' آپ بھی فضیلت اور طہارت نسب کے اعتبار سے دنیا کی تمام عورتوں سے جدا ہیں۔ علامہ تاج الدین سبکی کے مطابق آپ کی شان حضرت مریم سے بھی اس وجہ سے زیادہ ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اقدس کا حصہ ہیں جیسا کہ آگے حدیث شریف کے حوالے سے آپ پڑھیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اے فاطمہ کیا تو اس فضیلت سے خوش نہیں کہ تو جنت کی عورتوں کی سردار ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا اور فاطمہ مجھے سب سے پیاری ہے۔ اس طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عورتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ پیاری فاطمہ تھیں اور مردوں میں ان کے شوہر علی المرتضٰی رضی اللہ عنہما۔ (مشکوۃ' الاستیعاب)

یہ مصحف ال مصطفٰی میں مثال "یٰسین" محترم ہے
نہ پوچھ اس کی بلندیوں کو آسمان بھی تہ قدم ہے
اسی کے جلووں سے ہے یہ دنیا اس کی غیبت رخ عدم ہے
اسی کی چوکھٹ "کو دیکھنے" سے آسماں کی کمر میں خم ہے
کیا ہے دونوں جہاں میں حق نے کچھ اس طرح انتخاب اس کا
کہ مرتضٰی رضی اللہ عنہ کے سوا جہاں میں نہیں ہے کوئی جواب اس کا

زھراء

یہ بھی آپ کا مشہور لقب ہے جس کا معنی ہے (جنت کی) کلی۔ آپ کا یہ لقب اس لیے

ہے کہ آپ کے ہاں حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی پیدائش عصر کے بعد ہوئی اور آپ چونکہ حیض ونفاس سے پاک تھیں اس لیے آپ نے وہ عصر بھی پڑھی اور نماز مغرب بھی۔ ایک نماز بھی قضا نہ ہوئی۔

حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میری بیٹی (فاطمہ) انسانی حور ہے جسے کبھی حیض نہیں آتا۔ (نسائی)

آپ کے لقب زہراء پر یہ اشعار کتنے حسین ہیں۔

جہانِ انسانیت میں توحید کا مقدس خیال زہراء
شرف میں وحدت، ادا امامت، جبیں نبوت جمال زہراء
ہو جس پہ نازاں دل مصور وہ نقش حسنِ کمال زہراء
خدائے بے مثل کی خدائی میں تا ابد بے مثال زہراء
یہ شمع عرفانِ ایزدی ہے، یہ مرکز آل مصطفیٰ ہے
حسن سے مہدی تلک امامت کے سلسلے کی یہ ابتداء ہے

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بچپن میں ہی سادہ طبیعت رکھتی تھیں دیگر بہن بھائی اگر کھیل میں بھی مصروف ہوتے تو آپ اپنی امی جان حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی رہتی تھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد سے آپ کی فضیلت اس لحاظ سے بھی زیادہ ہے کہ آپ اس وقت پیدا ہوئیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرما دیا تھا۔ قریش کعبے کی تعمیر کر رہے تھے۔ قرآن نازل ہو رہا تھا

وہ ہنستی تھیں تو فطرت بے خودی میں مسکراتی تھی
وہ روتی تھیں تو ساری کائنات آنسو بہاتی تھی

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب اپنی امی جان کے بطن اطہر میں تشریف لائیں تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نو ماہ تک (جنت کی) خوشبو آتی رہی اور جب آپ پیدا ہوئیں تو یہ خوشبو ادھر سے ختم ہو گئی مگر حضرت فاطمہ سے پھر بھی آتی رہی جس سے پتہ چل گیا کہ یہ اسی جنت کی کلی کی خوشبو تھی (خوشبو محسوس تو ہوتی ہے نظر نہیں آتی، فاطمہ کا فیضان ہر جگہ ہے مگر خود نظر نہیں آتیں)۔

رسول پاک کی تصویر پر تنویر کو دیکھا
کیا دیدار جن آنکھوں نے تصویر محمد ﷺ کا

ہمارے آقا کی شان یہ ہے کہ آپ آسمانوں کی طرف تشریف لے جائیں تو آسمان کے فرشتے کھڑے ہو کر آپ کا استقبال کریں۔ مسجد اقصیٰ میں جلوہ گر ہوں تو سارے نبی کھڑے ہو جائیں لیکن سبحان اللہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ جب بھی حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں قام الیھا و قبلھا واجلسھا فی مجلسہ۔ حضور ﷺ کھڑے ہو کر اپنی بیٹی کا استقبال فرماتے۔ بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے اور حضور ﷺ بھی جب اپنی اس پیاری بیٹی کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ بھی یہی سلوک کرتیں۔قامت من مجلسھا فقلبتہ و اجلست فی مجلسھا (ترمذی، مستدرک ج ۳ ص ۱۶۰)

زہرا جدوں وی آیاں کھڑے ہو گئے رسول
اینوں کہواں تعظیم یا پیار فاطمہ رضی اللہ عنہا

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جب ابو جہل کی بیٹی سے شادی کا ارادہ فرمایا تو حضور ﷺ ممبر پر جلوہ گر ہوئے اور فرمایا: واللہ لا یجتمع بنت رسول اللہ و بنت عدو اللہ مکانا واحد ابدا۔ خدا کی قسم اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن (ابو جہل) کی بیٹی ایک گھر میں کبھی نہیں رہ سکتیں۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ارادہ ترک فرما دیا۔

ایک دن حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان کسی بات پر رنجش ہو گئی۔ حضور ﷺ نے صلح کروائی اور بڑے خوشی خوشی واپس تشریف لائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس قدر خوشی ہونے کا سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا! میں نے آج ایسے دو شخصوں میں صلح کروائی ہے جو مجھے ساری دنیا سے زیادہ عزیز ہیں۔

وہ عبداللہ کی پوتی، آمنہ کے پور کی بیٹی
وہ کملی اوڑھنے والے محمد نور کی بیٹی

حضور ﷺ جب بھی کہیں غزوہ میں یا کسی سفر میں تشریف لے جاتے تو جاتے وقت سب سے آخر میں اور واپسی پر سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لاتے تا کہ جدائی کم سے کم ہو۔

حضرت فاطمہ ﷜ کی شادی بھی ہوگئی تو حضور ﷺ روزانہ دو مرتبہ اپنی بیٹی کے پاس تشریف لے جاتے اور مکان ذرا دور ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حضرت علی المرتضیٰ کی وساطت سے عرض کیا! ہمارے پاس مکان خریدنے کیلئے تو رقم نہیں ہے۔ فلاں صحابی کا مکان خالی ہے اور آپ کے قریب بھی ہے وہ ہمیں مانگ دیں۔ آپ نے فرمایا! مجھے مانگتے ہوئے تو حیاء آتی ہے، صحابی کو پتہ چلا تو انہوں نے بلامعاوضہ ہی مکان پیش کردیا۔ (مفہوم)

سبحان اللہ! کیا شان ہے حضرت فاطمۃ الزہراء ﷜ کی۔ حضرت عمر کی بہن کا نام بھی فاطمہ تھا جس نے حضرت عمر کو جہنم سے بچایا اور ہمارے آقا ﷺ کی صاحبزادی نے ساری امت کو دوزخ کی آگ سے بچالیا کہ اللہ تعالیٰ فاطمۃ الزہراء کے محبین کو دوزخ سے بچالے گا۔ فاطمہ زہرا نام کے حروف کی شان اعجازانہ کو کسی نے کیسے حسین انداز میں پیش کیا ہے۔

یہ ''فا'' سے فہم بشر کا حاصل ''الف'' سے ''الحمد'' کی کرن ہے
یہ ''طا'' سے طٰہٰ کے گھر کی رونق، یہ ''میم'' سے منزل محن ہے
یہ ''ہا'' سے ہر دوسرا کے سلطاں کے دیں کی پُرنور انجمن ہے
یہ ''زا'' سے زینت زمیں کی ''ہا'' سے ہدایتوں کا ہرا چمن ہے
یہ ''را'' سے رہبر رہ وفا کی ''الف'' سے اول نسب ہے اس کا
اس لیے نام فاطمہ ہے، جناب زہرا لقب ہے اس کا

حضرت فاطمۃ الزہراء ﷜ کی شان عبادت یہ ہے کہ ساری ساری رات کبھی رکوع میں گزار دیتیں کبھی سجدے اور قیام میں اور عرض کرتیں یا اللہ! کاش اتنی لمبی رات ہوتی کہ میں خوب سیر ہو کر تیری عبادت کرلیتی۔ حضرت امام حسن فرماتے ہیں کہ کبھی ساری رات دعا میں گزار دیتیں اور میں سنتا رہتا تھا کہ ایک لفظ بھی اپنے لیے نہیں ہوتا ساری دعا حضور ﷺ کی امت کی بخشش کیلئے ہوتیں۔ میں نے ایک بار عرض کیا کہ کچھ اپنے لیے بھی مانگ لیا کریں تو فرمایا بیٹا! اپنا حق بعد میں ہوتا ہے پہلے امت کا حق تو ادا کرلوں۔

(مدارج النبوت)

ایک بے مثال جملہ

ہر شخص کی اولاد اس کے دل کا سرور اور آنکھوں کا نور ہوا کرتی ہے اور خاص طور پر بیٹی اپنے باپ کیلئے رحمت خداوندی ہوتی ہے تو "ہر بیٹی اپنے باپ کیلئے رحمت ہے اور فاطمہ وہ بیٹی ہے جو رحمتہ للعالمین کیلئے رحمت ہے"۔

ہے مصطفیٰ دا چین تے قرار فاطمہ
مولا علی دی شان دا شنگھار فاطمہ
بنت رسول' پارسا طیبہ تے طاہرہ
شرم و حیا دے ملک دی سالار فاطمہ

ایک بوڑھا یہودی بنو سلیم قبیلے کا حضور ﷺ کی بارگاہ میں مدد کیلئے حاضر ہوا۔ ایک صحابی نے اس کو اونٹ پیش کیا۔ حضرت علی نے عمامہ دے دیا۔ پھر تمام گھروں سے پتہ کیا فاقہ ہی فاقہ تھا۔ آخر حضور علیہ السلام نے حضرت سلمان کو اپنی بیٹی کے گھر بھیجا اور وہ بوڑھا بھی ساتھ تھا۔ حضرت فاطمہ نے اپنا دوپٹہ عنایت کر دیا فرمایا! کھانا تو نہیں کئی دنوں سے ہم نے خود نہیں کھایا مگر اس کو تو ضرور کھلایا جائے گا۔ یہ دوپٹہ بیچ کر یا گروی رکھ کر اس کو کھانا کھلا دیں۔ یہودی انگشت بدنداں رہ گیا۔ اور حضرت سلمان کو کہا! یہ کردار تو میں نے تورات میں پڑھا ہے۔ اے سلمان! گواہ ہو جا میں فاطمہ کا کردار دیکھ کر اس کے باپ پر ایمان لایا۔ چنانچہ اس کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا گیا اور تھوڑا کھانا بچ گیا جو حضرت سلمان واپس لے کر آئے تو حضرت فاطمہ نے کہا! اے چچا یہ بھی کسی کو کھلا دیں کہ ہم جو چیز راہِ خدا میں دے دیں پھر واپس نہیں لیا کرتے۔

آپ کے پاس دو قمیصیں تھیں ایک نئی اور ایک پرانی۔ سائل آیا تو اس کو نئی دے دی اور پرانی خود پہن لی کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے: لن تنالو البر حتّٰی تنفقوا مما تحبون رب کی راہ میں اپنی پسندیدہ چیز دینے سے ہی نیکی ملتی ہے۔

اسی کے نقش قدم کی برکت نے ماہ و انجم کو نور بخشا
اسی کے در کے گداگروں نے ہی آدمی کو شعور بخشا

اسی کی خاطر تو حق نے صحرا کو جلوۂ کوہ طور بخشا
جو اس کا غم لے کے مر گیا ہے خدا نے اس کو ضرور بخشا
یہ سوچ عقل و شعور بھی ہے' دل فروغ و اصول بھی ہے
زمین پہ ہو تو علی کی زوجہ' فلک پہ ہو تو بتول بھی ہے

پردہ

آج ہماری ماں بہن سر سے دوپٹہ اتار کر باہر نکلتی ہے اور اس کے خیال میں عورت کے گھر میں رہنے اور پردہ کرنے سے زہریلے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں۔ میں عرض کروں گا کہ وہ جراثیم جو گھر میں رہ کر اور پردہ کی وجہ سے پیدا ہوں گے وہ تیرے لیے بہتر ہیں۔ اگر تو بے پردہ ہو کر باہر نکلے گی تو ایسے جراثیم پیدا ہوں گے کہ ساری دنیا کو لپیٹ میں لے لیں گے بلکہ لے چکے ہیں۔ اب تو سائنسدان بھی مان گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کی جلد عورت سے سخت اس لیے بنائی ہے کہ یہ آسانی سے سردی کی حدت اور گرمی کی شدت برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور عورت پردے میں ہی رہے تو اس کی جلد کا حسن و جمال قائم رہ سکتا ہے پھر نہ اس کو کسی میک اپ کی ضرورت ہوگی اور نہ کسی دوسرے مصنوعی حسن کی۔ سیدھا کیوں نہ کہہ دیا جائے کہ عورت کا ظاہری و باطنی حسن سیرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنانے میں ہے۔

اگر پندے زدر ویشے پزیری
ہزار امت بمیرد تو نہ میری
بتولے باش و پنہاں شوازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

فطرت تو جذبہ ھا دارد بلند
چشم ہوش از اسوۂ زہرا مبند (اقبالؒ)

روح البیان میں ہے ان فاطمة الزهراء لما نزل عليها الموت لم ترض جب حضرت فاطمہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ملک الموت کا روح قبض کرنا آپ کو اچھا نہ لگا۔ فقبض الله روحها۔ اللہ تعالیٰ نے خود حضرت فاطمہ کی روح قبض فرمائی۔

اس سے بڑھ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پردے اور شرم و حیا کی مثال کیا دی جا سکتی ہے کہ قیامت کا دن جس میں برائی کا امکان تک بھی نہیں ہے ہر کوئی نفسا نفسی کے عالم میں اپنے اپنے پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا لیکن نادیٰ مناد من وراء الحجاب یا اهل الجمع غضوا ابصارکم و نکسوا رؤسکم حتی تمر فاطمه بنت محمد ﷺ ۔ پردے کے پیچھے سے کوئی ندا دینے والا پکارے گا۔ اے محشر والو! نگاہیں نیچی کر لو۔ سروں کو جھکا لو اور اس وقت تک جھکائے رکھو جب تک فاطمہ بنت محمد ﷺ (پل صراط) سے گزر نہ جائے۔ ومعها سبعون الف جارية من حور العين کالبرق اور آپ کے ساتھ ستر ہزار موٹی آنکھوں والی جنت کی حوریں ہوں گی۔ چنانچہ آپ بجلی کی طرح گزر جائیں گی۔

(عن ابی ایوب انصاری وعن علی رضی اللہ عنہما)

یہ وہ کلی ہے کہ جس کی خوشبو کو سجدہ کرتی ہیں خود بہاریں
یہ وہ ستارہ ہے جس سے روشن ہیں آسمانوں کی رہگزاریں
یہ وہ سحر ہے کہ جس کی کرنیں بھی ہیں امامت کی آبشاریں
یہ وہ گہر ہے کہ جس کا صدقہ فلک سے آکر ملک اتاریں
یہ وہ ندی ہے جو آدمیت کی مملکت میں رواں ہوئی ہے
یہ وہ شجر ہے کہ جس کی چھاؤں میں خود شرافت جواں ہوئی ہے

حضور ﷺ کی بارگاہ میں ایک مرتبہ ذکر چھڑا کہ مرد عورت کی بدنگاہی سے اور عورت مرد کی بدنگاہی سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ ہر کسی نے اپنا اپنا مشورہ دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔

آپ نے گھر جا کر حضرت فاطمہ الزہراء سے اس بات کا ذکر کیا اور ان سے بھی رائے طلب کی۔ حضرت فاطمہ نے کہا مرد اپنی نگاہوں کو پست رکھیں اور عورتیں اپنی نظروں کو حضرت علی المرتضیٰ نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا! تو سرکار نے خوش ہو کر فرمایا! ایسا کیوں نہ کہتیں فاطمہ تو میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسا ہی حکم نازل فرما دیا: قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم الخ. وقل للمؤمنت يغضضن من ابصارهن ۔ (سورۂ نور) مرد اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور عورتیں اپنی نظر جھکا کر رکھیں۔

چونکہ عورتوں کی آواز میں قدرتی طور پر ایک نرمی اور نزاکت وحلاوت ہوتی ہے جو اثر کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو حکم دے دیا کہ غیر مردوں سے جب گفتگو کرو تو نرم ونازک اور شیریں لہجہ اختیار نہ کرو بلکہ اپنی آواز میں قدرے سختی اور کھردرا پن پیدا کرو تاکہ کوئی بدباطن غلط فہمی کا شکار ہو کر تم سے کوئی امید نہ وابستہ رکھے۔ (فلا تخضعن بالقول: الاحزاب)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے کسی بچے کو طلب کیا تو آپ نے پردے کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر دیا حالانکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص طور پر خادم تھے اور عزیزوں کی طرح آپ کے پاس رہتے تھے پھر بھی سیدہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پردہ فرمایا اور سامنے نہ ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اور سیدہ رضی اللہ عنہا کے پاکیزہ عمل سے معلوم ہوا کہ غیر محرموں کے روبرو ہونا فتنہ کا مؤجب ہو سکتا ہے۔

اہل اسلام غور کریں کہ ہماری فلاح وعزت وآبرو کا تحفظ اسلامی پردہ میں ہے اور سیدہ رضی اللہ عنہا کا عمل ہمارے لیے عملی نمونہ ہے۔

حیا کی ملکہ وفا کی آیت حجاب کی سلسبیل زھرا
کہیں ہے معصومیت کا ساحل کہیں شرافت کی جھیل زھرا
جہان موجود میں بنی ہے، وجود حق کی دلیل زھرا
حضور زھرا بشر سے ہٹ کر ملائکہ کے سلام بھی ہیں
کہ اس کے سائے میں پلنے والے حسین جیسے امام بھی ہیں

عورت احساس کمتری کا شکار کیوں؟

ہمارے دور کی عورت احساس کمتری کا شکار ہو کر مغرب کی تقلید میں ہر جائز وناجائز کام کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ شاید وہ یہ نہیں جانتی کہ وہ ایک عورت ہی تھی جس نے آج سے چار ہزار سال پہلے صفا مروہ کے چکر کاٹے تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں، ولیوں کو بھی اس کے نقش پا کا احترام سکھایا ہے۔ زمزم کا لفظ ایک عورت ہی کی زبان سے نکلا اور یہ مقدس پانی شعائر اللہ میں شامل ہو کر عورت کی عظمت کا نشان بن گیا۔ وہ بھی عورت (مریم) ہی تھی جس کے

بارے میں فرمایا گیا وفضلھا علی نسآء العالمین ۔ اس کو ہم نے تمام جہانوں پر فضیلت دی۔ عورت پر وراثت سے محرومی کے ظلم کے خاتمے کے لیے ہی اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء کی کئی آیات نازل فرمائیں۔

ایک قول کے مطابق وہ بھی عورت ہی تھی جو سب سے پہلے محمد عربی ﷺ پر ایمان لانے کی سعادت پا گئی۔ اللہ کے محبوب نے عورت ہی کے بارے فرمایا کہ اگر اس کی عزت کی حفاظت کرتے کرتے اس کا خاوند' بھائی' بیٹا' باپ یا کوئی بھی لڑتا لڑتا مر جائے تو قیامت کے دن اس کو شہیدوں میں سے اٹھایا جائے گا۔ (من قتل دون عرضه فهو شهيد او كما قال عليه السلام)

سندھ میں ایک مظلوم عورت کی چیخ پر ہی اسلام کا جھنڈا لہرانے تک بات پہنچی اور سندھ باب الاسلام بن گیا اگر یہ ساری عزتیں عورت کے لیے ہیں تو یہ سمجھتی کیوں نہیں کہ اسلام اس کا خیر خواہ ہے جس نے اس کو گھر میں چرخہ کاتنے' چکی پیسنے کا حکم دے کر اس کی گھریلو محنت کی قدر کی ہے اور اس کو شمع محفل بن کر ذلیل کرنے کے بجائے چراغ منزل بن کر اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اگر عورت دفتر میں جائے گی تو مرد کیا کریگا۔ وہ چرخہ کاتے گا یا چکی چلائے گا؟ اگر عورت مرد کے ساتھ بیٹھ کر گاڑی چلائے گی تو مرد بیکار نہیں بیٹھے گا تو کیا کرے گا۔ ہمارے دین نے خصوصیت کے ساتھ عورت کو سورہ نور پڑھ کر اپنی عصمت کے تحفظ کا درس دیا ہے۔

ادھر تصویر کا دوسرا رخ دیکھو تو عورت بیٹی ہونے کی وجہ سے باپ کے جنازے کی رونق بھی ہے۔ بھلا اس کا مرنا بھی کوئی مرنا ہے جس کے مرنے پر رونے والی اس کی بیٹی نہ ہو۔ شادی ہونے کے بعد جو باپ اپنی بیٹی کو ملنے جائے گا قدم قدم پر سنت کا ثواب ملے گا کہ محبوب خدا روزانہ دو مرتبہ اپنی فاطمہ کے گھر جاتے تھے۔ نیک بیوی جنت کی مالکہ ہوگی اور حوریں اس کی خادمائیں ہوں گی۔ کبھی بیٹی کی شان پاتی ہے تو کبھی بہن کا درجہ ملتا ہے۔ کبھی بیوی بنتی ہے تو خاوند کی خدمت کر کے اسی کے بچوں سے پاؤں چھوا کر ان کو جنت کا حق دار بنا رہی ہے۔ بیٹی کی شان دیکھنی ہے تو فاطمہ کو دیکھو جس کی آمد پر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو جاتے ہیں' بہن کی عظمت دیکھنی ہے تو زینب کو دیکھو جو اپنی اولاد بھی اپنے بھائیوں پر

قربان کر رہی ہے۔ بیوی کی شان دیکھنی ہے تو عائشہ و خدیجہ رضی اللہ عنہما کو دیکھو جن کے پاس خدا کا سلام آتا ہے اور ماں کی عظمت کا اندازہ لگانا ہے تو آمنہ و مریم رضی اللہ عنہما کو دیکھو جن کی گود میں محمد مصطفیٰ ﷺ آرہے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام پل رہے ہیں۔ شاہ نامہ اسلام سے ایک عورت کا واقعہ پیش کر رہا ہوں اگر کوئی درد دل سے پڑھے گا تو ضرور اس کے دل کی دنیا میں انقلاب پیدا ہوگا۔ یہ واقعہ اگرچہ سیرت ابن ہشام اور تاریخ کی دیگر معتبر کتابوں میں موجود ہے تاہم اپنے شعری ذوق کی تسکین کے لیے اس کو اشعار کی شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دیہاتی عورت یہودیوں کے بازار میں کچھ سودا بیچنے گئی۔ بنی قینقاع کے ایک زرگر یہودی کی دکان کے سامنے بیٹھی تھی کہ بعض اوباش یہودیوں نے اس سے مذاق کرنا شروع کر دیا اور اس کا منہ کھلوانا چاہا، دوکاندار زرگر نے یہ حرکت کی کہ بے خبری کی حالت میں اس عورت کے لباس زیریں کو ایک کانٹے سے اس کی پشت کے کسی کپڑے سے ٹانک دیا۔ جب وہ پاکدامن یہودیوں کے مذاق سے تنگ آکر دوسری جانب چلنے لگی تو کپڑے کے اس طرح ٹانکے جانے کی وجہ سے ننگی ہوگئی جس سے سب یہودی قہقہے لگانے لگے۔ پھر کیا ہوا؟

؎ سرِ بازار اک دن ہوگئی ہنگامہ آرائی
کوئی دیہات کی لڑکی تھی سبزی بیچنے آئی
یہودی بدمعاشوں نے اسے چھیڑا شرارت سے
زبان فحش سے ہاتھوں کی رندانہ اشارت سے
بچاری سٹ پٹا کر دوسری جانب لگی چلنے
تو اس کو کر دیا بے ستر اک نامردا جہل نے
لگے ٹھٹھا اڑانے بے حیا اس پاکدامن کا
کہ اس بازار میں کوئی نہ تھا اس پاکدامن کا
نہ حفظ آبرو کی جب کوئی صورت دکھائی دی
تو اس مظلوم لڑکی نے محمد ﷺ کی دہائی دی

پکاری کیا نہیں غیرت کسی انساں کے سینے میں

کہ یوں بے آبرو ہوں میں محمد ﷺ کے مدینے میں

لڑکی بے آبرو ہو کر چیخنے لگی اور اس نے مدد کے لیے حضور علیہ السلام کو پکارا' اتفاق سے ایک مسلمان وہاں سے گزر رہا تھا جو دوڑ کر اس کی مدد کے لیے آ پہنچا اور اس یہودی کو قتل کر دیا۔ حضور ﷺ کو اس واقع کی اطلاع ہوئی تو آپ نے یہودیوں کو طعن و ملامت کی اور فرمایا! اس عذاب سے ڈرو جو بدر میں کافروں پر آیا تھا۔ یہودی بگڑ کر بولے! ہم قریش والے نہیں ہیں جو ہمیں آپ ڈرا رہے ہیں۔ ہم سے پنجہ آزمائی ہو گی تو یاد رکھو گے۔ چنانچہ آگے پھر شاہنامہ اسلام سے پڑھیے۔

ے یہ فقرہ کہہ اٹھی جونہی زباں بے اختیار اس کی

سنی اک راہ چلتے مرد مسلم نے پکار اس کی

وہ دوڑا بدمعاشوں میں کھڑے دیکھا عفیفہ کو

عبا اپنی اتاری اور اڑھا دی اس عفیفہ کو

نظر آیا جو یہ اسلامی حمیت کا نظارا

تو ان بازاریوں نے اور بھی اک قہقہہ مارا

کوئی بولا ''یہ سبزی بیچنے والی کا شوہر ہے''

کوئی بولا ''نہیں! یہ باپ ہے وہ اس کی دختر ہے''

مسلماں نے کہا ''اچھی نہیں اتنی بھی بے دردی

ستانا عورتوں کو یہ بھی ہے کوئی جوانمردی

پرائی بیبیاں لاریب ساری مائیں بہنیں ہیں

ہماری بیٹیاں ہیں سب ہماری مائیں بہنیں ہیں

ہمارا دین ان کی عزت و حرمت سکھاتا ہے

بڑا نامرد ہے جو ایک عورت کو ستاتا ہے''

یہودی سخت گالی دے کے بولے "نہ تو بک اتنا
تجھے بھی دیکھ لیتے ہیں ابھی تو مرد ہے کتنا
بڑا آیا ہے تو بن کر چلا جا راہ لے گھر کی
اگر کچھ اور بک بک کی تو خیریت نہیں سر کی
ارے لے ہم تیری مردانگی بھی آزماتے ہیں
نہیں پہلے ستایا تھا تو اب اس کو ستاتے ہیں"
مسلماں نے متانت سے کہا "اے قوم بد اختر
ہے اس عورت کی عزت اب تو مجھ کو جان سے بڑھ کر"
یہ کہہ کر کھینچ لی تلوار عورت کے بچانے کو
یہودی آپڑے تنہا یہ جرأت آزمانے کو

حمایت کرنے والے مسلمانوں کی شہادت

ادھر سے بیسیوں تیغوں کے چر کے تھے کچوکے تھے
ادھر اک مرد نے دستے سربازار روکے تھے
کہا لڑکی سے اب رستہ کھلا ہے بھاگ جا جلدی
بچا کر آبرو لڑکی دعا دیتی ہوئی چل دی
پکڑنا اس کو چاہا پھر لپک کر اک رزالے نے
مگر اس کا صفایا کر دیا اللہ والے نے
گری بازار میں بے جان ہوکر لاش بے سر کی
وہ لڑکی لے چکی تھی راہ اتنی دیر میں گھر کی
یہودی جمع ہوکر آپڑے تنہا دلاور پر
گریں چوبیس تیغیں بحر جرأت کے شناور پر
گھرا تھا مرد مومن مجمع اشرار کے اندر
شہادت پائی غیرت مند نے بازار کے اندر

مثال رعد گونجی یہ خبر ہر سو مدینے میں
لگی غیرت کی بجلی کوندنے مسلم کے سینے میں
رسول پاک ﷺ نے خود جا کے ان لوگوں کو سمجھایا
خدا کے قہر سے ان کو ڈرایا اور فرمایا
کہ اے اہل کتاب اللہ کے احکام کو مانو
بنی آدم کا حق اپنی شریعت ہی سے پہچانو
گزار و زندگی امن و اماں، صلح و صفائی سے
تباہی کے سوا حاصل نہیں کچھ بھی برائی سے
مبادا تم پہ نازل ہو عذاب دردناک آخر
ہوئیں اقوام اِس جور و تعدی سے ہلاک آخر

یہودیوں کا گستاخانہ جواب

یہودی گفتگوئے نرم سے کچھ اور بھی چمکے
اٹھے گستاخ ہوکر روبرو سردار عالم ﷺ کے
کہا اس فتح ہنگامی پہ آپ اتنا نہ اترائیں
ہمیں اپنے خدا کے نام سے ہرگز نہ دھمکائیں
نہیں ہیں ہم قریشی فوج کی مانند کم ہمت
کہ ڈر جائیں مسلمانوں کی صورت دیکھ کر حضرت
لڑے ہیں آپ جا کر بدر میں آوارہ گردوں سے
نہیں پالا پڑا اب تک یہودی شیر مردوں سے
یہود آمادۂ پیکار تھے ہر وقت ہر ساعت
مگر ان کو اماں دیتا رہا تھا دامن رحمت
نظر آیا کہ حد سے بڑھ چکا ہے جوش خود رائی
تو محبوب خدا نے گوشمالی ان کی فرمائی

(شاہنامہ اسلام ج نمبر ۳ ص ۱۹۷ تا ۲۰۱)

مسلمان عورت ذرا غور کرے کہ یہ عزت اسے اسلام کے سوا دنیا کا کونسا مذہب عطا کرتا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کی چند احادیث

اس سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث گزر چکی کہ جب بھی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر ان کی پیشانی کو بوسہ دیتے۔ اس کے بارے مجمع الزوائد میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا!

جب مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی (معراج ہوئی) تو میں جنت میں گیا میں وہاں ایک درخت کے پاس ٹھہرا۔ اس جیسا حسین سفید پتوں والا خوشبودار پھل والا کوئی دوسرا درخت نہ تھا۔ میں نے اس کا پھل کھایا تو وہ میری پشت میں نطفہ بن گیا جب میں زمین پر آیا تو خدیجہ رضی اللہ عنہا سے مجامعت کی اور اس سے فاطمہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔ اب مجھے جنت کی خوشبو سونگھنے کا جب شوق ہوتا ہے تو میں فاطمہ میں وہ خوشبو سونگھ لیتا ہوں۔ فاطمہ دوسری عورتوں کی طرح نہیں نہ اسے وہ بیماریاں لگتی ہیں جو انہیں لگتی ہیں۔ (مجمع الزوائد بروایت طبرانی جلد ۹ صفحہ ۲۰۵)

☆ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی چال سے آپ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی چال بہت مشابہ تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت وہ آپ کے پاس آئیں جبکہ تمام ازواج رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھیں اور وہ (ازواج) آپ کے پاس ہی بیٹھی رہتی تھیں جب فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو آپ نے انہیں کچھ کہا پھر اپنے قریب دائیں طرف بٹھا لیا اور ان سے سرگوشی فرمائی تو وہ سخت رونے لگیں اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا بات تھی؟ وہ کہنے لگیں۔ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا بھید نہیں کھول سکتی۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا تو میں نے ان سے کہا میرا تم پر جو حق ہے (ماں کے حوالے سے) اس کی وجہ سے بتاؤ کہ وہ کیا بات تھی جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے فرمائی۔ وہ کہنے لگیں ہاں اب میں بتا سکتی ہوں پہلی مرتبہ آپ نے مجھے بتایا کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال مجھ پر پورے قرآن کا معارضہ (دور) کرتے تھے

مگر اس سال مجھ سے دو مرتبہ معارضہ کیا ہے۔ میں تو یہی دیکھتا ہوں کہ میرا وصال قریب ہے تو تم اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا کہ میں تمہارا سب سے بہتر پیش رو ہوں تو میں رونے لگی۔ یہ دیکھ کر آپ نے مجھ سے دوبارہ سرگوشی کی اور فرمایا:

یا فاطمة اما ترضی ان تکونی سیدة نسآء المومنین اوسیدة نسآء هذه الامة ۔

اے فاطمہ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم تمام مسلمانوں کی عورتوں کی سردار ہو یا اس امت کی عورتوں کی سردار ہو؟

تو میں مسکرانے لگی جو آپ نے دیکھا (یہ تھا میرے رونے اور مسکرانے کا راز)

(مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲۹۰ باب فضل فاطمہ رضی اللہ عنہا)

بخاری شریف کی روایت ہے وہ بھی سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے کہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس وقت اپنے ہنسنے کی وجہ یہ بتائی کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے فاطمہ میرے اہل بیت میں سے تم سب سے پہلے مجھے آکر ملو گی۔ (سب سے پہلے تمہارا وصال ہوگا) تو ممکن ہے نبی اکرم ﷺ نے دونوں باتیں ارشاد فرمائی ہوں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا سب سے پہلے آپ کو ملنا بھی اور ان کا سیّدہ خواتین امت ہونا بھی بلکہ مجمع الزوائد کی ایک روایت (جو پیچھے گزر بھی چکی ہے) کے مطابق ترمذی شریف میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے حذیفہ! یہ فرشتہ ابھی آسمان سے اترا ہے اور یہ زمین پر پہلے کبھی نہیں اترا تھا۔ اس نے اللہ سے اجازت لی کہ مجھے آکر سلام کہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت دی اور یہ بشارت بھی عطا فرمائی کہ

فاطمة سیدة نسآء اهل الجنة والحسن والحسین سیّد اشباب اهل الجنة۔

فاطمہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہے اور حسن وحسین تمام جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۱۹ مناقب حسنین رضی اللہ عنہما)

ان احادیث سے معلوم ہوا سیّدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا تمام مسلمان عورتوں کی سردار ہیں۔

اگر یہ شبہ ہو کہ قرآن میں حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں ہے۔

واصطفاك علی نسآء العلمین (سورۃ آل عمران آیت ۴۲)
کہ اے مریم! ہم نے تجھے تمام جہانوں کی عورتوں پر چن لیا۔
اس سے نظر آتا ہے کہ حضرت مریم تمام عورتوں سے افضل ہیں۔
اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ نے صرف چن لینے کا ذکر فرمایا واصطفاك اور چن لینا کا معنی یہ ہے کہ سارے جہاں میں صرف انہی کو اس امر کے لیے چنا کہ بن باپ کے بیٹا عطا فرمایا یہ تو جزوی فضیلت ہوگئی۔ اللہ نے یہ نہیں فرمایا وفضلك علی نسآء العلمین کہ اے مریم! ہم نے تجھے تمام خواتین عالم پر فضیلت دی ہے اور اگر چن لینے کا مطلب فضیلت دینا ہے تو وہ اپنے زمانہ میں تمام عالمین کی عورتوں کی سردار تھیں وہاں علی نسآء العالمین میں اس زمانہ کے اہل عالمین مراد ہیں جبکہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے زمانہ میں مسلمان خواتین کی سردار ہیں۔ اسی لیے مسلم شریف کی مذکورۃ الصدر حدیث میں سیدۃ نسآء ھذا لامۃ کے الفاظ بھی ہیں۔ اس کی حیثیت یوں کہ بنی اسرائیل کے بارے میں قرآن میں آیا وانی فضلتکم علی العالمین اور ہم نے تمہیں تمام جہانوں پر فضیلت دی (سورۃ بقرہ) مگر اس سے اس زمانہ کے اہل عالمین مراد ہیں جبکہ مطلقاً رسول اکرم ﷺ کی امت تمام امتوں کی سردار ہے۔ قرآن میں ہے کنتم خیر امۃ اور حدیث میں ہے انا خیر الانبیاء وانتم خیر الامم اور چونکہ حضور اکرم ﷺ کی امت سب امتوں سے افضل ہے اور آپ کا زمانہ پچھلے زمانوں سے افضل ہے اس لیے اس امت کے عوام امم سابقہ کے عوام سے اور خواص سے افضل ہیں اس طرح سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا امت محمدیہ کی خواتین کی سردار ہونے کی حیثیت سے سیّدہ مریم علیہا السلام سے بھی افضل قرار پائیں۔ (عظمت اہل بیت رسول: قاری محمد طیب نقشبندی)

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز
از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز
نور چشم رحمتہ للعالمین
آں امام اوّلین و آخرین
بانوے آں تاجدار ھل اتیٰ
مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا (اقبال)

حضرت فاطمۃ الزہراء کی شادی

ہجرت کے بعد نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں کفار کی طرف سے ڈالا جانے والا اضطراب کچھ کم ہوا تو آپ نے اپنے ذاتی معاملات کو نمٹانے کی طرف توجہ فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی ابھی ایسے ہی حالات سے دو چار تھیں چنانچہ ہجرت کے دوسرے سال النبیﷺ نے اپنی لاڈلی بیٹی سیّدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے نکاح کا ارادہ فرمایا۔ اہل عرب میں اس وقت بھی یہ بات تھی اور اب بھی ہے کہ بڑی عمر کے لوگ چھوٹی عمر کی عورتوں سے شادی کر لیتے ہیں اور ان میں محبت و پیار بھی رہتا ہے اور زندگی بھی اچھی گزرتی ہے۔ خود رسول اکرم ﷺ کا سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے چنانچہ اسی رسم کے مطابق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ اپنے لیے مانگا۔ آپ نے خاموشی اختیار فرمائی پھر عمر فاروق نے بھی یہ رشتہ اپنے لیے مانگا آپ نے پھر خاموشی رکھی۔ تب یہ بھانپ گئے کہ آپ کا ارادہ کیا ہے چنانچہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے بصد اصرار کہا کہ وہ جا کر آپ سے یہ رشتہ مانگیں۔ انہوں نے جا کر رشتہ مانگا تو آپ نے فوراً قبول فرما لیا بلکہ اس بارے میں یہ حدیث بھی ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ان اللہ امرنی ان ازوج فاطمۃ من علی۔

یعنی اللہ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد علی رضی اللہ عنہ سے کر دوں

(مجمع الزوائد بروایت طبرانی ابن حجر کہتے ہیں اس کے سب راوی ثقہ ہیں جلد ۹ صفحہ ۲۰۷)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا! اے علی تمہارے پاس کچھ رقم ہے جس سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے ضروریات خانہ خریدی جائیں؟ عرض کیا میرے پاس زرہ ہے جو جنگ کے مال غنیمت سے مجھے ملی ہے۔ فرمایا! اسے لے آؤ وہ لے آئے فرمایا اسے بیچ کر جو رقم ملے وہ میرے پاس لاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ زرہ حضرت عثمان غنی کو بیچی انہوں نے چار سو اسی درہم سے وہ زرہ خریدی اور یہ رقم دیدی بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں زرہ اور رقم دونوں چیزیں دے دیں۔ پھر اس رقم سے ضروریات خانہ یعنی جہیز کی خریداری کی گئی۔

مدارج النبوت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس بابرکت شادی کے موقع پر یہ دعا دی۔

بارك الله عليكما واخرج منكما ولدا كثيرا طيباً۔
برکت دے تجھ کو اللہ تعالیٰ اور تم کو نیک و پاک اولاد عطا فرمائے۔
آپ نے جب تمام اجتماع میں عقد فرما دیا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سیدنا علی المرتضیٰ کے ہاں رخصت فرما دیا۔ عشاء کی نماز کے بعد سیدنا علی المرتضیٰ کے ہاں تشریف لائے تو آپ نے پانی پر دم کیا روایات میں ہے کہ آپ نے معوذتین پڑھ کر اس پانی کو دونوں پر چھڑکا اور پھر فرمایا: اللهم انى اعيذهابك وذريتها من الشيطٰن الرجيم پھر یہ دعا فرمائی:
اللهم انهما منى وانا منهما اللهم كما اذهبت عنى الرجس وطهرتنى فطهرهما۔
پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رو پڑیں۔ آپ نے فرمایا بیٹی کیوں روتی ہو نہ روؤ میں نے تمہارا عقد اللہ تعالیٰ کے حکم سے علی المرتضیٰ سے کر دیا ہے۔ اس وقت سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک ساڑھے پندرہ سال تھی۔

سیدہ کا جہیز

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز کی تو کوئی حد ہی نہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔
ایک مرتبہ ایک منافق نے حضرت علی المرتضیٰ سے کہا اگر تم میری لڑکی سے شادی کرتے تو میں تمہیں اتنا جہیز دیتا کہ اونٹوں کی قطاریں لگ جاتیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ نے فرمایا یہ شادی نہ تقدیر سے اور نہ تدبیر سے ہوئی بلکہ امر الٰہی سے ہوئی ہے جو سب سے بڑا جہیز ہے اور دنیا کے مال و متاع پر تو میری نظر ہی نہیں جب آپ یہ جواب دے چکے تو غیب سے ندا آئی اے علی! اوپر دیکھو آپ نے اوپر دھیان فرمایا تو دیکھا کہ تمام آسمان پر اونٹوں کی قطاریں لگی ہوئی ہیں اور ان پر بہشت کے انعام و اکرام کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے منافق! مجھے اللہ تعالیٰ نے فاطمہ کا وہ جہیز دکھایا ہے جو روئے زمین میں قیامت تک کسی نے نہ دیکھا ہے اور نہ دیکھ سکے گا۔ پھر بھی دنیا میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہیز عطا فرمایا اس میں دو جوڑے، دو بازو بند نقرئی اور ایک چادر، ایک پیالہ ایک چکی، دو گلاس، ایک مشک اور ایک کٹورہ پانی پینے کا، دو رضائیاں جو کتان سے مملو (بھری ہوئی) تھیں، چار گدے دو اون سے بھرے ہوئے اور دو لیف یعنی کھجور کی چھال سے بھرے ہوئے تھے۔ (الحیات الخفی ص ۹۹ ج۱)

یہ شادی الاصابہ کے مطابق سن دو ہجری میں ماہ محرم کے اوائل میں (یا رجب المرجب میں) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی سے کچھ عرصہ بعد وقوع پذیر ہوئی۔ ابن عبدالبر کے نزدیک نکاح کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پندرہ سال اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اکیس سال اور پانچ ماہ تھی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے قریباً پانچ برس بڑی تھیں کیونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقت رخصتی نو برس تھی۔

حدیث میں ہے اس شادی کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ میری امت نکاح کے وقت کھانا کھلانے کا طریقہ اپنائے تو تم بکری ذبح کر کے کھانا تیار کرو پھر مجھے بلاؤ اور مہاجرین و انصار کو کھلاؤ چنانچہ تمام مہاجرین و انصار نے کھانا کھایا مگر وہ پھر بھی بچ رہا تب آپ نے فرمایا بلال یہ اپنی ماؤں (امہات المومنین ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لیجاؤ اور ان سے کہو یہ تمہاری دعوت ہے۔ پھر آپ خود امہات المومنین کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا میں نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے چچا زاد بھائی علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا ہے اور تم جانتی ہو میری بیٹی مجھے کتنی پیاری ہے تو اسے تیار کرو میں اسے علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ تو امہات المومنین نے اپنی خوشبوؤں سے (جو گھر میں تھیں) انہیں خوشبو لگائی اور اپنے کپڑوں اور زیورات سے کپڑے اور زیور پہنائے تب رسول پاک اپنی بیٹی کے حجرے میں تشریف لائے۔

جب باقی عورتیں چلی گئیں اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا رہ گئیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا میرے پاس پانی کا برتن لاؤ وہ لایا گیا تو آپ نے اس میں سے چلو بھر کر اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سر اور سینے پر چھڑکا پھر حضرت علی کے سر اور سینے پر چھڑکا اور اپنی بیٹی کو گلے لگا کر دعا فرمائی۔

اللھم انھا منی و انا منھا اللھم کما ذھبت عنی الرجس و طھرتنی فطھر ھما۔ (مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۲۴)

اے اللہ! فاطمہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ اے اللہ! جیسے تو نے مجھ سے ہر ناپاکی دور کر دی ہے اور مجھے پاک کر دیا ایسے ہی ان دونوں کو بھی پاک فرما دے۔

اس شادی اور جہیز کا ذکر محبت بھرے اشعار کی صورت میں شاہنامہ اسلام میں کئی صفحات پر پھیلا ہوا ہے جن میں سے چند شعر لکھے جاتے ہیں۔

مبارک ہے وہ دن لاریب رجب کے مہینے میں
نکاح حضرت زہراء ہوا جس دن مدینے میں

وہ زہراء ہاں وہی زہراء رسول اللہ ﷺ کی بیٹی
وہی زہراء شہنشاہوں کے شہنشاہ کی بیٹی

وہ کملی اوڑھنے والے مجسم نور کی دختر
وہ عبداللہ کی پوتی آمنہ کے پور کی دختر

مہاجر اور انصار اکابر جمع تھے سارے
اتر آئے تھے گویا دن کو اس تقریب میں تارے

نہ کوئی باجا گاجا تھا نہ کوئی شور و ہنگامہ
نہ شہنائی نہ نقارہ نہ دف تھی اور نہ دمامہ

نہ رنگا رنگ پوشاکیں نہ کنگن تھا نہ سہرا تھا
وہی تھے شاہ مرداں اور وہی مردانہ چہرہ تھا

رسول اللہ ﷺ خود موجود تھے محراب مسجد میں
کمی کرتا کوئی پھر کس طرح آداب مسجد میں

جہیز ان کو ملا جو کچھ شہنشاہ دوعالم سے
ملا ہے درس ہم کو سادگی کا فخر عالم سے

متاع دینوی جو حصۂ زہراء میں آئی تھی
کھجوری کھردرے سے بان کی اک چارپائی تھی

مشقت عمر بھر کرنا۔ جو لکھا تھا مقدر میں
ملیں تھیں چکیاں دو تاکہ آٹا پیس لیں گھر میں

گھڑے مٹی کے دو تھے اور اک چمڑے کا گدا تھا
نہ ایسا خوشنما تھا یہ نہ بدزیب اور بھدا تھا

بھرے تھے اس میں روئی کی جگہ پتے کھجوروں کے
یہ وہ ساماں تھا جس پر جان و دل قربان حوروں کے
وہ زہراء جن کے گھر تسنیم و کوثر کی تھی ارزانی
ملی تھی مشک ان کو تا کہ خود لایا کریں پانی
ملا تھا فقر و فاقہ ہی مگر اصلی جہیز ان کو
کہ بخشی تھی خدا نے اک جبین سجدہ ریز ان کو
چلی تھی باپ کے گھر سے نبی کی لاڈلی پہنے
حیا کی چادریں عفت کا جامہ صبر کے گہنے
ردائے فقر بھی حاصل تھی توفیق سخاوت بھی
کہ ہونا تھا اسے سرتاج خاتونانِ جنت کی
پدر کے گھر سے رخصت ہو کے زہراء اپنے گھر آئی
توکل کے خزانے دولت مہر و وفا لائی

(شاہنامہ اسلام ج نمبر ۳)

الاصابہ میں ابن سعد کی روایت سے لکھا ہے کہ ایک چادر' ایک تکیہ جس میں کھجور کے پتوں سے بھرائی کی گئی تھی' دو چکیاں اور دو ہی پانی پینے کے برتن یہ چیزیں آپ نے اپنی بیٹی کو عطا فرمائیں جبکہ طبرانی نے ایک بستر کا بھی اضافہ کیا ہے جو رسیوں سے باندھا گیا تھا۔

آج جہیز کی لعنت نے کئی نوجوان لڑکیوں کے ارمان کچل ڈالے ہیں اور کئی والدین دوسروں کی دیکھا دیکھی اپنی بیٹیوں کے لیے سامان جہیز جوڑتے جوڑتے اللہ کو پیارے ہو جاتے ہیں۔ کئی لڑکیاں اپنے گھروں میں بیٹھی بیٹھی بوڑھی ہو رہی ہیں کیونکہ جہیز کا خاطر خواہ انتظام نہیں ہو رہا۔ ہمارے معاشرے کے امراء اور نو دولتیے ایک رسم بد جاری کرتے ہیں اور غرباء ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش میں تباہ حال ہو جاتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی زندگی ہمارے لیے اسوہ کاملہ ہے کیا ہماری بیٹیوں کی عزت خاتون جنت بنت رسول ﷺ سے بڑھ کر ہے جب ان کا جہیز اتنا مختصر تھا تو ہم اس کے لیے اتنے بڑے طومار کیوں اکٹھے کر رہے ہیں۔ اگر رسول خدا چاہتے تو اپنی بیٹی کے جہیز میں دنیا کے خزانے ڈال سکتے تھے۔ حضور ﷺ

نے ایسا اس لیے کیا کہ آپ صرف امیروں کے ہی نبی نہیں بلکہ نسل انسانیت کے لیے آپ کی ذات میں اسوہ کامل موجود ہے۔ آج دنیا میں لوگ جہیز کے نام پر کتنی قباحتوں میں مبتلا ہیں جو جہیز کا انتظام نہیں کرسکتا اس کی بچیاں بیٹھی بیٹھی سر سفید کر لیتی ہیں۔ معاشرہ اس کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں اور بلکہ جو اس جہیز کی رسم بد کو لعنت کہتے ہیں وہی اس کو آگے بڑھانے میں پیش پیش ہیں اور ان کو دیکھ کر پھر دوسرے لوگوں کو بھی شوق چڑھتا ہے اور ایک بچی کی شادی پر ہی اتنے مقروض ہو جاتے ہیں کہ ساری عمر دوسرا موقع ہی نہیں بن سکتا کہ دوسری کے بھی ہاتھ پیلے کریں۔ حضور ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے نکاح پر سادگی کا طریقہ رائج کر کے اپنی امت کے غرباء کا خصوصی خیال فرمایا ہے کہ کوئی شخص اگر اپنی بیٹی کو جہیز میں کچھ بھی نہ دے سکے تو اتنا تو ضرور دے سکتا ہے جتنا میں نے فاطمہ کو دیا ہے تو اگر امیر آدمی بیٹی کو کار بنگلہ دے کر یہ کہے کہ میں نے اپنی بیٹی کو اتنا دیا ہے جتنا فلاں وزیر نے اپنی بیٹی کو دیا تھا تو غریب سر اٹھا کر یہ کہہ دے کہ تو نے اگر وزیر جتنا دیا ہے تو میں نے اپنی بیٹی کو اتنا دیا ہے جتنا خدا کے رسول نے اپنی بیٹی فاطمہ کو دیا تھا۔

اسی کے بچے ہنر سکھاتے ہیں دھر کو کیمیا گری کا
اسی نے اپنے گداگروں کو مزاج بخشا ہے افسری کا
اسی کا گھر مخزن ہدایت یہی ہے محور پیمبری کا
اسی کے نقش قدم کی مٹی سے راز ملتا ہے بوذری کا
اسی کی خوشبو کا نام جنت ہے گنگناتی ہوا سے پوچھو
جناب زہراء کے مرتبے کو خود رسول خدا ﷺ سے پوچھو

رسول اکرم ﷺ کو جیسے خود اپنے لیے مال دنیا پسند نہیں تھا آپ اپنی اہل بیت کے لیے بھی اسے ناپسند رکھتے تھے بلکہ آپ نے اپنے اہل بیت کے دل حب مال سے پاک کر دیے تھے کیونکہ یہ محبت مال دنیا اکثر گناہوں کی جڑ ہے۔ اس سے حرص، طمع، جھوٹ، حق تلفی اور ظلم و زیادتی کے دروازے کھلتے ہیں اور یہی وہ تطہیر ہے جو ویطھر کم تطھیرا میں ارشاد کی گئی ہے۔

چنانچہ علامہ عسقلانی نے ابن سعد کی روایت سے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک

روز سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا نبی اکرم ﷺ کے پاس غلام آئے ہیں تم جاؤ اور اپنے لیے ایک غلام منگوا لو کیونکہ پانی بھرتے بھرتے میرے سینہ میں درد ہونے لگا ہے وہ کہنے لگیں ہاں چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں بھی چھالے پڑ گئے ہیں۔ ہمیں رسول اکرم ﷺ سے ایک لونڈی کا مطالبہ کرنا چاہیے جو ہماری مدد کرے چنانچہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا گئیں مگر رسول اکرم ﷺ گھر نہ ملے۔ انہوں نے اپنی بات ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دی جب رسول پاک ﷺ واپس آئے تو حضرت ام المومنین نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا آنا اور لونڈی کی خواہش کرنا عرض کیا۔ نبی اکرم ﷺ اسی وقت حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمہارے لیے لونڈی کی خدمت سے بہت بہتر ہے۔ وہ کہنے لگے ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا جب تم سونے کے لیے بستر پر لیٹو تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو یہ تمہارے لیے خادم حاصل کرنے سے بہت اچھا ہے۔ (زُرقانی شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا خاتون جنت رسول پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے اور میرے شوہر کے پاس سونے کے لیے کوئی بچھونا نہیں ایک مینڈھے کی کھال کے سوا، وہی ہمارا بچھونا ہے اسی پر ہم رات کو سوتے ہیں اور دن میں اسی (کو الٹ کر اسی) پر اونٹ کو چارہ بھی ڈالتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بیٹی صبر کرو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بیوی کے ساتھ دس برس یوں گزارے کہ ایک چھوٹی سی چادر کے سوا ان کے پاس کوئی بستر نہ تھا۔ (زُرقانی شریف)

گویا رسول اکرم ﷺ نے چاہا کہ جو فقر آپ نے اپنایا ہے وہ آپ کے اہل بیت بھی اپنا لیں اور آسائش دنیا سے دور رہیں کہ جنت میں ان کا مرتبہ اتنا ہی بلند ہو۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ (غلام رسول ﷺ) فرماتے ہیں میں رسول اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں ان کا چہرہ بھوک سے زرد تھا۔ رسول پاک ﷺ پہچان گئے آپ نے اپنا دست مبارک ان کے سینے کے اوپر وہاں رکھا جہاں ہار پہنا جاتا ہے اور انگلیوں کو کشادہ کر کے یہ دعا فرمائی اے اللہ بھوکوں کو سیراب کرنے والے گرے ہوؤں کو اٹھانے والے فاطمہ بنت محمد ﷺ کو بھی بلندی دے دے۔ عمران کہتے ہیں

میں نے دیکھا کہ اسی وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چہرے سے زردی ختم ہوگئی پھر میں ان کو بعد میں ملا اور پوچھا (کیا حال ہے) تو فرمانے لگیں اس دن کے بعد مجھے بھوک کا احساس نہیں ہوتا۔ (بیہقی شریف)

قارئین کرام! ہماری لاکھ جانیں سیدہ فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی نعلین پاک سے لگنے والی گرد پر قربان وہ اس لیے بھوکی رہیں کہ ہم جیسے شکم سیر مجرموں کے لیے شفاعت کا انتظام کرسکیں۔ اے اللہ ان کی اس بھوک اور فقروغنا کے صدقے ہم سیاہ کاروں پر اپنی رحمت کا سایہ فرمادے جو تین ٹائم پیٹ بھر کر اچھی سے اچھی غذا کھاتے ہیں اور دن رات تیری نافرمانی کرتے ہیں۔ وہ بھوک میں بھی تیری رضا پر راضی رہیں اور ہم شکم سیر ہوکر بھی تیرا شکر نہ ادا کرسکے۔

سیدہ رضی اللہ عنہا کا صبر وتحمل

آپ نے بڑی سے بڑی تکلیف دیکھی مگر زبان پر حرف شکایت نہ لائیں بھوک اور پیاس برداشت کی کئی کئی دن تک کھانا نہ ملا مگر صبر کا ایسا مظاہرہ کیا جس کی مثال ناممکن ہے۔

امام حسن فرماتے ہیں ایک بار ایسا ہوا کہ ایک دن کے فاقہ کے بعد ہمیں کچھ کھانا میسر آیا۔ حسین رضی اللہ عنہ اور والد صاحب (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے کھانا کھالیا تھا مگر والدہ نے ابھی کھانا تھا کہ دروازہ پر کسی نے دستک دے کر کہا میں دو دن سے بھوکا ہوں آپ نے مجھ سے فرمایا جاؤ کھانا اس سائل کو دے دو مجھے ایک دن سے فاقہ ہے اور اسے دو دن سے ہے۔ اس کا حق مجھ سے زیادہ ہے۔ (سیرت فاطمہ رضی اللہ عنہا)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بیٹے امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دے دی تھی جب وہ پیدا ہوئے تو جبریل امین مٹی لے کر آئے اور بتایا یہ اس جگہ کی مٹی ہے جہاں آپ کے اس بیٹے کو آپ کی امت شہید کرے گی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ! حسین کو صبر واجر عطا فرما۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے ہم اہل بیت کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ایک دن قتل کیے جائیں گے۔ (مستدرک)

اس کے باوجود سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کبھی اس پر دکھ کا اظہار نہ کیا اور یہ دعا نہ کی کہ میرا

بیٹا قتل سے بچ جائے بلکہ ان کے لیے ثابت قدمی کی دعائیں کرتی رہیں۔

پھر رسول اکرم ﷺ کے وصال کا وقت آیا تو جو غم و آلام کا طوفان سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خاتون جنت کے قلب نازک پر آیا اس کا تصور ہی رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی ساری اولاد میں سے صرف آپ ہی اس وقت موجود تھیں گویا کوئی بھائی یا بہن دلاسہ دینے کو موجود نہ تھے۔ آپ کا یہ شعر کتب عربیہ میں مشہور ہے کہ آپ نے وصال نبوی پر فرمایا:

صبت علی مصائب لوانها

صبت علی الایام صرن لیا لیا

مجھ پر ایسے مصائب آپڑے ہیں

اگر وہ دنوں پر پڑتے تو وہ راتیں بن جاتیں

(مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۳۴۲)

یاد رہے یہ صدمے پیارے ابا جان کے وصال اور جدائی کا فطری صدمہ تھا نہ کہ فدک وغیرہ کے ہاتھ سے جانے کا۔

اس کے باوجود اس صدمۂ جانکاہ پر کسی نے آپ کے چلانے کی آواز نہیں سنی۔

(عظمت اہل بیت اطہار)

سیرت فرزند ہا از امہات
جوہر صدق و صفا از امہات

مزرع تسلیم را حاصل بتول
مادراں را اسوۂ کامل بتول

ہوشیار از دستبرد روزگار
گیر فرزندان خود را در کنار

بہر محتاج دلش آں گونہ سوخت
با یہودے چادر خود را فروخت

نوری وہم آتشی فرماں برش
گم رضائش در رضائے شوہرش

آں ادب پروردۂ صبر و رضا
آسیا گردان و لب قرآں سرا

گریہ ہائے اور زبالیں بے نیاز
گوہر افشاندے بدامان نماز

اشک او برچید جبریل از زمین
ہمچو شبنم ریخت برعرش بریں

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

غیبی رزق کا عطا ہونا

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو سیدہ رضی اللہ عنہا کو تین روز کے فاقہ سے دیکھا تو حضور ﷺ نے دعا فرمائی۔

اللھم انزل رزقاً علی محمد واھل بیتہ کما انزلت علی مریم بنت عمران۔

اے اللہ تو رزق نازل فرما محمد ﷺ اور اس کے اہل بیت پر جیسے تو نے نازل کیا رزق مریم بنت عمران پر۔

اس کے بعد فرمایا بیٹی اندر جاؤ اور جو کچھ ہو وہ لے لو آپ جب اندر گئیں تو وہاں پر ایک طباق جو جو ہرات اور ثرید سے بھرا ہوا تھا اور بھنا ہوا گوشت جو اس پر رکھا ہوا تھا اور خوشبو آرہی تھی۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے وہ طباق اٹھایا اور ابا جان کے پاس لے آئیں۔ آپ نے فرمایا بیٹی کھاؤ اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ پھر حضور ﷺ اور سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسنین کریمین شہزادگان عظیمین نے تناول فرمایا۔ (الحیات الحجی ج ا ص ۱۰۱)

سیدہ رضی اللہ عنہا کی عبادت وریاضت وتلاوت قرآن

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ معمول تھا کہ آپ کھانا پکانے کی حالت میں بھی قرآن کی تلاوت جاری رکھتیں۔ حضور سرور کائنات ﷺ جب نماز فجر کے واسطے تشریف لاتے تو راستہ میں سیدہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے گزرتے تو سیدہ رضی اللہ عنہا کی چکی چلنے کی آواز سنتے تو نہایت درد محبت کیساتھ فرماتے اے الہ العالمین! میری فاطمہ کو ریاضت وقناعت کی جزائے خیر عطا فرما۔

(المحیات ص ۹۹ ج)

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات میں نے اپنی امی جان سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو شام سے صبح تک عبادت وریاضت اور خدا کے حضور گریہ وزاری نہایت عاجزی وانکساری سے دعا والتجا کرتے دیکھا اور میں نے دیکھا کہ اکثر اپنی دعا میں [illegible] کے حق میں فرمایا کرتیں۔ (مستدرک حاکم)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ [illegible]

لے کر حضرت فاطمہ کے پاس گیا بچے سو رہے تھے آپ ان کو پنکھے سے ہوا دے رہی تھیں اور ساتھ قرآن پڑھ رہی تھیں۔ یہ منظر دیکھ کر مجھ پر رقت طاری ہوگئی۔ (سیرت فاطمہ)

سیّدہ رضی اللہ عنہا کا وصال

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ابا جان سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں چھ ماہ رو رو کر بڑی مشکل سے دن پورے فرمائے۔ یوم وصال سیّدہ رضی اللہ عنہا نے خود بخود غسل فرمایا اور پاکیزہ کپڑے پہنے اور نماز ادا کی۔ بعد ازاں اپنا داہنا ہاتھ رخسارہ کے نیچے رکھ کر قبلہ رو لیٹ گئیں اور فرمایا میں اپنی جان اللہ تعالیٰ کے سپرد کر رہی ہوں چنانچہ ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ بروز منگل کو آپ کا وصال ہوا اور آپ ہجر و فراق کی کٹھن منزلیں طے کر کے اپنے والد گرامی کی بارگاہ میں پہنچ گئیں۔

آپ کی تجہیز و تکفین اس طرح ہوئی کہ بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے وصال کے بعد میری چارپائی یوں ظاہر طور پر اٹھائی جائے (کیونکہ اس طرح میت کا وجود پوری طرح چھپتا نہیں) وہ کہنے لگیں میں آپ کے لیے ایسی چیز بناؤں گی جو میں نے ارض حبشہ میں دیکھی تھی۔ آپ نے فرمایا وہ مجھے دکھاؤ چنانچہ حضرت اسماء نے چند ٹہنیاں منگوائیں اور انہیں کاٹ کر ان کی ڈولی سی بنائی گئی تو اسے دیکھ کر آپ مسکرا پڑیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد میں نے اس وقت پہلی مرتبہ مسکراتے دیکھا۔ پھر ہم نے آپ کی رات کو تدفین کی۔ (حضرت محمد بن حنیفہ کی بیوی ام جعفر رضی اللہ عنہا اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے آپ کو غسل دیا)۔

آپ کے وصال کا صدمہ آپ کی اولاد کو جو ہوا وہ تو ہوا خود حضرت علی المرتضیٰ نے آپ کے وصال پر ایسے درد بھرے عربی اشعار کہے کہ جگر پھٹ جاتا ہے۔ ان میں سے ایک شعر یہ ہے۔

حبیب لیس بعدہ حبیب

وما سواہ فی قلبی نصیب

مجھ سے وہ پیارا بچھڑ گیا کہ اب اس کے بعد کوئی اس جیسا نظر نہیں آتا اور میرے دل میں اس کے سوا کسی کی محبت کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

(مستدرک للحاکم ص ۱۶۳ ج ۳)

"کساء" میں آئی تو پنجتن کے شرف کی شان بن گئی ہے
"نساء" میں بیٹھی تو تربیت گاہ دین و ایمان بن گئی ہے
سمٹ کے دیکھا تو "ب" کے نقطے کی زیر شان بن گئی ہے
بکھر کے سوچا تو فاطمہ خود تمام "عرفان" بن گئی ہے
جہاں میں رمز شعور وحدت کی عارفہ تھی' امین زہرا
مباہلہ کی صفوں میں دیکھو تو دیں کی فتح مبین زہرا

آپ کی اولاد

سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے حضرت سیّدنا امام حسن' سیّدنا امام حسین' سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا' سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا تولد ہوئے اس پر تو سب کا اتفاق ہے لیکن بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک محسن اور رقیہ بھی پیدا ہوئے لیکن صغرسنی میں انتقال کر گئے۔ حضرت سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سیّدنا عمر فاروق سے ہوا ان کے بطن سے زید اور رقیہ پیدا ہوئے۔ حضرت فاروق اعظم کے بعد ان کا نکاح ثانی عون بن جعفر طیار سے ہوا۔ (ھکذا فی البخاری فی مناقب فاطمہ) اور زید بن عمر کا انتقال اس روز ہوا جس روز ان کی والدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی المرتضیٰ کا ہوا تھا۔ بنو عدی کسی بات پر جھگڑ رہے تھے زید صلح کرانے کے لیے تاریکی میں نکلے ان کی کوئی شناخت نہ کر سکا۔ ایک شخص کی ضرب ان کے سر پر لگ گئی۔ مضروب ہو کر راہگیر عالم بقا ہوئے۔ سیّدہ زینب بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوا میدان کربلا میں اپنے برادر مکرم و معظم سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھیں۔ گرفتاری کے بعد بھی انہوں نے نہایت صبر و استقامت سے جملہ مصائب کو برداشت فرمایا اور اہل بیت کی نگہبانی فرمائی اور اپنے لخت جگر کو بھی قربان کر دیا۔ (الحیات والجواہر ص ۱۰۸ ج ۱)

آپ کا نماز جنازہ

سیّدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا وصال شب سہ شنبہ تیسری رمضان ۱۱ھ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد ہوا یہی قول مشہور وصحیح ہے اور بھی کئی قول ہیں لیکن وہ درجۂ صحت سے دور ہیں اور بقیع شریف میں رات کے وقت دفن ہوئیں۔ ان کی نماز جنازہ ایک قول کے حضرت علی اور دوسرے قول کے مطابق حضرت عباس نے پڑھائی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دوسرے دن ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور دیگر اصحاب نے حضرت علی المرتضٰی سے شکایت کی کہ ہمیں کیوں خبر نہ کی ہم بھی نماز کا شرف پاتے۔ حضرت علی المرتضٰی نے عذر خواہی میں فرمایا میں نے فاطمہ کی وصیت کی بناء پر ایسا کیا کہ جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو رات کو دفن کرنا تاکہ نامحرموں کی آنکھیں میرے جنازہ پر نہ پڑیں۔ لوگوں میں مشہور بھی ہے اور روایات میں بھی آیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان اور عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر بن العوام بھی شریک ہوئے۔ سیّدنا علی المرتضٰی نے ابوبکر صدیق سے فرمایا کہ آپ نماز جنازہ پڑھائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں آپ کے ہوتے ہوئے آگے بڑھوں؟ ہاں میں اجازت دیتا ہوں آپ سیّدہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائیں۔

فصلی ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ علیٰ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ فکبر علیها اربعاً۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے فاطمہ بنت محمد رسول اللہ ﷺ پر چار تکبیروں سے نماز جنازہ پڑھائی۔ (مدارج النبوۃ طبقات ابن سعد ص ۳۹ ج ۸ ترتیب الشرائع ص ۳۱۳)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ ناممکن ہے کہ خلیفہ اول اور دیگر اصحاب عظام ایسی عظیم شخصیت کے نماز جنازہ میں شریک نہ ہوتے یہ شوشہ لوگوں نے محض اصحاب کی عداوت کی بناء پر مشہور کر رکھا ہے جہاں تک سیّدہ رضی اللہ عنہا کے پردہ کا تعلق ہے تو وہ باوجود اس کے کہ رات کو جنازہ تاریکی میں اٹھایا گیا اور نماز جنازہ بھی پڑھی گئی اور جنازہ کی چارپائی پر کھجوروں کی سبز ٹہنیاں اس طرح لگائی گئیں جیسے اونٹ کوہان ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں کیسے بے پردگی ہو سکتی تھی۔

اتفاق اسی پر ہے کہ سیدہ رضی اللہ عنہا کی قبر اقدس بقیع میں ہے اور امام حسنؑ زین العابدین اور عم الرسول حضرت عباس کی قبور منورہ ان کے پہلو بہ پہلو ہیں۔ (مدارج النبوت)

رشتۂ آئین حق زنجیر پاست
پاس فرمان جناب مصطفیٰ است
ورنہ گرد تربتش گردیدمے
سجدہ ہا بر خاک او پاشیدمے

میرے پاؤں میں قانون خداوندی کی زنجیر ہے اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کا پاس ہے ورنہ میں سیدہ فاطمۃ الزہراء خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے مزار اقدس کا طواف کرتا اور آپ کی قبر اقدس پر سجدے کرتا۔ (علامہ اقبال)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت جب جنت البقیع میں حاضر ہوئے تو زیارت روضۂ سیدہ رضی اللہ عنہا کے وقت آپ کی حالت یہ تھی کہ فرماتے ہیں۔

مجھ کو کیا منہ عرض کا؟ لیکن فرشتوں نے کہا
شہزادی! در پہ حاضر ہے یہ بردہ نور کا

اپنے مضمون کو ان اشعار پہ مکمل کرنے کی چاہت رکھتا ہوں کہ

یہ ایسی مشعل ہے جس کی کرنوں سے آگہی کے اصول چمکے
اسی کے دم سے زمانے بھر کی جبیں پہ نام رسول چمکے
نجوم کرنوں کی بھیک مانگیں جو اس کے قدموں کی دھول چمکے
کہاں یہ ممکن ہے چاند شب کو بغیر اذن بتول چمکے
یہ مجھ سے پوچھو تو عرض کردوں، قیاس آرائیاں غلط ہیں
یہ چاند میں داغ کب ہے لوگو! جناب زہراء کے دستخط ہیں

(موج ادراک)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

اسم گرامی اور القابات:

نام: حسن، کنیت: ابو محمد، القابات: تقی، زکی، مجتبیٰ، شبیہ المصطفیٰ وغیرہا ہیں۔ خلفاء راشدین میں بھی آپ کا شمار ہوتا ہے کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد تیس سال خلافت (علی منہاج النبوت) رہے گی پھر ملوکیت کا دور شروع ہوگا اور امام حسن کے چھ ماہ شامل کریں تو تب خلافت راشدہ کے تیس سال مکمل ہوتے ہیں تو گویا آپ آخر الخلفاء بالنص بھی ہیں۔ (اشعۃ اللمعات، نورالابصار، تاریخ آئمہ)

لوح جہاں پہ فکر معراج فن کا نام
لکھتا ہے پنجتن کی حسیں انجمن کا نام
سوچا خزاں کے عہد میں جب بھی چمن کا نام
آیا میری زباں پہ امام حسن کا نام
جس نے خدا کے دین کی صورت اجال دی
کتنے دلوں میں امن کی بنیاد ڈال دی

ولادت

امام حسن یکم رمضان المبارک ۳ھ کو مدینہ شریف میں پیدا ہوئے۔ بعض نے دو اور بعض نے چار ہجری بھی کہا ہے لیکن یکم رمضان کی شب میں آپ کی ولادت پر سب متفق

ہیں۔(اشعۃ تاریخ)

امام حسن پیدا ہوئے تو حضور ﷺ اپنی بیٹی کے گھر تشریف لائے اور حضرت علی المرتضیٰ سے پوچھا کہ تم نے اس فرزند کا کیا نام رکھا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری کیا مجال ہے کہ آپ کے بے اذن واجازت نام رکھنے میں سبقت کرتا۔ آپ مختار ہیں جو نام چاہیں وہ رکھیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ کچھ دیر خاموش رہے یہاں تک کہ جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام ہے اور اسی کی طرف سے یہ پیغام ہے کہ اس فرزند کا نام حسن رکھا جائے۔ پس حضور ﷺ نے اپنے اس نواسے کا نام حسن رکھا۔ (طبقات ابن سعد)

چمکتا ہے کہاں افلاک پر مہر مبیں ایسا | کہاں ہوگا ولایت کی انگوٹھی میں نگیں ایسا
خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے حسن حیدر کو | بڑی مشکل سے پالا ہے علی نے جانشیں ایسا

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا نام جب حسن ہوا تو حسن حُسن سے ہے جس کے معنے خوبصورتی وجمال ہے یعنی دل کش، خوبصورت، جمیل، خوشنما اور اسی نام کے باطنی معنے یہ ہیں کہ صرف حُسن ظاہری حسن وجمال کا کمال نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر جمال باطنی اور حسن معنوی ملحوظ تھا۔ حسن احسان سے بھی مشتق ہے اسی لیے سیّدنا امام حسن کے امتیازات میں احسان ایک ان کی امتیازی صفت ہے۔ آپ جس طرح ظاہری شکل وصورت کے لحاظ سے حسن ہیں اس سے بڑھ کر باطنی حسن وجمال میں بھی آپ کو کمال حاصل ہے۔ (نور الابصار، المنجد)

لعاب دہن وآدائے عقیقہ

حضور اقدس ﷺ اپنے اس نواسے حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت طیبہ پر اپنی بیٹی سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو آپ نے فرمایا اے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا میرے فرزند کو لاؤ۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ایک زرد رنگ کے کپڑے میں ملبوس کیے ہوئے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر کیا۔ حضور سیّد عالم ﷺ نے آپ کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر فرمائی اور آپ کی ولادت طیبہ کے ساتویں روز آپ نے عقیقہ فرمایا اور آپ کے سر مبارک کے بال منڈوائے اور حکم دیا کہ ان بالوں کے مطابق ہم وزن چاندی

خیرات کر دی جائے۔

امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے عقیقے کے وقت یہ دعا فرمائی۔

اللهم عظمها بعظمه ولحمها بلحمه ود مها بدمه و شعرها بشعره اللهم اجعلها وقاء لمحمد واٰله.

اے اللہ اس (جانور) کی ہڈی کے بدلے اس (نومولود حسن مجتبیٰ) کی ہڈی کی (حفاظت فرما) اور اے اللہ اس عقیقے کو محمد اور آل محمد ﷺ کیلئے ڈھال اور بچاؤ کا سامان بنا دے۔ حضور ﷺ نے بطور گٹی (گڑھتی) اپنا لعاب دہن امام حسن کے منہ میں ڈالا اور یہ دعا کی: **اللهم انی اعیذه بك و ذریته من الشیطن الرجیم**

اے اللہ! میں تیری پناہ میں دیتا ہوں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود (کے شر) سے (محفوظ رکھ)۔

ساتویں دن حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کا ختنہ بھی کیا گیا اور یہ سارے کام حضور ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے کیے۔ (سبحان اللہ)

تشبیہ دوں کسی سے میری کیا مجال ہے
بس اتنا کہہ رہا ہوں حسن بے مثال ہے

چھ سال اور چار مہینے اپنے نانا جان حضور سرکار رسالت مآب ﷺ کے سایہ عاطفت میں رہے اور سات سال سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسی طاہرہ ماں کی آغوش کے زیر تربیت رہے اور تقریباً عرصہ ۳۷ سال اپنے والد بزرگوار سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے فیوض و برکات سے مستفیض رہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی پاکیزہ آغوشوں میں پرورش فرمانے والے جیسے امام جلیل میں یقیناً وہی تاثیر ہوگی جو ان عظیم ہستیوں میں ہے۔ (سوانح کربلا)

ہم شکل مصطفیٰ ﷺ

صحیح بخاری میں عقبہ بن حارث روایت کرتے ہیں۔

صلی ابوبکر ؓ العصر فخرج یمشی ومعه علیا فرایٔ الحسن یلعب

مع الصبیان فحملہ علی عاتقہ قال بابی شبیہٌ بالنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لیس شبیہا بعلی وعلی یضحک (بخاری فی المناقب)

ایک مرتبہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز عصر پڑھ کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ نکلے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت امام حسن بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں آپ نے ان کو اپنے کندھے پر اٹھالیا اور فرمایا میرا باپ قربان اس بچہ پر یہ میرے آقا حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں۔ یہ علی کے مشابہ نہیں یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہنس پڑے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام حسن سے زیادہ کوئی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہ تھا۔ (بخاری ص ۵۳۰ ج ۱)

مستدرک للحاکم میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں حضرت امام حسن کو دیکھا کہ حضور علیہ السلام کی داڑھی مبارک میں انگلیاں ڈال کر دل بہلا رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام حسن کے منہ میں اپنی زبان مبارک ڈال کر یہ دعا فرما رہے تھے اللھم انی احبہ۔ اے میرے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔

زہراء کا چاند' ابن علی' مصطفیٰ کا نور
جس کی جبیں سے پھوٹ رہی ہے شعاع طور
رقصاں ہے جس کی آنکھ میں ادراک کا سرور
جس کی ہر اک ادا سے نمایاں نیا شعور
چپ رہ کے جس نے باگ حکومت کی موڑ دی
کھولی زباں تو ظلم کی زنجیر توڑ دی

مہر نبوت پہ سواری

طبقات ابن سعد میں حضرت عبداللہ بن زبیر سے صحیح سند کے ساتھ حضرت امام حسن کا حالت سجدہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت انور پر سوار ہونے کا واقعہ اس طرح مذکور ہے۔

قال رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو ساجد یجئ الحسن ویرکب ظھرہ ...... الی آخرہ (نور الابصار)

تحقیق میں نے دیکھا اس حال میں کہ رسول اللہ ﷺ جب حالت نماز سجدہ میں تشریف لیجاتے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کی کمر مبارک پر سوار ہو جاتے جب تک آپ خود نہ اترتے حضور ﷺ اس وقت تک سجدہ میں ہی رہتے اور تحقیق میں نے دیکھا کہ آپ جب رکوع فرماتے تو امام حسن آپ کے پاؤں کے درمیان میں گھس جاتے اور آپ رکوع سے نہ اٹھتے جب تک وہ دوسری جانب سے نہ نکل جاتے۔

اور صحیح بخاری و مسلم میں حضور ﷺ کے کندھوں پر سواری کرنے کی روایت حضرت ابن عباس سے اس طرح ہے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حامل الحسن ابن علی علی عاتقہ فقال رجل نعم المرکب رکبت یا غلام فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونعم الراکب

کہ حضور ﷺ اپنے کندھے مبارک پر اپنے نواسے امام حسن رضی اللہ عنہ کو بٹھائے ہوئے ہیں تو ایک شخص نے کہا اے لڑکے تو کیسی اچھی سواری پر سوار ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اور سوار بھی کتنا اچھا ہے۔ (مشکوٰۃ)

صحیح مسلم میں ہے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے امام حسن کیلئے یہ دعا فرمائی۔

اللھم انی احبہ فاحبہ واحب من احبہ (ج ۲ ص ۲۸۲)

اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور اس سے محبت کرنے والے سے بھی محبت کر۔

عبادت وتلاوت

امام حسن وضو فرماتے تو خوف خدا سے آپ کا جسم کانپنے لگتا اور رنگ زرد ہو جاتا جب آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا جس کی بارگاہ میں کھڑا ہونے والا ہوں وہ اس کی حق دار ہے کہ رنگ زرد ہو اور جوڑ کانپیں۔ (احیاء العلوم)

یہی حالت آپ کی تلاوت قرآن کے وقت ہوتی اور امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ

نماز میں تو یہ حالت درجۂ کمال کو پہنچ جاتی اور عابدین میں آپ اعلیٰ درجہ کے عبادت گزار تھے۔

تلاوت قرآن کے دوران جہاں بھی یاایھا الذین امنوا کے الفاظ آتے تو لبیک لبیک کی صدا بلند کرتے۔ جنت کا ذکر آتا تو تڑپتے تھے۔ دوزخ اور احوال بعد الموت کا تذکرہ آتا تو بلک بلک کر روتے تھے۔

آنکھیں ہیں یا چراغ ابد کی فصیل کے
پلکیں ہیں یا حروف لب جرائیل کے
عارض ہیں یا کنول مہ و انجم کی جھیل کے
اعضا ہیں یا نقوش خیال جمیل کے
چہرہ حسن کا ہے کہ شبیہ رسول ہے
عالم تمام نقش کف پا کی دھول ہے

مصلح اُمت

صحیح بخاری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ۔

رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی المنبر والحسن ابن علی الیٰ جنبہ وھو یقبل علی الناس مرۃ وعلیہ اخرٰی ویقول ان ابنی ھذا سیّد ولعل اللّٰہ ان یصلح بہ فئتین عظیمتین من المسلمین (باب المناقب ص ۵۳۰، ج ۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہیں اور آپ کے پہلو میں امام حسن رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے ہیں آپ ایک نظر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر اور ایک نظر امام حسن کی طرف دیکھ کر فرمانے لگے (کہ اے لوگو) بیشک میرا یہ بیٹا حسن رضی اللہ عنہ سیّد ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے توسل سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح فرمادے گا۔

ترمذی شریف میں: ان ابنی ھذا سیّد یصلح اللّٰہ علی یدیہ بین فئتین کے

الفاظ ہیں۔(ج۲ص۲۱۸)

بحرِ سخاوت

آپ کسی سوالی کو بھی خالی نہ لوٹاتے تھے بلکہ سوال کرنے سے پہلے ہی اس کی حاجت پوری فرما دیتے تاکہ کوئی سوال کر کے شرمندگی نہ اٹھائے۔(طبقات کبریٰ ج۱ص۲۳)

ایک دن ایک شخص دعا کر رہا تھا یا اللہ! میرے مقروض مجھے تنگ کر رہے ہیں مجھے دس ہزار درہم عطا کر دے۔ امام حسن نے سن لیا اور اس کو دس ہزار درہم عنایت کر دیئے۔

(ابن عساکر ج۴ص۲۱۴)

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک شخص نے اپنی تنگدستی، ناداری فقر و فاقہ کا حال بیان کیا۔ سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے عامل کو بلایا اور فرمایا پچاس ہزار اشرفیاں اس کو دے دیجیے۔(طبقات کبریٰ)

ابو الحامد امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں اس روایت کو درج کرتے ہوئے یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس شخص سے پچاس ہزار اشرفیاں اٹھائی نہ گئیں تو اس نے مزدور بلا لیے۔ وہ شخص جب دو مزدور لایا تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے دونوں مزدوروں کی اجرت بھی دے دی۔ غلاموں نے عرض کیا حضور اب تو ہمارے پاس ایک اشرفی بھی نہیں بچی آپ نے فرمایا! اللہ کے ہاں اجر بھی ملے گا اور زیادہ ملے گا۔(تاریخ الخلفاء، احیاء العلوم)

سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا حضور آپ سائل کو کبھی خالی نہیں جانے دیتے خواہ آپ فاقہ سے ہی کیوں نہ ہوں۔ فرمایا: میں خود بارگاہ الٰہی کا فقیر ہوں۔ اس لیے مجھے شرم آتی ہے کہ میں خود گدا ہو کر کیوں کسی حاجب مند کو اپنے ہاں سے محروم کروں۔ نیز میرا اللہ ہمیشہ مجھ پر فیضان فرماتا رہتا ہے اور میں بھی اسی کا عادی ہو گیا ہوں۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ۔ (ابن عساکر)

پچیس حج ننگے پاؤں

آپ نے سواریاں ہونے کے باوجود پچیس حج برہنہ پا کیے اس نظریے سے کہ مجھے رب کی بارگاہ میں سوار ہو کر جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔

امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ چلتے چلتے پاؤں مبارک سوج جاتے دوسرے قافلوں والے آپ کو دیکھ کر ادباً سواریوں سے اتر جاتے لیکن آپ ان کو فرماتے کہ تم سوار ہو کر جاؤ تمہارے اندر کمزور لوگ بھی ہیں۔ ہم نے تو پیدل حج کرنا اپنی عادت بنالی ہے۔

(اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۷ سوانح کربلا)

آپ کے حلم و بردباری کا عالم یہ تھا کہ مروان جیسا شخص جو آپ کا بہت بڑا دشمن تھا اور اکثر آپ کی شان میں گستاخیاں کرتا تھا آپ کی شہادت پر آپ کے جنازے کو کندھا دیتا اور زارو قطار روتا۔ امام حسین نے فرمایا تو کیوں روتا ہے؟ اس نے جواب دیا! اس لیے کہ میں ان پر ظلم کرتا تھا اور یہ صبر کا پہاڑ بن کر سہتے رہتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی)

امام حسن کا ایک عجیب فیصلہ

ایک شخص کو گرفتار کر کے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس لایا گیا۔ گرفتاری ایک ویران غیر آباد مقام سے ہوئی تھی۔ گرفتاری کے وقت اس کے ہاتھ میں ایک خون آلود چھری تھی۔ یہ کھڑا تھا اور ایک لاش خاک وخون میں تڑپ رہی تھی۔ اس شخص نے حضرت مولا علی کے سامنے اقبال جرم کرلیا۔ خلیفہ المومنین مولا علی المرتضیٰ ﷜ نے ملزم اول سے دریافت کیا کہ تو نے کیوں اقبال جرم کیا۔ اس نے کہا کہ جن حالات میں میری گرفتاری کی گئی تھی میں نے سمجھا کہ ان حالات کی موجودگی میں میرا انکار کچھ بھی مفید نہ ہوگا۔ پوچھا گیا کہ واقعہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں قصاب ہوں میں نے جائے وقوعہ کے قریب بکرے کو ذبح کیا تھا۔ گوشت کاٹ رہا تھا کہ مجھے پیشاب کی حاجت ہوئی میں جائے وقوعہ کے قریب پیشاب سے فارغ ہوا کہ میری نظر اس لاش پر پڑ گئی۔ لوگ کہنے لگے یہی اس کا قاتل ہے مجھے بھی اس کا یقین ہوگیا کہ ان لوگوں کے بیانات کے سامنے میرے بیان کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے گا۔ اس لیے میں نے اقبال جرم ہی کر لینا بہتر سمجھا۔

اب دوسرے اقبالی مجرم سے دریافت فرمایا۔ اس نے کہا میں ایک اعرابی ہوں مفلس ہوں مقتول کو میں نے بطمع مال قتل کیا تھا۔ اتنے میں مجھے کسی کے آنے کی آہٹ محسوس ہوئی میں ایک گوشہ میں جا چھپا اتنے میں پولیس آگئی اس نے پہلے ملزم کو گرفتار کرلیا اب جب اس کے خلاف فیصلہ سنایا گیا تو میرے دل نے مجھے مجبور کیا کہ میں خود اپنے جرم کا اعتراف

کروں۔

یہ سن کر مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تمہاری اس مقدمہ میں کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا اے امیر المومنین! اگر اس شخص نے ایک کو ہلاک کیا ہے تو ایک شخص کی جان بچائی بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعًا۔

جس نے ایک شخص کی جان کو بچالیا گویا اس نے سب لوگوں کی جان کو بچالیا۔

مولانا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا مشورہ بڑا ہی پسند آیا آپ نے دوسرے ملزم کو بھی چھوڑ دیا اور مقتول کا خون بہا بیت المال سے ادا کرنے کا حکم دیا۔

(الطریق الحکمیہ لابن قیم)

معراج فکر، سدرہ نظر، عرش احتشام
ایسا سخی ملک بھی کریں جس کا احترام
بازو ہیں اس طرح سے عطا پر تلے ہوئے
جیسے فلک پہ صلح کے پرچم کھلے ہوئے

امام حسن رضی اللہ عنہ کی ازدواجی زندگی

آپ نے اپنی زندگی میں ستر یا سو کے قریب نکاح فرمائے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عورتیں اصرار کر کے آپ سے نکاح کرتیں تا کہ خاندان نبوت کے ساتھ تعلق قائم ہو جائے۔ آپ ان کی دلجوئی اور غریب پروری کا مظاہرہ کرتے ہوئے نکاح فرما لیتے اور اکثر دو تین دنوں کے بعد طلاق دیکر فارغ کر دیتے اور ساتھ اتنا مال دیتے کہ جو ساری عمر بھی ختم نہ ہوتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک ہی دن میں آپ نے دو بیویوں کو طلاق دی اور دس دس ہزار درہم اور شہد کے کئی کئی مٹکے بھیجے۔ وہ دونوں آپ کو دعائیں دیتی ہوئی گئیں اور ایک عورت نے آپ سے جدا نہ ہونا چاہا تو آپ نے اس سے رجوع فرمالیا۔ آپ نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کو حق مہر میں سو لونڈیاں دیں اور ہر لونڈی کے پاس دس ہزار درہم تھے۔

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کوفے میں اعلان فرما دیا: لاتزوجوہ فانہ

مطلاق۔ لوگو! اس سے لڑکیاں نہ بیاہا کرو یہ بہت طلاقیں دیتا ہے۔ تو بنی ہمدان کے ایک شخص نے عرض کیا۔ واللہ لنزوجنہ فمارضی امسک وما کرہ طلق۔ خدا کی قسم! ہم ضرور (اپنی بچیوں کا) امام حسن کے ساتھ نکاح کریں گے پھر ان کی مرضی ہے جس کو چاہیں رکھیں جس کو چاہیں چھوڑ دیں۔ (گویا انہوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے اپنی عورتوں کا نکاح کرنے میں فخر محسوس کیا)۔

آپ کی چند ازواج کے نام اس طرح ہیں۔

جعدہ بنت اشعث' ثقیفہ' لمۃ الحسن' رملہ' ام ولد' ام بشیر' بنت ابو مسعود بن عتبہ' خولہ بنت منظور بن ریان بن عمرو بن جابر' فاطمہ بنت ابو مسعود' ام اسحٰق بنت طلحہ بن عبید اللہ۔

باختلاف روایات آپ کے کل بارہ بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

صاجبزادوں کے نام یہ ہیں:

حضرت زید رضی اللہ عنہ' حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ' حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ' حضرت یعقوب رضی اللہ عنہ' حضرت حسین الاثرم رضی اللہ عنہ' حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ' حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ' حضرت اسماعیل رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت قاسم رضی اللہ عنہ۔

آپ کے صاحبزادوں میں سے چار (ابوبکر' عمر' عبداللہ اور قاسم) میدان کربلا میں شہید ہوئے۔

آپ کی شہزادیوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا' حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا' حضرت ام عبداللہ رضی اللہ عنہا' حضرت ام الحسین رملہ رضی اللہ عنہا' حضرت ام الحسن رضی اللہ عنہا۔ (تذکرۃ الامام' سوانح کربلا' تاریخ الائمہ)

آپ کی شہادت

ابن سعد نے عمران بن عبداللہ بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ امام الاتقیا' حضرت سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ آپ کی چشمانِ مبارک کے درمیان قل ھو اللہ لکھی ہوئی ہے۔ آپ کے اہل بیت عظام یہ خواب دیکھ کر بہت خوش ہوئے

لیکن جب یہ خواب حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے فرمایا اگر واقعی یہ خواب دیکھا ہے تو یہ نہایت خوفناک خواب ہے چنانچہ بوقت انتقال حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی گھبراہٹ اور بے قراری زیادہ بڑھ گئی۔ اہلِ بیت کی آنکھوں میں بارش کی طرح آنسو ہیں۔ امام عالی مقام نے نہایت مایوس ہو کر اپنی سگی بہن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے قریب کر کے فرمایا۔ اے میری بہن دعا کرو کہ اللہ خاتمہ بالخیر فرما دے۔ میرے ماں باپ میرا انتظار کر رہے ہیں۔ اللہ تمہارا بہترین نگہبان ہے۔ تم بڑی ہو تمام خاندان کا خیال رکھنا اور کسی کو میرے بعد کوئی تکلیف نہ ہونے دینا۔ بہن زینب کی آہ و بکا اور تیز ہو گئی لیکن دامن صبر کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس لیے کہ رضائے الٰہی پر شاکر ہونا انہی کی صفت ہے یہ منظر دیکھ کر امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے بھائی جان امام حسن رضی اللہ عنہ کے گلے سے لپٹ کر روتے رہے اور عرض کیا اے میرے پیارے برادر گرامی! آپ کیوں رنجیدہ ہیں آپ کو عنقریب نانا جان حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم ' کی خدمت میں باریابی حاصل ہوگی اور حضرت مولا علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت قاسم و طاہر و حمزہ اور جعفر رضی اللہ عنہم اجمعین کا دیدار نصیب ہوگا۔

امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے برادر عزیز میں کچھ ایسے امر میں داخل ہونے والا ہوں جس کی مثل اب تک داخل نہیں ہوا اور خلق الٰہی میں سے ایسی خلق کو دیکھتا ہوں جس کی مثل میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ انی ارا خلقا من خلق اللہ لم ار مثلہ قط اور اس کے ساتھ ہی آپ نے فرمایا اے حسین میں تمہارے اس وقت کو دیکھ رہا ہوں جب کہ تمہارے ساتھ کوئی ماسوا خدا کے مددگار نہ ہوگا۔ یاد رکھنا اس وقت نانا جان اور ابا جان کی وصیت کے مطابق صبر کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور تم بھی بہت جلد ہمارے پاس پہنچ جاؤ گے۔

(اسد الغابہ' تہذیب الکمال' تذکرۃ الہام' سوانح کربلا)

چنانچہ خواب اور اس کی تعبیر صحیح ثابت ہوئی اور کچھ ایام کے بعد ہی دشمنوں نے آپ کو زہر پلا دیا۔ زہر کے شدید اثر سے حضرت امام جلیل نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں۔

وکان مرضہ الاسہال الکبدی وتقطع الامعاء ولما حضرتہ الوفاۃ

جاء الحسین رضی اللہ عنہ فقال ای اخی من صاحبک قال ترید قتلہ قال نعم قال لئن کان صاحبی الذی اظن اللہ اشد نقمۃ وان لم یکنہ ما احب ان تقتل لی بریئا ثم قال لقد سقیت السم مرارا وما سقیت مرۃ اشد من ھذہ

اور آپ کی بیماری یہ تھی کہ جگر اور انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے ہوکر دستوں میں نکلتی تھیں اور جب آپ کا وصال ہونے لگا تو حضرت امام حسین نے آکر عرض کیا اے میرے بھائی اور آپ کے پاس کون تھا جس نے یہ حرکت کی؟ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم اسے مارنا چاہتے ہو؟ امام حسین نے کہا ہاں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر وہی ہے قاتل میرا جو میرے گمان میں ہے تو میرا اللہ تعالیٰ سخت بدلہ لینے والا ہے اور اگر وہ قاتل نہیں تو میں نہیں چاہتا کہ تم کسی بے گناہ کو قتل کرو۔ بعد اس کے آپ نے فرمایا مجھے کتنی ہی مرتبہ زہر پلایا گیا۔ لیکن ایسا سخت کبھی نہیں پلایا گیا۔ (تاریخ الخلفاء، سر الشہادتین، تہذیب الکمال)

امام حسن کو زہر کس نے دیا

اس سلسلہ میں سیّد المفسرین، صدر الافاضل حضرت مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سوانح کربلا میں لکھتے ہیں "مؤرخین نے زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث بن قیس کی طرف کی ہے اور اس کو حضرت امام کی زوجہ بتایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ زہر خورانی باغوائے یزید ہوئی ہے اور یزید نے اس سے نکاح کا وعدہ کیا تھا۔ اس طمع میں آکر اس نے حضرت امام کو زہر دیا تھا لیکن اس روایت کی کوئی سند صحیح دستیاب نہیں ہوئی۔

اور بغیر کسی سند کے کسی مسلمان پر قتل کا الزام اور عظیم الشان قتل کا الزام کس طرح جائز ہوسکتا ہے۔ قطع نظر اس بات کے کہ روایت کے لیے کوئی سند نہیں اور مؤرخین نے بغیر کسی معتبر ذریعہ یا معتمد حوالہ کے لکھ دیا ہے۔

یہ خبر واقعات کے لحاظ سے بھی ناقابل اطمینان معلوم ہوتی ہے۔ واقعات کی تحقیق خود واقعات کے زمانہ میں جیسی ہوسکتی ہے۔ مشکل ہے کہ بعد کو ویسی تحقیق ہو۔ خاص کر جب کہ

واقعہ اتنا اہم ہو، مگر حیرت ہے کہ اہل بیت اطہار کے اس امام جلیل کے قتل کی خبر غیر کو تو کیا ہوتی۔ خود امام حسین رضی اللہ عنہ نام نہیں لیتے۔ یہی تاریخیں بتاتی ہیں کہ وہ اپنے برادر معظم سے زہر دہندہ کا نام دریافت فرماتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے زہر دینے والے کا ذکر نہ کیا۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خود کسی کا نام لے لیتے۔ انہوں نے بھی ایسا نہیں کیا۔

تو اب جعدہ کو قتل ہونے کے لیے معین کرنے والے کون ہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو یا امامین کے صاحبزادوں میں سے کسی صاحب کو اپنی آخر حیات تک جعدہ کی زہر خورانی کا کوئی ثبوت نہ پہنچا۔ نہ ان میں سے کسی نے اس پر شرعی مواخذہ کیا۔

ایک اور پہلو اس واقعہ کا قابل لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امام کی بیوی کو غیر کے ساتھ ساز باز کرنے کی شنیع تہمت کے ساتھ متہم کیا جاتا ہے۔ یہ ایک بدترین تبرا ہے۔ عجب نہیں کہ اس حکایت کی بنیاد خارجیوں کی افترات ہوں۔ جب کہ صحیح اور معتبر ذرائع سے یہ معلوم ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کثیر التزوج تھے اور آپ نے سو کے قریب نکاح کیے اور طلاقیں دیں۔ اکثر ایک دو شب کے بعد ہی طلاق دے دیتے تھے اور حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بار بار اعلان فرماتے تھے کہ امام حسن کی عادت ہے کہ یہ طلاق دے دیا کرتے ہیں کوئی اپنی لڑکی ان کے ساتھ نہ بیاہے۔ مگر مسلمان بیبیاں اور ان کے والدین یہ تمنا کرتے تھے کہ کنیز ہونے کا شرف حاصل ہو جائے اس کا اثر تھا کہ امام جن جن عورتوں کو طلاق دے دیتے تھے وہ اپنی باقی زندگی حضرت امام کی محبت میں شیدایانہ گزار دیتی تھیں اور ان کی حیات کا لحہ لحہ حضرت امام کی یاد اور محبت میں گزرتا تھا۔ ایسی حالت میں یہ بات بہت بعید ہے کہ امام کی بیوی حضرت امام کے فیض صحبت کی قدر نہ کرے اور یزید پلید کی طرف ایک طمع فاسد سے امام جلیل کے قتل جیسے سخت جرم کا ارتکاب کرے۔

(واللہ اعلم بحقیقت حالہ)

یہ کہہ دینا کہ فلاں کتاب میں لکھا ہے، قتادہ نے کہا یا فلاں نے کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے زہر دیا تھا۔ سخت بے اصل و بے بنیاد دلیل ہے۔ اولاً ایسی روایتوں کا کوئی سر وپا نہیں ان کی کوئی سند نہیں بلکہ محض ہوائی بات ہے۔ ثانیاً عقلاً بھی ان کی کچھ حیثیت نہیں۔ جب خود امام

حسن رضی اللہ عنہ نے پوچھے جانے کے باوجود کچھ نہیں بتایا تو قتادہ یا کسی اور کو کس نے بتا دیا؟ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں بعض نے روایت کیا کہ یزید بن معاویہ نے آپ کو زہر دلوایا مگر میرے نزدیک یہ صحیح نہیں۔

وعدم صحته عن ابیه معاویة بطریق اولی (البدایہ جلد ۸ ذکر ۴۹ھ)

اور اس کے باپ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس امر کی عدم صحت زیادہ واضح اور ظاہر ہے۔

امام حسن کی تدفین

متعدد طریق سے یہ روایت آئی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بھائی جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا تو ہمارے والد گرامی رضی اللہ عنہ نے حکومت کی خواہش کی مگر اللہ نے اسے آپ سے دور کر دیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی۔ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو انہوں نے پھر اس کی خواہش کی مگر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دے دی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال کے وقت چھ رکنی کمیٹی بنا دی اور انہیں اس میں شامل کیا۔ تب انہیں یقین تھا کہ خلافت انہی کو ملے گی مگر وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ملی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ان کی بیعت کی گئی مگر اس کے بعد ان سے خلافت میں تنازع شروع ہو گیا۔ انہوں نے تلوار چلائی مگر وہ اطمینان سے خلافت نہ کر سکے۔ خدا کی قسم میں نہیں سمجھتا کہ ہم اہل بیت میں نبوت اور خلافت دونوں جمع ہوں گی۔ (یعنی ہم خاندان نبوت ہیں' ہمارے لیے یہی بڑا اعزاز ہے خلافت ہمیں ملتی نظر نہیں آتی نہ ہمیں اس کی ضرورت ہے) مجھے یہ معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ جاہلان اہل کوفہ تمہیں پھسلائیں اور تمہیں (طلب خلافت کے لیے) گھر سے نکالیں۔ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مطالبہ کیا تھا کہ اگر میں فوت ہو جاؤں تو ان کے حجرے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کیا جاؤں۔ انہوں نے مجھے ہاں کہہ دیا تھا۔ شاید حیا کے مارے کہہ دیا ہو جب میں فوت ہو جاؤں تو تم ان سے دوبارہ یہ مطالبہ کرنا اگر وہ خوشی سے مان جائیں تو بہتر ہے مگر میرا خیال ہے کہ لوگ تمہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان سے جھگڑا نہ کرنا اور مجھے جنت البقیع میں دفن کر دینا جو لوگ وہاں مدفون ہیں ان کی زندگی نمونہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد امام

حسین رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے یہی مطالبہ کیا آپ نے فرمایا: نعم وکرامۃ ہاں بڑی عزت وکرامت کے ساتھ۔ مروان کو پتہ چلا تو اس نے کہا کہ تم سب جھوٹ کہتے ہو۔ بخدا وہ وہاں دفن نہیں ہوسکتا۔ لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو وہاں دفن نہ ہونے دیا اور اب حسن رضی اللہ عنہ کو وہاں دفن کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اسلحہ اٹھالیا۔ مروان نے بھی لڑائی کی تیاری کرلی۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی کہنے لگے یہ کتنا بڑا ظلم ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے نانا کے پہلو میں دفن ہونے نہیں دیا جارہا؟ خدا کی قسم وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں۔ پھر وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور قسم دلا کر کہا کہ کیا آپ کے بھائی نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ لڑائی کا ڈر ہو تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ آخر وہ راضی ہوگئے اور آپ رضی اللہ عنہ کا جنازہ جنت البقیع لے جایا گیا۔ بنوامیہ میں سے آپ کے جنازہ میں سعید بن العاص کے سوا کوئی شامل نہ ہوا۔ وہ اس وقت حاکم مدینہ تھے۔ انہیں خود امام حسین رضی اللہ عنہ نے آگے کیا اور فرمایا یہی سنت ہے۔ آپ کو اپنی والدہ سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

(استیعاب جلد اول از صفحہ ۳۶۹ تا ۳۷۸)

یہ اہل تشیع کا جھوٹ ہے کہ معاذ اللہ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو روضہ اطہر میں دفن ہونے کی اجازت نہیں دی تھی حالانکہ ان ہی کی اکثر کتابوں میں صاف یہ ذکر موجود ہے کہ سیدہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دی تھی لیکن مروان مانع ہوا۔

چنانچہ تمام اصحاب نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق زیادہ تکرار نہ کیا اور آپ کو جنت البقیع کے مبارک قبرستان میں ان کی والدہ خاتون جنت سیدۃ النساء فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی آغوش اقدس کے ساتھ دفن کیا گیا۔

ان کے مولیٰ کے ان پہ کروڑوں درود
ان کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

(از اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات پر رو رو کر اعلان فرمایا کہ لوگو آج جی بھر کر رو لو کہ حضور علیہ السلام کا محبوب دنیا سے رخصت ہو رہا ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۰۱)

زھراء کے لال تیرے چمن کو میرا سلام
تیری ہر اک اداس بہن کو میرا سلام
عباس کی جبیں کی شکن کو میرا سلام
چھلنی بدن کو' سرخ کفن کو میرا سلام
صدمہ تیرا بہت ہے شہ مشرقین کو
پُرسہ میں دے رہا ہوں امام حسین کو

(موج ادراک)

حضرت داتا گنج بخش لکھتے ہیں

امام حسن کے حالات کو آپ کی سخاوت' حلم اور بردباری کے اس واقعہ پر ختم کیا جاتا ہے جو مخدوم الاولیاء حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب شریف میں تحریر فرمایا ہے' چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ ایک اعرابی آپ کے پاس آیا اور اس نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے سب وشتم کے ساتھ مکالمہ شروع کر دیا اور اتنا بڑھا کہ آپ کے آباؤاجداد کرام کی شان میں بھی بکنے لگا۔ حضرت امام نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ اسے فرمایا کہ میاں اعرابی تم مجھے بھوکے معلوم ہوتے ہو یا پیاسے یا تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہوئی ہے۔ اس نے جواب میں اور سخت کلام شروع کر دیا حتیٰ کہ بکنے لگا۔ تم ایسے' تمہاری والدہ ایسی' تمہارے باپ ایسے' امام نے خادم کو حکم دیا کہ چاندی کا کوزہ اندر سے لائے وہ لایا آپ نے وہ کوزہ نقرئی اسے عطا فرمایا اور کہا میاں معاف کرو۔ اس وقت ہمارے پاس یہی کچھ تھا ورنہ مزید خدمت کرنے میں بھی دریغ نہ تھا۔ اعرابی نے جب یہ لفظ سنے اور جب یہ سخاوت دیکھی تو پکار اٹھا! اشھد انك ابن رسول اللہ۔ میں گواہی دیتا ہوں بے شک آپ ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میں صرف آپ کے حلم وکظم غیظ کے تجربہ کے لیے حاضر ہوا تھا اور یہ صفت محققان مشائخ کی ہے کہ مدح وذم خلائق ان کے نزدیک یکساں ہوتی ہے اور وہ لوگ کسی کلمہ سخت وست سے اپنی حالت متغیر نہیں کرتے۔

(کشف المحجوب ص ۱۸۰ ترجمہ مولانا ابوالحسنات قادری بن امام المحدثین علامہ سید دیدار علی شاہ صاحب الوری رحمۃ اللہ علیہ)

ے تیری مدحت میں حشر تک یا حسن ؓ
میں چہکتا ہی رہوں چمن بہ چمن
حشر میں بھی نوازنا مجھ کو
میرے مرشد میرے آقا امام حسن ؓ
تیری بخشش ہے کیمیائے نجات
مجھ پہ برسایہ التفات کا دھن
"تو ہے آقا میرا، امام حسن ؓ
میں ہوں نوکر تیرا، غلام حسن ؓ"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہیدِ کربلا

؎ حسین ابن علی کی شانِ رفعت کوئی کیا جانے
حسن جانے، علی جانے، نبی جانے، خدا جانے

نام ولقب اور پیدائش

نام حسین، کنیت ابوعبداللہ، لقب سبط الرسول، ریحانۃ الرسول، حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا جو حضور ﷺ کی چچی اور حضرت عباس بن عبدالمطلب کی زوجہ محترمہ ہیں۔ فرماتی ہیں۔

انی رأیت حلما منکر اللیلة قال وما ھو قالت انه شدید قال وما ھو قالت رأیت کان قطعة من جسدك قطعت ووضعت فی حجری فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم رأیت خیرًا تلد فاطمة انشاء اللہ غلامًا یکون فی حجرك

(مشکوۃ المصابیح ص ۵۷۳، باب مناقب اھل بیت النبی)

میں نے بہت سخت عجیب خواب دیکھا، آپ نے فرمایا وہ کیا ہے جو تم نے دیکھا۔ عرض کیا وہ بہت ہی ڈراونا خواب ہے۔ آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں تم بیان کرو۔ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے جسم اقدس کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اے ام الفضل! یہ گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ یہ تو بڑا مبارک خواب ہے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ

انشاء اللہ میری بیٹی فاطمہ کو اللہ تعالیٰ بیٹا عطا فرمادے گا جسے تم اپنی گود میں لوگی۔

حضرت ام الفضل فرماتی ہیں جس طرح حضور ﷺ نے فرمایا تھا ویسے ہی ہوا۔

فولدت فاطمة وكان في حجري كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم -

امام حسین پیدا ہوئے اور میری گود میں آئے۔ چنانچہ امام حسین کی ولادت پر حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: **اردوني ابني ما سميتموه** مجھے میرا بیٹا دکھاؤ! کیا نام رکھا ہے؟ حضرت علی المرتضیٰ نے عرض کیا! حرب نام رکھا ہے فرمایا! اس کا نام حسین ہے۔ اسی طرح امام حسن کی ولادت پر بھی ہوا اور آپ کے تیسرے بھائی جن کا نام بھی حضرت علی نے حرب ہی رکھا اور حضور ﷺ نے بدل کر محسن رکھا۔ **ثم قال اني سميتهم باسماء ولد هارون عليه السلام شبر و شبير و مبشر۔** (سرّ الشہادتین)

پھر آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ میں نے ان کے نام ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کے ناموں پر رکھے ہیں۔ (ان کے نام اس زبان میں) شبر، شبیر اور مبشر تھے۔ (جن کا عربی میں وہی معنی ہے جو حسن، حسین، محسن کا ہے۔)

امام عالی مقام کی نہ صرف شہادت بلکہ ولادت بھی بے مثال ہے کیونکہ دنیا بھر کے اطباء اور ماہرین زچگی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ سات یا آٹھ ماہ کے حمل کا بچہ تو پھر بھی زندہ رہ سکتا ہے جبکہ چھ ماہ کے حمل کی اولاد کا زندہ رہنا ناممکن کے قریب ہے کیونکہ گرمی وسردی کی شدت وحدت جب نو مہینے والا برداشت نہیں کرسکتا اور اخبارات میں اس طرح کی کئی خبریں آتی رہتی ہیں کہ فلاں جگہ گرمی سے اتنے بندے جھلس گئے اور فلاں جگہ سردی سے اتنے مرگئے تو چھ مہینے کے حمل والا موسم کی صعوبتوں کا مقابلہ کس طرح کرسکتا ہے؟

مگر امام عالی مقام چھ ماہ کے حمل کی اولاد ہیں اور دنیا کو بتادیا کہ نو ماہ والے مرتے ہیں تو مرہی جاتے ہیں اور دیکھو چھ ماہ والے مرنے کے بعد بھی زندہ ہیں اور یقین نہیں تو قرآن پڑھ کر دیکھ لو (**ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات**) یا مجھے شام وکوفہ کے بازاروں میں کٹے ہوئے سر کے ساتھ نیزے کی نوک پر قرآن پڑھتا ہوا سن لو۔

اولاد فاطمہ نہ ہو دیں پر نثار کیوں
نقصان دیں ہے اصل میں نقصان فاطمہ

باب بتول ہو کہ در خیمۂ حسین
ہر "حال" میں لٹا سر و سامان فاطمہ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایک سفید کپڑے میں لپیٹ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اپنی گود میں لیا۔

واذن في اذنه وتفل في فمه ودعا له وسماه حسينا يوم السبع وعق عنه بكبش وقال احلقي راسه وتصرفي بزنة شعره فضة كما فعلت بابنك الحسن (اسد الغابہ)

پس نبی علیہ السلام نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے (دائیں) کان میں اذان (اور بائیں کان میں تکبیر) کہی اور اپنا لعاب اقدس ان کے منہ میں ڈالا اور آپ کے حق میں دعا فرمائی اور آپ کا نام حسین رکھا اور حکم دیا کہ ساتویں روز ان کا عقیقہ کرو اور بالوں کو اتار کر اس کے ہم وزن چاندی خیرات کردو۔

چنانچہ ساتویں روز یہ عمل کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام بھی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منتخب فرمایا۔

امام حسین کا ساتویں دن نام رکھا گیا اور عقیقہ کیا گیا۔ بالوں کے برابر چاندی خیرات کی گئی۔ آپ نے فرمایا: **الحسن و الحسين اسمان من اهل الجنة** (الصواعق ص ۸۱۱)
حسن و حسین جنتی نام ہیں اور ان سے پہلے کسی کے نہیں رکھے گئے۔

پرورش

جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تھی تو اس وقت آپ کے بڑے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی مدت رضاعت یعنی دودھ پلانے کا زمانہ ختم نہیں ہوا تھا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چچی ام الفضل رضی اللہ عنہا سے فرمایا آپ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا کرو چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کا نہیں بلکہ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا۔ اس لیے حدیث کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا ٹکڑا ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا کی گود میں آگیا۔ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی محبت فرمائی جیسی حقیقی بیٹے

سے ہوتی ہے۔آپ نے حضرت حسین کی پرورش میں نہایت والہانہ محبت فرما کر آپ کے لیے اپنے تمام آرام قربان کر دیئے جیسا کہ ایک حقیقی ماں کرتی ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن جامی لکھتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ امام حسین رضی اللہ عنہ کو دائیں ران پر اور اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو بائیں ران پر بیٹھا کر پیار فرمار ہے تھے کہ جبرائیل علیہ السلام نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا: حضور اللہ تعالیٰ ان دونوں کو آپ کے پاس اکٹھا نہیں رکھے گا۔آپ ان میں سے جس کو چاہیں اپنے پاس رکھیں اور دوسرے کو خدا کے سپرد کر دیں۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر حسین جدا ہوگا تو فاطمہ بھی بے چین ہوگی اور میری بھی جان سوزی ہوگی اور ابراہیم کے جانے سے مجھی کو غم زیادہ ہوگا مجھے اپنا دکھ منظور ہے فاطمہ کی پریشانی نہیں دیکھی جاتی چنانچہ اس واقعہ کے تین دن بعد حضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا وصال ہو گیا۔اس کے بعد جب بھی امام حسین حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے آپ نے محبت سے چوما اور فرمایا! یہ وہ حسین ہے کہ میں نے اپنے بیٹے ابراہیم کو اس پر قربان کر دیا ہے۔(شواہد النبوت ص ۳۰۵)

جز حسین ابن علی کون؟ کہانی کس کی؟
آج تک ہو نہ سکی بات پرانی کس کی؟
دجلۂ وقت نے اپنائی روانی کس کی؟
لشکر ظلم کو مٹی میں ملایا کس نے؟
سو کے مقتل میں دو عالم کو جگایا کس نے؟

حسین وہ ہے کہ جس کا نانا نبیوں کا سردار ہے جس کا باپ ولیوں کا سردار ہے جس کی ماں جنت کی عورتوں کی سردار ہے اور جس کا بھائی جنت کے جوانوں کا سردار ہے۔

؎ اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

نانا سیّد الانبیا ہے باپ سیّد الاولیاء ہے ماں سیدۃ النساء ہے بھائی سیّد الاصفیاء ہے اور خود سیّد الشہداء ہے۔

؎ اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

نانا محمد مصطفیٰ ﷺ ہے' باپ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہے' ماں فاطمۃ الزہراء ہے' بھائی حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ہے' خود شہید کربلا ہے۔

اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام
کون شبیر وہ جس کا نانا نبی جس کی ماں فاطمہ جس کا بابا علی۔
اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

(مولانا محمد شریف نوری علیہ الرحمۃ کی ایک تقریر سے اقتباس)

قافلۂ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں
گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

دوشِ نبوت پر سواری

حقیقت ابدی ہے مقام شبیری
بدلتے رہتے ہیں انداز کوفی و شامی (اقبال)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے حضور ﷺ کو امام حسین رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبت تھی۔ آپ نے فرمایا: حسین منی وانامن حسین احب اللہ من احب حسینا ۔ حسین مجھ سے ہے میں حسین سے ہوں وہ اللہ کا محبوب ہے جو حسین سے محبت رکھے کیونکہ حسین میرا نواسہ ہے۔ حسین سبط من الاسباط (ترمذی ص۲۱۹ ج۲)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حامل الحسین علی عاتقہ وھو یقول اللھم انی احبہ فاحبہ ۔

آپ نے امام حسین کو کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا اور یہ دعا فرما رہے تھے۔ اے اللہ! میں حسین سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔

اس روایت سے کیا یہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا کہ جو لوگ کہتے ہیں امام حسین کربلا میں اقتدار کی خاطر اور کرسی کے حصول کے لیے گئے تھے وہ غلط ہیں کیونکہ جو چودہ طبق کے رسول کے کندھوں پر بیٹھنے والا ہو اس کو کسی کرسی کی کیا ضرورت اور وہ کون سی کرسی ہے جو امام الانبیاء کے دوش عزت کا مقابلہ کر سکتی ہو۔

مد عایش سلطنت بودے اگر

خود نہ کردے با چنیں ساماں سفر (اقبال)

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں لکھا کہ عید کے دن امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا: تمام بچوں کے پاس سواریاں ہیں اور میرے پاس سواری نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا دل دکھانا مناسب نہ سمجھا اور کہنیوں اور گھٹنوں کے بل زمین پر تشریف فرما ہو کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی پشت پر بٹھا لیا۔ انہوں نے عرض کیا۔ دوسرے بچوں کی سواری کی تو لگام بھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ کا دھاگہ منہ میں ڈال کر اس کے دونوں سرے امام حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑا دیئے کہ اس سے لگام کا کام لے لو۔ پھر امام حسین جس سائیڈ سے دھاگہ کھینچتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ادھر ہی مڑ جاتے۔ جس سے داتا صاحب یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی وہی ہے جو حسین کی مرضی ہے۔

اس طرح ایک مرتبہ نماز کے دوران امام حسین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر مبارک پر بیٹھ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت سجدے سے سر اٹھایا جب امام خود اترے۔ گویا خدا نے فرما دیا کہ محبوب آج تک تو نے میری رضا کے لیے سجدوں کو لمبا کیا ہے اور آج اپنے نواسے کی رضا کی خاطر سجدے کو لمبا کر دے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو کہ ان کے لیے سجدے کو لمبا فرما رہے ہیں اور سجدے کی شان امام سے پوچھو کہ وہ سجدے کے لیے سر کو کٹا رہے ہیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز معراج میں ملی ہے تو حسین کو معراج نماز میں مل گئی۔

؎ شہسوار کربلا کی شہ سواری کو سلام

نیزے پر قرآن پڑھنے والے قاری کو سلام

یہ بھی کوئی فضیلت کی بات ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام حسن و حسین کو کندھوں پہ اٹھا کر مدینہ کی گلیوں میں خرام ناز فرماتے تو یہ منظر دیکھ کر پورا مدینہ وجد میں آجاتا کہ حسنین کتنے خوش نصیب ہیں کہ جن کے ہاتھ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیشانی کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور پاؤں حضور کے سینۂ اقدس کو چھو رہے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں یہ بھی کوئی فضیلت کی بات ہے ہر نانا اپنے نواسوں کے ساتھ پیار کرتا ہے۔ ان کو کندھوں پہ بٹھاتا ہے تو نواسوں کے پاؤں نانے کی چھتی پہ لگتے ہیں۔ میں عرض کروں گا کہ ہاں یہ تمہارے لیے تو کوئی کمال نہیں کہ تمہارے نانے کا سینہ کھانسی کا مرکز، بلغم کا منبع، سگریٹ حقہ پی پی کر دھویں کا گڑھ اور نزلے کا ذخیرہ اور حسنین کے لیے اس لیے کمال ہے کہ ان کے نانے کا سینہ وہ ہے جس پر تیس پارے قرآن اترا ہے: فانہٗ نزلہٗ علی قلبك اور الم نشرح لك صدرك کی شان والے سینے کا مقابلہ کس کا سینہ کر سکتا ہے۔

اوہدے نانے جیہا کسے دا نئیں نانا
اوہدی ماں جیہی کسے دی ماں وی نئیں
اگے نئیں ہوئی ھن وی نہیں کوئی
اگوں ہون دا کوئی امکان وی نئیں

احادیث صحیحہ اور روایات مصدقہ پر جب غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ حضور سیّد عالم ﷺ کو امام حسین رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت تھی، ملاحظہ فرمائیں۔

☆ عن ابی هريرة قال ابصرت عيناى هاتان وسمعت اذ نای رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو اخذ بكفي حسين وقدماه على قدمي رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يقول ترق ترق ...... قال فرقى الغلام حتى وضع قدميه على صدر رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال افتح فاك تفلهٗ ثم قبله ثم قال اللهم احبه فانی احبه

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری ان آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا۔ حضور ﷺ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کو پکڑے ہوئے تھے اور حسین رضی اللہ عنہ کے پاؤں حضور ﷺ کے پاؤں پر رکھے ہوئے تھے اور حضور ﷺ فرما رہے تھے! اے ننھے منھے قدموں والے چڑھ آ چڑھ آ۔ چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ جسم اطہر پر چڑھتے گئے یہاں تک کہ اپنے قدم حضور ﷺ کے سینہ پر رکھ دیئے۔ پس آپ نے فرمایا منہ کھول پھر آپ نے اپنا لعاب دہن

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے منہ میں ڈالا اور منہ چوم لیا۔ پھر فرمایا اے اللہ تو اسے محبوب رکھ میں اسے محبوب رکھتا ہوں۔ (الاصابہ لابن حجر العسقلانی)

ہر دور کے بلند خیالوں سے پوچھ لو
انسانیت کے نام پر کیا کر گئے حسین رضی اللہ عنہ؟
انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین رضی اللہ عنہ

☆ عن ابی هريرة رضی الله عنه ان النبی صلی الله عليه وسلم جلس فی المسجد فجاء الحسين يمشی حتیٰ سقط فی حجره فجعل اصابعه فی لحية رسول الله صلی الله عليه وسلم ففتح رسول الله صلی الله عليه وسلم فمه فادخل فاه فی فيه ثم قال اللهم انی احبه فاحبه واحب من يحبه (ابن عساکر)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے پس حضرت حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آپ کی آغوش اقدس میں لیٹ گئے اور اپنی انگلیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش اقدس میں ڈالنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا منہ مبارک کھولا اور اپنا منہ ان کے منہ میں ڈالا۔ پھر فرمایا اے میرے اللہ میں اس کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اسے محبوب رکھ اور جو اس کے ساتھ محبت کرے تو بھی اس کے ساتھ محبت فرما۔

لعابِ دہن کی گُھٹی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام علی مقام کو اپنے لعابِ دہن کی گھٹی دی۔ شاید اسی حوض کوثر کے نظارے والی گٹی کا اثر تھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہونے تک زبان پر شکوہ کا لفظ نہ لائے۔ اگر گٹی بے مثال ہے تو حسین رضی اللہ عنہ کی قربانی بھی لاجواب ہے۔

قال رأيت رسول الله صلی الله عليه وسلم يمتص لعاب الحسين كما يمتص الرجل التمرة (الصواعق، نور الابصار)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے اس حال میں دیکھا کہ حضور ﷺ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لعاب دہن کو اس طرح چوس رہے ہیں جیسا کہ آدمی کھجور چوستا ہے۔

اس پیار کا نتیجہ اور حضور ﷺ کی دعا کا اثر ہے کہ جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہے وہ خدا کا پیارا ہوگا اور جو آپ کا دشمن ہوگا وہ قسمت کا مارا ہوگا۔

مدارج النبوت میں ہے کہ خراسان کے حاکم کو کسی نے خواب میں جنت کی سیر کرتے ہوئے دیکھا اور پوچھا کہ اللہ کو تیری کونسی بات پسند آئی ہے کہ تو جنت میں ٹہل رہا ہے۔ اس نے کہا: یہ بات کہ میں نے ایک مرتبہ کربلا کے شہیدوں کو یاد کیا اور کہا! کاش میں کربلا میں ہوتا اور نواسۂ رسول کی کوئی خدمت کرسکتا۔ پس اللہ نے اس بات پر ہی مجھے بخش دیا۔

اور جمال الاولیاء میں اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ ایک گستاخ نے امام عالی مقام کی قبر انور پہ پیشاب کردیا تو اسی وقت پاگل ہوگیا اور کتے کی طرح بھونکتا بھونکتا مرگیا۔

حضور ﷺ امام عالی مقام کو چومتے بھی تھے اور سونگھتے بھی تھے۔ ایک شخص نے جب حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنے نواسے کو سونگھ رہے ہیں تو عرض کیا حضور! ہم تو اپنے بچوں کو چومتے ہیں اور آپ سونگھتے بھی ہیں۔ فرمایا! یہ جنت کے پھول ہیں اور پھولوں کو سونگھا جاتا ہے۔

دنیا کے پھولوں سے تو پھر بھی کوئی ناگوار بو آسکتی ہے مگر جنت کے پھول میں یہ تصور بھی کہاں لہٰذا کوئی یہ نہ سمجھے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے منہ سے کوئی ناگوار بو آتی ہوگی اس لیے حضور علیہ السلام چومنے کے بجائے سونگھتے ہوں گے۔

حسن رضی اللہ عنہ کا منہ چوم کر بتا دیا کہ یہ منہ کے ذریعے زہر دیکر شہید کیا جائے گا اور حسین رضی اللہ عنہ کا گلا سونگھ کر اشارہ فرما دیا کہ یہ گلا کٹا کر جامِ شہادت نوش کرے گا۔

؎ جو میر کاروان مؤدت ہے وہ حسین رضی اللہ عنہ

جو رازدار کنز حقیقت ہے وہ حسین رضی اللہ عنہ

جو مرکز نگاہ مشیت ہے وہ حسین رضی اللہ عنہ

جو تاجدار ملک شریعت ہے وہ حسین رضی اللہ عنہ

وہ جس کا عزم آپ ہی اپنی مثال ہے
جس کی ''نہیں'' کو ''ہاں'' میں بدلنا محال ہے

ہم اس بچے کو بڑا خوش نصیب سمجھتے ہیں جس کی پیدائش کے وقت اس کے کان میں کوئی عالم' مفتی یا پیر اذان پڑھنے کے لیے آئے مگر نواسہ رسول کی شان بھی تو دیکھو خود اذان والا اس کے کان میں اذان پڑھنے آ رہا ہے۔ ہم اذان میں محمد رسول اللہ ﷺ پڑھتے ہیں اور حضور ﷺ نے حسین رضی اللہ عنہ کے کان میں انی رسول اللہ پڑھ کر بتا دیا کہ میرے جیسی اذان کوئی نہیں پڑھ سکتا اور حسین جیسی نماز کوئی نہ پڑھ سکے گا۔ لوگ تو مسجدوں کی صفوں پہ سجدے کرتے ہیں اور حسین رضی اللہ عنہ تلواروں کے سائے میں سجدہ کرے گا اور ایسا کرے گا جس پر خدا کو ناز ہوگا' حوریں اور فرشتے جنت کی فضاؤں میں سجدے کرتے ہیں مگر سب کچھ کٹا کر اور گھر لٹا کر' خون کی ندیاں بہا کر تین دن کی بھوک اور شدت کی پیاس کے باوجود کربلا کی تپتی ہوئی ریت پر نانے کی اذان پہ نماز کے لیے خون کا مصلے بچھا لینا حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کا ہی کام ہے۔ اس لیے

؎ اس کی ہمت پر علی شیر خدا کو ناز ہے
اس نواسے پر محمد مصطفیٰ ﷺ کو ناز ہے
سجدے اوروں نے کیے اس کا عجب انداز ہے
اس نے وہ سجدہ کیا جس پر خدا کو ناز ہے

ایک نکتہ

فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا تھا کہ اے اللہ تو انسان کو خلیفہ بنا رہا ہے وہ قتل و غارت اور خون ریزی کرے گا۔ ونحن نسبح بحمدك و نقدس لك اور ہم تیری حمد و تقدیس کرتے رہتے ہیں (خونریزی نہیں کرتے کیونکہ خون ہے ہی نہیں' لڑتے نہیں کہ غصہ ہی نہیں کمال یہ تو نہیں کہ بھوک ہی نہ لگے تو کھانا نہ کھائے اولاد ہو ہی نہ کہ اولاد کا دکھ برداشت کرے' کمال تو یہ ہے کہ سب کچھ ہو اور نام خدا پہ قربان کر دے' کمال تو یہ ہے کہ غصہ بھی ہو شہوت بھی ہو' دروازے بھی بند ہوں ملکہ حسن زلیخا جیسی عورت کہے هيت لك

اور یوسف کہے معاذ اللہ) فرشتوں کو فرعون و یزید کے کرتوت دکھائی دیئے اور انہوں نے جو کہنا تھا کہہ دیا۔ خدا نے فرمایا میں صرف یزید کو نہیں حسین رضی اللہ عنہ کو بھی پیدا کروں گا۔ صرف ابو جہل و نمرود کو نہیں محمد و ابراہیم (علیہما السلام) کو بھی پیدا کروں گا۔

کنکر کو دُر بنائے کہاں کون جوہری
ایجاد کی حسین رضی اللہ عنہ نے یہ کیمیا گری
بخشی ہے یوں بشر کو ملائک پہ برتری
بچوں کو ایک پل میں بنایا گیا جری
وہ جس نے شک کو حق کا قرینہ سکھا دیا
جس نے بشر کو مر کے بھی جینا سکھا دیا

دوسرا نکتہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے حقا کہ بنائے لا الہ است حسین کہہ کر اور اقبال نے پس بنائے لا الہ گردیدہ کہہ کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو لا الہ کی بنیاد قرار دیا اس لیے کہ یزید کے دور میں لا الہ کو ہی خطرہ تھا باقی سارے کام کسی حد تک چل ہی رہے تھے۔ پس امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی شکل میں باطل اور شیطانی قوتوں سے ٹکرا کر باطل کو پاش پاش کر دیا۔ حق کا بول بالا کر دیا۔

حسین گر نہ شہید ہوتا
تو آج گھر گھر یزید ہوتا
یزیدیت کا اصول ہوتا
نماز روزہ فضول ہوتا

اور ایسا کیوں کیا؟ اس لئے کہ

اگر نہ صبر مسلسل کی انتہا کرتے
کہاں سے عزم پیمبر کی ابتداء کرتے
نبی کے دیں کو تمنا تھی سرفرازی کی
حسین رضی اللہ عنہ سر نہ کٹاتے تو اور کیا کرتے

امام حسین کے اخلاق و عادات کے واقعات

ابن عساکر جلد نمبر ۴ ص ۳۳۲ پہ ہے کہ ایک بار ایک شخص کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا تو اسے شناخت کے طور پر بتایا کہ جب تم مدینہ میں پہنچ کر مسجد نبوی میں داخل ہو گے تو وہاں تمہیں لوگوں کا ایک حلقہ نظر آئے گا۔ اس حلقے میں لوگ نہایت با ادب طریقے سے بیٹھے ہوں گے تو سمجھ لینا یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حلقہ ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ کی اخلاقی خصوصیات اتنی بلند تھیں کہ لوگوں میں آپ بہت مقبول تھے اور لوگ آپ کا ادب واحترام کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک کنیز نے پھولوں کا گلدستہ لا کر پیش کیا۔ گلدستہ ہاتھ میں لے کر حضرت نے سونگھا اور کنیز سے ارشاد فرمایا جاؤ تم اللہ کی راہ میں میری طرف سے آزاد ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا! آپ نے ایک گلدستہ پر ہی اتنی اچھی خوبرو کنیز کو آزاد کر دیا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسنھا او ردوھا۔

جب تمہیں اچھا تحفہ پیش کیا جاوے تو تم اس جیسا یا اس سے بہتر تحفہ دیا کرو۔
پس اس لیے سب سے اچھا تحفہ یہی ہوسکتا تھا کہ میں اسے اللہ کے لیے آزاد کر دوں۔

(تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی)

اک فقر ہے شبیری اس فقر میں ہے میری
میراث مسلمانی سرمایۂ شبیری (اقبال)

تواضع

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ میں نہایت عاجزی اور انکساری تھی۔ تکبر سے سخت نفرت تھی آپ کو کسی کام کے کرنے میں یا کسی طبقہ کے لوگوں میں بیٹھنے سے کبھی کسی قسم کی کوئی عار نہ تھی۔ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں چند غریب لوگ کھانا کھا رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو جو دیکھا تو دوڑتے ہوئے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا حضور

آیئے اور کھانا تناول فرمایئے۔ آپ اسی وقت ان غرباء کے حلقہ میں جا کر بیٹھے اور ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ فرمایا مجھے کھانے کی حاجت تو نہیں تھی لیکن تمہاری خوشی کی خاطر چند لقمے تناول کر لیے ہیں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان اللہ لایحب کل مختال فخور. (ابن عساکر)

بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو ہرگز پسند نہیں فرماتا۔

ایک بار ایک ضرورت مند محتاج دیہاتی آپ کے دروازے پر حاضر ہوا اور چند گزارشات لکھ کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجیں جن کے الفاظ یہ تھے:

لم یبق لی شیء یباع بحبة فکفاك مظهر حالتی ...... الی ان قال فقد وجدت المشتری

میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں رہی جس سے ایک دانہ خریدا جاسکے۔ میری حالت آپ پر ظاہر ہے بتانے کی حاجت نہیں۔ میں نے اپنی آبرو بچا رکھی تھی۔ اسے کسی کے ہاتھ فروخت کرنا پسند نہیں کرتا تھا مگر اب خریدار مل گیا ہے۔

اتفاق سے جواب آنے میں کچھ دیر لگ گئی تو اعرابی دیہاتی نے چار مصرعے اور لکھ بھیجے۔

ماذا اقول اذ رجعت وقیل لی. ماذا اصبت من الجواد المفضل. ان قلت اعطانی کذبت فان اقل بخل الجواد بماله لم یقبل

جب میں لوٹوں گا تو مجھ سے پوچھیں گے کہ صاحب فضل سخی سے تجھے کیا ملا ہے تو کیا جواب دوں گا۔ اگر کہوں گا کہ مجھے دیا ہے تو جھوٹ ہوگا اور اگر کہوں کہ سخی نے اپنا مال روک لیا ہے تو یہ بات مانی نہ جائے گی۔

سیّدنا امام عالی مقام نے دس ہزار درہم کی تھیلی اس سائل کو بھیجی اور ساتھ ہی اس کو اشعار میں ہی یہ جواب دیا۔

ترجمہ: تم نے جلدی مچا دی ہے سو تمہیں یہ قلیل حصہ مل گیا ہے اگر تم جلدی نہ کرتے تو تمہیں اور زیادہ ملتا۔ اب لے لو اور یوں سمجھنا کہ سوال کیا ہی نہیں اور

ہم سمجھیں گے کہ گویا ہم نے کچھ دیا ہی نہیں۔(ابن عساکر)

آقا! تو جی رہا ہے عجب اہتمام سے
سمجھے ہیں ہم خدا کو بھی تیرے کلام سے
کرنیں وہ پھوٹتی ہیں سدا تیرے نام سے
کرتے ہیں تیرا ذکر سبھی احترام سے
پایا ہے وہ مقام ابد تیرے نام نے
آیا نہ پھر یزید کوئی تیرے سامنے

اندازِ محبت

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔آپ بمعہ صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے گھر تشریف لے جارہے تھے کہ راستے میں امام عالی مقام بچوں سے کھیل رہے تھے۔(بچپن میں کھیل چونکہ ہر شے سے عزیز ہوتا ہے نہ کھانے کی پرواہ نہ گھر جانے کی فکر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر پیار کرنا چاہا تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے دوڑ لگادی۔سرکار بھی پیچھے دوڑے اور آپ نے پکڑ لیا۔صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں ہم دیکھ رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر کے نیچے رکھا اور دوسرے ہاتھ سے امام حسین رضی اللہ عنہ کی ٹھوڑی پکڑ کر ان کے منہ پہ اپنا منہ رکھ کر بوسہ لیا اور پھر چھوڑ دیا۔(مسند امام احمد)

نہ پوچھ کیسے کوئی شہ مشرقین بنا
بشر کا ناز نبوت کا نور عین بنا
علی کا خون، لعاب رسول، شیر بتول
ملے ہیں جب یہ عناصر تو پھر حسین رضی اللہ عنہ بنا

صاف دلی

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قلب کو ظاہر و باطن کی پاکیزگی حاصل تھی۔سب سے بڑی قلب کی پاکیزگی یہ ہے کہ وہ کسی مسلمان کے بارے اپنے دل میں کینہ نہ رکھے۔چنانچہ ایک مرتبہ آپ اپنے بھائی محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوکر چلے آئے۔آپ کے چلے آنے

کے بعد کچھ دوستوں نے حضرت محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اب امام حسین آپ کے پاس کبھی نہیں آئیں گے۔ حضرت محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں اگر تم لوگ کہو تو میں ابھی حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلا کر دکھاؤں؟ یہ کہہ کر آپ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھا۔

اے برادر معظم! ہم دونوں کے والد بزرگوار مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ اس لحاظ سے نہ مجھ کو آپ پر اور نہ آپ کو مجھ پر کوئی فضیلت حاصل ہے لیکن ہاں آپ کی والدہ محترمہ امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہزادی تھیں۔ میری ماں کے قبضہ تمام کمالات آجائیں تو بھی آپ کی والدہ کی شان وعظمت کے برابر نہیں ہو سکتی۔ پس اس لحاظ سے آپ کو مجھ پر فضیلت حاصل ہے۔ اس لیے آپ میرے پاس آنے میں سبقت کریں کیونکہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر دو مسلمانوں میں ناچاکی ہو جائے تو جو کوئی دونوں میں صلح کرنے میں سبقت کرے گا اسے اللہ تعالیٰ پہلے جنت میں داخل کرے گا۔ میری خواہش ہے کہ اپنی فضیلت کی وجہ سے جنت میں داخل ہونے میں بھی آپ ہی سبقت کریں۔ والسلام۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت امام محمد بن حنفیہ کا یہ خط پڑھ کر بہت ہی محظوظ ہوئے اور اسی وقت جا کر اپنے بھائی سے بغل گیر ہوئے۔ (الحسین رضی اللہ عنہ ص ۴۱، ۴۲)

علم و فضل

سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے باب مدینۃ العلم مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی آغوش میں بچپن سے لے کر جوانی تک تعلیم و تربیت پائی۔ باب مدینۃ العلم نے جس کو خود تعلیم دی ہو۔ صحبت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتگان سے جس نے براہ راست کسب فیض کیا ہو اس کو اگر علم و فضل کا بحر بیکراں کہا جائے تو مبالغہ کیونکر ہوگا۔ علماء سیر و تواریخ اس بات پہ متفق ہیں کہ امام عالی مقام اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم اور فاضل تھے۔ آپ کے معاصرین بھی آپ کے تبحر علمی کے معترف تھے اور آپ کی فقہی بصیرت کے مداح تھے جب کبھی کوئی علمی مشکل پیش آتی تھی تو حل مشکل کے لیے آپ ہی کی طرف رجوع فرماتے تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو دودھ پینے والے بچے کا وظیفہ مقرر کرنے کے متعلق مسئلہ معلوم کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس مسئلے میں بھی انہوں نے

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بطن مادر سے نکلنے کے بعد جب بچہ آواز دے اس وقت سے وہ وظیفہ کا مستحق ہوجاتا ہے۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۲)

غرضیکہ آپ علم و حکمت کے بہت بڑے فاضل تھے۔

خون گلوئے اصغرِ مظلوم کی قسم
دنیا کو آج تیری ضرورت ہے یا حسین رضی اللہ عنہ
تیرے جوان اکبر و قاسم کے خون سے
سرسبز آج باغ رسالت ہے یا حسین رضی اللہ عنہ
پہلے یزید ایک تھا اب لاکھوں ہیں یزید
پھر اک مزاج نو کی سیاست ہے یا حسین رضی اللہ عنہ

عبادت و ریاضت

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام زندگی رضائے الٰہی کے حصول اور عبادات الٰہی میں صرف کردی۔ آپ کے دن تدریس دین اور راتیں قیام و سجود میں بسر ہوتیں۔ اکثر لوگوں نے دیکھا کہ آپ جب اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہوتے تو خشوع و خضوع اور تضرع کا عالم یہ تھا کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں بندھ جاتی۔ میدان کربلا کے عظیم مصائب کے وقت بھی آپ نے دن اللہ کے کلام کی تلاوت اور رات اللہ کے حضور رکوع و سجود میں گزار دی۔ آپ نے اپنی زندگی میں امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرح خود پچیس حج پیدل ادا کیے۔

(تہذیب و احیاص ۱۲۳ ج ۲)

ابن عربی اور ابن ابی شیبہ بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ان اوصاف جلیلہ کے حامل تھے۔ علم، حلم، عمل، عبودیت، صبر و استقلال، اولوالعزمی، سخاوت، شجاعت و تدبر، عاجزی و انکساری، حق گوئی، حق پسندی اور راضی برضائے مولیٰ کا مجسمہ تھے۔ مزید فرماتے ہیں:

کان عالمًا بالقران عاملًا زاھدًا تقیًا ورعًا جوادًا فصیحًا بلیغًا عارفًا باللہ و دلیلًا علی ذاتہ تعالٰی کان الحسین السبط ایۃ من ایات اللہ

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ قرآن کے عالم باعمل، زاہد، متقی، منزہ عن المعاصی متورع، صاحب جود وکرم، صاحب فصاحت و بلاغت، عارف باللہ اور ذات باری تعالیٰ کی حجت تمامی تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نواسۂ رسول رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے نشانی تھے۔

معلوم ہوا کہ یہ وہ شخصیت ہیں جو سراپا فضائل، جس کی ہر ادا، جس کا ہر فعل، جس کا ہر عمل، جس کا خلق اور جس کا کریکٹر، سرچشمہ فضیلت ہو اس کے فضائل مجھ جیسا کیا لاکھوں اور کروڑوں افراد بھی حیطۂ تحریر میں نہیں لا سکتے مگر پھر بھی حصول برکت و سعادت دارین کی خاطر تبرکاً اور تیمناً اس بحر فضائل سے دو چار قطرات محض اس لیے لیے جا رہے ہیں کہ سرشاران اہل بیت رسول اور فدایانِ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے دلوں کو تسکین حاصل ہو سکے۔

؎ رونے والا ہوں شہید کربلا کے غم میں میں
کیا دُر مقصد نہ دیں گے ساقیٔ کوثر مجھے

آپ رضی اللہ عنہ کی ازواج اور ان کے مختصر حالات

حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہا

یہ محترمہ بنت یزدجر بن شہریار بن خسرو پرویز بن ہرمز بن کسریٰ نوشیرواں العادل، یزدجر شاہانِ فارس میں سے آخری بادشاہ سے تھیں۔ سیّدنا امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب ملک فارس میں فتح حاصل ہوئی تو اس وقت یہ محترمہ اسیر ہو کر مالِ غنیمت میں لائی گئیں۔ سیّدنا عمر ابن الخطاب فاروق اعظم خلیفۃ المسلمین امیر المومنین نے اس محترمہ حسینہ و جمیلہ بمع مزین ہیرے و جواہرات و زیورات کی سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تزویج فرما دی۔

گویا شہنشاہ کسریٰ کی بیٹی کو شہنشاہ کونین کے بیٹے سیّدنا امام حسین علیہ السلام کے ساتھ زوجیت کا شرف حاصل ہوا۔ ان کے بطن سے سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ المعروف بہ امام زین العابدین متولد ہوئے۔

حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا

یہ محترمہ بنت ابی مرہ بن مرہ بن عروہ بن مسعود بن معتب الثقفی سے تھیں۔ ان کو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آنے کا شرف حاصل ہوا ان کے بطن سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاں حضرت علی اکبر متولد ہوئے۔

حضرت رباب رضی اللہ عنہا

یہ محترمہ بنت امراء القیس بن عدی الکلبیہ سے ہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی ازواج میں سے زیادہ ان کے ساتھ محبت تھی اور ان کا بہت زیادہ اکرام واحترام فرماتے تھے۔

حضرت ام اسحاق رضی اللہ عنہا

یہ محترمہ طلحہ بن عبداللہ سے ہیں۔ ان کے والد معظم حضرت طلحہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ ان کو سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ زوجیت کا شرف ملا اور ان کے بطن سے امام حسین کے ہاں ایک صاحبزادی حضرت فاطمہ صغریٰ پیدا ہوئیں۔

حضرت قضاعیہ رضی اللہ عنہا

یہ محترمہ قبیلہ بنی قضاعیہ سے ہیں۔ اسی نام قضاعیہ سے مشہور ہیں۔ ان کو سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شرف زوجیت حاصل ہوا۔ ان کے بطن سے امام عالی مقام کے ایک صاحبزادے جعفر پیدا ہوئے۔

امام عالی مقام کی مذکورہ ازواج سے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں جن کے نام یہ ہیں۔

حضرت علی المعروف امام زین العابدین' حضرت عبداللہ مشہور بہ علی اصغر' حضرت فاطمہ صغریٰ خاتون' حضرت علی اکبر' حضرت جعفر' حضرت سکینہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

ان کے مختصر حالات اس طرح ہیں۔

حضرت علی ابن الحسین المعروف امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

ان کی والدہ محترمہ حضرت شہربانو ہیں۔ واقعہ کربلا میں سیدنا علی المعروف امام زین

العابدین بیمار تھے اوران کی والدہ محترمہ کربلا میں موجود تھیں۔

حضرت علی اکبر ابن الحسین رضی اللہ عنہ

ان کی والدہ محترمہ ام لیلیٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔ واقعہ کربلا کے وقت جوان تھے اور عمر مبارک اٹھارہ سال تھی اور کربلا میں اپنے والد بزرگوار سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جام شہادت نوش فرما گئے۔

حضرت عبداللہ المشہور علی اصغر رضی اللہ عنہ

ان کی والدہ محترمہ حضرت رباب تھیں۔ واقعہ کربلا میں ان کی عمر چھ ماہ تھی اور یہ شیر خوارگی کے عالم میں تھے۔ سخت شدت پیاس پر پانی کے بجائے ان کے حلق اقدس پر ایک ظالم نے تیر مارا کہ شہزادہ نے تڑپ کر اپنے والد بزرگوار کی آغوش میں جان دے دی گویا کہ سرکار امام کے اس طفل شیر خوار کی شہادت بھی ہوئی۔ آپ کی والدہ حضرت رباب واقعہ کربلا کے وقت موجود تھیں۔

حضرت جعفر ابن الحسین رضی اللہ عنہ

ان کی والدہ محترمہ حضرت قضاعیہ تھیں۔ سرکار امام رضی اللہ عنہ کے قیام مدینہ طیبہ میں بچپن میں ہی انتقال فرما گئے تھے بعد کئی سالوں کے واقعہ کربلا پیش آیا۔

حضرت فاطمہ صغرا خاتون رضی اللہ عنہا

ان کی والدہ محترمہ ام اسحاق رضی اللہ عنہا تھیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ جب مدینہ شریف میں تھے یہ اس وقت جوان تھیں اور ان کا نکاح حضرت حسن مثنیٰ ابن امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو چکا تھا اور یہ بمعہ اپنے بچوں کے اپنے شوہر حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ یعنی اپنے گھر میں تھیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے مدینہ طیبہ سے رحلت فرمانے پر ان کو ہمراہ نہ لے جانے کی یہی وجہ مانع ہوئی کہ یہ شادی شدہ اپنے گھر والی ہیں۔ دوسرا ان کے شوہر تجارت کی غرض سے باہر تشریف لے گئے تھے ان کی بغیر اجازت ان کا لے جانا بھی مناسب نہ تھا۔ واقعہ کربلا کے وقت سیدہ رضی اللہ عنہا خیر و عافیت کے ساتھ مدینہ طیبہ میں اپنے گھر پر تھیں۔ حضرت فاطمہ صغرا کے بطن سے حسن مثنیٰ ابن امام حسن

کے ہاں تین صاحبزادے ہوئے جن کی نسل روئے زمین میں ہے۔عبداللہ المحض 'ابراہیم' حسن المثلث۔

حضرت سکینہ بنت الحسین رضی اللہ عنہا

ان کی والدہ محترمہ حضرت رباب تھیں واقعہ کربلا کے وقت اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ کربلا میں موجود تھیں لیکن ان کی عمر مبارک اس وقت سات سال تھی۔ یہ وہ صاحبزادی سکینہ ہیں جن کے ساتھ سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ کو شدید محبت تھی اور ان کی والدہ کے ساتھ بھی محبت تھی۔واقعہ کربلا کے خونی منظر میں یہ شہزادی اوران کی والدہ موجود تھیں۔

جہاں تک محققین کی تحقیق کے مطابق آپ کی ازواج و اولاد و امجاد کا تعلق پایہ ثبوت تک پہنچا ہے اس کے مطابق ذکر کر دیا گیا۔گو بعض نے کچھ اختلاف بھی پیدا کیے ہیں لیکن اس کی صداقت کا معیار علماء محققین کے نزدیک جو درست ہے وہی قابل قبول ہے۔سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ کے بعد آپ کی نسل روئے زمین میں آپ کے صاحبزادے سیدنا علی المعروف امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے پھیلی ہے اور شہزادی حضرت فاطمہ صغرا رضی اللہ عنہا سے بھی آپ کی نسل روئے دنیا میں آج تک موجود ہے۔

یادرہے کہ یزید پلید کی بہت اولاد ہوئی تھی بعض نے لکھا ہے کہ اس کے چودہ لڑکے تھے اور چودہ میں سے آج تک نسل یزید کا کہیں کوئی نام ونشان بھی موجود نہیں۔ کتب عربی و فارسی وتواریخ معتبرہ کی ورق گردانی کے باوجود کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ ثابت ہوا کہ پروردگار عالم نے اس کی نسل تک بھی ختم کر کے رکھ دی اور سرکار امام رضی اللہ عنہ کے صرف ایک ہی صاحبزادے سے کل روئے زمین میں نسل مبارک موجود ہے۔

(الجواہر' تاریخ کربلا' حیات خفی)

یہ جگر خراش منظر کہ امام اپنی محرمات مقدسہ کے جھرمٹ میں ہیں کہ سیّدہ حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کو اپنی آغوش میں لیے ہوئے ہیں۔ یہ سات سالہ شہزادی جن کے ساتھ حضرت امام کی بے پناہ محبت ہے اور سیّدہ سکینہ رضی اللہ عنہا دیکھ رہی ہیں کہ میرے ابا جان مجھ سے جدا ہورہے ہیں۔

؎ جس طرح مجھ کو شہید کربلا سے پیار ہے
حق تعالیٰ کو یتیموں کی دعا سے پیار ہے

سیّدہ سکینہ رضی اللہ عنہا امام کی لاڈلی بیٹی اس حال میں معصومانہ انداز میں کہتی ہیں۔

ابا جان کیا آپ موت کی تیاری کر رہے ہیں۔ امام عالی مقام نے فرمایا: یا سکینة کیف لایستلم للموت من لاناصرہ ولامعین ۔ اے پیاری سکینہ جس کا کوئی یارومددگار نہ ہو وہ موت کے لیے تیار نہ ہو تو اور کیا کرے۔ سیّدہ سکینہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی اچھا تو پھر ابا جان۔ ردنا الی حرم جدنا۔ ہم کو حرم کی طرف بھیج دو۔ سیّدنا امام عالی مقام نے فرمایا! بصورت ضرب المثل ھیھات لو ترك القطالنام ۔ اے پیاری بیٹی کاش اگر قطا (پرندہ) کو آزاد کر دیا جاتا تو آرام کی نیند سو جاتا۔ باپ اور سات سالہ بیٹی کی ان باتوں پر حرمات مقدسہ رو پڑیں اور فبکیٔ المحسین ۔ امام عالی مقام بھی رو پڑے۔ آپ نے صبر کی تلقین فرمائی اور سیّدہ سکینہ رضی اللہ عنہا کو بہت پیار اور دلاسے دیئے۔

؎ شبیر وہ قرآن مصائب ہے کہ اس میں
''الحمد'' سکینہ ہے تو ''والناس'' ہے اصغر

ایک غلط واقعہ

بعض مجموعوں میں حضرت سکینہ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ شام کے راستہ میں بحالت اسیری دمشق میں وفات پا گئی تھیں۔ یہ بالکل بے اصل اور بے بنیاد ہے۔ کتب معتبرہ میں قطعاً اس کا ذکر تک نہیں۔ پھر نا معلوم کہ ان لوگوں نے ایسا من گھڑت واقعہ سیّدہ سکینہ رضی اللہ عنہا کے لیے کیسے مان لیا ہے جبکہ واقعہ کربلا کے بعد کافی عرصہ حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا حیات رہیں اور ان کے جوان ہونے پر ان کا نکاح حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوا اور یہ بھی سراسر بے بنیاد بات ہے کہ سات سالہ بچی کا نکاح عین واقعہ کربلا کے وقت کربلا میں ہوا اور مہندی لگائی گئی وغیرہ وغیرہ۔ بھلا ایسے شدید موقع پر سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایسا کام کرنے کی فرصت تھی جس کا تعلق خوشیوں کے ساتھ تھا اور پھر ان کی عمر تو صرف بالاتفاق ابھی سات سال تھی۔

آج کے دور میں بھی جبکہ سائنس نے اس قدر ترقی کر لی ہے کہ چاند پر جا پہنچے ہیں مگر مہندی آج بھی پانی کے بغیر نہیں لگائی جا سکتی تو کیا جو پانی امام عالی مقام نے مہندی میں ڈالا وہ علی اصغر کے حلق میں نہ ڈالنے کی وجہ سے کل بروز قیامت امام حسین رضی اللہ عنہ کو باز پرس تو نہ ہو گی؟

ے ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے حالات

نام علی بن حسین رضی اللہ عنہ، کنیتیں: ابو محمد، ابو الحسن، ابو بکر، لقب سجاد، زین العابدین (بیمار کربلا)

ولادت: مدینہ طیبہ، ۲۵ جمادی الاولیٰ ۳۸ھ والدہ شہر بانو بنت یزدجر۔ آپ ابھی تین سال کے نہ ہوئے تھے کہ آپ کے دادا جان سیّدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوگئی۔ پھر تھوڑے ہی عرصہ بعد سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سانحہ ہوا۔ واقعہ کربلا کے وقت آپ کی عمر ۲۳ سال تھی۔ یہ بھی ان کا امتحان تھا کہ عین واقعہ کربلا کے موقع پر بیمار ہوئے اور واقعہ کربلا کے بعد کے تمام صدمے ان کو برداشت کرنا پڑے۔ جب یزید نے لوگوں سے دمشق میں اسیران کربلا معلیٰ کے متعلق مشورے لیے کہ بتاؤ اب ان کا کیا کیا جائے۔ آیا ان سب کو قتل کر دیا جائے یا قید میں رکھیں یا رہا کر دیا جائے۔ اس کے حواریوں نے اس کو طرح طرح کے مشورے دیئے اکثر نے رائے یہ دی کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ سیّدنا امام زین العابدین نے فرمایا۔ اے یزید! لقد شاور علیك هولاء بخلاف ماشاور به جلساء فرعون علیه حین شاورهم فی موسیٰ وهارون فانهم قالو اله ارجه واخاه ولا تقتل۔ تیرے درباریوں نے تجھے وہ مشورہ دیا ہے کہ جو فرعون کے درباریوں نے بھی نہیں دیا تھا۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام و حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ السلام کے متعلق دریافت کیا تھا کہ مجھے ان سے کیا کرنا چاہیے تو اس کے درباریوں نے اس سے کہا کہ ان کو قید کر ڈالو لیکن یہ تو اس سے بھی بدتر ثابت ہوئے جو اسیران آل رسول کے قتل کرنے کا تجھ کو مشورہ دے رہے ہیں۔ (الحیات)

آپ رضی اللہ عنہ کا تقویٰ

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اس درجہ کے متقی اور پرہیز گار تھے کہ کان اذا توضأ یصفرلونه فقیل ماھذالحال قال اتدرون بین یدی من اریداقف۔ جب وضو فرماتے تو (خوف خدا سے) رنگ زرد ہو جاتا۔ عرض کیا گیا آپ کی یہ حالت کیوں ہو جاتی ہے؟ فرمایا تم جانتے نہیں ہو میں کس ذات کے آگے کھڑا ہو رہا ہوں۔ انه کان یصلی فی الیوم والیلة الف رکعة الی ان مات ۔ مرتے دم تک آپ (فرض نماز کے علاوہ) ایک ہزار رکعت (نوافل) ادا فرماتے رہے۔

ابن شہاب فرماتے ہیں: لم ارھاشمیا افضل من علی بن حسین ۔ میں نے آپ سے بڑھ کر کسی ہاشمی شہزادے کو (عظمت وشان کے لحاظ سے) نہ دیکھا۔

حضرت سعید بن میتب فرماتے ہیں ''میں نے آپ سے بڑا پرہیز گار کوئی نہیں دیکھا''۔

نماز کے دوران آپ اس قدر منہمک ہوتے کہ ایک مرتبہ اپنے گھر میں آپ نماز ادا فرما رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی جبکہ آپ سجدے میں تھے۔ لوگوں نے آگ بجھانا شروع کردی اور آپ کو آوازیں دیتے رہے یا ابن رسول اللہ' یا ابن رسول اللہ مگر آپ سجدے ہی میں رہے جب سلام پھیرا تو دیکھا کہ گھر جلا ہوا ہے اور دھواں اٹھ رہا ہے۔ آپ نے پوچھا یہ دھواں کیسا ہے؟ لوگوں نے ساری صورتحال بیان کی تو آپ نے فرمایا! میں تو آخرت کی آگ بجھانے میں مصروف تھا۔ (الحیات الکمی)

علم وفضل

آپ کے علم وفضل کا عالم یہ تھا کہ اصحاب سیر لکھتے ہیں

کان رضی اللہ عنه غایة فی العلم وغایة فی العبادة وکان له فی الیوم واللیلة اوراد الاتطیق القیام بھا جماعة من الناس

آپ علم وعبادت کی بلندیوں پر فائز تھے اور دن رات میں اتنے وظائف پڑھتے کہ پوری جماعت بھی نہ پڑھ سکتی۔ (الحیات)

آپ ؓ کی بردباری

آپ کے اخلاقِ عالیہ کے بارے میں نورالابصار میں ہے کہ آپ ایک مرتبہ مسجد سے باہر تشریف لائے تو ایک شخص سے آپ کی ملاقات ہوگئی جس نے آپ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے۔ آپ کے غلام اس گستاخ کی طرف لپکے تو آپ نے ان کو روک لیا اور فرمایا۔

اے شخص ہمارے حالات کا تو بہت حصہ تجھ سے مخفی ہے اگر تجھ کو کوئی حاجت ہے تو بیان کرتا کہ ہم تیری معاونت کر سکیں۔ پھر آپ نے اس کو اپنا ایک جبہ مبارک اور پانچ ہزار درہم دیئے اور اس کو یہ دیکھ کر حیا آئی تو اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ واقعی اولاد رسول ﷺ ہیں۔

امام زہری کی نظر میں

امام زہری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن حسین ؓ کو دیکھا کہ عبدالملک بن مروان کے حکم سے ان کے پاؤں باندھے گئے' ہاتھوں میں زنجیریں اور گردن میں طوق ڈالے گئے اور ان پر پاسبانوں کو مقرر کیا گیا۔ میں انہیں سلام وداع کرنے کے لیے گیا آپ اس وقت ایک خیمہ میں تھے۔ میں انہیں اس حال میں دیکھ کر رو دیا اور کہا کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ کی جگہ مجھے پابند سلاسل کر دیا جاتا اور آپ سلامت رہتے۔ آپ نے فرمایا: اے زہری رحمۃ اللہ علیہ! تو سمجھتا ہے کہ میں ان طوق وسلاسل سے تکلیف میں ہوں اگر میں یہ چاہوں تو یہ فوراً اتر جائیں مگر ایسی مثالیں رہنی چاہئیں تا کہ تم عذاب خداوندی کو یاد رکھو اور محشر میں تم پر آسانیاں واقع ہوں۔ اس کے بعد آپ نے زنجیر کو ہاتھوں سے اتار پھینکا اور پاؤں کو پھندے سے آزاد کر لیا۔ پھر فرمایا: اے زہری! میں ان کے ساتھ اس حال میں دو منزلوں سے زیادہ نہ جاؤں گا جب چار دن گزرے تو آپ کے نگہبان مدینہ منورہ واپس گئے۔ پھر آپ کو مدینہ بلاتے رہے لیکن آپ کو نہ پا سکے۔ ان میں بعض کا بیان ہے کہ ہم ایک جگہ مقیم تھے اور آپ کی سخت نگرانی کر رہے تھے۔ صبح ہوئی تو محمل میں ہمیں کچھ نظر نہ آیا۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں عبدالملک بن مروان کے پاس گیا اس نے مجھ سے حضرت زین العابدین کا حال دریافت کیا مجھے جو علم تھا اس کے مطابق کہہ

دیا۔ وہ کہنے لگا جس وقت میرے گماشتوں نے انہیں گم کردیا تو وہ میرے پاس چلے آئے اور کہنے لگے: میرے اور تمہارے درمیان کون سی چیز واقع ہوئی ہے؟ میں نے کہا: ذرا ٹھہریئے۔ تو آپ نے فرمایا: میں بالکل نہیں ٹھہروں گا۔ پھر آپ باہر چلے گئے اور میں خدا کی قسم ان کے دبدبہ وجلال سے ڈر گیا۔ امام زہری رحمتہ اللہ علیہ جب بھی حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو یاد کرتے تو رو دیتے اور کہتے: وہ واقعی زین العابدین رضی اللہ عنہ ہیں جو ایران کے بادشاہ یزدجر کی بیٹی سے ہیں۔ یزدجر نوشیروان عادل کی اولاد میں سے تھے۔

زین العابدین لقب کی وجہ تسمیہ

آپ زین العابدین کے نام سے یوں مشہور ہوئے کہ ایک رات آپ نماز تہجد میں مشغول تھے کہ شیطان ایک سانپ کی شکل میں ظاہر ہوا تا کہ اس ہیبت ناک شکل سے آپ کو عبادت سے باز رکھ کر لہو ولعب میں مشغول کردے۔ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی یہاں تک کہ سانپ نے آپ کے پاؤں کا انگوٹھا اپنے منہ میں ڈال لیا لیکن آپ نے پھر کوئی توجہ نہ دی۔ اس نے آپ کے انگوٹھے کو نہایت سختی سے کاٹا جس سے آپ کو بہت درد محسوس ہوا۔ اس پر بھی آپ نے نماز قطع نہ فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر منکشف کردیا کہ وہ شیطان ہے۔ آپ نے اسے برا بھلا کہا اور مارا پھر کہا: اے ذلیل و کمینے دور ہو جا۔ جونہی سانپ دور ہوا آپ کھڑے ہوگئے تا کہ درد ختم ہو جائے۔ دریں اثنا آپ نے ایک آواز سنی لیکن قائل نظر نہ آیا۔ کہنے والا کہتا تھا آپ زین العابدین ہیں۔ آپ زین العابدین ہیں' آپ زین العابدین ہیں۔

شواہد النبوت میں ہے کہ خضر علیہ السلام بھی آپ سے ملاقات کرتے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کرامات

☆ آپ چڑیوں کی تسبیح کی آواز پہچان جاتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ لوگ چڑیوں کو ذبح کر رہے تھے اور چڑیاں چیخ رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا! یہ چڑیاں اللہ کی تقدیس بیان کر رہی ہیں اور انہوں نے آج کی روزی طلب نہیں کی۔ ایک رات ایک آدمی کہہ رہا تھا این الزاھدون فی الدنیا والراغبون فی الاخرۃ۔ دنیا کے زاہد اور آخرت کے راغب کہاں

ہیں؟ تو اس کو جنت البقیع کی طرف سے غائبانہ آواز آئی ''علی بن حسین ہیں'' (شواہد ص ۳۶۴)

☆ ایک دن آپ اپنے غلاموں' بچوں اور دیگر لوگوں کے ساتھ صحرا میں آ گئے اور چاشت کے کھانے کے لیے دستر خوان بچھا دیا۔ وہیں ایک ہرن آکر ٹھہر گیا۔ آپ نے اس کی طرف منہ کر کے کہا: میں علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہوں اور میری ماں فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ ہے تم چلے آؤ اور ہمارے ساتھ چاشت کھاؤ۔ ہرن آیا اور آپ کے ساتھ جو کچھ چاہا کھایا۔ پھر ایک طرف چلا گیا۔ غلاموں میں سے ایک نے کہا: اسے ذرا پھر بلائیے۔

آپ نے فرمایا ہم اسے پناہ دیں گے تم اس کی پناہ نہ ٹھکرانا۔

حضرت زین العابدین بولے: میں علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہوں میری والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ وہ ہرن پھر آ گیا اور دستر خوان کے نزدیک ٹھہر گیا اور ان کے ساتھ کچھ کھانا شروع کر دیا۔ ان لوگوں میں سے ایک نے ہرن کی پشت پر ہاتھ رکھا تو وہ بھاگ گیا۔

حضرت زین العابدین نے فرمایا: تم نے میری پناہ کو ٹھکرا دیا ہے اب میں تم سے کوئی بات نہ کروں گا۔

☆ ایک دن آپ کی اونٹنی راہ میں سستی و کاہلی کرنے لگی۔ آپ نے اسے بٹھا دیا اور اسے تازیانہ یا عصا دکھا کر کہا: تیز تیز چلو ورنہ اس تازیانے اور ڈنڈے سے تمہیں سزا دوں گا۔ اونٹنی نے تیز چلنا شروع کر دیا اور اس کے بعد چلنے میں سستی سے کام نہ لیا۔

(شواہد النبوت)

☆ ایک دن آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صحرا میں بیٹھے تھے کہ ناگاہ ایک ہرنی آ گئی اور آپ کے متصل کھڑی ہو گئی اور اپنا پاؤں زور سے زمین پر مار کر چیخنے لگی۔ حاضرین نے پوچھا اے ابن رسول رضی اللہ عنہ! یہ ہرنی کیا کہتی ہے؟

آپ نے فرمایا یہ کہتی ہے کہ فلاں قریشی کل میرا بچہ اٹھا لایا ہے میں نے کل سے دودھ نہیں پلایا۔

یہ سن کر بعض حاضرین کے دل میں شک گزرا۔ آپ نے اس قریشی کو بلا بھیجا ۔۔۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہ ہرنی شکایت کرتی ہے کہ تم اس کا بچہ اٹھا لائے ہو جسے اس نے بھی

دودھ نہیں پلایا تھا۔اب وہ مجھ سے درخواست کررہی ہے کہ میں تجھے اس کا بچہ واپس کرنے کے لیے کہوں تاکہ وہ اسے دودھ پلالے۔ دودھ پلانے کے بعد واپس کردے گی۔ اس قریشی نے بچہ لاکر حاضر کردیا۔ ہرنی نے دودھ پلایا تو حضرت زین العابدین نے قریشی سے کہا کہ وہ بچے کو چھوڑ دے اس نے بچہ کو چھوڑ دیا اور حضرت سجاد نے اس کی ماں سمیت آزاد کردیا۔ وہ چوکڑیاں بھرتی شور مچاتی چلی گئی۔ حاضرین مجلس نے پوچھا یا ابن رسول اللہ! یہ کیا کہتی ہے؟ آپ نے فرمایا: بالفاظ ''جزاك الله خيراً'' دعا دیتی ہے۔

☆ جس رات آپ کی وفات ہوئی آپ نے اپنے بیٹے حضرت امام محمد باقر سے فرمایا: بیٹا میرے لیے وضو کے لیے پانی لاؤ۔ وہ پانی لائے تو آپ نے مزید پانی منگایا کیونکہ پہلے پانی میں کوئی چیز مردہ تھی۔ رات اندھیری تھی۔ حضرت امام باقر دیا لائے اور احتیاط سے دیکھا تو اس میں چوہا مرا ہوا تھا۔ آپ کے لیے اور پانی لایا گیا جس سے آپ نے وضو کیا اور کہا: بیٹا! آج رات میرا وقت رحیل ہے اس کے بعد اپنے بیٹے سے کچھ وصیتیں کیں۔

آپ کی ایک ناقہ تھی جو مکہ معظمہ جاتی تو آپ اس کے پالان کے آگے تازیانہ لٹکا دیتے۔ بدین وجہ تمام راستہ اسے مارنے کی ضرورت پیش نہ آتی یہاں تک کہ آتی دفعہ بھی اسے مارنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ جب حضرت زین العابدین نے انتقال کیا تو وہ اونٹنی آپ کی قبر کے سرہانے آکر اپنی چھاتی زمین پر رکھ کر آہ وزاری کرتی تھی۔ حضرت امام باقر نے آکر دیکھا تو فرمایا: اٹھ اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے۔ وہ نہ اٹھی تو انہوں نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اس کے بعد وہ تین دن زندہ رہی اور پھر مرگئی۔

حجر اسود کا فیصلہ

حضرت امیر المومنین حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ حضرت زین العابدین کے پاس آئے اور کہا میں تمہارا چچا ہوں اور تم سے عمر میں بھی بڑا ہوں اس لیے امامت کا زیادہ حق دار میں ہوں۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سلاح مجھے دے دیں۔ حضرت زین العابدین نے کہا: اے چچا! خدا سے ڈرو اور جس چیز کے تم سزاوار نہیں ہو اس کا دعویٰ نہ کرو۔ دوسری دفعہ محمد بن حنفیہ نے مبالغہ سے کام لیا تو آپ نے فرمایا: اے چچا! آؤ حاکم کے پاس

چلیں جو ہمارے مابین فیصلہ صادر کرے۔ محمد بن حنفیہ نے کہا: وہ کون سا حاکم ہے؟ آپ نے فرمایا وہ حجراسود ہے۔ دونوں وہاں پہنچے تو حضرت زین العابدین نے کہا اے چچا! بات کرو انہوں نے بات کی تو کوئی جواب نہ ملا۔ بعد ازاں آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ کو اس کے صفاتی ناموں سے پکارا جس سے حجراسود باتیں کرنے لگا پھر آپ نے حجراسود کی طرف اپنا چہرہ کر کے کہا: تجھے پروردگار عالم کی قسم ہے جس نے اپنے بندوں کے وعدے تجھ پر رکھے ہوئے ہیں۔ ہمیں اطلاع دو کہ حسین رضی اللہ عنہ کے بعد امامت کا کسے حق ہے؟ حجراسود کانپ اٹھا قریب تھا کہ اپنی جگہ سے گر پڑے لیکن پھر فصیح و بلیغ زبان میں کہا: اے محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ! یہ چیز مسلمہ ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کے بعد امامت و ولایت کا حق علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو ہے۔

☆ ایک دفعہ طواف کرتے ہوئے ایک عورت اور ایک مرد حجراسود سے چمٹ گئے۔ ہر چند کوشش کی گئی لیکن وہ چمٹے ہی رہے۔ لوگوں نے رائے دی کہ ان کے ہاتھ کو کاٹ دیا جائے۔ اسی اثنا میں حضرت زین العابدین وہاں آنکلے اور انہیں دیکھ کر آگے آگئے۔ آپ نے اپنا دست مبارک ان کے ہاتھوں پر پھیرا تو ان کے ہاتھ چھوٹ گئے اور وہاں سے چلے گئے۔

عبدالملک اور امام زین العابدین

عبدالملک بن مروان نے حجاج کو تحریری طور پر ہدایت کی کہ وہ بنی عبدالمطلب کے قتل سے باز آجائے کیونکہ آل ابی سفیان اس بارے میں مبالغہ کرتی ہے کہ ان (بنوامیہ) کی سلطنت جلد ختم ہو جائے گی۔ عبدالملک نے یہ خط صیغۂ راز میں رکھ کر ارسال کیا جس سے حضرت زین العابدین مطلع ہو گئے۔ آپ نے عبدالملک بن مروان کو لکھا کہ کیا تم نے فلاں دن اور فلاں وقت حجاج بن یوسف کو کوئی ایسا ویسا خط تحریر کیا ہے۔ مجھے حضور علیہ السلام نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ خط اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آیا ہے جس کے باعث تیرے ملک کو اسی نے ثبات و دوام بخشا ہے۔ آپ نے وہی عبارت لکھ کر خط ایک غلام کو دیا اور اسے اپنی اونٹنی پر سوار کر کے عبدالملک کی طرف بھیج دیا۔ عبدالملک نے خط کی تاریخ کو اپنے خط کے مطابق پایا تو اسے آپ کے حق پر ہونے کا اعتبار آگیا۔ بہت خوش ہوا اور اسی اونٹنی پر اتنے درہم و دینا

لاد کر آپ کو بھیج دیے جن کی وہ متحمل ہو سکتی تھیں۔

امام زین العابدین اور خزیمہ

منہال بن عمرو کہتے ہیں کہ حج کے دنوں میں میں حضرت زین العابدین کو ملنے گیا تو آپ نے مجھ سے خزیمہ بن کاہل الاسدی کے متعلق پوچھا۔ میں نے عرض کی کہ وہ کوفہ میں موجود ہے۔ آپ نے اس کے لیے بدیں الفاظ بددعا کی۔

اللهم اوقده حرًا بحديد اللهم اوقده حرا النار.

اے اللہ! سے لوہے کی حرارت سے جلا دے۔ اے اللہ اسے آگ کی حرارت سے جلا دے۔

جب میں کوفہ میں واپس آیا تو معلوم ہوا کہ مختار بن ابی عبید خروج کر چکا تھا۔ میں نے اس سے رشتۂ دوستی مضبوط کیا اور اس سے ملنے کے لیے گھوڑے پر سوار ہو کر گیا۔ اس کے ہاں گیا تو وہ بھی گھوڑے پر سوار ہو رہا تھا۔ میں اس کی معیت میں ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں اس نے ایک شخص کا انتظار کرنا شروع کر دیا۔ اچانک خزیمہ کو حاضر کیا گیا۔ مختار نے کہا: الحمدللہ کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تم پر حاوی کیا ہے۔ اس نے جلاد کو بلایا تا کہ اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دے۔ اس کے بعد اس نے آگ لانے کے لیے کہا جس میں خزیمہ کو پھینک دیا گیا اور وہ جل گیا۔ میں نے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا تو کہا سبحان اللہ۔

مختار نے مجھ سے سبحان اللہ کہنے کی وجہ پوچھی تو میں نے حضرت زین العابدین کی بددعا کا قصہ سنا دیا اس نے مجھے قسم دے کر اس کی تصدیق چاہی۔ میں نے کہا: ہاں میں نے ان سے خود سنا ہے۔ مختار گھوڑے سے نیچے اترا دو رکعت نماز نفل ادا کیے اور بعد ازاں دیر تک سجدے میں پڑا رہا۔ سر سجدے سے اٹھا کر وہاں سے چل دیا۔ میں بھی اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستے میں میرا گھر تھا میں نے از راہ اخلاق اسے گھر پر ٹھہرنے کے لیے کہا تا کہ کھانا حاضر کروں۔ مختار بولا اے منہال! جب تم نے مجھے خود بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام زین العابدین کی دعا کو شرف قبولیت بخشا ہے تو اب مجھے اس خوشی سے کھانے کی حاجت نہیں رہی بلکہ میں شکرانے کا روزہ رکھوں گا۔

حضرت سیّدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا وصال مبارک ۲۵ محرم الحرام ۹۵ھ میں ہوا جب کہ آپکی عمر شریف ۵۷ سال تھی۔ انتقال آپ کا بوجہ زہر ہوا۔ جو ولید بن عبدالملک نے دیا۔ اور آپ بھی مرتبہ شہادت کو پہنچے اور مدینہ الرسول جنت البقیع میں اپنے چچا سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کے قریب مدفون ہوئے۔

اولاد و امجاد

سیّدنا امام زین العابدین کی اولاد و امجاد میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن اکثر معتبر دلائل میں آپ کی کل اولاد کی تعداد آٹھ بیان کی گئی ہے۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

حضرت محمد باقر، زید، عبداللہ، عبیداللہ، حسن، حسین، علی، عمر

واضح رہے کہ بعض کے نزدیک نو لڑکے اور ایک لڑکی سکینہ نام کی بھی بیان کی گئی ہے اور بعض کے نزدیک لڑکی کوئی نہ تھی۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ (تاریخ ائمہ)

ائمہ اہل بیت میں سے آپ چوتھے نمبر پر ہیں جبکہ بارہ آئمہ اہل بیت کے اسمائے گرامی بمعہ القابات، کنیت، والدین کا نام، کس کی کتنی اور کیا کیا اولاد تھیں، تاریخ ولادت و شہادت و وصال، جائے ولادت و دفن اور مدت حیات کی تفصیل مندرجہ ذیل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(نواسہ سیّدالابرار فی مناقب ال النبی المختار)

حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویری رحمتہ اللہ علیہ نے کشف المحجوب شریف میں حضرت امام زین العابدین کے جو فضائل و حالات لکھے ہیں جو اپنی جگہ یقیناً سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ علامہ ابوالحسنات قادری برادر اکبر مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات قادری قبلہ سیّد صاحب کے ترجمے سے یہاں پہ لکھے جا رہے ہیں۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

(کشف المحجوب کے حوالے سے)

انہی میں سے وارث نبوت چراغ امت سیّد مظلوم امام محروم زین عباد شمع اوتاد ابوالحسن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں جو اکرم و اعبد اپنے زمانہ کے لوگوں میں گزرے۔ آپ بیان حقائق اور انکشاف دقائق میں لوگوں کے اندر مشہور تھے۔ آپ سے لوگوں نے پوچھا: دنیا و آخرت میں نیک بخت کون شخص ہوسکتا ہے؟ فرمایا:

من اذا رضی لم یحمله رضاه علی الباطل واذا اسخط لم یخرجهُ سخطه من الحق

وہ شخص دارین میں نیک بخت ہوسکتا ہے جو جب خوش ہو تو باطل پر نہ ہو اور جب غضبناک ہو تو اس کا غصہ اسے حق سے باہر نہ کردے۔

اور یہ صفت اسی میں ہوسکتی ہے جو اپنے اوصاف کمال میں استقامت حاصل کرچکا ہو۔ اس لیے کہ رضا بالباطل باطل ہے اور غضبناکی میں حق و صداقت کا ہاتھ سے چلا جانا اور خشمگینی کی حالت میں انصاف کا خون کردینا بھی باطل ہے اور مومن کامل باطل کو اختیار کرنے والا کسی حالت میں نہیں بن سکتا۔

ایک روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لخت جگر حضرت امام حسین سیّد الشہداء رضی اللہ عنہ کو کربلا میں شہید کیا گیا تو تمام کے شہید ہوجانے کے بعد سوائے حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کے مخدرات عصمت کی نگرانی کو کوئی نہ تھا اور آپ اس وقت بیمار تھے۔ حضرت شہزادہ گلگوں قبا امام حسین سیّد الشہداء رضی اللہ عنہ آپ کو علی اصغر کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ جب حریم عفت

پناہ کے قافلہ کو اونٹوں پر سر برہنہ بے پردہ دمشق لایا گیا اور یزید بن معاویہ علیہ مایستحق اخزاہ دون ابیہ کے روبرو پیش کیا گیا تو کسی نے حضرت زین العابدین سے عرض کی۔

کیف اصبحتم یا علی ویا اھل بیت الرحمۃ

''اے علی اور اے اہل بیت رحمت آپ لوگوں نے آج کیسی صبح فرمائی؟''

آپ نے فرمایا:

اصبحنا من قومنا بمنزلۃ قوم موسیٰ من آلِ فرعون یذبحون ابناء ھم ویستحیون نساء ھم فلا ندری صباحنا بین مسائنا وھذا حقیقۃ بلائنا

''ہماری صبح ہماری قوم کے ظلم و جور سے ایسی ہوئی جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی صبح ظلم فرعون سے ہوئی کہ قوم موسیٰ علیہ السلام کے بچوں کو ذبح کرتے اور عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم اس وقت اپنی صبح کو شام کے مابین نہیں جانتے۔ ہمارے امتحان و ابتلاء کی یہ حقیقت ہے اور ہم اپنے رب ذوالجلال کا شکر ہر حال میں ادا کر رہے ہیں اور اس کے امتحان پر صبر کر رہے ہیں''۔

ایک حکایت میں ہے کہ ہشام بن عبدالملک بن مروان ایک سال حج کے لیے آیا اور طواف بیت اللہ سے فارغ ہو کر استلام حجر اسود کو چلا مگر انبوہ خلق کی وجہ میں اسے راستہ نہ ملا۔ خدام ادب نے اس کے لیے کرسی لگا دی۔ وہ بیٹھا اور خطبہ کرنے لگا۔ اسی اثنا میں حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو آپ کے روئے انور سے چاند کی طرح روشنی پھیل رہی تھی اور رخسارۂ مبارکہ سے نور تاباں تھا اور لباس معطر عطر بیزی سے راستہ مہک گیا۔ اول آپ نے طواف بیت فرمایا پھر جبکہ آپ حجر اسود کے پاس پہنچے تو لوگوں نے آپ کو تشریف لاتے دیکھ کر علی الفور تعظیما راستہ صاف کر دیا اور آپ بآسانی حجر اسود کے بوسہ کو تشریف لے گئے۔ ہشام آپ کی یہ ہیبت اور سطوت دیکھ رہا تھا۔ ایک شامی نے ہشام سے پوچھا: اے امیر المومنین یہ عزت اور عظمت والا کون ہے کہ جسے حجر اسود تک لوگوں نے راستہ

نہ دیا حالانکہ امیر المومنین تو ہے اور یہ جوان حسین وجمیل کون ہے کہ وہ جب آیا تمام لوگ حجر اسود سے ایک طرف ہٹ گئے اور صرف اس کے لیے حجر اسود خالی کر دیا۔

ہشام اگر چہ جانتا تھا مگر محض اس خیال سے کہ شامی لوگ انہیں پہچان کر ان کے ساتھ عقیدہ نہ کر لیں اور اس کی امارات و ریاست میں کہیں فرق آ جائے۔ کہنے لگا میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔ اتفاقاً فرزدق شاعر وہاں کھڑا تھا۔ کہنے لگا ہشام تو نہ جانتا ہوگا مگر میں انہیں خوب جانتا ہوں۔ شامیوں نے کہا: ابو الفراس بتا یہ کون ہے تا کہ ہم معلوم کر سکیں کہ اس شان وشکوہ والا جوان آخر کون ہے۔ فرزدق نے کہا: لو سنو میں ان کے صفات جمیلہ تمہیں سناتا ہوں۔ پھر برجستہ فرزدق نے یہ اشعار آپ کی مدح میں سنائے۔

قصیدہ فرزدق ابو الفراس

جو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی مدح میں ہشام کے آگے سنایا تھا:

هذا الذی تعرف البطحاء وطاتہ

والبیت یعرفہ والحل والحرم

(یہ وہ ہستی ہے جس کے قدموں کی عزت سرزمین بطحا جانتی ہے اور ان کے منصب جلیلہ کو کعبہ جانتا ہے اور حل وحرم واقف ہے)

هذا بن خیر عباد اللّٰہ کلهم

هذا التقی النقی الطاهر العلم

(یہ لخت جگر ہے اسی ہستی پاک کا جو اللہ کے بندوں میں سب سے افضل ہے۔ یہ خود پرہیز گار پاکباز اور پاک باطن دنیا میں مشہور ہے)

هذا بن فاطمة ان کنت جاهله

وبجدہ انبیاء اللّٰہ قد ختم

(اچھی طرح پہچان لے یہ نور نظر سیدہ زہراء فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہے اگر تو ان سے بے خبر ہے اور یہ وہ ہے جس کے جد امجد کی بعثت پر اللہ کے تمام نبیوں کی تشریف آوری ختم ہے)

ينمى الى ذروة العز الى قصرت

عن نيلها عرب الاسلام والعجم

(انہوں نے وہ بلند مقام حاصل فرمایا جس کے مساوی عزت حاصل کرنے سے قاصر ہیں عرب وعجم کے تمام مسلمان)

اذا رءته قريش قال قائلها

الى مكارم هذا ينتهي الكرم

(جب قبائل قریش ان کی رفعت شان دیکھتے ہیں تو پرکھنے والا کہہ دیتا ہے ان کے منصب جلیل تک تمام اعزاز ومناصب کا منتہا ہے)

من جده وان فضل الانبياء له

وفضل امته وانت له الامم

یہ وہ ہیں جن کے جدامجد کے منصب کے آگے تمام انبیاء نیچے ہیں اور یہ وہ ہے کہ ان کے امتیوں کی فضیلت سے تمام امتوں کی فضیلت کم ہوگئی۔

ينشق نور الدجى عن نور طلعته

كالشمس ينجاب عن اشراقها الظلم

ان کے وجہ منیر کے ظہور سے ہدایت کے انوار ایسے پھیل گئے۔ جیسے سورج کی روشنی سے ظلمتیں کافور ہو جاتی ہیں۔

يكاد يمسكه عرفان راحته

ركن الحطيم اذا ما جاء يستلم

شاید ان کے دست اقدس کی ہتھیلی کی خوشبو کو پہچان جمع کر لی ہے۔ رکن حطیم نے جبکہ وہ حجر چومنے آئے تو اس نے آپ کی دست بوسی کی ہے۔

يغضى حياء ويغضى من مهابة

فما يكلم الا حين يتبسم

حیاء ایمانی کی وجہ سے ان کی آنکھیں بند ہیں اور لوگوں کی آنکھیں ان کی

مہابت شان سے بند ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کلام ہی نہیں فرماتے مگر جب کلام فرماتے ہیں تو تبسم ریز لہجہ میں۔

فی کفہ خزران و ریحھا عبق

فی کف اروع فی عمانینہ شمم

ان کے دست نوری میں خزران کی چھڑی ہے اور اس کی مہک اڑ رہی ہے اور وہ ایسے کے ہاتھ میں ہے جو بہت اونچی ناک والا سردار ہے۔

مشتقة عن رسول اللّٰہ ینعتہ

طابت عناصرہ والخیم والشیم

یہ اللہ کے رسول کی ذات سے مشتق ہے اور اس کی تعریف جہان کر رہا ہے۔ اس کا عنصری وجود ہی پاک ہے اور اس کی خصلتیں اور عادتیں بھی پاک ہیں۔

فلیس قولك من ھذا لضائرہ

العرب تعرف من انکرت والعجم

تیرا یہ کہنا کہ یہ کون ہے ان کو نقصان نہیں دے سکتا۔ اس لیے کہ انہیں عرب جانتا ہے اور جس سے تو نے تجاہل عارفانہ کیا اسے عجم پہچانتا ہے۔

کلتا یدیہ غیاث عم نفعھما

یستوفیان ولا یعرواھما العدم

ان کے دونوں ہاتھ ایسے برستے ہوئے بادل ہیں جن سے عام نفع ہے اور ان پر اس صفت کا عدم نہیں آتا۔

عم البریة بالاحسان فانقشعت

عنہ الغیابة والاملاق والظلم

محسن عالم ہیں اپنے احسانات کے ساتھ اور ان کی شان جو ان کی وجہ میں ہے پراگندہ ہو چکی ہیں گمراہی محتاجی اور ظلم کی اندھیریاں۔

لا یستطیع جوادٌ بعد غایتھم

ولا یدانیھم قوم وان کرم

دنیا کا کوئی سخی ان کی منتہاء سخاوت کو پہنچنے کی طاقت نہیں رکھتا اور کوئی قوم کا بڑا ان کی برابری نہیں کرسکتا اگر چہ وہ اپنی قوم میں معزز ہو۔

ھم الغیوث اذا ما ازمۃ ازمت

والاسد اشد الشری والباس محتدم

قحط سالی میں یہ موسلا دھار بارش ہیں جبکہ وہ قحط سخت ہو چکا ہو اور شیر ہیں سخت گرم ایام اور انتہائی مایوسی میں۔

سھل الخلیقۃ لا یخشیٰ بوادرہٗ

بزینتہ اثنان حسن الخلق والشیم

نہایت نرم دل ہیں حتیٰ کہ ان کے غصہ سے بھی خوفزدہ نہیں ہوتا بہ سبب اس کے کہ یہ دو صفتوں حسن خلق اور حسن خصلت سے مزین ہیں۔

من معشر حبھم دینٌ و بغضھم

کفرٌ و قربھم منجاء ومعتصم

یہ اس گھرانہ سے ہیں جس کی محبت عین دین ہے اور ان سے بغض کرنا کفر اور ان کا قرب مقام نجات اور قلعہ محافظت۔

ان عد اھل التقیٰ کانوا ائمتھم

او قیل من خیر اھل الارض قیلھم

اگر زمانہ کے متقی گنے جائیں تو سب ان کے متبع ہوں گے اگر پوچھا جائے کہ روئے زمین میں سب سے افضل کون ہے تو کہا جائے گا یہی ہیں۔

لا نقصُ العصر بسطامن اکفھم

سیان ذلک ان اثروا او ان عدموا

ان کا ہاتھ کبھی عطا کرنے سے نہیں رکتا خواہ تنگی ہو۔ برابر ہے ان کے لیے خواہ دولت ہو یا نہ ہو۔

اللّٰہ فضلہ قدما و شرفہ

جری بذلک فی اللوح والقلم

اللہ نے انہیں فضیلت بخشی ہمیشہ سے اور شرف تام عطا فرمایا اور ان کے اعزاز و اکرام کا حکم لوح و قلم میں جاری ہو چکا۔

مقدم بعد ذکر اللّٰہ ذکرھم

فی کل یوم ومختوم بہ الکلم

اللہ کے ذکر کے بعد ان کا ذکر ہی ہے۔ ہر دن اور اس کے علاوہ ہر کلام پر مہر لگ گئی ہے۔

من یعرف اللّٰہ یعرف اولیتہ ذا

والذین من بیت ھذا انا لہ الامم

جو اس ہستی الہٰی کو جانتا ہے ان کی فضیلت کو بھی جانتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دین ان کے گھر سے امت نے حاصل کیا۔

ای القبائل لیست فی رقابھم

لاولیۃ ھذا اولہ نعم

عرب کا کون سا قبیلہ ہے جس کی گردن میں نہ ہو ان کی بزرگی کا قلادہ یا اس کے لیے ان کے گھر سے نعمتیں نہ پہنچی ہوں۔

اور اس کے مثل اور چند بیت فرزدق نے کہے اور اہل بیت اطہار کی تعریف اتنی زیادہ کی کہ ہشام غضبناک ہو گیا اور حکم دے دیا کہ اسے عسفان میں قید کیا جائے۔ (عسفان مکہ و مدینہ کے پاس ایک مقام ہے جہاں ایک کنواں ہے اس میں قیدی بند کیے جاتے تھے)

اس واقعہ کی خبر لوگوں نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کردی۔ آپ نے بارہ ہزار درہم فرزدق کو بطور عطیہ بھیجے اور فرمایا اسے کہنا ابو فراس ہمیں معاف کرے کہ ہم لوگ اس وقت امتحان و ابتلاء میں ہیں۔ اس ہدیہ سے زاید اس وقت ہمارے پاس کچھ نہ تھا جو کچھ زائد عطا فرماتے۔

فرزدق نے وہ درہم نقرئی واپس کیے اور کہلوایا کہ حضور قسم بخدا از رو سیم کے لالچ میں بادشاہ و امراء کے دربار میں بہت کچھ کہہ چکا ہوں مگر وہ محض دروغ بیفروغ ہی تھا لیکن یہ قصیدہ جو میں نے کہا ہے یہ محض اپنے گناہوں کے کفارہ کے لیے اور اللہ و رسول کی محبت کے

لیے لکھا ہے۔

جب یہ پیغام حضور زین العابدین رضی اللہ عنہ کو ملا آپ نے حکم دیا کہ درہم واپس لے جاؤ اور اسے کہو کہ ابو فراس ہمیں دوست رکھتا ہے تو ایسا نہ کر' اس لیے کہ ہم جو چیز کسی کو عطا فرمادیں وہ واپس نہیں لیا کرتے تو تعمیل حکم کے لیے فرزدق نے وہ عطیہ قبول کرلیا۔

اور درحقیقت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے فضائل اس سے کہیں زیادہ ہیں جو فرزدق نے کہے۔ ان کا جمع کرنا امکان میں نہیں۔

(کشف المحجوب شریف از مخدوم الاولیاء حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

حضرت سیّدہ زینب (سلام اللہ علیہا)

؎ حسین رضی اللہ عنہ کی لاش بے کفن سے یہ کہہ کے زینب جدا ہوئی ہے
جو تیرے مقتل میں بچ گیا ہے وہ کام میری ردا کرے گی

حضرت زینب بنت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ وسیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی ولادت صحیح روایت کے مطابق پانچ جمادی الاولیٰ ۵ ھ میں ہوئی۔ (الجواہر ص ۱۵۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی پیدائش کے وقت سفر پر تھے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء نے حضرت علی المرتضٰی سے کہا! اس بچی کا نام تجویز کیجیے حضرت علی المرتضٰی نے فرمایا! حضور سفر سے واپس تشریف لائیں گے تو خود ہی نام رکھیں گے چنانچہ حضور تشریف لائے اور زینب نام رکھا اور بچی کو سینے سے لگا کر پیار فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب سے بے حد پیار فرماتے کئی بار ایسا ہوا کہ نماز کی حالت میں حضرت زینب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت انور پر بیٹھ جاتیں اور آپ سجدہ لمبا فرما دیتے لیکن سیّدہ رضی اللہ عنہا کی دل شکنی نہ فرماتے۔

ایک مرتبہ ایک سونے کا ہار کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفے میں دیا تو آپ نے فرمایا یہ ہار میں اس کو پہناؤں گا جو مجھے سب سے پیارا ہے چنانچہ آپ نے وہ ہار سیّدہ رضی اللہ عنہا کے گلے میں ڈال دیا۔

۱۰ھ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج فرمایا تو حضرت زینب چار پانچ سال کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت فاطمۃ الزہراء کو فرمایا

کہ بچوں کو بلاؤ چنانچہ حسن و حسین اور زینب وام کلثوم رضی اللہ عنہا کو بلایا گیا۔ بچے حضور ﷺ کی حالت دیکھ گھبرا گئے اور رونے لگے۔ اس وقت حضور ﷺ نے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینہ اقدس پر رکھا اور پھر اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ سر پر ہاتھ پھیر کر پیشانی پر بوسہ دیا اور سب سے زیادہ آپ ہی سے پیار کیا۔

سیدہ رضی اللہ عنہا کی تعلیم و تربیت کا اندازہ کیا لگایا جا سکتا ہے جن کے نانا جان حضور ﷺ اور جن کے ابا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ماں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور بھائی حسن و حسین رضی اللہ عنہما ہوں۔ ایسے ماحول میں پرورش پانے والی شہزادی کی صفات کتنی بلند ہوں گی۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ فراست اور دانشمندی، قرآن و تفسیر، ادب و علم کلام پر حاوی تھیں۔ زہد و تقویٰ، سادگی و پاکیزگی، عبادت و ریاضت، استقامت اور استقلال، صداقت اور جرأت اور تواضع و مہمان نوازی اور ایثار و قربانی ان تمام صفات کا سیدہ رضی اللہ عنہا میں جمع ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ خاندان نبوت کے افراد انہی صفات کے حامل ہوتے ہیں۔ (الجواہر ص ۱۵۰)

آپ ہم شکل سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔ شرم و حیاء میں مثل فاطمۃ الزہراء تھیں، فصاحت و بلاغت اور انداز تکلم میں مثال شیر خدا تھیں۔ بردباری و حلم میں گویا حسن مجتبیٰ تھیں اور شجاعت و بہادری میں مثل شہید کربلا اور سید الشہداء تھیں۔ چہرے پر رعب حیدری اور جلالت مصطفوی کا پہرہ تھا۔ اس وجہ سے شہداء کربلا کی کامیاب شہادتوں کا آپ ہی کے سر سہرا تھا۔

آپ کا نکاح آپ کے چچازاد حضرت عبداللہ بن جعفر طیار سے مسجد میں نہایت سادگی کے ساتھ ہوا۔ دوسرے دن ولیمہ ہوا۔

امور خانہ داری میں اس قدر مہارت تامہ حاصل تھی کہ آپ کے خاوند فرماتے ہیں کہ میں نے زینب کو بہترین بیوی اور کھانا پکانے میں حضرت فاطمۃ الزہراء کی طرح نہایت سلیقہ شعار پایا۔

شرم و حیاء کا یہ عالم کہ یحییٰ بن مازنی کہتے ہیں کہ میں مدینہ شریف میں کافی عرصہ آپ کے پڑوس میں رہا لیکن اس طویل مدت میں کبھی بھی نہ سیدہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا اور نہ ان کی کبھی آواز سنی۔ (ما رایت لها شخصا ولا سمعت لها صوتا)

بچپن میں ہی قرآن مجید اس انہماک سے پڑھتیں کہ کبھی استغراق کے عالم میں سر انور سے چادر گر جاتی اور آپ کو پتہ نہ چلتا۔ حضرت فاطمۃ الزہراء فرماتیں بیٹی اگرچہ گھر میں کوئی مرد نہیں ہے پھر بھی قرآن مجید کے احترام کے لیے سر کو ضرور ڈھانپ کر رکھو۔ (الجواہر ص ۱۰۱)

پوری زندگی اپنے شوہر کو کسی موقع پر بھی رنجیدہ نہ ہونے دیا۔ شوہر اعلیٰ درجے کے تاجر ہونے کی وجہ سے مالدار تھے۔ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کو دولت کی کمی نہ تھی لیکن جو کچھ ہوتا غرباء میں بانٹ دیتیں۔ یہی حال شوہر نامدار کا تھا۔ ایک مرتبہ امام عالی مقام نے فرمایا: ذرا غور کر کے مستحقین پر خرچ کیا کرو تو عرض کیا گیا خدا نے ہمیں اس لیے عطا فرمایا ہے کہ اس کے بندوں پر خرچ کرتے رہیں۔ ساری زندگی سیدہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کیا اور واقعہ کربلا کے وقت بھی ان سے جدا ہونے کا موقع ملا تو وہ بھی ان کی اجازت سے۔

اپنے والد ماجد کے عہد خلافت میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے خاوند جنگ جمل ۳۶ھ صفین ۳۷ھ اور نہروان ۳۸ھ حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ تھے اور بڑی اہم ذمہ داریاں نبھا رہے تھے۔ اس طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کوفے میں حسنین کریمین کے ساتھ رہیں اور اپنے بھائیوں کی خوشیوں اور غموں میں بھرپور حصہ لیتی رہیں۔

آپ تہجد گزار اور شب زندہ دار خاتون تھیں اور امام عالی مقام اکثر آپ کو تہجد کے وقت اپنے لیے دعا کے لیے کہتے تھے۔

امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ حادثہ کربلا کے خونی منظر اور اسیری و سفر کی صعوبتوں کے باوجود بھی میری پھوپھی زینب نے نماز تہجد کبھی نہ چھوڑی۔ (الجواہر ص ۱۵۳)

سیدنا علی شیر خدا کے دور اقدس میں آپ کوفے کی عورتوں کو اپنے والد کے گھر میں درس قرآن سے نوازتی تھیں۔

آپ کے صبر و شکر اور توکل و استقامت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب واقعہ کربلا کے بعد مخدرات عصمت و طہارت کو قیدی بنا کر میدان کربلا سے بے گور و کفن لاشوں کے پاس سے گزارا جا رہا تھا اس وقت کوئی بھی ہوتا تو گھل جاتا مگر آپ نے پورے صبر و اعتماد

کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی: **الهی تقبل مناهذا القربان**۔ اے اللہ! اپنے دین کی خاطر ہماری قربانیاں قبول فرما۔

عجیب کام کیا تو نے مرحبا زینب
معین مقصد سلطان کربلا زینب
حسین منزل حق ہیں تو حق نما زینب
وہ ابتدائے شہادت تو انتہا زینب
مسافرت نے عجب بے بسی یہ دکھلائی
نثار کردیئے بچے نہ بچ سکا بھائی
جو کچھ ہے میرے پاس وہ قربان ہے بھائی
دو بیٹے ہیں اور ایک مری جان ہے بھائی

آپ کو اگر چہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت تھی مگر امام کی شہادت کے بعد صبر کا جو عملی نمونہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے پیش کیا اس کی مثال جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

فرمایا!

امانت سے خبردار ہو زینب
ہم جاتے ہیں تم قافلہ سالار ہو زینب
یہ دین کی آواز تھی ایمان کی ضرورت
یہ آہ تھی پیغام شہیداں کی ضرورت
شبیر کو تھی اس دل سوزاں کی ضرورت
تفسیر ہے جس طرح قرآں کی ضرورت

اگر چہ آپ کی تاریخ وصال میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے لیکن کثرت رائے اس طرف ہے کہ آپ پندرہ رجب ۶۲ ہجری کو اپنے خاوند کے ساتھ حالت سفر میں دمشق کے قریب فوت ہوئیں اور وہیں آپ کا مزار پُر انوار مرجع عوام و خواص ہے۔ اس جگہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جس کو زینبیہ کہا جاتا ہے۔ (دمشق سے چار پانچ میل کے فاصلے پر) اور یہی زیادہ صحیح بات ہے اگر چہ بعض نے مدینہ شریف، بعض نے قاہرہ اور بعض نے خاص دمشق شہر

کا قول بھی کیا ہے۔ (الجواہر ص ۱۵۳)

شیخ ابوبکر الموصلی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بارہ سال متواتر سیدہ زینب الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ اقدس میں حاضری دی۔ میرا طریقہ یہ تھا کہ جب میں حاضر ہوتا تو روضہ اطہر کے اندر نہیں جاتا تھا۔ بیرونی حصہ پر قدم مبارک کے سیدھ میں کھڑا ہو جاتا اور سلام پڑھتا اور واپس آ جاتا۔ یعنی ادب و احترام کے پیش نظر اندر جانے کی جرأت نہ کرتا۔ فرماتے ہیں ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا مزار اقدس سے باہر نکلیں اور فرمایا:

زادك الله ادبًا ان جدی و اصحابه كانو يزورون ام ايمن خاضنته بعد موتها (كتاب الزيارات ص ٢٢)

اے بیٹے! اللہ تیرے ادب کو اور زیادہ کرے بے شک میرے نانا جان اور آپ کے اصحاب ام ایمن رضی اللہ عنہا جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پالا تھا اس کی وفات کے بعد زیارت کیا کرتے تھے۔

واضح رہنا چاہیے کہ سیّدنا عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ (آپ کے شوہر) کا مزار دمشق کے جامع صغیر نامی قبرستان میں ہے۔

کون زینب

مہکا گئی جو اپنے چمن کی کلی کلی
جس نے حسینیت کو سجایا گلی گلی

کانٹوں بھرے سفر میں جہاں تک چلی چلی
لیکن سکھا گئی جہاں کو علی علی
اسلام بچ گیا یہ اس کا کمال تھا
ورنہ خدا کے دیں کا تعارف محال تھا

ہر چند اس کے باغ کی ہر شاخ جھڑ گئی
لیکن مثالِ برق، ہواؤں سے لڑ گئی
بھائی کے ساتھ ساتھ اصولوں پہ اڑ گئی
زینب ضمیر سنگ میں آئینے جڑ گئی
بھائی سے یوں بہن نے تڑپ کر علم لیا
آخر یزیدیت کو فتح کر کے دم لیا

طاعت میں بے مثال، شجاعت میں بے بدل
قدموں میں بھی ثبات، ارادوں میں بھی اٹل
سیرت میں بردبار، بصیرت میں بے خلل
معیار باوقار تو گفتار برمحل
انساں کو زندگی کا قرینہ سکھا گئی
زینب حسینیت کو بھی جینا سکھا گئی

زنداں میں حریت کے دریچوں کو واہ کیا
ہر فرض گردگار، اجڑ کر ادا کیا
اسلام کو حسین سا بھائی عطا کیا
پھر بھی یہ پوچھتے ہو کہ زینب نے کیا کیا؟

دین کی خزاں کو تھی جو ضرورت بہار کی
زینب نے ہنس کے چادر زہراء نثار کی

پردے میں رہ کے ظلم کے پردے الٹ گئی
پہنچی رسن تو ظلم کی زنجیر کٹ گئی
نظریں اٹھیں تو جبر کی بدلی بھی چھٹ گئی
لب سی لیے تو ضبط میں دنیا سمٹ گئی
بولی تو پتھروں کو پگھلنا سکھا گئی
انساں کو لغزشوں میں سنبھلنا سکھا گئی

مریم مزاج' عرش مکاں' آسماں قدم
عصمت مآب' خلد زمیں' کہکشاں حرم
زہراء شعور' حاجرہ خو' مصطفیٰ حشم
خالق صفت' کلیم زباں' مرتضیٰ کرم
بہر ستم یہ صبر کی شمشیر بن گئی
زینب دیار شام میں شبیر بن گئی

روح وفا مزاج حیا' پیکر حجاب
وہ جس کے سائے سے بھی گریزاں تھا آفتاب
لیکن گہن میں دیکھ کے زہراء کا ماہتاب
آیا کچھ اس طرح سے طبیعت میں انقلاب
بعد از حسین' صبر کی عکاس بن گئی
بنت علی جلال میں عباس بن گئی

گرتے ہوئے علم کو سنبھالا کچھ اس طرح
بھائی کے خوں سے دیں کو اجالا کچھ اس طرح
تاج شہی فضا میں اچھالا کچھ اس طرح
نطق پدر میں لہجے کو ڈھالا کچھ اس طرح
ہر بات ذوالفقار کی جھنکار بن گئی
پردہ نشیں تھیں، حیدر کرار بن گئی

کھلنے لگی وہ بات جو اب تک تھی راز میں
آیا جو زلزلہ سا ضمیر حجاز میں
یہ احتجاج بارگہ بے نیاز میں
یارب سر حسین کٹے اور نماز میں
یہ کہہ کے جب حسین کو دیکھا تو رک گئی
زینب خموش ہو کے سکینہ پر جھک گئی

حصہ دوم

ایک ضروری بات

واقعۂ کربلا آئندہ صفحات میں آپ (خلاصۃً) پڑھیں گے یہ میں نے زمانۂ طالب علمی میں اہل سنت کے مختلف جید علماء کرام سے خود بنفس نفیس سنا اور کچھ علماء جو میری ہوش سے پہلے انتقال فرما چکے تھے۔ ان کی تقاریر جو اس موضوع پر تھیں وہ کیسٹوں کے ذریعے صفحۂ قرطاس پر لائی گئیں اور سب سے زیادہ اس واقعہ کا مواد سید السادات پیر سیّد محمد یعقوب شاہ صاحب آف پھالیہ رحمۃ اللہ علیہ کی دو تقریروں سے اکٹھا کیا گیا۔ جو انہوں نے منڈی مرید کے میں ایک سال کے وقفے سے فرمائیں۔ اس کے بعد شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی واقعہ کربلا کے موضوع پر اب بھی تین کیسٹوں پر مشتمل تقاریر (خطبات جمعہ) دستیاب ہیں' سے کچھ استفادہ کیا گیا۔ اسی لیے واقعہ کربلا جو خلاصۃً لکھا گیا ہے' اس میں حوالہ جات کا اہتمام پوری طرح نہیں ہو سکا اور میرے خیال کے مطابق قارئین کرام اس واقعہ کی تلخیص پڑھ کر خود ہی میری مجبوری کو سمجھ جائیں گے کہ علماء کرام کے بیانات کتب کی عبارات کا ماحصل اور نچوڑ ہوتے ہیں۔ لہٰذا اگر ہر بات پر حوالہ نہ بھی مل سکے تو کوئی اتنی بڑی قباحت لازم نہیں آتی (کیونکہ مقررانہ انداز میں مقررین کے لیے ہے) اور ویسے بھی میری یہ کتاب خاص طور پر واقعہ کربلا کا چیپٹر غلامان شہدائے کربلا کے لیے ہے جو بہر حال ان کی ہر عظمت پر سر تسلیم خم کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں تاہم باقی موضوعات میں حوالوں کا پورا اہتمام کیا گیا ہے۔ باقی رہا اشعار کی کثرت کا معاملہ تو وہ میرا اپنا ذاتی ذوق ہے جس کی میں نے تسکین کی ہے۔ وہ جس کے بھی ہیں مجھے اس سے غرض نہیں ہے بمطابق حدیث ان من الشعر حکمۃ. الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن فحیث وجدھا فھو احق بھا (اب آیئے جہان کربلا کی طرف)۔

غلام حسن قادری

جہانِ کربلا

سب جہانوں سے الگ ہے اک جہان کربلا
پرچم حق و صداقت درمیانِ کربلا

کربلا ہے خون سے لکھی گئی اک داستاں
ہے وفاؤں کا سمندر ہر جوانِ کربلا

ذات بھی قرباں ہوئی سب کچھ لٹا کر چل دیے
ثبت ورق دہر پر کر کے پیامِ کربلا

سر جھکانے کو فقط اک بارگاہ اک آستاں
جبر کے سینے میں خنجر عاشقانِ کربلا

گلشن طیبہ کی کلیاں وہ نبی کے لاڈے
شان حیدر کے امین بنتے ہیں شانِ کربلا

سفر صحرا دھوپ گرمی اور شدت پیاس کی
کس قدر ثابت قدم ہیں غازیانِ کربلا

ننھی جانوں تک کو یہ سب مرحلے درپیش ہیں
کیا انوکھا امتحاں ہے امتحانِ کربلا

گرد میں صدیوں کی دب جائینگے سارے واقعات
روشنی دیتا رہے گا کاروانِ کربلا

(سیماب اویسی)

واقعہ کربلا کی تلخیص

۲۲ رجب المرجب ۵۹ھ کو صحابی رسول ﷺ محب اہل بیت اطہار کاتب وحی خال المسلمین سیدنا حضرت امیر معاویہ بن حضرت ابو سفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا دمشق میں وصال باکمال ہوا اور یزید پلید تخت نشیں ہو گیا۔ تخت حکومت پر براجمان ہوتے ہی اس کو فکر لاحق ہوئی کہ سب سے پہلے مجھے ان لوگوں کی خبر لینی چاہیے جو مجھے امیر تسلیم کرنے پر رضا مند نہیں ہیں تاکہ ان کو اپنا مطیع و تابع بنا سکوں۔ دنیائے اسلام میں اس وقت چند شخصیات (جن میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام سرفہرست ہے) مرجع خلائق تھیں۔ چنانچہ یزید نے اس وقت کے مدینے کے گورنر (ولید بن عقبہ) کو خط لکھا کہ حسین ابن علی عبدالرحمٰن بن ابی بکر عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہم) سے فوراً میری بیعت لو بالخصوص یزید کو حضرت امام حسین اور حضرت ابن زبیر کی طرف سے یہ خطرہ تھا کہ ان میں سے کوئی اپنی حکومت کا اعلان کر کے بیعت نہ لینا شروع کر دے گورنر مدینہ ولید بن عقبہ نے اپنے نائب مروان سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا تو اس بد بخت نے کہا! ہاں ہاں بالکل ٹھیک ہے اگر یہ حضرات یزید کی بیعت پر رضا مند نہ ہوں تو کوئی لحاظ نہ کیا جائے اور ان کو قتل کر دیا جائے (ہر چہ بادے باد جو ہو گا دیکھا جائے گا) چنانچہ ولید بن عقبہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کی خبر سنانے کے ساتھ ہی یزید کی تخت نشینی اور اس کی حکومت کو تسلیم کرنے کے لیے بیعت کی بات کی۔ حضرت امام حسین نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال پر افسوس کا اظہار فرمایا اور یزید کی بیعت کے بارے میں فرمایا یہ

کام خفیہ طور پر نہیں ہو سکتا اہل مدینہ کو بلا لو وہ جو فیصلہ کریں مجھے اعتراض نہ ہو گا لیکن میں نے یزید کے بارے میں یہ ضرور سنا ہے کہ اس کا طریقہ زندگی خلفائے راشدین کے طریقے سے ہٹ کر ہے وہ شراب بھی پیتا ہے نمازیں بھی ضائع کرتا ہے' حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتا۔ محرمات سے نکاح کو جائز کہتا ہے اور جائز و ناجائز میں فرق نہیں کرتا۔

ولید چونکہ صلح پسند اور شریف النسب تھا اس لیے اس کو امام حسین کی بات پسند آئی جبکہ ابن کثیر کے مطابق مروان نے ولید کو کہا! تو نے موقع ضائع کر دیا ہے اب حسین تیرے ہاتھوں سے نکل جائیں گے' تو نے ان کو موقع ہی کیوں دیا ہے اگر بیعت کر لیتے تو فبہا ورنہ تلوار سے فیصلہ کر دیا جاتا۔ ولید نے کہا! افسوس ہے تجھ پر اے بدبخت! تو مجھ سے لخت جگر بتول کا خون کرانا چاہتا ہے؟ بخدا! جس نے حسین کا خون بہایا وہ کبھی نجات نہ پائے گا۔

ے آں امام عاشقاں پور بتول (رضی اللہ عنہ)

سرو آزاد زبستان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

روایت میں ہے کہ گورنر ہاؤس میں جاتے ہوئے امام حسین کے ساتھ تیس مسلح جانباز تھے جن کو آپ نے دروازے پر کھڑا کر دیا اور فرمایا! اگر خطرہ محسوس کرو' تو کوئی کاروائی کرنا ورنہ ہرگز کوئی اقدام نہ کرنا۔

جب مروان نے قتل حسین کی بات کی تو امام حسین نے اس کو جواباً فرمایا! یہ کس کا کلیجہ ہے کہ ایسا ارادہ دل میں لائے' میری جانب نظر اٹھائے۔ جو میرے قتل کا عزم کرے گا' میرے مرنے سے پہلے وہ خود مرے گا۔ اسی کے خون سے زمین کو سرخ کر دیا جائے گا۔ اور اس کے گلستان حیات کو صرصر ممات سے پائمال کر دیا جائے گا۔ اے مروان تیری یہ جرات کہ مدینے شہر میں میرے قتل کی بات کرے' تو تو کیا؟ کوئی متنفس بھی یہاں مدینہ میں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور میں سوائے کربلا کے کسی اور جگہ شہید نہیں ہوں گا کہ میرے نانا نے میری پیدائش سے بھی پہلے یہ خبریں دنیا کو سنا دی ہیں۔

ے تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

جو دن کو کہہ دیا شب ہے تو رات ہو کے رہی

جب یہ آوازیں بلند ہو رہی تھیں تو دروازے پر کھڑے تیس مسلح جوانوں نے چاہا کہ

اندر گھس کر مروان کا کام تمام کردیں لیکن امام حسین جلدی سے باہر تشریف لائے اور ان جاں نثاروں کو لے کر واپس آ گئے۔

بعد میں ولید نے مروان کو کہا! ویحک یا مروان! اے مروان تیرا برا ہو تو مجھ سے کیسا مطالبہ کر رہا ہے واللہ! اگر مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو امام حسین کا خون ناحق اپنے سر پر نہ لوں گا کیونکہ مجھے ایک دن اپنے خدا کے پاس جانا ہے اور اپنے نبی کو منہ دکھانا ہے۔

روز جزا کشندۂ فرزند مصطفیٰ
بے شبہ لائق درکات جہنم است
بس کور دل کسے کہ کند قصد سروری
کز نور چشم سیّد اولاد آدم است

گورنر مدینہ نے یہ سارا حال لکھ کر یزید کو بھیجا تو اس پلید نے بھی وہی کہا جو مروان بدبخت نے کہا تھا اور اس کے بدلے بہت سارا لالچ بھی دیا گیا مگر ولید نے سب کچھ ٹھکرا دیا اور کہا! دوزخ کے اس راستے پر قدم بھی نہ دھروں گا نہ کسی لالچ میں آؤں گا اور نہ ہی یزید کے ظلم و ستم سے مجھے کوئی باک ہے۔

رسول پاک پر بھیج اے خدا درود و سلام
علی و فاطمہ، حسن و حسین پر بھی مدام

روضۂ انور پر آخری سلام

درپیش ہے اب گنبد خضراء کی جدائی
اے سرور عالم تیری رحمت کی دھائی

اس کے بعد بھی کئی خطوط ولید کو یزید کی طرف سے آئے اور ولید وہ خطوط امام عالی مقام کو دکھاتا رہا چنانچہ جب امام کو یقین ہو گیا کہ اب یہ لوگ مجھے یہاں رہنے نہیں دیں گے تب آپ نے رات و رات کوچ کا ارادہ فرمایا! گھر والوں کو تیاری کا حکم دیا اور خود جلوہ گاہ قدسیاں سیّد عالمیاں، دستگیر بے کساں اور اپنے پیارے نانا جان کے روضۂ منورہ پر حاضر ہو گئے۔ روتی ہوئی آواز میں عرض کیا!

؎ یہ سوزش آہ نے کیسی لگادی آگ اے نانا
جلا جاتا ہے من اپنا' پُھکا جاتا ہے تن اپنا
نہ کوئی یار نے غمخوار نے مونس نے ہمدم
سنائیں کس کو ہم درد وغم و رنج ومحن اپنا

اے نانا جان! میری زندگی کے سہارے اور اپنے راج دلارے بھائی حسن کو بھی آپ نے اپنے پاس بلا کر سلا لیا' اب میری بے کسی پر کون کڑھے اپنا درد دل آپ کے سوا کس سے کہوں۔

؎ اسی دن کے لیے پالا تھا مجھ کو آپ نے نانا
اسی کے واسطے تھا ماں کا مجھ کو دودھ پلوانا
اسی کے واسطے جبریل گہوارہ جھلاتے تھے
ہمیشہ میوے جنت کے وہ لا لا کر کھلاتے تھے

اے نانا جان! اس وقت دنیا سو رہی ہے اور آپ کا بیٹا حسین مدینہ چھوڑنے کی تیاری کر رہا ہے۔

؎ سلام اے جد امجد اے مرا منہ چومنے والے
مجھے دوش نبوت پر بٹھا کر گھومنے والے
ذرا نظریں اٹھا کر دیکھو! کس کا نور عین آیا
میرے نانا تیرے در پر تیرا پیارا حسین آیا

اے نانا جان! میں وہی حسین ہوں' جسے آپ کندھوں پر اُٹھایا کرتے' گود میں بٹھایا کرتے' کبھی چوما کرتے کبھی سونگھا کرتے اور جس کے لیے فرمایا کرتے کہ میرا حسین جنت کا پھول ہے۔

جس مدینہ کو چھوڑتے ہوئے جانوروں پر بھی رقت طاری ہو جاتی ہے' خدا ہی جانتا ہے اس مدینہ والے کے نواسے کی حالت کیا ہو گی جو مدینے میں پلا بڑھا' جوان ہوا اب بڑھاپا آ گیا اور مدینے والے کے کندھوں پر سوار ہو کر مدینے کی گلیوں میں سیر کرتا رہا۔ اس حسین ابن حیدر پر لاکھوں سلام۔

؎ ہتھ جوڑ امام نے عرض کیتی تیرا پیارا حسین ذیشان چلیا
تیری مہر نبوت تے بہن والا چڑھ کے نیزے تے پڑھن قرآن چلیا
ویکھ زینب سکینہ تے شہر بانو نالے اکبر عباس جوان چلیا
اساں فیر مسافراں آوناں نہیں تیرے دین توں ہون قربان چلیا

حسین رضی اللہ عنہ کے مدینے کو چھوڑنے کا غم کون جان سکتا ہے؟ یا نانا جان سکتا ہے یا نواسہ جان سکتا ہے جس نے مدینہ چھوڑتے ہوئے اپنے نانا جان کے مدینے کو ان الفاظ میں دعا دی۔

؎ نانا تیرے کرم کے خزینے کی خیر ہو
میں جا رہا ہوں تیرے مدینے کی خیر ہو

عرض کیا! کیوں جا رہا ہوں؟ اگرچہ مدینہ چھوڑنے کے الفاظ سن کر ہی کلیجہ منہ کو آتا ہے مگر پھر بھی جا رہا ہوں تو صرف اس لیے کہ۔

؎ مجھے جانا پڑے گا عظمت اسلام کی خاطر
نبی کے دین کی خاطر' خدا کے نام کی خاطر
نہیں جاتا تو پھر حیدر کے گھر کی آن جاتی ہے
تمہارا دین میری غیرت ایمان جاتی ہے
میں جاتا ہوں کہ دنیا میں وفا کا نام رہ جائے
مرا کچھ نہ رہے لیکن خدا کا نام رہ جائے

یہ عرض معروض ہو ہی رہی تھی کہ نیند سی آ گئی اور ملائکہ کی فوج ظفر موج کے جھرمٹ میں کملی والا آ گیا تھاں تھاں سویرا ہو گیا۔ نانا نے اپنے نواسے کو گلے لگایا' پیار کیا دلاسہ دیا' پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا! بیٹا۔

اہل بیت مصطفیٰ کا نام صبر وشکر ہے
جانشین مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا کام صبر وشکر ہے

خواب ہی خواب میں نواسہ عرض کناں ہوا

قلق ہے درد ہے افسوس ہے حسرت ہے نالہ ہے　　مرا سب عالم بالا سے عالم ہی نرالا ہے
خبر لو میری اے نانا کہ مجھ پر زیست بھاری ہے

امام الانبیاء نے اپنے نواسے اور اپنی آنکھوں کے تارے کو صبر کی تلقین فرمائی اور کوہ جبر دل پر دھرنے کی تعلیم دی اور فرمایا!

؎ سر کٹانا راہ حق میں عاشقوں کا کام ہے
درحقیقت عشق صادق بس اسی کا نام ہے

؎ نہ بھائی نہ ابا تیرا صابر شاکر رہنا
جو جو ظلم یزیدی کرن نال صبر دے سہنا

مزید فرمایا! بیٹا حسین! تیرے اوپر مصائب کے پہاڑ ٹوٹیں گے غم کی آندھیاں چلیں گی، تیری اولاد تیری آنکھوں کے سامنے ذبح کی جائے گی لیکن خبردار! جنتی جوانوں کے سردار ہو اپنے نانا کا فرمان عالی شان نہ بھولنا لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔ فاسق و فاجر کے ہاتھ پر بیعت نہیں ہوسکتی۔

؎ چڑھ جائے کٹ کے سر ترا نیزے کی نوک پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول
کیونکہ

؎ حالات کے قدموں میں مرد قلندر نہیں گرتا
ستارہ ٹوٹ بھی جائے تو زمین پر نہیں گرتا
دریا تو سمندر میں گرا کرتے ہیں اکثر
سمندر کبھی دریا میں لیکن نہیں گرتا

امام عالی مقام نے اپنے نانا جان کی ہمت و جرات، حُریت و آزادی سے معمور نصیحت سنی اور آپ کے قدموں کی طرف نظر جھکا کر اشارہ کیا اور کہا۔

؎ سر تک بھی اگر کاٹ کے پھینکیں گے ہمارا
ہم آپ کے قدموں کی قسم اُف نہ کریں گے

قبر فاطمۃ الزہراء پر آخری حاضری

؎ میری قسمت میں اگر غم اتنے تھے
دل بھی یارب کئی دیئے ہوتے

امام عالی مقام اپنی امی جان کی قبر انور پہ حاضر ہو کر قبر انور سے لپٹ گئے اور رو رو کر عرض کرنے لگے۔

؎ اے میری ماں لیجئے میرا سلام
روضے پر حاضر تمہارا ہے غلام
تم تو سدھاریں سوئے باغ جناں
چھوڑ کر مجھ کو تن تنہا جان

اے مادر مہربان! موت کا ڈر نہیں مرنا تو حق کی راہ ہے مجھے تو آپ کی بارگاہ کی جدائی کا غم کھائے جا رہا ہے' آپ کی بارگاہ میں یہ دعا لینے کے لیے حاضر ہوا ہوں کہ راہ حق میں اپنے جگر کے ٹکڑوں کی قربانیاں ہمت سے دوں۔

؎ دل زہراء پہ کیسا داغ ہوا
آج گھر میرا بے چراغ ہوا
اب مدینہ اجاڑ ہوتا ہے
ہر بشر زار زار روتا ہے

قبر انور سے آواز آئی بیٹا! میں وعدہ کرتی ہوں کہ جب تو میدان کارزار میں گرے گا تو میری گود تجھے سنبھالنے کے لیے کھلی ہوگی۔

ایک پنجابی شاعر نے حضرت فاطمۃ الزہراء کی قبر انور پر امام حسین اور بی بی زینب کی حاضری کا یوں نقشہ کھینچا ہے۔

؎ پڑھ کے فاتحہ ماں دی قبر اُتے اَتے شاہ حسین پکار دا اے
میرا بولیا چالیا معاف کرنا' ایہہ سلام ہُن آخری وار دا اے
تیری گود اندر لکھاں سکھ پائے ہُن دکھاں دا بھار پیا مار دا اے

میرے خون دی دین نوں لوڑ پے گئی تائیوں کربلا تخت اسوار دا اے
جھپا مار کے ماں دی قبر اتے بی بی پاک زینب کرلان لگی
آخر کار اوہ وقت دی آن پہنچا لکھیاں جو تقدیر نوشتیاں نیں
دھیاں جدوں رسول دیاں باہر آئیاں لیاں اکھیاں میٹ فرشتیاں نیں
پنچھی مار اڈاریاں غائب ہو گئے حوراں تڑفیاں عرش عظیم کمبیا
بندے بشر کی! پتھر وی رون لگ پے روضہ پاک جاں دُرِّ یتیم کمبیا

امام عالی مقام اپنی امی جان کی قبر انور سے فارغ ہوئے تو اپنے بھائی حسن مجتبیٰ کی قبر پر گئے اور سلام محبت عرض کرتے ہوئے یوں گویاں ہوئے! اے بھائی! آپ نے جب سے منہ موڑا ہے ہر طرف سے رنج و مصائب نے مجھے گھیر لیا ہے سارا جسم سنگ غم سے چور چور ہے اور خوشی سے کوسوں دور ہے، آپ کے ہوتے ہوئے آپ کو دکھ سکھ سنا لیتا تھا اور اب؟

؎ کیا تکلیف ہے کہ بے آب و خورش جیتا ہوں
زخم دل کھاتا ہوں خون جگر پیتا ہوں

حسن مجتبیٰ نے بھی اپنے چھوٹے بھائی کی راہنمائی کرتے ہوئے یوں ڈھارس بندھائی کہ میرا صبر و شکر تیرے سامنے ہے کہ سات بار زہر ہلاہل پی لیا، جگر ایک سو ستر ٹکڑے ہو کر باہر آ گیا مگر صبر و شکر کرتے ہوئے تیرے اصرار کے باوجود بھی اپنے قاتل کا نام تک نہ بتایا۔ تو اگر چہ مجھ سے عمر میں چھوٹا ہے مگر تجھ پر آنے والے مصائب بہت بڑے ہوں گے، تو اے میرے پیارے حسین!

؎ سو طرح کی تم پر آئے گی بلا اے نور عین
ہر زمام صبر کو مت چھوڑنا ہرگز حسین
شاہ دیں نے سن کے ان باتوں کو پھر اک آہ کی
اور کہا حاضر ہوں جو مرضی میرے اللہ کی

مدینے سے شہید کربلا مکے کو جاتے ہیں!

سر الشہادتین کے مطابق ۳ شعبان اور دیگر روایات کے مطابق ۲۷ رجب کو جس رات

نانا امت کی بگڑی بنانے عرش پر جلوہ گر ہوا اسی رات نواسہ امت کے ظلم وستم کا نشانہ بننے کے لیے مدینہ چھوڑ کر سوئے کربلا روانہ ہو رہا ہے۔ وہ کیسی خوشی کی رات تھی اور یہ کیسی غم واندوہ سے بھرپور رات ہے۔ اپنا اپنا فرض ہے دونوں ادا کرتے رہے

؎ اقرباء سے وداع ہونے لگے
گلے مل مل کے خوب رونے لگے

سبز گنبد سنہری جالیوں کے مکین کے دین کے تحفظ کی خاطر ایسی قربانی امام حسین ہی دے سکتے ہیں، ایک کہرام تھا کہ مدینے والے مدینہ چھوڑ کے جا رہے ہیں، بزرگوں نے حسین کا دامن تھام لیا، جوانوں نے علی اکبر کے قدم پکڑ لیے، عورتوں نے زینب پاک کے قدموں پر چادر رکھ دیں، بچے علی اصغر کے قدم چوم کر عرض گزار ہوئے' نہیں نہیں بلکہ مدینے کی خاک کا ذرہ ذرہ زبان حال سے کہہ رہا تھا۔

؎ اے تماشا گاہ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا می روی

اے حسین! زمانہ تجھے دیکھنے کے لیے مدینے آتا ہے تو کس کو دیکھنے کے لیے مدینہ چھوڑ کر جا رہا ہے اور امام حسین جواب دیتے!

؎ منم محو خیال اونمی دا نم کجا رفتم
شدم غرق جمال او نمی دانم کجا رفتم

(میں اسی ذات احد کے جلولے کے نظارے کے لیے کربلا کی ریت پر سجدہ کرنے جا رہا ہوں اور اسی کے جمال میں غرق ہونے کے لیے جا رہا ہوں)

حسین مدینہ سے نکلے تو یوں محسوس ہوا کہ پھول سے خوشبو نکل کے جا رہی ہے یا جسم سے جان رخصت ہو رہی ہے۔ اے حسین! مدینے کے کوچہ و بازار تیرے قدموں کو کبھی نہ بھولیں گے۔

؎ گلی گلی مدینے دی چیخ اٹھی جدوں کربلا دا شہسوار ٹریا
ایہہ تے جگرا حسین دا جاندا اے کیویں چھڈ کے بیٹی بیمار ٹریا

ڑدا کوئی نہیں گھراں چوں انج جویں، اج فاطمہ زہرا دا لال ٹریا
روندا ہویا حسین ذی شان صائم جندرے اماں دے گھرنوں مار ٹریا

امام حسین نے پنی پیاری اور بیمار بیٹی حضرت صغریٰ کو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے کیا اور قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے مدینہ شریف کو الوداع کیا

قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا هو مولٰنا۔ وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون (التوبہ:۵۰)

فرما دیجئے کہ ہمیں ہرگز (کوئی مصیبت) نہیں پہنچ سکے گی مگر وہی جو ہمارے اللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے اور اللہ پر ہی بھروسہ رکھنا چاہیے اہل ایمان کو۔

بعض روایات میں مندرجہ ذیل آیہ قرآنی کو تلاوت کرتے ہوئے مدینہ چھوڑنے کا اور مکہ شریف کو روانہ ہونے کا ذکر موجود ہے

ولما توجه تلقاء مدین قال عسٰی ربی ان یهدینی سواء السبیل۔
(القصص!۲۲)

اور جب وہ (موسیٰ علیہ السلام اللہ کی توفیق سے) مدین کی طرف گئے تو (اپنے رب سے یوں) دعا کی! امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ پر چلائے گا۔ (یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کے پیارے نواسے کے لیے سیدھی راہ کے تمام اسباب فراہم کر دیے کیونکہ یہ راہ راہ شہادت تھی جس پر آپ گامزن تھے توفیق الٰہی ہر قدم پر ان کی راہ نمائی کر رہی تھی اور خدا کے نبی روضہ انور میں ہر لمحہ ان کے لیے دعا گو تھے اللهم اعط الحسین صبرا واجرا۔ اے اللہ! میرے حسین کو صبر بھی عطا فرما اور اجر بھی۔

امام حسین نے مدینہ کے درو دیوار پر اور روضہ سرکار ابد قرار پر آخری نظر دوڑائی اور فرمایا!

اے شگوفو! السلام، اے خفتہ کلیو! السلام
اے مدینے کی نظر افروز گلیو! السلام

مکی مدنی آقا کا نواسہ مکے میں داخل ہوتا ہے

مدینہ سے مکہ آتے ہوئے امام حسین کو بہت سارے لوگ ملے جو بھی ملتا، پوچھتا! اے پیارے حسین! یہ کیا بے قراری ہے کیوں روضۂ انور، رشک خلد بریں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپ فرماتے

؎ رشتہ درگرد نم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

میرے محبوب حقیقی نے میرے گلے میں (تقدیر کی) رسی ڈالی ہوئی ہے، اب جہاں اس کا دل چاہے مجھے لے جائے۔

ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ مطیع راستے میں ملا اور اس نے آپ سے عرض کیا!

؎ کردۂ عزم سفر حفظ خدا یار تو باد
فضل حق از ہمہ آفات نگہدار تو باد

کہ اللہ تعالیٰ اس سفر میں آپ کا مددگار ہو۔ اللہ کا فضل آپ کی حفاظت فرمائے۔

عبداللہ مطیع نے مشورہ دیا کہ میری مانیں تو حرم کعبہ میں بیٹھ جائیں۔ مکہ والے آپ پر سو جان سے نثار ہوں گے، کوفے جانے کا ارادہ نہ ہی فرمائیں تو بہتر ہوگا۔ آپ نے اس کو دعا دی اور فارغ کر دیا۔

آپ کی سواری مکہ شریف کے قریب پہنچی تو تمام اہل مکہ نے باہر نکل کر استقبال کیا اور یہ ترانہ پڑھا۔

؎ جن سے روشن ہے مدینہ وہ قمر آتے ہیں
جن کا معدن ہے نجف میں وہ گہر آتے ہیں
حضرت سرور عالم کے سپر آتے ہیں
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لخت جگر آتے ہیں
جن کا گھر عرش پہ ہے وہ مرے گھر آتے ہیں
واہ قسمت! کہ چراغ حرمین آتے ہیں
اے مسلمانو! مبارک ہو حسین آتے ہیں

اور جب بمطابق ایک روایت کے ۴ شعبان المعظم ۶۰ھ کو آپ کی سواری اس مقدس شہر مکہ میں داخل ہوئی جہاں آپ کے نانا جان نے اپنی حیات ظاہری کے ترپن سال گزارے تھے تو شہر مکہ رشک طور بن کر آپ کا استقبال کرنے لگا اور زبان حال سے پکار اٹھا

؎ مرحبا اے اہل مکہ مرحبا
مرحبا صد مرحبا صد مرحبا
آج نور مصطفیٰ کی دید ہے
آج ہی اہل حرم کی عید ہے
آمد شبیر کی کیا دھوم ہے
دھوم ہے کیا دھوم ہے کیا دھوم ہے
آمد آمد ہے میرے سردار کی
آمد آمد ہے شہِ ابرار کی
آمد آمد مالک جنت کی ہے
آمد آمد نور پیغمبر کی ہے
آمد آمد ہے حسین پاک کی
آمد ہے پسر شہِ لولاک کی

مکہ کا گورنر سعد بن عاص تھا اس نے آپ کی عظمت وشان، مرتبہ ومقام کے پیش نظر کوئی تکلیف نہ دی چنانچہ، شعبان، رمضان، شوال اور ذیقعد کے چار مہینے آپ نے امن و سکون سے گزارے حرم کعبہ میں پانچوں وقت باجماعت نمازیں پڑھائیں۔ ادھر کوفیوں کو پتہ چل گیا کہ امام حسین مدینہ سے مکہ آگئے ہیں چنانچہ انہوں نے خطوط لکھنے شروع کر دیے۔ دوسو سے لے کر بارہ، ساٹھ اور ستر ہزار خطوط کا ذکر روایات، کتب تواریخ بلکہ کتب شیعہ میں بھی ذکر ہے۔ اہل مکہ اور کئی جید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی یہی مشورہ دیا کہ کوفیوں کی بے وفائی مشہور ہے اور پھر آپ کے والد اور بھائی کو بھی شہید کر چکے ہیں، لہٰذا آپ وہاں جانے کا ارادہ ترک فرما دیں۔ مگر آپ اپنے ارادے پر کوہ استقامت بن کر ڈٹے رہے (اُس دور کے خارجیوں کا اور آج کے دور کے اسراریوں اور وہابیوں کا اس کو ضد کہنا یہ ان کی اپنی ضد

اور عناد ہے المرء یقیس علی نفسہ۔ جو نبی کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں امام حسین ان کی نگاہوں میں کیا شی ہیں تاہم ہماری بات تو محبانِ امام حسین سے چل رہی ہے) کہ امام کے پاس جانب کوفہ ضرور جانے کا شرعی عذر بھی تھا اور وہ یہ تھا۔

امام حسین نے مکہ کیوں چھوڑا؟

۱- اس وجہ سے کہ آپ جانتے تھے کہ یزید فاسق و فاجر ہے اور کوفہ والے بار بار خط بھی لکھ رہے تھے پھر بھی آپ کے نہ جانے کا مطلب یہ لیا جاتا کہ آپ ان کو ایک فاسق و فاجر اور ظالم کے سپرد کر رہے ہیں، بروز قیامت اگر وہ اللہ کی بارگاہ میں یہ شکایت کریں کہ ہم حق کے امام کو بلاتے رہے مگر یہ تیرے گھر کی پناہ لے کر بیٹھے رہے اور ہمیں ایک خونخوار کے آگے پھینک دیا لہٰذا ہم نے مجبور ہو کر اس کی بیعت کی۔ امام حسین اس بات سے بھی پریشان تھے کہ کوفیوں کے اس عذر کا وہ خدا کے ہاں کیا جواب دیں گے۔

۲- امام عالی مقام نے مکہ میں ٹھہرنے کا مشورہ دینے والوں کے سامنے دوسری وجہ خود بیان فرمائی۔ سمعت ابی وقال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول ان کبشا یستحل بہ مکۃ فلا اکون اناذلک الکبش (سرالشہادتین)

میں نے اپنے باپ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے خود سنا کہ انہوں نے فرمایا! میں نے حضور علیہ السلام سے خود سنا کہ ایک دنبے کے ذریعے مکہ مکرمہ کی حرمت پامال کی جائے گی۔ پس میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ دنبہ میں ہی نہ بن جاؤں۔ امام حسین کے علاتی بھائی (باپ کی طرف سے سگے بھائی) آپ کا یہ فرمان سن کر اتنا روئے کہ منہ دھونے کی مقدار پورا ایک طشت آنسوؤں سے بھر گیا۔ تمام اہل مکہ رنجیدہ ہو گئے اور ہر شخص مبتلائے الم ہوا۔

(عناصر الشہادتین)

کربل کی ہے یاد آئی، اب رونے رلانے دو
سوئے ہوئے پہلو میں، سب درد جگانے دو
صغریٰ سے کہا شاہ نے مت روک مجھے بیٹی
دیں لٹتا ہے نانے کا، سر دے کے بچانے دو

اکبر کی شہادت پر، زینب سے کہا! شاہ نے
ارمانوں کا یہ لاشہ، اب مجھ کو اٹھانے دو
بن جانا تمہیں دلہن، رک جاؤ! ذرا حورو
قاسم کو شہادت کے، سہرے تو سجانے دو
شبیر ہوں زہرا کا، ہے دودھ پیا میں نے
اس دودھ کی کربل میں، اب لاج نبھانے دو
قرآن میرا دل ہے، قرآن کی میں جاں ہوں
قرآن کو نیزے پر، قرآن سنانے دو
پیاسا ہوں تو پھر کیا ہے، تازہ ہے لہو میرا
ہر تیر کو آنے دو ! اور پیاس بجھانے دو
شبیر کا غم صائم، گر دل میں ہی رکھنا ہے
ہم درد کے ماروں کو، پھر آنسو بہانے دو

امام عالی مقام نے عقلی ونقلی دلیل دے کر بڑے بڑے اہل علم کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ باب مدینۃ العلم کے بیٹے، امام الانبیاء اور مدینۃ العلم کے نواسے اور فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لخت جگر جو تھے۔

علی ولی کے پسینے سے پھول بنتے ہیں
انہی کے نقش قدم سے اصول بنتے ہیں
علی کے لعل کی منزلت مت پوچھ
اسی حسین کی سواری رسول بنتے ہیں

فراستِ حسینی

تاہم امام عالی مقام نے اتنا ضرور کیا کہ جب بزرگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ مشورہ دیا کہ اگر آپ نے ضرور ہی جانا ہے تو اپنے جانے سے پہلے کسی کو حالات کی آگاہی کے لیے بھیج دیں، اگر حالات سازگار ہوئے تو تشریف لے جانا ورنہ یہیں پر جلوہ گر رہنا۔

چنانچہ آپ نے اپنے چچازاد حضرت مسلم بن عقیل کو اس کام کے لیے منتخب کیا اور پھر انہوں نے ابتداءً کوفیوں کا جوش و جذبہ دیکھ کر آپ کو خط لکھا اور آپ روانہ ہوئے اور معرکۂ کربلا پیش آیا۔ اس میں آپ کی فراست مومنانہ قابل غور ہے کہ اگر آپ بجائے امام مسلم کے کسی صحابیِ رسول کو بھیجتے یا کسی صحابی کے بیٹے کو بھیجتے اور وہی کچھ ہوتا جو بعد میں سانحہ کربلا کی صورت میں ہو گیا تو دشمنانِ صحابہ رضی اللہ عنہم جن کو آج بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کا نام سن کر تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے، وہ تو ہمارا (اہل سنت کا) جینا محال کر دیتے کہ دیکھا! یہ ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم جنہوں نے خط لکھ کر رسول پاک کا سارا خاندان ذبح کروا دیا۔

امام عالی مقام نے حضرت امام مسلم کو بھیجنے کا فیصلہ فرما کہ محبانِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور غلامانِ اہل بیت رضی اللہ عنہم (اہل سنت وجماعت) کے سر فخر سے بلند فرما دیے اور اپنے نبی کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دامن کو دشمنانِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی لعن طعن کی ناپاک چھینٹوں سے بچالیا۔

اصحاب محمد کے ہم چاہنے والے ہیں
ہم اصل حسینی ہیں اور حسین ہمارے ہیں

فرمایا! ہمارے ساتھ جو ہوتا ہے ہو جائے مگر میرے نانا جان کے جانثاروں کی سیرت کی پاک چادر پہ کوئی دھبہ نہ لگا سکے۔

ہر خموشی کو تکلم کر دیا
موت کو تو نے تبسم کر دیا
تجھ سے کیا رشتہ ہے تاج وتخت کا
تو اجالا ہے جبینِ وقت کا

اور شاید یہی وجہ تھی کہ باوجود اس کے کہ مدینے کی موت شہادت کا درجہ رکھتی ہے کیونکہ مدینے میں مرنے والے مسلمان کے لیے حضور علیہ السلام نے شفاعت کا وعدہ فرمایا ہے۔
آپ کا ارشاد ہے:

من استطاع منکم ان یموت بالمدینه فلیمت بها فانی اشفع لمن یموت بها (رواه احمد والترمذی عن ابن عمر رضی الله عنهما

وقال هذا حدیث حسن صحیح غریب اسنادا ۔ (مشکوۃ ۲۴۰)
جو مدینہ میں مرنے کی طاقت رکھتا ہو وہ مدینہ میں ہی مرے کیونکہ میں مدینہ میں مرنے والے کی شفاعت کروں گا۔

لیکن اس فضیلت کے باوجود حضرت علی المرتضیٰ جیسے باب مدینۃ العلم اپنا مسکن کوفہ میں بناتے ہیں اور وہیں پر شہید ہوتے ہیں

ہم تو یہی کہیں گے کہ اپنے محبوب کے محبوب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت وحرمت کے تحفظ کی خاطر، اس نکتے پر بھی غور کرنا ذرا۔ کیونکہ صحابہ کی محبت ایمان کی سلامتی کا باعث ہے۔

اے عالم دانا بدیں علم غروری
نزدیک بمطلوب نہ ای بلکہ تو دوری
تا خانہ دل را نہ کنی مخزن توحید
حق را نہ نشاسی بدیں کنز وقدوری

اگر واقعہ کربلا کا مطالعہ اور عظمت امام عالی مقام کا نظارہ محبت صحابہ کے سمندر میں ڈوب کر کیا جائے گا تو یہ روشنی بھی جابجا دلوں کی دنیا کو منور کرتی رہے گی۔

روشنی دیتا رہے گا تا ابد خون حسین
شام ہی جس کی نہ ہوگی وہ سحر ہے کربلا
وہ بظاہر سانحہ تھا چند ساعت کا مگر
غور سے دیکھو تو صدیوں کا سفر ہے کربلا

حضرت مسلم بن عقیل کوفہ کو روانہ ہوتے ہیں

حضرت امام عالی مقام نے امام مسلم کو کوفیوں کی طرف حمایت کا خط لکھ کر دیا کہ یہ میرے چچا زاد بھائی ہیں جو حالات کا جائزہ لے کر مجھے خط لکھیں گے تب میں آؤں گا، چنانچہ امام مسلم نے اپنی بیٹی (جس کا نام بھی سکینہ تھا) امام حسین کے حوالے کی اور اپنے دو بیٹوں (محمد اور ابراہیم جو کم سن ہونے کی وجہ سے اپنے والد سے بہت پیار کرتے تھے اور ان کے بغیر ایک لحہ نہیں رہ سکتے تھے) کو اپنے ساتھ لیا اور کوفے پہنچ گئے، مختار بن عبید ثقفی کے

گھر سکونت اختیار کی پورے کوفے میں آپ کے آنے کی خبر پھیل گئی لوگ جوق در جوق آئے اور پہلے ہی دن چالیس ہزار افراد نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کے ساتھ لڑنے مرنے کا عہد کیا، کوفے کے گورنر حضرت نعمان بن بشیر صحابی رسول ہونے کی وجہ سے محبّ اہل بیت بھی تھے انہوں نے ذرا مزاحمت نہ کی، یزید کے ایجنٹوں کو یہ گوارا نہ ہوا کہ یزید کی حکومت ہو اور لوگ کسی اور کے ہاتھ پر بیعت کریں چنانچہ ان میں سے ایک (عمارہ بن یزید بن عقبہ) نے گورنر کو کہا! مسلم کو بیعت لینے سے روکو اور اگر نہ رکیں تو ان کو قتل کر دو۔ حضرت نعمان نے فرمایا! میں بے غیرت نہیں ہوں کہ گورنری بچانے کے لیے خاندان نبوت کا خون بہاؤں۔ گورنری جاتی ہے تو لاکھ بار جائے لیکن محبت آل رسول دل سے کبھی نہ جائے۔

تخت سکندری پر وہ تھوکتے نہیں ہیں
بستر لگا ہوا ہے جن کا تیری گلی میں

جب یزیدیوں نے دیکھا کہ بیعت مسلم کا سلسلہ پھیلتا جا رہا ہے اور گورنر بھی روک نہیں رہا تو انہوں نے یزید کو خط لکھا! اور سارے حالات بیان کر دیے۔ یزید نے والئ بصرہ عبیداللہ بن زیاد بدنہاد کی طرف حکم جاری کیا، کہ بصرے میں اپنے بھائی کو اپنا قائم مقام بنا کر فوراً کوفے کی گورنری سنبھال لے اور نعمان بن بشیر کو معزول کر کے حالات کو اپنے موافق کر چاہے اس کے لیے کتنی ہی قتل و غارت کرنی پڑے، یہ مکار حجازی لباس زیب تن کر کے مغرب و عشا کے درمیان مکہ کی طرف سے آنے والے راستے سے کوفے میں داخل ہوا کیونکہ لوگ امام حسین کی انتظار میں تھے، تا کہ لوگ سمجھیں کہ حسین آ گئے ہیں چنانچہ اس بدنہاد کی مکاری رنگ لائی اور اس کے چہرے پر پردہ ہونے کی وجہ سے لوگوں نے اس کو امام حسین سمجھ کر قدمت خیر مقدم یا بن رسول اللہ (آپ کا آنا مبارک ہوا اے فرزند رسول) کے نعرے لگانا شروع کر دیے۔ جب یہ امام مسلم کے ٹھکانے کی طرف جانے کی بجائے گورنر ہاؤس کو گیا تو لوگوں کے سامنے حقیقت کھل گئی اور کف افسوس ملنے لگے۔ اس نے جاتے ہی حضرت نعمان بن بشیر کو معزول کر دیا اور خود گورنری سنبھال لی۔ اگلی ہی صبح جامع مسجد کوفہ میں اس نے جلسہ بلایا اور لوگوں کو بہت ڈرایا دھمکایا، اس وقت امام مسلم ہانی بن عروہ کے گھر تھے اور ہانی بھی جلسے میں شریک تھے، جلسہ ختم ہوا تو ہانی واپس گھر کو آتے سوچ رہے

تھے کہ اب کیا کیا جائے۔

ابن زیاد نے امام مسلم کی تلاش کے لیے جاسوس بھیج دیے جن میں سے ایک معقل نامی شخص کچھ رقم اور کپڑے لے کر امام مسلم کا حمایتی بن کر ہانی کے گھر بھی پہنچ گیا اور پھر واپس جا کر ساری اطلاع دے دی۔

روایت میں ہے کہ ابن زیاد نے ہانی کو بلا کر ڈرایا اور کہا مسلم کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ تہہ تیغ کر دیئے جاؤ گے مگر ہانی استقامت کے پہاڑ ثابت ہوئے آخر کار ننانوے سال کے ہانی (جو بقول بعض صحابی رسول ہونے کے ساتھ ساتھ بڑا عرصہ حضرت علی المرتضیٰ کی صحبت سے بھی فیض پاتے رہے) ننگا کر دیا اور شکنجے میں کس کر ایک ہزار کوڑوں کی سزا دی۔ ہانی بے ہوش ہو گئے جب ہوش آئی تو فرمایا! اگر مسلم میری بغل میں بھی ہوتے تب بھی تیرے حوالے نہ کروں۔

چنانچہ ہانی کو قید کر دیا اور تمام رؤسائے کوفہ کو نظر بند کر دیا گیا۔ اور ان نظر بندوں کو گورنر ہاؤس کی چھت پر چڑھا کر اپنے اپنے عزیزوں کو امام مسلم کی حمایت سے دستبردار ہونے کا اعلان کروایا گیا، جس سے بہت سارے لوگ امام مسلم کی بیعت سے پھر گئے اور جب امام مسلم کو معلوم ہوا کہ میرا میزبان قید اور کوڑوں کی سزا بھگت رہا ہے تو آپ تلوار لے کر باہر نکلے اور لوگوں کے سامنے آ کر ایسا خطاب فرمایا کہ ایک بار پھر چالیس ہزار تلواریں آپ کے ساتھ آپ کی حمایت میں چمکنے لگیں، اگر آپ حملہ کر دیتے تو کوفہ یزیدیوں سے پاک ہو جاتا مگر آپ صلح پسند ہونے کے ساتھ ساتھ پہل بھی نہ کرنا چاہتے تھے صرف گورنر ہاؤس کا محاصرہ کرنے پر اکتفا فرمایا! اور پھر مذکورہ واقعہ پیش آیا کہ مغرب کی نماز کے وقت صرف پانچ سو افراد آپ کے پیچھے بادل نخواستہ کھڑے تھے (ہاتھ کھلے چھوڑ کر نماز ادا کر رہے تھے تا کہ ابن زیادہ اگر پوچھے کہ تم نے مسلم کو مغرب کی نماز کا امام کیوں مانا ہے تو ہم کہہ سکیں کہ ہم تو ہاتھ کھول کر ویسے ہی کھڑے ہوئے تھے جبکہ نماز تو ہاتھ باندھ کر پڑھی جاتی ہے اور اگر امام مسلم پوچھیں تو ہم ان کو بھی کہہ سکیں کہ آپ کے پیچھے ہی تو کھڑے ہوئے تھے بس وہ دن گیا اور یہ دن آیا آج تک ہاتھ باندھنے نصیب ہی نہیں ہوئے۔ نہ جماعت نصیب نہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا نصیب۔ حالانکہ ہاتھ کھلے رکھنا بندے کی عادت ہے اسی لیے ہاتھ

کھول کے پیدا ہوتا ہے اور مرتے وقت بھی کھلے ہوتے ہیں زندگی میں جب ہاتھ کھلے ہوں تو اللہ فرماتا ہے فرشتو! لکھ لو میرا بندہ عبادت کر رہا ہے اور بند ھے ہوں تو حکم ہوتا ہے اب لکھو! کہ میری عبادت کر رہا ہے) اب پھر امام اکیلے رہ گئے وہ پانچ سو بھی ساتھ چھوڑ گئے۔ ہانی شہید کر دیے گئے۔ امام حسین کو کوفہ آنے کا خط لکھ دیا گیا، دونوں بچے آپ کے ساتھ تھے کوئی پرسان حال نہ تھا۔

جن کو تھی پھولوں سے نفرت ٹھوکریں کھانے لگے

کوفے کے بازار میں امام مسلم بچوں کے ساتھ جا رہے تھے تمام دروازے آپ کے لیے بند تھے ایک دروازہ کھلا اور ایک بوڑھی عورت جس کا نام تاریخ والے ''طوعہ'' بتاتے ہیں، نمودار ہوئی اور امام سے پوچھا آپ کون ہیں اور آدھی رات کو ان پھول جیسے بچوں کو لے کر پریشان ہو کر کیوں گھوم رہے ہیں فرمایا! عرب کا مسافر ہوں، حسین کا بھائی ہوں' کوفیوں کا بلایا ہوا مہمان ہوں' مائی نے دروازہ کھول کر اندر بلا لیا، جو کچھ ہو سکا خدمت تواضع کی۔ مائی کا نافرمان بیٹا رات دیر سے گھر آیا اور امام مسلم کو اپنے گھر دیکھ کر لالچ میں اندھا ہو گیا اور فوراً جا کر ابن زیادہ کو بتا دیا کہ مسلم بمعہ بچوں کے ہمارے گھر میں ہیں۔ اس نے محمد بن اشعث کی قیادت میں ایک دستہ بھیجا، جس نے طوعہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا، امام مسلم تلوار لے کر باہر تشریف لائے سوائے لڑنے کے چارہ نہ رہا، ہاشمی شہزادے نے ایسا حملہ کیا کہ ابن اشعث کو پانچ سو فوجی اور منگوانا پڑے۔ جب پھر بھی غالب نہ آ سکا تو مجبور ہو کر صلح کی بات کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا! میرے ساتھ جب چالیس ہزار تھے، میں تو اس وقت بھی لڑائی سے پرہیز کرتا رہا اب بھی اگر تم صلح چاہتے ہو تو آؤ بسم اللہ۔

شہادت امام مسلم بن عقیل

ایک روایت میں ہے کہ کوفیوں کی طرف سے اس منافقانہ صلح کے نتیجے میں جب امام مسلم بمعہ بچوں کے ابن زیادہ کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے دروازے کے پیچھے جلاد کھڑا کیا ہوا تھا جس نے تلوار مار کر پہلے امام مسلم کو اور پھر بچوں کو شہید کر دیا جبکہ دوسری روایت میں قدرے تفصیل ہے اور وہ یہ کہ محمد بن اشعث کے دستے نے یکبارگی حملہ کیا جس

سے آپ شدید زخمی ہو کر بے ہوش ہو گئے اور فوج آپ کو اٹھا کر ابن زیاد کے پاس لے گئی، جب آپ کو ہوش آیا تو ابن زیاد نے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے خوب بکواس کی اور پھر کبھی لالچ اور کبھی دھمکیاں دے کر آپ کو یزید کی بیعت کرنے پر مجبور کرتا رہا آپ نے فرمایا! کٹ تو سکتا ہوں مگر یزید کی بیعت کر نہیں سکتا اور حسین کی بیعت توڑ نہیں سکتا۔

ہری ہے شاخ تمنا ابھی جلی تو نہیں
عشق کی آگ ہے دل میں ابھی بجھی تو نہیں
جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسر میداں مگر جھکی تو نہیں

چنانچہ آپ کو قلعہ کی چھت پر لے جایا گیا اور علاقائی دستور کے مطابق پوچھا گیا کہ کوئی آخری خواش یا وصیت ہو تو کہہ دو۔ فرمایا! اگر کر سکو تو میرا گھوڑا اور دیگر سامان بیچ کر فلاں فلاں کوفی کا قرض میں نے دینا ہے وہ ادا کر دینا۔ کوفہ میں میرے دو بچے کس مپری کے عالم میں ہیں ابھی تھوڑی دیر کے بعد یتیم ہو جائیں گے ان کو بحفاظت مکہ میں میرے بھائی حسین کے پاس پہنچا دینا اور اپنے بھائی حسین کو کوفہ آنے کا خط لکھ چکا ہوں، ان کو کوفہ آنے سے منع کر دینا اور ایک تمنا یہ ہے کہ شہادت سے پہلے دو رکعت نماز کی اگر اجازت دے دو؟ کیونکہ

وہ بولے کہ یہ شیوہ ہے مشہور ہمارا
سر دینا عبادت میں ہے دستور ہمارا

آپ نے جلدی جلدی دوگانہ ادا کیا کہ کہیں یہ نہ کہیں موت سے ڈر کر نماز لمبی کر دی ہے، جلادوں نے سر کے بالوں سے پکڑ کر قلعے کی دیوار سے نیچے لٹکایا، تلوار کا وار کیا سر ان کے ہاتھوں میں رہا اور دھڑ زمین پر آ گرا (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ)

ابن زیاد یہ ظلم کروا کے ابھی سنہرے تخت پر بیٹھا جھوم ہی رہا تھا کہ ایک بوڑھی عورت کالی چادر کا نقاب کیے ہوئے گرجتی آواز میں ابن زیادہ کے اس ظلم پر لعنت کرتے ہوئے آ رہی تھی یہ وہی طوعہ تھی کہ جس نے امام مسلم اور ان کے بچوں کو اپنے گھر میں پناہ دی تھی اور اس کے بدنصیب بیٹے نے دنیا کے لالچ میں آ کر ابن زیاد کو بتا دیا اور اس لیے آئی تھی کہ سارا مجمع گواہ ہو جائے کہ مسلم کے قتل سے میرا دامن پاک ہے۔ مائی نے کچھ ایسے انداز سے ابن

زیادہ پر چڑھائی کی کہ ابن زیاد بدنہاد کے ہاتھوں مائی کو بھی جام شہادت نوش کرنا ہی پڑا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

امام مسلم کے بچوں کی شہادت

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی (اقبال)

امام مسلم کی شہادت کے بعد آپ کے بچوں کی بازیابی پر انعام اور ان کو پناہ دینے پر سخت سزا کا اعلان کر دیا گیا، اس وقت دونوں بچے قاضی شریح کے گھر میں سہمے بیٹھے تھے اور اپنے پیارے باپ کی جدائی میں خون کے آنسو رو رہے تھے حالانکہ ابھی ان کو یہ نہ بتایا گیا تھا کہ تمہارے باپ کو شہید کر دیا گیا ہے، قاضی شریح امام مسلم کی شہادت کی خبر سن کر زار و قطار رو رہے تھے اور بچوں کے ساتھ پیار بانداز یتیمی کر رہے تھے جس سے بچے سمجھ گئے کہ ہم یتیم ہو گئے ہیں، بچے ہچکیاں لینے لگے تو قاضی نے سینے سے لگا کر عرض کیا! آواز نہ نکالو کہیں تمہاری اطلاع بھی ان ظالموں کو نہ ہو جائے۔ میں تمہارے ابا جان کی وصیت کے مطابق تمہیں رات کو مکہ شریف جانے والے قافلے کے ساتھ روانہ کر دوں گا۔ اور تم بحفاظت امام حسین کے پاس پہنچ جاؤ گے ان شاء اللہ۔

چنانچہ قاضی شریح نے رات کے وقت دونوں بچوں کو پچاس پچاس اشرفیاں دیں اور ساتھ کھانا باندھ دیا، اپنے بیٹے اسد کو کہا کہ شہر کے فلاں دروازے سے آج رات ایک قافلہ مکہ جانے والا ہے دشمنوں کی نظروں سے بچ کر ان بچوں کو قافلے کے کسی خدا ترس انسان کے حوالے کر کے آ۔ اسد بچوں کو لے کر چپکے چپکے جب دروازے پر پہنچا تو قافلہ چند منٹ پہلے ہی روانہ ہو چکا تھا۔ ؎ وہ اکیلے رہ گئے اور قافلہ جاتا رہا

تھوڑی دور گرد و غبار اڑتا ہوا دکھائی دیا۔ اسد نے کہا! وہ قافلہ جا رہا ہے دوڑ کے شامل ہو جاؤ۔ کیا دوڑتے ریشم سے زیادہ نرم پاؤں رات کا اندھیرا! دوڑتے دوڑتے صبح ہو گئی قافلہ نہ ملا بلکہ وہی کوفہ کے در و دیوار تھے اور وہی بچے تھے۔ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ اب کیا

کریں کہ اچانک بجلی کی طرح ایک آواز کڑکی! کون ہو تم؟ اہل بیت کے چشم و چراغ تھے جھوٹ کا پتہ ہی نہ تھا۔ فوراً بولے!

؎ وہ بولے ہم ہیں ٹکڑے حضرت مسلم کے سینے کے
غریب و بے کس و تنہا مسافر ہیں مدینے کے

یہ ظالم ابن زیاد کا سپاہی تھا جو انعام کے لالچ میں دونوں شہزادوں کو سیدھا ابن زیاد کے دربار میں لے گیا۔ ابن زیاد نے بچوں کو جیل بھیج دیا، جہاں کا داروغہ مشکور نامی محب اہل بیت تھا، اس نے بچوں کو کھانا کھلایا، تھوڑا آرام کا موقع دیا اور رات ہوئی تو اپنی انگوٹھی دے کر بچوں کو کہا! یہ راستہ سیدھا قادسیہ جاتا ہے وہاں میرا بھائی کوتوال شہر ہے، اس کو جا کر یہ انگوٹھی دکھانا وہ تمہیں حفاظت کے ساتھ مکے پہنچا دے گا، بچے تو نکل گئے لیکن ابن زیاد کو بھی خبر ہوگئی اس نے مشکور کو بلا کر کوڑوں کی سزا دی جس سے وہ شہید ہوگیا۔ (اہل محبت بیان کرتے ہیں کہ سزا کے دوران کسی نے دربار میں سے سفارش کی کہ مشکور بڑے خاندان کا ہے کہیں بغاوت نہ ہو جائے بس کر اتنی ہی سزا کافی ہے تو مشکور نے اس سفارشی کو ڈانٹ کر کہا! خبردار! سفارش کر کے مجھ پر ظلم نہ کر کیونکہ اہل بیت کی محبت میں مجھے ہر کوڑے پر رسول پاک کی زیارت ہو رہی ہے) بچوں کو پکڑنے پر پھر بھاری انعام رکھ دیا گیا ادھر بچے ساری رات دوڑتے رہے صبح نمودار ہونے لگی تو ایک کنویں کے کنارے کھوکھلا درخت تھا اس میں چھپ گئے کہ کہیں پھر نہ پکڑے جائیں اور ؎ کہیں ایسا نہ ہو سارا سفر بے کار ہو جائے۔

اے اپنے بچوں سے محبت کرنے والے مسلمانو! ذرا امام مسلم کے بچوں کی بے کسی و بے بسی بھی ملاحظہ کرو۔

؎ اے بے ضمیر دور کے اندھے مورخو!
ماضی کے ظلم و جور کی تقلید مت کرو
اپنے قلم کی نوک کا انجام سوچ لو
آواز قلم گونج رہی ہے سنو سنو
نام حسین نقش ہے حبل الورید پر
لعنت ہی کر رہا ہے زمانہ یزید پر

ایک عورت اسی کوئیں سے پانی بھرنے آئی اس کو درخت کی طرف سے نور کے دو جلوے نظر آئے۔ پوچھا! کون ہو؟ بچوں نے پھر سچ سچ کہہ دیا اس عورت نے جو کسی کی کنیز تھی یہ سنا تو۔

؎ اٹھ کے سینے سے لگایا ان کو
اپنی آنکھوں میں بٹھایا ان کو

کنیز نے کہا! چلو میرے ساتھ میری مالکہ اہل بیت سے محبت کرنے والی ہے تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ بچے ساتھ چل پڑے، نہلا دھلا، کھلا پلا کر بچوں کو سلا دیا گیا۔

؎ اے میرے عرش کے تارو سوؤ
میرے اللہ کے پیارو سوؤ
اے مرے دلبر جانی سوؤ
میرے مسلم کی نشانی سوؤ

کنیز کی مالکہ کا خاوند حارث لالچ زر میں آدھی رات تک بچوں کو تلاش کرتا کرتا گھر آیا تو بیوی کو جگا کر کھانا مانگا، کھا کر ابھی سویا ہی تھا کہ اندر سے بچوں کے رونے کی آواز آئی وہ آواز کیا تھی؟

؎ وڈے بھائی محمد دی اکھ کھلی
ابراہیم نوں پکڑ جگاوندا اے
جاگ جاگ ویرن آیا سفر جنت
نالے رووندا تے کُرلاوندا اے

کہ بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کو جگایا اور بتایا کہ مجھے خواب آیا ہے میں نے حضور علیہ السلام کے دربار میں اپنے ابا حضور کی زیارت کی ہے اور حضور علیہ السلام ہمارے ابا جان سے پوچھ رہے ہیں اے مسلم! اکیلے ہی آ گئے ہو بچوں کو کیوں نہیں لائے؟ تو ابا جان جواب میں عرض کر رہے تھے حضور! بس ابھی آنے ہی والے ہیں۔

حارث یہ باتیں سن کر بیدار ہو گیا اور بجلی کی طرح کڑک کر بولا! کون ہو تم؟ بیوی نے

کی یتیم بچی سکینہ کو اس کے بھائی تو نہ مل سکے اور حارث ظالم کو سزا اس طرح ملی کہ ابن زیاد نے کہا! اگر یزید نے کہہ دیا کہ بچے زندہ میرے پاس لاؤ تو میں کہاں سے دوں گا۔ چنانچہ جس طرح حارث کے بچوں کے بازو باندھے تھے اس طرح ابن زیاد کے حکم سے مقاتل نامی ایک شخص نے حارث کے بازو باندھے پہلے دونوں ہاتھ کاٹے' پھر دونوں پاؤں' پھر دونوں کان کاٹے اس کے بعد دونوں آنکھیں نکالیں' پھر اس کا پیٹ چاک کیا اور کٹے ہوئے اعضاء کو ایک دوزخی صندوق میں ڈال کر اسی دریا یا نہر میں بہا دیا' تھوڑی دیر بعد دریا موجزن ہوا اور اس کی ناپاک لاش کنارے پر پھینک دی اور تین بار ایسا ہوا' آخر مجبوراً ایک تنگ و تاریک غار میں پھینک دیا گیا غار نے بھی نکال باہر کیا اور تین بار ایسا ہی ہوا' آخر تنگ آ کر اس کی لاش کو جلا دیا گیا اور اس کی ناپاک راکھ کو پانی میں بہا دیا گیا

؎ دنیا کے لیے جو دین کو کھووے
وہ دونوں جہاں کو ڈبو وے

روایت میں ہے کہ مرنے سے پہلے جب مقاتل اسی طرح حارث کو گلیوں میں گھسیٹ کر لے جا رہا تھا جس طرح اس نے امام مسلم کے بچوں کو گھسیٹا تھا تو حارث منتیں کر رہا تھا کہ دس ہزار اشرفیاں لے لے اور مجھے اس قدر ذلیل نہ کر اور چھوڑ دے مقاتل نے کہا تو آج ساری دنیا کی دولت بھی دے گا تو تجھے نہ چھوڑوں گا اور تجھے تیری ہی تلوار سے جہنم رسید کر کے اللہ سے اجر عظیم پاؤں گا ایک روایت میں ہے کہ امام مسلم کے دونوں بچوں کے سر بھی اسی نہر میں بہا دیے گئے جس میں ان کے دھڑ بہہ گئے تھے جب سروں کو نہر میں بہایا گیا تو دونوں بچوں کے دھڑ خدا کی قدرت سے ظاہر ہوتے اور ہر سر ہر دھڑ کے ساتھ مل گیا۔

ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ مقاتل نے دونوں بچوں کے جسم نہر سے نکال کر فرات کے کنارے پر قبریں کھدوائیں تو ان کو وہاں دفن کر دیا (واللہ اعلم) عناصر الشہادتین۔

؎ کروڑوں درود کروڑوں سلام
بر آل محمد علیہ السلام

نواسۂ رسول کی سوئے کربلا روانگی

رسول اللہ سے کہہ دو منا لے جائیں خود آ کر
حسین ابن علی روٹھے ہوئے کوفے کو جاتے ہیں

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ ۳ ذی الحجہ ۶۰ھ کو مکہ سے چلے راستے میں بشیر بن غالب اسدی' فرزدق' شاعر اور دیگر کئی افراد سے ملاقات ہوئی جو کوفہ کی طرف سے ہی آ رہے تھے' آپ نے ان سے کوفہ کے حالات معلوم کیے تو سب نے ایک ہی جواب دیا کہ کوفہ والوں کی تلواریں تو یزید کے ساتھ ہیں اور دل آپ کے ساتھ آپ ہر ایک کے سامنے یہی آیت پڑھتے لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا۔ اور چلتے جاتے' جو عقیدت مند ملتا آپ کی خیریت کی دعا کرتا ہوا کہتا۔

مقتل کو جانے والے حامی تیرا خدا ہو۔

اور آپ فرماتے

جاں اس کی دی ہوئی ہے لینے میں کیا گلہ ہو۔

فرزدق شاعر سے ملاقات

راستے میں آپ کی ملاقات فرزدق سے ہوئی اس سے آپ نے امام مسلم کا حال پوچھا تو اس نے اپنی شاعرانہ طبیعت کے مطابق کچھ اس طرح کا جواب دیا! کہ سچ بتاؤں تو جان جاتی ہے اور پاؤں تلے سے زمین نکلتی ہے اور حق کے امام کے سامنے جھوٹ بولوں تو ایمان جاتا ہے یا جس طرح پنجابی میں کہتے ہیں۔

''سچ بولاں تے فرش کمبے' جھوٹ آکھاں تے عرش کمبے''؟

میں نے آپ کے بھائی مسلم کی لاش کوفے کے فلاں چوک میں لٹکی ہوئی اپنی ان گناہ گار آنکھوں سے دیکھی ہے فرمایا! شکر ہے تو نے لٹکی ہوئی دیکھی ہے باطل کے آگے جھکی ہوئی تو نہیں دیکھی۔ فرمایا! یہ بھی تو بتا ان کے بچوں کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا! ان کے بھی ٹکڑے کر کے نہر فرات میں بہا دیے گئے ہیں۔

امام عالی مقام یہ دکھ بھری خبر سن کر خیمے میں تشریف لے گئے اور امام مسلم کی بیٹی کو گود

میں بٹھا کر ایسے پیار کرنے لگے جس طرح یتیموں سے پیار کیا جاتا ہے بچی سارا معاملہ سمجھ گئی۔ پوچھا! کیا میں یتیم ہو گئی ہوں فرمایا! بیٹی اگر تو صرف یتیم ہوئی ہوتی تو اور بات تھی تیرے بھائی بھی ذبح ہو گئے ہیں۔ بچی زارو قطار رونے لگی تو امام پاک نے اس کو دلاسہ دیتے ہوئے فرمایا! نہ رو بیٹی اگر تیرے باپ اور بھائیوں میں سے کوئی واپس نہیں آیا تو صغریٰ وسکینہ کا بھی کوئی نہ آئے گا۔

دھرائے گا زمانہ روایت حسین کی
ہر دور میں رہے گی ضرورت حسین کی

دل ملکیت ہے، جاں ہے امانت حسین کی
ارزاں ملی ہے کتنی محبت حسین کی

دور یزید ہو کہ وہ دور جدید ہو
ہر دور کے لیے ہے امامت حسین کی

انسانیت ہے کرب وبلا میں پھنسی ہوئی
ہے آج بھی جہاں کو ضرروت حسین کی

چھینٹوں سے خوں کے گلشن دیں پر بہار ہے
کیا گل کھلا گئی ہے شہادت حسین کی

دنیا حسین دوسرا پیدا نہ کر سکی
لوح جہاں پہ ثبت ہے عظمت حسین کی

دین مبیں کو کر گئی تابندہ حشر تک
میدان کربلا میں شہادت حسین کی

نجمی ہو خاکر وہی کرب وبلا نصیب
پلکیں ہوں میری اور ہو تربت حسین کی

وضاحت نمبر۱

تواریخ میں آتا ہے کہ امام حسین کی شہادت پر یزید نے بھی مگر مچھ کے آنسو بہائے

جس سے اس کے حمائتی یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس کو افسوس ہوا لہٰذا وہ امام حسین کو شہید نہیں کرنا چاہتا تھا حالانکہ یہ سب اس کی مکاری تھی جس طرح یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا رونا قرآن پاک سے ثابت ہے وجاء وا اباھم عشآءً یبکون (یوسف) اور یہ رونا ان کے سچا ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اور اسی طرح شیعوں کا رونا پیٹنا اور ماتم کرنا ان کے سچا ہونے کی دلیل بھی نہیں ہو سکتی۔ اگر یزید واقعی اس پر راضی نہ تھا تو امام مسلم کی جب شہادت ہوئی تھی اسی وقت وہ حکم جاری کر دیتا کہ خبردار! مسلم کو تم نے میری مرضی کے خلاف شہید کر دیا ہے اب حسین کو شہید نہ کر دینا' مگر اس نے کوئی ایسا حکم جاری نہ کیا تھا بلکہ تفسیر مظہری' نبر اس' روح المعانی اور دیگر کئی کتابوں میں آتا ہے کہ جب امام حسین کا سر اس کے سامنے لایا گیا تو اس نے بڑے متکبرانہ انداز میں آپ کے سر انور پر چھڑی رکھ کر کہا! عاین شیوخی کہاں ہیں میرے بڑے وہ آ کر دیکھیں کہ میں نے ال محمد سے بدر کا بدلہ لے لیا ہے (استغفر اللہ العظیم)

حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

وضاحت نمبر ۲

کہا جاتا ہے کہ جب خلافتوں حکومتوں اور حلوہ کھانے کی بات تھی تو صحابہ آگے آگے تھے اور جب شہید ہونے کی ضرورت پڑی تو ال رسول شہید ہوتی رہی۔ اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات اور ولا تحسبن الذین قتلوا۔ کی آیات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے بارے نازل ہوئی ہیں قرآن سے بڑھ کر ان کی شہادتوں کی کیا شہادت (گواہی) ہو سکتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ امام حسین نے مدینہ سے لے کر مکہ تک اور مکہ سے لے کر کربلا تک ایک بار بھی لڑنے کی بات نہیں کی کیونکہ لڑنے والا ساتھ بیویاں' بہنیں' بچیاں اور دودھ پیتے بچے نہیں لے جاتا شاید معترضین کو پتہ ہی نہیں کہ جہاد اور قتال کیا ہوتا ہے ورنہ ایسی بات

نہ کرتے مگر بغض صحابہ کی وجہ سے اس طرح کی کم عقلی کی باتیں ذہن میں آ جاتی ہیں پھر وہی باتیں قد بدت البغضاء من افواھھم کا روپ دھار کر منہ سے نکلتی ہیں اور دلوں میں چھپے ہوئے بغض پہ دلالت کرتی ہیں وما تخفی صدورھم اکبر۔ جب صحابہ نے دیکھا کہ امام حسین ساتھ قرآن بھی لے کر جا رہے ہیں تو ان کو یقین کامل ہو گیا کہ یہ برائے قتال نہیں جا رہے بلکہ برائے اشاعت اسلام جا رہے ہیں کیونکہ اگر مجاہد یہ سارا کچھ ساتھ لے کر جائے گا تو ان کی بے حرمتی کا ذمہ دار وہ خود ہوگا۔ اگر قران پاک کو گھوڑے روندیں گے تو وبال لے جانے والے پر ہوگا۔

جبکہ امام حسین کے ساتھ آپ کی چار بیویاں' آپ کی دو کنیزیں حضرت فضہ اور شیریں۔ آپ کی بہن زینب اور بیٹی سکینہ ساتھ تھی۔

پھر اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ میدان کربلا میں امام حسین کی طرف سے شہید ہونے والے بہتر تھے جبکہ اہل بیت کے کل افراد چھوٹے بڑے جو شہید ہوئے علی اصغر سے لے کر امام حسین تک وہ اکیس ہیں۔ تین بیٹے عقیل کے دو زینب کے چار حسن کے (جن میں عمر بن حسن اور ابو بکر بن حسن بھی ہیں جن کی شہادت تو کیا کبھی نام ہی نہیں لیتے تا کہ اپنے عقیدے کا پول نہ کھل جائے کہ ہمارے امام اور امام زادیاں بھی اپنے بیٹوں کے نام خلفائے ثلثہ کے ناموں پر رکھتے تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ ہمارے گھروں میں یہ نام ضرور ہونے چاہیں) چھ بیٹے حضرت علی کے (جن میں عثمان بن علی بھی ہیں) پانچ امام حسین کے اور بس اس سے ایک بھی اوپر کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔ اب بتاؤ اکاون کون تھے۔ یہ صحابہ اور ان کی اولاد ہی تو تھے جو احتیاطاً ساتھ چل پڑے تھے۔ ویسے بھی کوئی عزت دار بندہ اپنی بیوی یا بیٹی یا گھر کی کسی بھی خاتون کے ساتھ جا رہا ہو تو اس کے ساتھ چلنا یا صرف سلام کرنا بھی عزت دار لوگ خلاف حیا یا معیوب سمجھتے ہیں اگر چہ جتنی بھی واقفیت ہو۔ اور جبکہ امام عالی مقام کا پورا خاندان ساتھ تھا تو یہ ایک نجی اور ذاتی سا معاملہ بن گیا کہ ان کے ساتھ چلنا مناسب نہ جانا گیا ورنہ آپ ایک بار ہی اعلان کر دیتے کہ میں یزید سے لڑنے جا رہا ہوں تو ہزاروں نہیں لاکھوں کا لشکر تیار ہو جاتا۔ صرف خاندان رسول کا احترام مانع ہوا کیونکہ

؎ سب سے اعلیٰ اور بلند ہے خاندان اہل بیت
جھولتا ہے ہر زماں اندر نشان اہل بیت
ملک بھی بے اذن ان کے گھر میں جا سکتا نہیں
دیکھ لیں اہل بصیرت عز و شان اہل بیت

نمی دانم کجا رفتم

مکہ سے لے کر کوفہ تک کئی لوگوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ آگے نہ جائیں حالات خطرناک ہیں مگر آپ نے استقامت کے ساتھ سفر جاری رکھا اور سب کو دعا دے کر فارغ کرتے رہے بالخصوص امام مسلم اور بچوں کی شہادت کی خبر سن کر تو آپ نے بھی فرمایا! کہ اے مسلم! تیرے بعد زندگی بے مزہ ہے اور امام مسلم کے بھائیوں نے تو اعلان کر دیا کہ ہم بدلہ لیے بغیر واپس نہ جائیں گے یا پھر شہید ہو جائیں گے۔ (سر الشہادتین)

بابا بلھے شاہ قصوری علیہ الرحمۃ نے اس معمہ کا حل اپنے انداز میں یوں پیش کیا۔

؎ عشق دی ریت ہے یارو سب توں جدا نہ ایہہ راہ ویکھدا نہ کُراہ ویکھدا
عشق لئی محل کلی نے ہکو جیہے نہ ایہہ شاہ ویکھدا نہ گدا ویکھدا
عشق قائل بلندی تے پستی دائیں لکھ چھڈدا ویرانے تے بستی دائیں
جتھے جا ہوے جھکا لیندا عاشق دا سر نہ ایہہ کعبہ تے ناں کربلا ویکھدا

مقام حاجز

یہ ایک جگہ کا نام ہے جو کوفہ جاتے ہوئے راستے میں آتی ہے یہاں پر پہنچ کر امام عالی مقام نے اپنے ایک ساتھی قیس بن مسہر کو اگلے حالات سے آگاہی کے لیے بھیجا مگر قیس سخت پہرے کی وجہ سے پکڑا گیا اور ابن زیاد کے پاس کوفے پہنچا دیا گیا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ اگر تو قلعے کی چھت پر چڑھ کر میری اور یزید کی شان بیان کرے اور حسین کی مذمت کرے تو تیری جان بچ سکتی ہے۔ چنانچہ قیس قلعہ کی چھت پر چڑھ گیا ابن زیاد سمجھا کہ اب جو یہ ہے جان بچانے کی خاطر کر گزرے گا مگر اس کی امیدوں پر اس وقت پانی پھر گیا جب قیس نے بہانگ دہل علی الاعلان اور ڈنکے کی چوٹ پر باآواز بلند کہا! لوگو! غور سے سنو

ابن زیاد مجسمۂ نجاست وغلاظت ہے اور میرا حسین پیکر تقویٰ وطہارت ہے۔ یہ منبع فسق وفجور ہے اور میرا حسین قیامت تک بھٹکے ہوؤں کے لیے منارۂ نور ہے۔ یہ باطل کا پیشوا ہے وہ حق کا راہنما ہے' یہ جھوٹ کا پتلا ہے اور حسین سچ کا علمبردار بھی ہے اور حق کا امام بھی ہے

؎ چہ نسبت خاک را بعالم پاک

یزید اور ابن زیاد کے ساتھ حسین کا تقابل کرنا بھی گستاخی سمجھتا ہوں بھلا ظلمت کا نور سے کیا مقابلہ؟ سچ کا جھوٹ سے کا جوڑ اور ایک شرابی کی حرم کے نمازی' میدان جہاد کے غازی اور امام الانبیاء کے نواسے اور صحابی سے کیا نسبت۔ شراب وزنا میں کھیلنے والے یزید کو چودہ طبق کے رسول کے کندھوں پر کھیلنے والے حسین سے کیا تعلق ونسبت ہو سکتی ہے۔ یزید وابن زیاد سراپا ظلم وعصیان ہے جبکہ میرا حسین سراپا صبر اور مصطفیٰ کی شان ہے کیونکہ حضور نے فرمایا کہ حسین مجھ سے ہوں اور میں حسین سے ہوں' یزید جبر واستبداد کی انتہا کا نام ہے اور حسین صبر' تحمل اور حوصلہ و برداشت کی معراج کا نام ہے۔ ہاں او کوفیو سنو اور مزید سنو' کان کھول کے سنو!

میرا حسین (جو مقام حاجز پر تشریف فرما ہے) کیا ہے اور تمہارا یہ ابن زیاد بدنہاد کیا ہے؟

؎ وہ عاشق ہے یہ فاسق ہے — وہ عالم ہے یہ جاہل ہے
وہ سونا ہے یہ پیتل ہے — وہ نور حق یہ باطل ہے
وہ محرم ہے یہ مجرم ہے — وہ صورت ہے یہ مورت ہے
وہ مسکن ہے یہ مدفن ہے — وہ رحمت ہے یہ زحمت ہے
وہ نور ہے یہ انگارہ — وہ ذی عزت یہ آوارہ
وہ زندہ ہے یہ مردہ ہے — وہ باہمت یہ ناکارہ

چنانچہ یہ کھری کھری سچی اور نکھری ہوئی باتیں سن کر قیس کو قلعہ سے اترتے ہی شہید کر دیا گیا اور اس خوش نصیب نے محبت حسین میں جام شہادت نوش کرلیا۔

چاک کو تقدیر کے ممکن نہیں کرنا رفو
سوزن تقدیر ساری عمر گو سیتی رہے

حُر سے ملاقات

کربلا معلی پہنچنے سے پہلے حُر بن یزید ریاحی ایک ہزار فوجیوں کا دستہ لے کر آیا امام سے کہا! مجھے آپ کی گرفتاری کے لیے بھیجا گیا ہے آپ نے فرمایا کوئی میرا جرم بھی بتایا ہوگا' اس نے کہا! ہم فوجی لوگوں کو صرف تعمیل سے غرض ہوتی ہے جرم کیا ہے؟ اس کا ہمیں کوئی علم نہیں ہوتا۔ آپ نے اس کو کوفے والوں کے سینکڑوں خطوط دکھائے اور فرمایا۔ میں آیا نہیں بلایا گیا ہوں۔ اس نے معذرت کی کہ مجھے ان باتوں کا علم نہ تھا اب آپ ایسا کریں کہ کہیں دوسری طرف نکل جائیں میں رپورٹ کر دوں گا کہ قافلہ ایک بار دکھائی دیا پھر نظروں سے اوجھل ہو گیا اگرچہ ڈیوٹی تو یہ ہے کہ مسلم کی شہادت کی خبر سن کر کہیں حسین واپس نہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا! میں بھاگنے والے کا بیٹا نہیں ہوں حیدر کرار کا بیٹا ہوں اور اتنا بزدل نہیں ہوں کہ موت کا نام سن کر بھاگ جاؤں۔

؎ شاہوں کے سے قصر بنائے تو کیا قارون کے سے گنج ہاتھ آئے تو کیا
جب دل میں ہے یقیں کہ آخر مرنا ہے گو خضری لاکھ عمر پائے تو کیا

آپ نے فرمایا! اچھا باقی باتیں بعد میں ہوں گی نماز کا وقت ہے جا تو بھی جا کر نماز پڑھ اور ہمیں بھی پڑھنے دے اس نے عرض کی اگرچہ یزید کی فوج کا افسر سہی مگر اتنا تو جانتا ہوں کہ حق کا امام ہوتے ہوئے میری علیحدہ نماز نہ ہو گی۔

؎ من واقتدا باتو در ہر نمازے ہمیں است تا زندہ ام نیت من
بحراب آبرویت ازرو نیا رم کجا درپزیرد خدا طاعت من

آپ نے فرمایا! عجیب لوگ ہو تمہاری تلوار بھی ہمارے خلاف نکلتی ہیں اور نمازیں بھی ہمارے پیچھے ہوتی ہیں۔ بس اس ایک نماز نے ہی حُر کی کایا پلٹ دی' دنیا بدل دی اور اس نام کے حُر کو واقعی حُر (آزاد) بنا کر دوزخ سے آزادی کا پروانہ عطا کر دیا۔

؎ لو مبارک ہو قدمبوسی حضرت اے حُر
کس کو ہوتی ہے نصیب ایسی سعادت اے حُر
سر کے بل جاؤ حسین ابن علی کے آگے
دیتا ہے حق تمہیں جنت کی بشارت اے حُر

عرض کیا! اگر چہ آپ کا ساتھ دینا بظاہر مصیبت کو دعوت دینا ہے اور آپ کا دامن پکڑنا موت کو سینے سے لگانا ہے آپ کی طرف دھوپ بھوک پیاس ہے ادھر کھانے' دولت حکومت ہے مگر میرے ضمیر نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر قبول فرمالیں تو آپ کے قدموں میں تڑپ کر جان دے دوں کیونکہ قبر میں یزید کے نانا کے بارے میں سوال نہیں ہوگا بلکہ آپ کے نانا کے بارے میں پوچھا جائے گا (ما کنت تقول فی هذا الرجل) اسی نانا نے آپ کے بارے قبر میں آنے سے پہلے فرمایا ہوا ہے کہ حسین منی وانا من حسین۔

میری معذرت قبول ہو؟ فرمایا میں قاتل کو شربت پلانے والے کا بیٹا ہوں۔ پتھر مارنے والوں کو دعا دینے والے کا نواسہ ہوں۔ جا تجھے صرف معاف ہی نہیں کیا بلکہ قیامت تک جو میرے روضے پر حاضری کے لیے آئے گا وہ میرے پاس آنے سے پہلے تیری قبر پر فاتحہ پڑھ کے آئے گا لیکن ایک بار پھر سوچ لے کہ پینے والوں کو چھوڑ کر پیاسوں کے پاس آرہا ہے۔ کھانے والوں کو چھوڑ کر بھوکوں کے پاس آرہا ہے' سایہ والوں کو چھوڑ کر دھوپ والوں کے پاس آرہا ہے' اسلحہ سے لیس فوج کو چھوڑ کر ہم نہتوں کے پاس آرہا ہے۔

عرض کیا یہ سب ٹھیک ہے مگر یہ بھی جانتا ہوں کہ ظلمت والوں کو چھوڑ کر نور والوں کے پاس آرہا ہوں' یزید والوں کو چھوڑ کر مصطفیٰ والوں کے پاس آرہا ہوں دوزخ والوں کو چھوڑ کر جنت والوں کے پاس آرہا ہوں' باطل والوں کو چھوڑ کر حق والوں کے پاس آرہا ہوں اور شیطان والوں کو چھوڑ کر رحمان والوں کے پاس آرہا ہوں۔

؎ یہ نعرہ حُر کا تھا جس وقت فوجِ شام سے نکلا
کہ دیکھو! یوں نکلتے ہیں جہنم سے خدا والے
ہزاروں میں بہترؔ تن تھے تسلیم و رضا والے
حقیقت میں خدا ان کا تھا اور وہ تھے خدا والے
کسی نے جب وطن پوچھا تو یوں حضرت نے فرمایا
مدینے والے کہلاتے تھے اب ہیں کربلا والے
حسین ابن علی کی کیا مدد کر سکتا تھا کوئی
یہ خود مشکل کشا تھے اور تھے مشکل کشا والے

دوائے درد عصیاں پنج تن کے در سے ملتی ہے
زمانے میں یہی مشہور ہیں دارالشفا والے

کربل میں آگئے ہیں کربل بسانے والے

؎ سید نے کربلا میں ڈیرے لگا دیئے ہیں
دین محمدی کے گلشن کھلا دیئے ہیں

دو محرم الحرام ۶۱ھ نہر فرات سے تقریباً تین میل دور جنگل میں پہنچے جگہ کا نام پوچھا! تو بتایا گیا ارض ماریۃ فرمایا! کوئی اور نام بھی ہے؟ کہا گیا: لارض کرب وبلاء۔ یہ مصیبتوں اور آزمائشوں کی سرزمین ہے۔

؎ نہ اُس میں گھاس اُگتی ہے نہ اس میں پھول کھلتے ہیں
لیکن پتہ نہیں کیا وجہ ہے
؎ مگر اس سرزمیں سے آسماں بھی جھک کے ملتے ہیں

فرمایا! تمھیں سارا پتہ چل جائے گا' اپنا سامان اتارنے کا حکم دیا' خیمے لگانے کا حکم دیا اور اپنے رب بے نیاز کی بارگاہ میں عرض کیا!

؎ دل یار دا نذرانہ لے یار دے کول آئے
ہن یار دی مرضی اے گل لائے یا ٹھکرائے

اور زمین کربلا نے ان لفظوں سے ان مقدس مہمانوں کا زبان حال سے استقبال کیا۔

شکر الحمد کوئی آیا ہے مہمان اپنا

امام حسین نے زمین کے اس شکریے کے جواب میں ارشاد فرمایا!

خون دل لخت جگر خوب ہے ساماں اپنا

آپ کی بہن زینب نے عرض کیا! اس بے آب وگیاہ جنگل میں پڑاؤ کرنے کی وجہ پوچھ سکتی ہوں؟ فرمایا!

؎ یہی مقام ہے جہاں ہم ستائے جائیں گے
حسین ابن علی یہاں ذبح بنائے جائیں گے

فرمایا جنگ نہرواں سے واپسی پر میں اپنے ابا حضور کے ساتھ تھا اور مجھے یاد آ رہا ہے کہ اسی جگہ ہم نے پڑاؤ کیا تھا اور چند راتیں گزاری تھیں اور میرے ابا نے مجھے تنہائی میں فرمایا تھا کہ اے حسین آج کے علاوہ زندگی میں ایک بار پھر تجھے اس جگہ پر چند راتیں گزارنا ہوں گی مگر بیٹا! سنبھل کر' کیونکہ تیری راتیں بہت مشکل ہوں گیا۔

تو اے زینب! یہ جنگل اب جنگل نہیں رہے گا بلکہ تیرا بھائی اس میں ایسا سجدہ کرے گا کہ قیامت تک سجدے ہوتے رہیں گے اور میرا اکبر ایسی آذان پڑھے گا کہ قیامت تک اللہ اکبر کی صدائے دلنواز گونجتی رہے گی اور جس جنگل میں آج آتا کوئی نہیں ہے قیامت تک اس میں میلے لگے رہیں گے۔

چنانچہ دو محرم سے لے کر دس محرم تک وہاں اتنی تلاوتیں ہوئیں کہ پانی بند ہو گیا مگر تلاوتیں نہ بند ہوئیں۔

؎ حاکم کا حکم تھا کہ پانی بشر پئیں گھوڑے پئیں اونٹ پئیں اہل ہنر پئیں
سب پرند چرند درند پئیں منع نہ کیجیو اور فاطمہ کے لعل کو پانی نہ دیجیو

حوض کوثر کے مالکوں پر پانی کیوں بند کیا؟ (تفصیل اس کی واقعہ کربلا کے بعد لکھی جائے گی) تاکہ پیاس کی شدت سے بچے روئیں گے تڑپیں گے اور حسین بچوں کی محبت میں مجبور ہو کر ہمارا (باطل) مطالبہ مان لے گا مگر وہ جانتے نہ تھے کہ۔

؎ محمد مصطفیٰ کے باغ کے سب پھول ایسے ہیں
جو بن پانی کے تر رہتے ہیں مرجھایا نہیں کرتے

؎ در زمین کربلا از بس کہ قحط آب بود
آب در چشم لئیماں گوہر نایاب بود

یوم شہادت ساتھیوں سے خطاب

حضرت بی بی شہر بانو' ایران کی شہزادی' امام حسین کی حرم محترم' زین العابدین کی والدۂ محترمہ ناز و نعم میں پلنے والی ملکہ عزت و عفت کو امام حسین نے فرمایا! تو اگر چاہے تو تجھے حفاظت کے ساتھ مکہ مدینہ یا ایران جہاں تیرا دل چاہے پہنچا دیتا ہوں یہاں اب سوائے

مصیبتوں کے کیا ہے تیری خدمت کو یاد رکھا جائے گا اور قیامت کے دن جنت میں پھر اکٹھے ہوں گے' کہاں کسریٰ ایران کے محلات اور کہاں کربلا کی تپتی ہوئی ریت کے ذرات' مجھے بار بار تیرا خیال آتا ہے۔ اب بتا کیا خیال ہے؟ حضرت شہر بانو نے عرض کیا اب آخری وقت مجھے اپنے قدموں سے جدا نہ کیجئے مجھے ہر جفا اور ہر ستم گوارا ہے مگر آپ کی جدائی گوارا نہیں ہے اور جہاں تک کسریٰ کے محلات کی بات ہے تو۔

> نہیں ہے کوئی مجھ کو ناز کسریٰ کے گھرانے پر
> مجھے تو فخر ہے آقا! تمہارے آستانے پر
> زہے قسمت محمد مصطفیٰ کے گھر کی لونڈی ہوں
> مجھے بزدل نہ سمجھو فاطمہ کے گھر کی لونڈی ہوں
> بوقت امتحاں یہ گھر خود ویران کر دوں گی
> نبی کے دین کی خاطر بچے قربان کر دوں گی

بی بی شہر بانو کا یہ حوصلہ افزاء جواب سن کر امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہادتوں سے پہلے بار بار اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے فرمایا' اور ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بخوشی اجازت دی کہ میری وجہ سے تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو مصیبت میں نہ ڈالو' اگر جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔ کسی ایک ساتھی نے بھی آپ کو اس حالت میں چھوڑ کر چلے جانے پر رضامندی ظاہر نہ کی بلکہ سب نے یہی عرض کیا۔

> حسین جان گرامی فدائے است کرد
> روا است اگر جاں کند فدائے حسین
> گر دست دهد هزار جانم
> در پائے مبارکت فشانم

سعید بن عبداللہ نے عرض کیا' واللہ اگر مجھے یقین ہو جائے کہ ستر بار مار ڈالا جاؤں گا اور ہر بار میری خاک بھی اڑا دی جائے گی تو پھر بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔

دوسرے ساتھی (مسلم بن عوسجہ) نے عرض کیا' بخدا اگر میرے پاس ہتھیار نہ بھی ہوں تو پتھروں سے یزیدیوں کا مقابلہ کروں گا اور آپ پر فدا ہو جاؤں گا۔

؎ نہ کچھ پینے کی حاجت ہے نہ کھانے کی تمنا ہے
تیرے سر کی قسم اب سر کٹانے کی تمنا ہے
یہی کہنا ہے آقا اور تو کچھ کہہ نہیں سکتے
کہ تجھ کو چھوڑ کر ہم اس جہاں میں رہ نہیں سکتے

زہیر بن قیس نے عرض کیا! اگر مجھے ہزار بار بھی آرے سے چیر دیا جائے تو بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا اگر آج آپ کو ان درندوں کے سامنے چھوڑ کر ہم چلے گئے تو کل آپ کے نانا جان کو کیا منہ دکھائیں گے اور کس منہ سے ان سے شفاعت کی بھیک مانگیں گے۔

بار دگر آپ نے فرمایا۔

بہادر ساتھیو! اسلام کے سچے وفا دارو
جہان کفر میں حق و صداقت کے مدد گارو
تمہیں معلوم ہے شب کی سحر ہوگی تو کیا ہوگا؟
چلو مانو وہی ہوگا جو منظور خدا ہوگا
اٹھو! اور اپنا سامانِ سفر باندھو چلے جاؤ

مگر سب نے بیک زبان ہو کر عرض کیا کہ۔

؎ اب چھوڑ کے در تیرا دیوانے کہاں جائیں؟

روایت میں آتا ہے کہ آپ بار بار چراغ بجھاتے اور ساتھیوں سے فرماتے کہ جس نے جانا ہے اندھیرے میں چلا جائے اس میں شرمندگی والی کوئی بات نہیں میں خود اجازت دے رہا ہوں تو ایک بوڑھے ساتھی (غالباً حبیب بن مظاہر جن کو بعض نے صحابی لکھا ہے) نے کہا! اے حسین تو ہزار بار بھی چراغ بجھالے ہم تجھے چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔

؎ ہر قوم کو دیتے ہیں جو آزادیوں کے جام
تجھ کو بھلائے گا نہ کسی قوم کا نظام
دنیا کے ہر محاذ پر آئے گا تیرا نام
ہر زندگی ادب سے کرے گی تجھے سلام

ذہنی ترقیوں کا اجالا بنائیں گے
تجھ کو حسین غیر بھی اپنا بنائیں گے

ایک علمی نکتہ

بعض لوگ کربلا میں ہونے والے ظلم کے جواز میں یزید اور ابن زیاد کی نمائندگی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یزید کی حکومت میں امام مسلم نے بیعت کی اور امام حسین بھی بیعت کے ارادے سے ہی جارہے تھے تو یہ حکومت کے خلاف بغاوت تھی جس کی سزا یہی تھی جو دے دی گئی۔ (نعوذ باللہ)

تو جواباً عرض یہ ہے کہ جب سید اشباب اہل الجنۃ جنتی جوانوں کے سردار ہی کے بارے میں ایسا ذہن ہوگا تو ایسوں کو اس کی سرداری میں جنت میں رہنا کب نصیب ہوگا۔ یقیناً وہ تو جنتی ہیں۔ تو ان کو باغی کہنے والا اپنا انجام خود سوچ لے۔ (ایک بات)

دوسری بات یہ ہے کہ کیا بیعت لینا بغاوت کی یا حکومت بنانے کی علامت ہے۔ اس طرح تو آج کی ہی حکومت کو لے لیں اور ساتھ یہ بھی دیکھ لیں کہ ہر پیر بیعت کر رہا ہے اور ہر جماعت اپنے امیر کے ہاتھ پر بیعت کر رہی ہے۔ خود معترضین کی بھی یہی حالت ہو گی تو کیا سزا کے لیے صرف خاندان نبوت ہی رہ گیا تھا اور پھر (آپ) معترضین بھی بغاوت کے الزام سے خود کیسے بچ سکتے ہیں۔ خرید و فروخت کے بعد بائع اور مشتری ہاتھ ملاتے تھے۔ یہ بھی بیعت تھی اور بیع مرابحہ کی تعریف ہی یہ ہے۔ مبادلۃ المال بالمال مع تراضی الطرفین ۔ بیع اور بیعت کا ایک ہی مادہ ہے۔ پھر اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو امام عالی مقام مدینہ میں بیعت لیتے۔ مکہ میں بیعت لیتے اور ان مراکز اسلام کے تمام مسلمان آپ کے ہاتھ یہ بیعت کرتے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔ معلوم ہوا ہے کہ معترضین ویسے ہی خاندان نبوت کی دشمنی میں جل بھن رہے ہیں۔ ان کے اعتراض کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ لوگ نواسۂ رسول کی عظمت کی گرد تک بھی نہیں پہنچے۔ جن کے ذہنوں میں چودہ طبق کے رسول کے کندھوں پہ سواری کرنے والے حسین کے متعلق اس طرح کے گندے اعتراضات پیدا ہوتے ہیں۔

؎ اک قیامت سے گزرنا ہوگا ۔۔۔ در شبیر تک آنے کے لیے
کربلا تیری صدا کافی ہے ۔۔۔ ساری دنیا کو جگانے کے لیے
جان حق کے لیے دینی ہو گی ۔۔۔ سلسلہ ان سے ملانے کے لیے
تشنگی اپنی گوارا کرلی ۔۔۔ پیاس خنجر کی بجھانے کے لیے
بھوک، پیاس اور غریب الوطنی ۔۔۔ اتنے غم ایک گھرانے کے لیے
صرف وہ ذات رہے گی باقی ۔۔۔ سب نصیرؔ آئے ہیں جانے کے لیے

کرامات امام عالی مقام

کربلا کے میدان میں خاندان نبوت کے پھول تین دن اور تین راتیں پانی کی بوند بوند کو ترستے رہے اور یہ ظلم یزید کے حکم سے ہوتا رہا۔ اس سے پہلے ایک دور تھا کہ جب حضور ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے اور اہل مکہ شدید قحط میں مبتلا ہو گئے کہ مردار جانوروں کے چمڑے ابال ابال کر کھانے لگے۔ آخر سب کافروں کے مشورے سے اسی یزید کا دادا باوجود حضور ﷺ کا شدید دشمن ہونے کے مدینہ شریف حاضر ہوا اور عرض کیا! آپ رحمۃ للعالمین ہیں اور آپ کی قوم بھوکی پیاسی مر رہی ہے۔ رحمت والے آقا نے رحمت والے گورے گورے نورانی ہاتھ اُٹھائے اور قحط ختم ہو گیا لیکن آج اسی ابو سفیان کا پوتا اسی رحمۃ للعالمین کے نواسے پہ یہ ظلم ڈھا رہا ہے۔ ابو سفیان تو فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہو گئے لیکن یزید کیسا مسلمان ہے؟

؎ وائے بر تو وائے بر اسلام تو ۔۔۔ عار گیرد کفر از انجام تو

امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی صورتحال سے دوچار تھے کہ آپ کو اونگھ آ گئی اور حضور انور ﷺ کی زیارت ہوئی غور سے دیکھا تو حضور ﷺ امام حسین اور خاندان حسین کے لیے صبر کی دعا کر رہے ہیں اور امام حسین اپنے نانا جان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔

؎ تیرے دین کی خیر ہو یا نبی جی ۔۔۔ میں آؤں گا کشتی کنارے لگا کے
یہ قاسم یہ عباس بھانجے بھتیجے ۔۔۔ تیرے پاس پہنچیں گے گردن کٹا کے
مصائب جہاں بھر کے گھیرے ہوئے ہیں ۔۔۔ تواضع یہ کی کوفیوں نے بلا کے

اس پر مستزاد یہ کہ دل دکھانے کے لیے یزیدی لوگ مزید طعنہ زنی کرتے۔ مثلاً ایک ظالم (عبداللہ بن حصین) نے کہا! اے حسین! دیکھو ہمارے پاس کتنا ٹھنڈا میٹھا پانی ہے۔ ادھر آ جاؤ! ورنہ پیاسے ہی مرو گے۔ (نعوذ باللہ)

آپ نے فرمایا! میں تو دنیا میں جام شہادت اور آخرت میں جام کوثر پیوں گا۔ اے ظالم! تو خود پیاسا مرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اسی وقت وہ مردود پانی مانگنے لگا اور پینے لگا۔ پانی پیتا جارہا تھا اور العطش العطش کہتا جارہا تھا۔ آخرکار پیاس پیاس کہتا ہوا اسی وقت مر گیا۔

حق کی صداقتوں کی نشانی حسین ہے　　دنیا میں انقلاب کا بانی حسین ہے
صحرا میں اس کے صبر کی تحریر میں پڑھوں؟　　دریا کی موج' پیاس ہے' پانی حسین ہے
سیرت ہے فاطمہ کی تو صورت علی کی ہے　　دنیا میں مصطفیٰ کی نشانی حسین ہے
دنیا کو جس نے اپنے لہو سے شکست دی　　وہ مرد حق وہ حیدر ثانی حسین ہے
چاروں طرف ہیں ریت کے صحرا میرے حسنؔ　　آنکھوں سے آنسوؤں کی روانی حسین ہے

امام عالی مقام کے خیموں کے اردگرد حفاظت کیلئے کھودی ہوئی خندق جس میں خواتین کے لیے ان درندوں سے تحفظ کی خاطر امام پاک نے آگ جلا رکھی تھی۔ ایک مردود مالک بن عروہ نے دیکھ کر کہا! اے حسین تو تو اس دنیا میں ہی دوزخ کی آگ میں گھرا ہوا ہے۔ امام حسین نے اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کیا! اے مالک و مولا! تیرے محبوب نے مجھے جنت کے جوانوں کا سردار فرمایا ہے لیکن یہ مردود کیا کہہ رہا ہے۔ اس کو ابھی دکھا دے دوزخ میں کون ہے۔ اور دوزخی کون؟ چنانچہ اسی وقت اس کا گھوڑا دوڑا اور وہ اس کو پکڑنے لگا۔ مسلم بن عوسجہ امام حسین کے ایک ساتھی نے تیر مارنا چاہا۔ امام نے اس کو روک دیا۔ اس کا گھوڑا پھسلا اور اس کا پاؤں رکاب میں پھنسا اور بمعہ گھوڑے اس خندق میں جل کر سواری اور سوار کوئلہ ہو گئے۔

؎ یارب دکھا دے ایک جھلک اس شہید کی
جس نے لہو پہن کے محرم میں عید کی
تو نے صداقتوں کا نہ سودا کیا حسین
باطل کے دل میں رہ گئی حسرت خرید کی

ابن اشعث نے کہا کہ آپ بار بار قرابت رسول ﷺ کی بات کرتے ہیں۔ آپ کو رسول ﷺ سے کیا نسبت؟ ابھی یہ کہہ ہی رہا تھا کہ گھوڑے سے گرا' پیٹ میں درد اٹھا' قضائے حاجت کو گیا' سیاہ بچھو نے پاخانے کے مقام پر ڈسا اور اپنی غلاظت پر ہی لوٹتا رہا اور واصل جہنم ہو گیا۔

ایک یزیدی نے امام عالی مقام کی مذمت میں کچھ کہا تو آسمان سے ستارہ ٹوٹا اور اس کی آنکھ جاتی رہی۔ یزیدی لشکر کے لیے رکھے ہوئے گوشت سے آگ کے شعلے بلند ہوئے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۱۴۵)

ایک شخص نے امام حسین کی شہادت کی خبر خوش ہو کر لوگوں کو سنائی تو اسی وقت اندھا ہو گیا۔ (الحیات الحمی)

ایک روایت میں ایک شخص کہتا ہے کہ ایک جگہ کسی محفل میں شہادت حسین کا ذکر ہوا تو میں نے کہا۔ جو حسین کے قتل میں شریک ہوا بری موت مرا۔ ایک شخص نے کہا! میں بھی شامل تھا میں تو نہیں مرا' ابھی تک سلامت ہوں۔ اسی وقت چراغ کی بتی صحیح کرنے کے لیے اٹھا تو کپڑوں کو آگ لگ گئی اور جل کر راکھ ہو گیا۔ الغرض! مابقی منهم احد الا عوقب فی الدنیا اواسود الوجه و زال ملکه فی مدة یسیرة (تہذیب التہذیب) جو بھی قتل حسین میں شامل ہوا اس کو دنیا میں ہی سزا ملی (آخرت کا عذاب ابھی باقی ہے) چہرہ سیاہ ہو گیا۔ خود یزید کی حکومت تھوڑی دیر بعد ختم ہو گئی۔

محمد بن صلت ابدی نے ربیع بن منذر ثوری اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آ کر لوگوں کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خوشخبری دی اور وہ اندھا ہو گیا جس کو دوسرا آدمی کھینچ کر لے گیا۔ ابن عیینہ کا بیان ہے کہ مجھ سے میری دادی نے کہا کہ قبیلہ جعفین کے دو آدمی جناب حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک تھے جن میں سے ایک کی شرمگاہ اتنی لمبی ہو گئی کہ وہ مجبوراً اس کو لپیٹتا تھا اور دوسرے آدمی کو سخت استسقاء ہو گیا کہ وہ پانی کی بھری ہوئی مشک کو منہ سے لگا لیتا اور پانی کی آخری بوند تک چوس جاتا مگر پیاس پھر بھی نہ بجھتی اور ایسا کیوں نہ ہو کہ۔

؎ خیر البشر کی آنکھ کا تارا حسین ہے — زہرہ کا دلآرام و دلارا حسین ہے

اس کے لہو کی روشنی پھیلی افق افق — دنیا میں روشنی کا منارہ حسین ہے
مظلومیت کو شان انا اس نے بخش دی — مظلوم آدمی کا سہارا حسین ہے
ہیبت سے ہر یزید کا چہرہ اتر گیا — جب بھی جہاں میں کوئی پکارا حسین ہے
ہر دور میں حسین ضرورت ہے وقت کی — ہر قوم کہہ رہی ہے ہمارا حسین ہے
تاریخ حریت کا وہ رخشندہ باب ہے — بے یار و مدد گار کا یارا حسین ہے
دستور زندگی ہے وہ درس حیات ہے — اک فرد ہی نہیں ہے ادارہ حسین ہے

(ڈاکٹر منظور الحق مخدوم حافظ آباد)

امام عالی مقام کی شرائط

یزید چونکہ عورتوں کا رسیا تھا اس نے لوگوں سے پوچھا کہ اس وقت حسین ترین عورت کون سی ہے۔ لوگوں نے صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن زبیر کی بیوی کا نام لیا جس کا نام زینب تھا۔ چنانچہ یزید نے بڑے ذلیل اور گھٹیا طریقے سے ابن زبیر کی بیوی کو طلاق دلوائی مگر وہ پھر بھی یزید کو نہ مل سکی بلکہ اس نے فاطمۃ الزہرہ کی بہو بننا سعادت سمجھا اور امام حسین سے نکاح کر لیا۔ امام حسین نے فرمایا! یزید نے ایک صحابی رسول کی گستاخی کی ہے۔ اس گستاخی سے علی الاعلان معافی مانگے۔ دوسرا یزید حکمران ہو کر نمازیں ضائع کرتا ہے جبکہ حکمران تو دوسروں کو بھی نماز قائم کرواتا ہے کیونکہ اسلامی حکومت کے سربراہ کی ذمہ داری ہے۔ الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر۔ (الحج)

جبکہ یزید شراب کا عادی بھی ہے۔ مجلسوں میں مجرے کراتا ہے۔ یزید تمام حرکتوں کو چھوڑے تو اس کو حکمران ماننے کے بارے سوچا جا سکتا ہے۔ یزید کو یہ شرائط پہنچیں تو اس کو غصہ آ گیا کہ حسین کون ہوتا ہے مجھے باز پرس کرنے والا۔ ادھر حق کے علمبردار کو بھی غیرت آئی اور معرکہ کربلا بپا ہوا۔ یاد رہے کہ اہل عرب دو طریقوں سے جنگ لڑتے تھے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلا طریقہ یہ تھا کہ ایک ایک جوان میدان کارزار میں نکل کر داد شجاعت دیتا تھا اور کبھی کبھی یہی طریقہ دو دو، تین تین اور چار چار کی صورت بھی اختیار کر لیتا تھا۔ اسے مبارزت

طلبی کہا جاتا ہے اور زیادہ تر اسی طریقہ پر عمل درآمد ہوتا تھا۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ ایک فریق سارے کا سارا یا اس کا کثیر حصہ دوسرے فریق پر یک بارگی دھاوا بول دیتا اور فریقین گتھم گتھا ہو جاتے۔ اسے جنگ مغلوبہ کہا جاتا ہے۔

روز عاشورا صرف تین بار جنگ مغلوبہ واقع ہوئی۔ (۱) حملہ اولیٰ قبل از ظہر وقت دوپہر (۲) حملہ ثانیہ قبل از ظہر تقریباً ایک گھنٹہ پہلے (۳) حملہ ثالثہ بھی قبل از ظہر اس کے علاوہ باقی جنگ پہلے طریقہ (مبازرت طلبی) کے مطابق ہوئی۔

حضرت حُر کی شہادت

وہی حُر ہے کہ شہ کو کربلا میں گھیر لاتا ہے
وہی اب عشق میں شہ کے گلا اپنا کٹاتا ہے

حُر کا لشکر یزید سے دامن حسین میں آنا اس سے چند صفحات پہلے "حُر سے ملاقات" کے عنوان سے گزر چکا۔ چنانچہ حُر امام سے اجازت لے کر میدان میں اترے تو لشکر یزید ورطہ حیرت میں گم ہو گیا اور پورے لشکر پر ایک مردنی چھا گئی کیونکہ عین حالت جنگ میں کسی فوجی جرنیل کا اپنی فوج کو چھوڑ کر مدمقابل کی فوج میں نہ صرف چلے جانا بلکہ اپنی سابقہ فوج کے مقابلے میں سب سے پہلے نمبر پر آ جانا اس لشکر کی ہمت کو پست کر دیتا ہے جسے فوجیوں کی اصطلاح میں مرال ڈاؤن ہو جانا کہتے ہیں۔ یہ سب اسی فصاحت نبوی کا اثر تھا جو حسین کے نانا کو عطا ہوئی اور براستہ شیر زہرہ نواسۂ رسول میں منتقل ہوئی کہ آج یزید کی فوج کا جرنیل۔

ہزاروں دشمنوں کے سامنے للکار کر بولا
پہنچ کر لشکر اعداء میں پھر شمشیر کو تولا
میرے عہد جفا کے ساتھیو! ہشیار ہو جاؤ
مجھی سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ
نگاہ لطف ساقی نے میری فطرت بدل ڈالی
ذرا سی دیر میں بدبخت کی قسمت بدل ڈالی

یزیدی لشکر سے آواز آئی اے حُر ! یہ تو نے کیا کیا؟ یزید ناراض ہو جائے گا۔ سپہ سالاری ختم ہو جائے گی۔ حُر نے کہا! یزید ہزار بار ناراض ہوتا پھرے مگر حسین کا نانا ناراض نہ ہو۔ سپہ سالاری لاکھ بار ختم ہو جائے پرواہ نہیں مگر محمد کی آل کی غلامی میں فرق نہ آئے اور سنو بلکہ غور سے سنو! میں سوچ سمجھ کر دامن حسین میں آیا ہوں اور اس طرح کی بات کر کے تم میرے دل میں یزید کی نفرت تو بڑھا سکتے ہو۔ حسین کی محبت نہیں نکال سکتے کیونکہ!

؎ یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے

انہوں نے کہا! یزید سے تنخواہیں آج تک وصول کرتا رہا ہے۔ اب نمک حرامی پہ اتر آیا ہے۔ حُر نے جواب دیا! ساری دنیا حسین کے نانے کا صدقہ کھاتی ہے نمک حرام تو تم ہو جو اسی نبی کے نواسے کے خون کے پیاسے ہو۔ اور پھر مجھے بھی کہتے ہو کہ میں یزید کا ساتھ دوں اور حسین کا ساتھ چھوڑ دوں۔ بھلا حسین کو چھوڑ کر میں یزید کو اپنا امام کیسے مان لوں؟

؎ نہیں ہرگز نہیں ظلمت امامت ہو نہیں سکتی
نبی کے دین کی ضد پر خلافت ہو نہیں سکتی
حقیقی وارث ملت حسین ابن علی ہی ہیں
امیر المؤمنین بے شک ولی ابن ولی ہی ہیں

حُر کی اس گفتگو سے اس کا بھائی مصعب بھی یزیدی فوج کو چھوڑ کر حسینی قافلے میں آ گیا۔

اب مقابلہ شروع ہوا اور حُر کے مقابلے میں بڑا مشہور پہلوان صفوان آیا اور آتے ہی کہنے لگا۔ حُر تو نے اچھا نہیں کیا۔ ہم تیری قیادت میں یہاں آئے اور تو ہمیں دھوکا دے کر ادھر چلا گیا۔ حُر نے کہا! تم بھی آنا چاہو تو سخی حسین کے دروازے سب کے لیے کھلے ہیں۔ اس نے کہا! ہم ایسی غداری نہیں کر سکتے۔ حُر نے کہا! جو خاندان نبوت کا غدار ہو اس سے بڑا کون غدار ہوگا۔ یہ کہا اور نیزے کا اشارہ کیا تو صفوان کتے کی طرح دم دبا کے بھاگ گیا اور حُر نے پیچھے سے یہ نعرہ بلند کیا۔

؎ کیا ہے تو اور کیا ہے تیرا وہ امیر شام
کرتے ہیں بھلا بادشاہ کہیں بیعت غلام

تو بھی نمک حرام ہے وہ بھی نمک حرام
او بے ادب کجا یزید اور کجا امام
دوزخ سے دور رہتے ہیں ساکن بہشت کے
کعبہ کبھی جھکا نہیں آگے کنشت کے
کیوں چھوڑ کے دیں فوج میں گمراہوں کے آؤں
حاکم کو ہنساؤں میں محمد ﷺ کو رلاؤں
کیا حاکم دنیا کا تو احساس کروں میں
محمد ﷺ کے نواسے کا نہ کچھ پاس کروں میں

صفوان کو عمرو بن سعد نے لالچ دیا کہ اگر تو نے حُر کو قتل کر دیا تو جتنا بڑا عہدہ اس کا تھا اتنا ہی تجھے ملے گا چنانچہ لالچ میں اندھا ہو کر صفوان آیا حُر نے آتے ہی نیزے پہ لٹکا کر اوپر اٹھالیا اور پھر پٹخا کر زمین پہ مارا کہ اس کی لاش کے پانچ ٹکڑے ہو گئے۔ (آخر یزید نے ایسے ہی تو نہیں جرنیل بنایا ہوا تھا اور پھر اب تو جذبۂ حسینی بھی شامل ہو گیا تھا)۔

ہر جا لپک لپک کے جو وہ شعلہ رو گیا
میداں میں مثل برق چمک چار سو گیا
تصویرِ مرگ پھرتی تھی دشمن کے سامنے
غل تھا ارے نہ جائیو ناگن کے سامنے
اڑتے تھے حُر کے دم سے شرارے ادھر ادھر
گرتے تھے ٹوٹ ٹوٹ کے تارے ادھر ادھر
ہر ضرب میں تنوں سے زمین پاٹتے ہوئے
میداں میں پھرتے جاتے تھے سر کاٹتے ہوئے

لشکر یزید یہ منظر دیکھ کر ڈر گیا جو آتا بچ کر نہ جاتا بلکہ ٹکڑے ہو جاتا۔ آخر سب نے مل کر حملہ کیا اور حضرت حُر حسین کے قدموں میں آ کر گر گیا اور جان دے دی۔

؎ گلاں نال تے ہر کوئی لائی پھردا لا کے توڑ نبھانیاں اوکھیاں نیں

اصغر ہتھاں دے وچہ کوہا دینا
نالے بائیں کٹائیاں اوکھیاں نیں

ے ذکر جب ہوگا حقیقت کے پُر ستاروں میں
نام حُر آئے گا دنیا کے معماروں میں

یہ وہ حُر ہے جس نے امام پاک کے پیچھے صرف ایک نماز پڑھی تھی اور اپنی جان اپنے امام کے قدموں پہ قربان کردی۔ آج کے نمازی بیس سال بھی نمازیں پڑھتے رہیں تو اور کسی مسئلہ پہ اتفاق ہو یا نہ ہو امام کو مسجد سے نکالنے پہ ضرور اتفاق کرلیں گے اور بہانہ یہ بنائیں گے کہ محلے دار نہیں مانتے جس کو محلے میں آئے ایک مہینہ ہوا ہے اور کرائے کے مکان میں رہتا ہے۔ وہ تو محلے دار بن گیا اور جو تجھے بیس سال سے نمازیں پڑھا رہا ہے وہ بے چارا ابھی محلہ دار ہی نہیں ہوا۔ یہ محلہ داری کا سرٹیفکیٹ کس یونیورسٹی سے ملتا ہے۔ ے شرم تم کو مگر نہیں آتی!

حُر کو جنت بھی ملی اوج شہادت بھی ملا
اک نظر میں شاہ نے قطرے کو دریا کردیا

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر حُر حسین کے قدموں میں آ کر جنتی ہو سکتا ہے تو صدیق و فاروق جو آج بھی رسول ﷺ پاک کے سینے سے لگے ہوئے ہیں ان کے جنتی ہونے میں کیا شک ہے۔

ے چھوا جو کنکروں کو انہیں در بنا دیا
قیدی جو آیا پاس اسے حُر بنا دیا

وہب بن عبداللہ کلبی کی قربانی

گو اپنے دوستوں کے برابر نہیں ہوں میں
لیکن کسی حریف سے کمتر نہیں ہوں میں

یہ ایک ستھری اور پاکیزہ زندگی والا کڑیل جوان تھا جس کی شادی کو ابھی پندرہ یا سترہ دن ہوئے تھے۔ اس کو اس کی ماں نے کہا! کہ فاطمۃ الزہراء کے جگر کے ٹکڑوں پہ مشکل کا وقت ہے۔ اگر ہم خاموشی سے گھر میں بیٹھے رہے تو کل قیامت کو فاطمہ الزہرہ یہ کہہ کر اپنا دامن میرے ہاتھوں سے کھینچ لے گی کہ تیرے قریب ہی کربلا میں میرے بچوں کے ٹکڑے ہوتے رہے اور تو میرے بچوں کا تماشہ دیکھتی رہی اور اپنے بچے کو سینے سے لگائے رکھا۔ اے بیٹا! مجھے فاطمہ کی جھڑک سے بچا۔ بیٹے نے بخوشی ماں کی خواہش کو پورا کرنے کی حامی بھرلی اور کہا! اماں اگر تو اجازت دے تو اپنی نو بیاہتا دلہن کو اطلاع کرلوں؟ ماں نے کہا! بیٹا! ہم عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں پھر وہ تیری نئی نویلی دلہن ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں تجھے اس سعادت سے محروم نہ کردے۔ بیٹے نے عرض کیا! ماں میں اس کی طبیعت کو سمجھتا ہوں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گی اگر میں حسین کا غلام ہوں تو وہ بھی زینب کی کنیز ہے۔ چنانچہ نیک بخت دلہن نے وھب کو ایک شرط پر بخوشی شہید ہونے کی اجازت دے دی اور وہ شرط یہ تھی کہ بحکم حدیث شہید کے خون کا پہلا قطرہ زمین پہ گرتے ہی اس کے گناہ معاف دیدار رب اور جنت کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے لیکن تو اس وقت تک جنت میں قدم نہ رکھے گا جب تک مجھے بھی ساتھ نہ لے جائے۔ اب یہ شرط تو امام عالی مقام کی ضمانت پہ ہی مانی جا سکتی تھی۔ چنانچہ امام حسین نے اس شرط کو قبول فرمالیا اور فرمایا تو اس کی بات کرتی ہے میں بھی اس وقت تک جنت میں قدم نہ رکھوں گا جب تک تو ہمارے ساتھ نہ ہوگی لیکن امام حسین

نے اس بوڑھی مائی کو (جس کا نام شاید قمر النساء تھا) کو فرمایا! اماں جی یہ وھب آپ کے بڑھاپے کا سہارا ہے اور آپ کی نئی نویلی دلہن کا سہاگ ہے کہیں جذباتی فیصلہ نہ کر لینا۔ یہ عصائے پیری جب ٹوٹے گا تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا ہو جائے گا پھر نہ کہنا کہ حسین نے ہمارا سہارا توڑ دیا ہے۔ مائی نے عرض کیا! اے حسین میں نے تیری ماں فاطمہ کو کئی بار تہجد کے وقت وضو کے لیے پانی بھر کر دیا ہے۔ میں تیری عظمت بھی جانتی ہوں اور تیری ماں کی بھی۔ مجھے خوب علم ہے کہ ''نبی فاطمہ کا نبوت فاطمہ کی' ولی فاطمہ کا ولایت فاطمہ کی' رسول فاطمہ کا رسالت فاطمہ کی' شہید فاطمہ کا شہادت فاطمہ کی' خدا فاطمہ کا خدائی فاطمہ کی' میں اپنے چاند جیسے بیٹے کی جدائی برداشت کر لوں گی مگر قیامت کے دن تیری امی کی ناراضگی گوارا نہیں کر سکتی۔ چنانچہ وھب کو ہر طرف سے اجازت مل گئی اور بپھرے ہوئے شیر کی طرح میدان کربلا میں گیا کہ یزیدیوں میں کھلبلی مچ گئی اور پوچھنے لگے اے جوان تیری حسین سے کیا رشتہ داری ہے' کونسا قبیلہ ہے؟ تو اس نے وجد میں آ کر جواب دیا۔

؎ تعلق ہے مرا اہل ایماں کے اس قبیلے سے
خدا کو جس نے پہچانا محمد ﷺ کے وسیلے سے

انہوں نے کہا کہ اپنی جوانی پہ ترس کھا' تیرا خاندان اور حسین کا اور' اس کی وجہ سے کیوں اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر اپنی ماں اور بیوی کے لیے مشکلات پیدا کرتا ہے۔ وھب نے کہا! سارے رشتے حسین کے جوتے کی نوک پہ قربان جس کا رشتہ حسین کے نانے سے نہیں اس کے باقی رشتے کس کام کے؟ وھب کی ہیبت اس قدر تھی کہ یزیدی گھبرا کر بولے اے حسین! خود میدان میں کیوں نہیں آتا۔ ہمارے مقابلے میں پانڈیوں کو کیوں بھیج رہا ہے مگر حسین کے اس سچے غلام نے کہا! سنو کوفیو! میں حسین کا غلام ہوں میرے ہوتے ہوئے میرا آقا تمہارے سامنے کیوں آئے؟ تم میرا مقابلہ تو کر نہیں سکتے ہو تو میرے حسین کا مقابلہ کیا کرو گے؟ سامنے آؤ اگر دن کو تمہیں تارے نہ دکھا دوں تو حسین کا نوکر نہ کہنا۔ یہ کہہ کر یزیدی لشکر کی طرف بڑھا اور زبان سے یہ شعر پڑھا

؎ امیر حسین ونعم الامیر لہ لمعۃ کالسراج المنیر

میرا آقا حسین ہے اور وہ کتنا اچھا سردار ہے جس کے چہرے کی چمک سے نیر تاباں

بھی منہ چھپا رہا ہے۔

ایک یزیدی کے تین بیٹے تھے وہ باری باری آتے گئے اور جہنم رسید ہوتے رہے۔ پہلا آیا تو وھب نے اس زور سے زمین پر گرایا کہ ہڈیاں توڑ کر چکنا چور کر دیں۔ وہیں دم توڑ گیا۔ دوسرے کی کمر پر ہاتھ رکھا اور الٹا کے پھینکا اور اس کی گردن کو توڑ دیا۔ تیسرا بھاگنے لگا تو اس کے پیچھے جا کر اس زور کا دھکا دیا کہ منہ کے بل گرا اور دانت سارے ٹوٹ گئے۔

وھب کی ماں یہ نظارہ دیکھ رہی تھی اور بیوی مصلے پہ سجدے میں گری ہوئی تھی۔ آخر دشمن نے اجتماعی حملہ کیا تو وھب کے جسم پہ پندرہ سو تیروں اور نیزوں کے زخم لگ گئے۔ نڈھال ہو کر امام کے قدموں میں آ گرا اور جان دے دی۔

عدیم ہاشمی نے مشرقی پاکستان کی تقسیم پہ کتنا خوبصورت شعر کہا! جب ہمارے ایک لاکھ ''جوانوں'' نے سر جھکا کر آدھا ملک گنوا دیا۔

ہم ایک لاکھ تھے ہم نے تو سر جھکا ڈالے
حسین تیرے بہتر سروں کو لاکھ سلام

ازالۂ وہم

شہداء کرب و بلا کی شہادت کو بیان کرتے ہوئے صرف ان کی بے بسی کے واقعات کو ہی بیان نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان کی جرأت و بہادری اور جذبے کو بھی موضوع گفتگو بنانا چاہیے کیونکہ اگر ذکر شہادت کر کے صرف لوگوں کو رلانا مقصد ہوگا تو ایک بزدلی کا ماحول پیدا ہو جائے گا اور ہر طرف چیخ و پکار سن کر قوم کا بچہ بچہ شہادت سے توبہ کر جائے گا کہ میں کیوں شہید ہوں گا جب میری کئی پشتیں میرے غم میں روتی پیٹتی اور ماتم کرتی رہیں گی۔ شہادت تو ایک ایسی نعمت ہے کہ ہر مسلمان کو اس کے حصول کیلئے کوشش کرنی چاہیے۔ شہید کی بہادری کے واقعات سے قوم میں شہید ہونے کا لازوال جذبہ پیدا ہوگا۔ آخر شہدائے کربلا سے پہلے بھی تو اہل اسلام شہید ہوتے رہے۔ حضرت امیر حمزہ اولین سید الشہداء بھی تو بڑے دردناک طریقے سے شہید ہوئے۔ حضرت عثمان غنی بھی تو مظلوم شہید ہیں کہ جن کا چالیس دن محاصرہ رہا۔ پانی بند رہا حالانکہ رعایا میں سے بھی نہ تھے بلکہ خلیفۂ وقت تھے۔ امام عالی مقام جتنے بھی مرتبے و مقام والے سہی پھر بھی رعایا میں سے تھے اور بادشاہ تو عوام پہ ظلم کرتے ہی رہتے

ہیں۔ میرا مطلب اس سے امام حسین کی شہادت کی اہمیت (نعوذ باللہ) گھٹانا نہیں ہے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ جن نفوس قدسیہ کی شہادت پہ آیات قرآنی نازل ہوئیں اور جو ان آیات کے اولین مصداق ہیں وہ شہداء کا ذکر کس طرح کرتے تھے؟

صحیح بخاری میں ہے کہ جب حضرت زید بن حارثہ شہید ہوئے تو ان کی والدہ نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا۔ اگر تو میرا بیٹا جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی اور اگر کسی اور جگہ ہے تو میں خوب آہ و زاری کرتی ہوں۔ سرکار نے فرمایا صرف جنت میں ہی نہیں بلکہ جنت کے اعلیٰ ترین درجے میں ہے۔ ثابت ہوا کہ جو یقینی جنتی ہوگا اس پر اس طرح کا واویلا جیسے محرم الحرام میں ہمارے بعض خطبا اور دوسروں کے ذاکرین کرتے ہیں کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے کیونکہ حسین صرف جنتی ہی نہیں بلکہ سید اشباب اهل الجنة جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں اور پھر یہ بھی تو دیکھو کہ۔

کیا جلوہ کربلا میں دکھایا حسین نے ۔۔۔ سجدے میں جا کے سر کو کٹایا حسین نے
خوش بخت حُر تھا آپ کے قدموں میں آگرا ۔۔۔ سویا نصیب اس کا جگایا حسین نے
نیزے پہ سر تھا اور زباں پر تھیں آیتیں ۔۔۔ قرآن اس طرح بھی سنایا حسین نے
نانے کے دین پاک پر ہر چیز وار دی ۔۔۔ کچھ بھی نہ اپنے پاس بچایا حسین نے
صدمے سے قدسیوں کی بھی چیخیں نکل گئیں ۔۔۔ اصغر کو جب گلے سے لگایا حسین نے
راہ خدا میں جان کی بازی لگا گئے ۔۔۔ پیش یزید سر نہ جھکایا حسین نے
اکبر کی خشک آنکھ سے آنسو چھلک پڑے ۔۔۔ صغریٰ کا جب پیام سنایا حسین نے
ایسا لگا کہ دیکھ کر حوریں بھی رو پڑیں ۔۔۔ قاسم کی لاش کو جو اٹھایا حسین نے
کیوں آپ کو نہ اپنے نواسے پہ ناز ہو ۔۔۔ ہر قول مصطفیٰ ﷺ کا نبھایا حسین نے
فیضان وہ تو ساقیٔ کوثر کے لعل تھے ۔۔۔ کہتا ہے کون آب نہ پایا حسین نے

عون ومحمد کی شہادت

یعنی بی بی زینب کی جوڑی

آندھی میں اک چراغ سرِشام بچ گیا
زینب کو دو دعائیں کہ اسلام بچ گیا

امام عالی مقام کی بہن حضرت زینب نے اپنے بچوں (عون ومحمد) کے لیے شہادت کی اجازت مانگی، آپ نے فرمایا! کہ بھائی تو بہنوں کو بہت کچھ دیتے ہیں مگر میں اپنی آنکھوں کے سامنے تیرے بچوں کے ٹکڑے کرا دوں اور تیرے دل کا سکون برباد کر دوں؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ عرض کیا! مجھے روز قیامت والدہ ماجدہ کے سامنے شرمندہ نہ کریں۔ میں خوش نصیب کہلاؤں گی اگر میرے بچے آپ کے لیے جام شہادت نوش کر لیں گے۔ بہنوں کے تو بھائیوں کے ساتھ وراثت کے جھگڑے ہی نہیں ختم ہوتے اور پھر حدیث شریف بھی ہے کہ الصدقة ترد البلاء۔ صدقے سے بلائیں ٹل جاتی ہیں۔ آپ نے فرمایا! یہ حدیث سنانے کا یہاں کیا موقع ہے؟ آج ہمارے پاس ہے بھی کیا جو صدقہ کریں؟ عرض کیا! آج انوکھی چیز صدقہ کرنا چاہتی ہوں اور وہ یہ کہ اپنی جوڑی کا صدقہ راہ خدا میں دینا چاہتی ہوں۔ فرمایا! یہ چھوٹے چھوٹے بچے اس خوفناک میدان کارزار میں کیا کر سکتے ہیں؟

بچوں نے آگے بڑھ کر عرض کیا!

اگرچہ ہم دونوں ہیں بچے عمر میں بھی زیر ہیں
دشمنوں کے واسطے لیکن اے ماں! ہم شیر ہیں

چنانچہ اجازت مل گئی، دونوں بچے میدان میں کودے تو یوں لگا جیسے موسیٰ کے طور پر

جلوے نظر آ رہے ہیں۔ عمرو بن سعد نے کہا! یہ حسین کے بھانجے ہیں اور گرد و غبار بیٹھنے سے پہلے ہی ان کو ختم کر دیا جائے ورنہ ان کو دیکھ کر بڑے بڑوں کے پتے پانی ہو جائیں گے اور کوئی ترس نہ کرنے لگ جائے پہلے ان کو لالچ دیا گیا کہ دیکھو! فرات ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور تم تین دن کے پیاسے ہو آ جاؤ اور پانی پی لو مگر جانتے نہیں تھے کہ

؎ علی کا گھر بھی کیا گھر ہے کہ جس گھر کا ہر اک بچہ
جسے دیکھو وہی شیر خدا معلوم ہوتا ہے

بچے بڑی جرأت سے کہنے لگے ذرا دل کی آنکھیں وا کرو اور دیکھو ہماری طرف حوض کوثر موجزن ہے' چنانچہ غبار آڑا' تلواریں ٹکرائیں بی بی زینب خیمے کے سوراخ سے دیکھ رہی تھیں' امام مصلے پر بیٹھے دعا میں مصروف تھے۔ ادھر بچے زمین پر گرے' حسین مصلے پر گرے' زینب نے سر سجدے میں رکھا۔ امام دوڑ کر زینب کے پاس گئے آواز دی تو جواب نہ آیا' فرمایا! اسی لیے تو کہا تھا کہ بچے نہ بھیج' عورتوں کے حوصلے کم ہوتے ہیں۔ عرض کیا! مجھے یہ طعنہ نہ دیں' جس ماں کا دودھ آپ نے پیا ہے اسی کا میں نے پیا ہے تو شیر خدا کا بیٹا ہے تو میری رگوں میں بھی ہاشمی خون ہے' میں تو سجدہ شکر بجا لا رہی تھی اس بات پر کہ میری قربانی بھی قبول ہوئی اور کربلا میں میری اولاد میرے بھائی کے کام آ گئی

؎ گھل کے مقتل دے دل دونویں لخت جگر
کہیا زینب نے مولیٰ ہے تیرا شکر
میری محنت دا ملیا اے مینوں اجر
میری اولاد ویرن دے کم آ گئی

صاحبزادہ نصیر الدین نصیر سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی جرات کو سلام کرتے ہوئے یوں عرض گزار ہیں۔

؎ ہر کان میں رس گھول رہے ہوں جیسے
جبریل زباں کھول رہے ہوں جیسے
دربار دمشق میں وہ زینب کا خطاب
منبر پہ علی بول رہے ہوں جیسے

اور بارگاہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا سے شفاعت کی بھیک مانگتے ہوئے یوں درخواست گزار ہیں

؎ عاصی پر التفات مشکل تو نہیں
لینا سند نجات مشکل تو نہیں
نانا سے کہیں میری شفاعت کے لیے
زینب کے لیے یہ بات مشکل تو نہیں

حضرت عباس علمدارِ کربلا

ہر ایک موج کے سینے پر لکھ گئے عباس
وفا کے پھول لہو سے کھلائے جاتے ہیں

صاحب اللواء حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی ولادت باسعادت مدینہ منورہ میں شعبان المعظم ۲۶ھ کو ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ام البنین فاطمہ بنت خزام بن خالد بن ربیعہ بن عامر الکلابی تھیں یہ وہ ام البنین تھیں جن کا خاندان عرب میں صف شکنی اور شیر افگنی میں مشہور اور معروف تھا تمام قبائل عرب میں یہ خاندان اپنی شجاعت و بہادری میں بے نظیر تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس بات پر بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ جس طرح آپ شجاعت و بہادری میں اعلیٰ درجہ کے مشہور ہیں آپ کی بیوی حضرت ام البنین بھی شجاع خاندان سے تھیں۔ آپ کے ہی بطن سے حضرت کے یہ چار فرزند پیدا ہوئے۔ ۱۔ حضرت ابوالفضل العباس۔ ۲۔ حضرت عثمان۔ ۳۔ حضرت عبداللہ۔ ۴۔ حضرت جعفر جو سب کے سب میدان کربلا میں یوم عاشورہ حضرت امام ہمام کی نصرت کے ساتھ جام شہادت نوش فرما گئے اور دنیا میں سوتیلے بھائیوں کے لیے وفاداری و جان نثاری کی مثال قائم کر دی

ہو گئی محفوظ تاریخ حسین ابن علی
کربلا میں جب ہوا بازو قلم عباس کا

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چودہ سال تک اپنے والد معظم کی شفقت نصیب ہوئی تھی۔ حضرت عباس حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اپنے والد عظیم کی شہادت کے بعد دس سال کا عرصہ حضرت سیدنا امام حسن کے پاس رہے۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس رہے۔ اس طرح واقعۂ کربلا کے وقت آپ کی عمر مبارک چونتیس سال بنتی ہے۔ واقعہ کربلا کے وقت حضرت عبداللہ وعثمان و جعفر اور حضرت عباس ان چاروں بھائیوں کی والدہ ماجدہ حضرت ام البنین مدینہ طیبہ میں موجود تھیں۔

(الحیات الحکمی) ج ۲ص ۳۰۹ وص ۳۱۰

دیکھنا رتبہ ہے کتنا محترم عباس کا　　　عرش تک لہراتا جائے ہے علم عباس کا

ایک وضاحت

حضرت عباس علمدار کربلا کو غازی کہا جاتا ہے حالانکہ آپ نے بھی دوسروں کی طرح شہادت کا مرتبہ پایا اور شہید یقیناً غازی سے افضل ہوتا ہے۔ پھر آپ کو اہل بیت کا ماشکی کہتے ہیں جو بہت بڑی زیادتی ہے۔ وہ امام حسین کے بھائی، حضرت علی کے لخت جگر، حضرت سکینہ کے چچا تھے تو کیا اس لیے ان کو ماشکی کہا جائے کہ وہ اپنی بھتیجی کے لیے پانی لینے گئے اور بازو کٹا آئے یہ تو ایسے ہی ہے کہ آپ کا چچا بازار سے سودا لینے جائے تو آپ اس کو پانڈی کہنا شروع کردیں۔ حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو کنیتیں بڑی مشہور ہیں۔ ایک ابو الفضل اور دوسری ابو القرابہ۔ آپ کے القابات بھی بہت مشہور و معروف ہیں۔ آپ کو قمر بنی ہاشم بھی کہا جاتا ہے اور علمبردار بھی کہا جاتا ہے۔ سقائے اہل بیت بھی کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں باب الحوائج، الشہید، العبد الصالح، صاحب اللواء بھی القابات جلیلہ آپ کے ہیں۔

(حیات مخفی ج ۲ص ۳۱۰)

شکل وشمائل وفضائل

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت حسین و جمیل اور جسیم و وسیم تھے۔ دور کابہ گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تو پھر پائے مبارک زمین پر خط کھینچتے تھے۔ ان کو خداداد حسن و جمال کی وجہ سے قمر بنی ہاشم کہا جاتا ہے۔

یعنی بنی ہاشم کے خاندان کے چاند جیسے عباس۔ مدینۃ الرسول میں جب شہزادہ علی اکبر ابن امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بازار میں چلتے تو لوگ ان کے چہروں کو دیکھنے کے لیے جمع ہو جاتے۔ سبحان اللہ۔ ظاہری خوبیوں کے ساتھ ساتھ

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن باطنی و روحانی خوبیوں سے بھی لبریز تھا۔ ایمان و ایقان و اعمال و کمال کے اعلیٰ درجہ پر تھے اور مکارم اخلاق و فضائل کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ ایک مرتبہ آپ کا ایک عجیب فقیہانہ واقعہ ہوا کہ حضرت سیّدنا مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس حضرت سیّدہ زینب ؓ حاضر تھیں۔ آپ اپنے بیٹے حضرت عباس کو فرما رہے تھے۔ قل واحدا کہو ایک۔ حضرت عباس نے کہا! واحـــد ایک۔ پھر آپ نے فرمایا قل اثنان کہو دو۔ حضرت عباس خاموش ہیں۔ آپ نے فرمایا بیٹا دو کیوں نہیں کہتے؟ کہو دو۔ حضرت عباس نے عرض کیا ابا جان استحی ان اقول باللسان الذی قلت و احدا' اثنان جس زبان سے ایک مرتبہ ایک کہہ دیا ہے اس سے اب دو کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے اور متاثر بھی کیونکہ اس میں ایسا فقیہانہ راز تھا جو عام بندہ نہ سمجھ سکتا تھا۔ حضرت عباس کے بارے میں مشہور ہے ان العباس من اکابر فقھاء وافاضل اھل بیت کہ آپ مدینہ شریف کے بڑے فقہاء اور اہل بیت کے فضلاء میں سے تھے۔ آپ نے ہی سب سے پہلے امام عالی مقام کی بارگاہ میں عرض کیا تھا۔

لارانا اللہ ذٰلک الیوم ابدا ۔ خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے کہ ہم آپ کو کربلا میں تنہا چھوڑ کر چلے جائیں۔

چنانچہ حضرت عباس نے مشک پکڑی اور بچوں کی حالت دیکھ کر نہ رہا گیا۔ فرات کا رخ کیا تو امام نے آواز دی اے عباس میرے بھائی اب تو بھی جا رہا ہے تو میری فوج کا علمدار ہے۔ عرض کیا اب کون سی فوج رہ گئی ہے جس کا میں علمدار ہوں؟ مجھے اب قسمت آزمائی کرنے دیں۔ اپنی بھتیجی سکینہ سے وعدہ کر لیا ہے کہ میں پانی لاتا ہوں۔ سکینہ نے کہا! پکا وعدہ ہے یا کچا؟ فرمایا! اتنا پکا کہ پانی نہ آیا تو میں بھی نہ آؤں گا۔ یا تمہیں پانی پلاؤں گا یا خود جام شہادت نوش کر لوں گا۔

ـ چراغ زندگی ہوگا فروزاں ہم نہیں ہوں گے
چمن میں آئے گی فصل بہاراں ہم نہیں ہوں گے
ہمارے بعد ہی خون شہیداں رنگ لائے گا
یہی سرخی بنے گی زیب عنواں ہم نہیں ہوں گے

روایت میں ہے کہ جب آپ نے امام عالی مقام سے میدان میں جانے کی اجازت مانگی اور کہا! اے پیارے بھائی جان! کیا اب مجھے اجازت مرحمت فرماتے ہیں؟ حضرت امام یہ سن کر بکی الحسین شدیدًا ۔(حضرت حسین رضی اللہ عنہ) رو پڑے اور جواب میں فرمایا یا اخی انت صاحب لوائی۔ اے میرے بھائی تم میرے علم بردار ہو تمہارے چلے جانے سے تمام سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ وارید ان اطلب ثاری من ھولاء المنافقین۔ حالات کو دیکھ کر میرا دل تنگ پڑ گیا ہے اور اس دنیاوی زندگی کو رکھنا نہیں چاہتا اور چاہتا ہوں کہ ان منافقوں سے مقابلہ کر کے اپنی جان راہ حق میں قربان کر دوں۔ (حیات خفی)

آپ تشریف لے گئے اور یزیدیوں کو فرمایا! ظالمو! بچوں کو کیوں تڑپاتے ہو؟ انہوں نے کہا! بچے جتنا تڑپیں گے حسین رضی اللہ عنہ کو اتنی ہی تکلیف ہوگی۔ فرمایا پھر سن لو! جس نبی کا کلمہ پڑھتے ہو اس نے ہی ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے حسین رضی اللہ عنہ کو ستایا اس نے مجھے ستایا اور ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ آپ نے گھوڑا دوڑایا فرات تک پہنچ کر مشک بھر لی۔ ابن سعد نے کہا کہ خبردار! پانی خیمے تک نہ جانے پائے ورنہ ہمارا ابھی حشر ہو جائے گا۔ ظالموں نے تلواروں سے حملہ کیا۔ حضرت عباس کا ایک بازو کٹ گیا تو آپ نے مشک دوسرے ہاتھ میں تھام لی۔ دوسرا بازو بھی کٹ گیا تو دانتوں سے مشک پکڑ لی۔ مشک کو تیر لگا تو پانی سارا زمین پر بہہ گیا۔ کربلا کی ریت نے تو پانی پی لیا مگر حسین کی بیٹی سکینہ نہ پی سکی۔ امام تشریف لائے بھائی کی لاش کو اٹھا کر لے جا رہے تھے تو عباس علمدار کے ہونٹ ہلے اور کہا! بھائی خیمے میں نہ لے جانا سکینہ سے شرمسار ہوں کہ خود تو شہادت کا جام پی رہا ہوں مگر سکینہ کو پانی نہ پلا سکا۔

؎ خوں بہا عباس کا پانی کے ساتھ
لاش سے بوئے وفا آتی رہی

حضرت عباس شہید ہوئے تو امام حسین کو گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر ایسے اٹھے جیسے بہت تھکے ہوئے اٹھتے ہیں اور فرمایا!

انکسرت ظھری و قلت حیلتی۔ میری کمر ٹوٹ گئی اور حیلہ کم ہو گیا۔ پہلے مرید

شہید ہوئے اب "ویر" بھی شہید ہو گیا اور میری ذمہ داری بڑھ گئی کہ اب جہاد بھی خود کرنا پڑے گا۔ اور پہرہ بھی خود ہی دینا ہو گا۔ افسوس اے عباس۔

رفتی و مرا خبر نہ کردی
بر بیکسیم نظر نہ کردی

علمدار کربلا حضرت عباس کی وفا کو داد تحسین دینے کیلئے مندرجہ ذیل اشعار کتنے خوبصورت ہیں۔ پڑھیں اور جھوم جھوم کر پڑھیں۔

شجاعت کا صدف مینارۂ الماس کہتے ہیں
غریبوں کا سہارا بے کسوں کی آس کہتے ہیں
یزیدی سازشیں جس کے علم کی چھاؤں سے لرزیں
اسے ارض و سما والے حضرت عباس کہتے ہیں

عباس کی وفا سے جسے بھی عناد ہو
اس کو خطاب کوفی و شامی دیا کرو
جب بھی مقابلے میں صفیں ہوں یزید کی
عباس کی وفا کو سلامی دیا کرو

سینے میں جو عباس کے قدموں کی دھمک ہے
ہیبت رخ گیتی کی سرِ عرش تلک ہے
یہ کہہ کے گزرتا ہے گرجتا ہوا بادل
بجلی میرے عباس کے لہجے کی کڑک ہے

نبضیں لرز رہی ہیں ضمیر حیات کی
سانسیں اکھڑ رہی ہیں دل کائنات کی
عباس کے غضب کا اثر ہے کہ آج تک
ساحل سے دور دور ہیں موجیں فرات کی

ساحلِ دریا کو فتح کر کے تشنہ لب رہا
سارے عالم کی وفا بھرتی ہے دم عباس کا
خود پیمبر دیں گے بخشش کی سند انعام میں
روزِ محشر جب کریں گے ہم ذکرِ عباس کا
مرقدِ عباس ہو کیونکر نہ معراجِ شعور
آسماں والوں سے کب رتبہ ہے کم عباس کا

(فراتِ فکر)

حضرت قاسم بن حسن رضی اللہ عنہما کی شہادت

اے قاسم گل رو شب عاشور کے دولہا
گاتی رہیں لہریں تیرا سہرا لب دریا

امام حسن کا سراپا حُسن بیٹا، جس کا نام لینے سے چہرے پر حُسن آجاتا ہے جب تیار ہو کر میدان کی طرف جانے لگے تو فرشتوں نے بھی کہا ہوگا۔ مولیٰ! قربان جائیں ان ماؤں کے جو ایسے ایسے ہیرے تیری راہ میں خود تیار کر کے لٹا رہی ہیں۔ امام حسین نے سب سے زیادہ مزاحمت قاسم کو اجازت دیتے ہوئے کی اور فرمایا! تو تو میرے مرحوم بھائی کی نشانی ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ جب امام اجازت نہیں دے رہے تھے تو امام قاسم نے اپنے گلے سے وہ تعویذ اتارا جو امام حسن نے باندھا تھا اور فرمایا تھا کہ مشکل وقت میں اتار کر پڑھ لینا جب تعویذ اتار کر کھولا گیا تو اس میں امام حسین کو لکھا ہوا تھا کہ کربلا کے میدان میں قاسم کی صورت میں میرا حصہ بھی ڈال لینا۔ چنانچہ منظوری مل گئی۔ قاسم میدان میں گئے اور یزیدیوں کو فرمایا! عون و محمد نے تو اپنا تعارف نہیں کرایا لیکن میں تمہیں ضرور بتاؤں گا میں کون ہوں۔ اور پھر عربی میں اشعار پڑھے جن کا ترجمہ کچھ یوں بنتا ہے:

امام حسن کا بیٹا ہوں پوتا مرتضیٰ کا ہوں
ہے دادی فاطمہ میری، میں دوھتا مصطفیٰ ﷺ کا ہوں
ہے قاسم نام میرا، قاسم کوثر لقب میرا
جہاں میں سب سے اونچا دیکھ لو حسب و نسب میرا
ہمارے گھر فرشتے بھی اجازت لے کے آتے ہیں
جو ہم آرام کرتے ہیں تو وہ جھولا جھلاتے ہیں

ہوا کیا آج جو میں تین دن سے بھوکا پیاسا ہوں
مگر یہ جان لو پھر بھی محمد ﷺ کا نواسہ ہوں
میں آیا ہوں تمہارے سامنے ایمان پر مرنے
خدا کے دین پر مرنے نبی ﷺ کی شان پر مرنے

امام قاسم نے تین بار فرمایا! ھل من مبارز۔ کوئی ہے جو میرے مقابلے میں آئے؟ مگر کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ آخر ابن سعد نے لشکر کو گالیاں بکنا شروع کر دیں کہ مقابلہ کیوں نہیں کرتے ہو۔ تب ارزق جو اس کی فوج کا صفوان کی طرح سب سے بڑا جنگجو تھا۔ اس نے کہا! پہلے میں اپنے بیٹے کو بھیجتا ہوں۔ پھر خود جاؤں گا۔ چنانچہ اس کا بیٹا مقابلے میں گیا تو امام قاسمؑ باب مدینۃ العلم کے پوتے نے ''الحرب خدعۃ'' کے اسلامی جنگی قانون کے مطابق فرمایا! اتنے بڑے جنگجو باپ کا بیٹا ہو کر اتنا بھی نہیں پتہ کہ گھوڑے کی زین لٹک رہی ہے۔ اس نے جھک کر نیچے دیکھا ہی تھا کہ قاسم کی تلوار نے اس کا کام تمام کر دیا۔

؎ بظاہر دیکھنے میں یہ کلی معلوم ہوتا ہے
طریق جنگ دیکھو تو علی معلوم ہوتا ہے

پھر ارزق غصہ میں بھرپور ہو کر انعام اور ساتھ بیٹے کا انتقام لینے کیلئے بڑھا تو قاسم نے سنبھلنے بھی نہ دیا اور اس کو واصل جہنم کر دیا اور پھر خود ہی کبھی میمنہ کبھی میسرہ گھس گھس کر یزیدیوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹتے گئے۔ آخر شیث بن سعد کے نیزے سے زمین پر گرے۔

؎ مصطفیٰ جھوم گئے ہر ایک ''ملک'' جھوم گیا
اس بہادر کی شجاعت پہ ''فلک'' جھوم گیا

روایت میں ہے کہ امام قاسم اتنے قد آور جوان تھے کہ امام حسین نے جب ان کی لاش کو اٹھایا تو ان کا سینہ امام کے سینے کے ساتھ لگا ہوا تھا اور پاؤں زمین پر گھسٹتے ہوئے آ رہے تھے۔

؎ اٹھا کر لاشۂ قاسم بسوئے آسماں دیکھا
کہا! شکوہ نہیں مولیٰ رضینا بقضاء اللہ
میں کون ہوتا ہوں یہ پوچھوں کہ یہ کیا کیا تو نے؟
میرا اک تھا میرا اب ہے دیا تو نے لیا تو نے

نہ اب آرام و راحت کی نہ مال و زر کی حاجت ہے
نہ بیوی کی نہ بچوں کی نہ اپنے سر کی حاجت ہے
تمنا ہے تو بس اتنی کہ تیرا نام رہ جائے
تیرے محبوب کا لایا ہوا اسلام رہ جائے
مسائل سے الجھ کر مسکرانا میری فطرت ہے
مجھے ناکامیوں میں اشک برسانا نہیں آتا

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ لاش کے اتنے ٹکڑے ہو گئے کہ اٹھانے کے قابل ہی نہ رہی۔ امام نے فرمایا! اے قاسم میں تو تیری ماں سے تیرا آخری دیدار کرانے کا وعدہ کر کے آیا تھا۔ ان دونوں روایات میں تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ ابتداء میں لاش محفوظ ہو گی اور بعد میں ظالموں نے اس کے ٹکڑے کیے ہوں گے۔

؎ کیا کیا گھر لٹے ہیں' میدان کربلا!
ہے یاد آسمان کو سخاوت حسین کی

ان اللہ اشترٰی من المؤمنین انفسھم واموالھم بأن لھم الجنة ۔

(التوبہ)

بے شک اللہ نے اہل ایمان کے مال اور جانوں (کا سودا لے کر اس) کے بدلے ان کو جنت عطا فرما دی ہے۔

امام حسین نے عرض کیا! مولیٰ قاسم و اکبر جیسا جوان اور علی اصغر جیسا غنچہ دینا تیری توفیق سے میرا کام ہے اور قیمت لگانا تیرا کام ہے۔ رب العالمین نے فرمایا! تلك الجنة التی نورث من عبادنا من کان تقیا (طہ) اے حسین تو تو خود جنت کے جوانوں کا سردار ہے اور ہم تو پرہیز گاروں کو صرف جنت عطا نہیں کرتے بلکہ جنت کا وارث بنا دیتے ہیں۔

؎ کربل کی سر زمین پر بناتے رہے حسین
اسلام کی حیات کا نقشہ تمام رات

علی اکبر کی شہادت

تیرا اکبر تیرے ہی نام پر قربان ہو گیا مولا گر ہو گیا منظور تیرا احسان ہے مولا

کون اکبر؟ شبیہ مصطفیٰ اکبر' کون اکبر؟ حسین کا آسرا اکبر۔ کون اکبر؟ راہ حق میں جان دینے والے جوانوں کا سربراہ اکبر۔ کون اکبر؟

بخشی ہے خدا نے اسے توقیر محمد گیسو ہے کہ ہر زلف گرہ گیر محمد
چہرہ ہے کہ آئینۂ تصویر محمد باتوں میں ہے رنگینئ تاثیر محمد
چہرہ وہی صورت وہی دستور وہی ہے نقشہ وہی انداز وہی نور وہی ہے

آپ کا مشہور قول ہے کہ "موت میرے لیے شہد سے زیادہ میٹھی ہے"۔ آپ کی آواز بڑی بلند تھی اور اذان بڑی عمدہ لے میں پڑھتے تھے۔ چنانچہ کربلا کے میدان میں امام حسین نے اپنے اٹھارہ سال کے جوان بیٹے کو فرمایا! اے اکبر اگرچہ تو بھی ہماری طرح تین دن سے بھوکا پیاسا ہے لیکن آج میدان کربلا میں اپنی زندگی کی آخری اذان سنا کے جا اور اذان ایسی پڑھ کہ نانا مدینے میں سن لیں۔ شیر خدا نجف میں سن لیں۔ خاتون جنت' جنت البقیع میں سن لیں۔ پھر اکبر نے اذان پڑھی تو کربلا کی ریت کے ذروں سے اور فرات کے قطروں سے ندا آئی جو اہل محبت نے سنی کہ اے حسین!

تو نے حق کربلا کا ادا کردیا اپنے نانا کا وعدہ وفا کردیا

اور اس اذان کے بارے میں کسی نے کہا ہے

ذرا ٹھہر جا مؤذن میرا دل لرز رہا ہے
کہیں کعبہ گر نہ جائے تیری مست کن اذان سے

میں نے عالم تصورات میں حسین کے لعل سے عرض کیا کہ میری ساری عمر کی نمازیں

تہجدیں اور ذکر واذکار لے لے اور اس آذان کا ایک حرف مجھے دے دے کیونکہ مجاہد کی اذاں اور ہے ملا کی اذاں اور۔ اللہ اکبر! یہ کیسی آذان تھی۔

؎ شبیہ مصطفیٰ نے دی آذاں اللہ اکبر کی
مدینے پاک میں پھر ہل گئی تربت محمد کی
سحر برپا ہوئی لوگو ! عبادت کے لیے آؤ
شہادت دے رہا ہوں میں شہادت کے لیے آؤ

امام پاک نے فرمایا! اے اکبر تیری اس آذان کے صدقے اب قیامت تک اس جنگل میں منگل لگا رہے گا اور اللہ اکبر کی آوازیں بلند ہوتی رہیں گی اور جب بھی کوئی اللہ اکبر کہے گا تو اسے علی اکبر کا اللہ اکبر کہنا ضرور یاد آئے گا۔

؎ اذان دے گئی کربل میں ذات اکبر کی
نماز پڑھ گیا دنیا میں کربلا کا حسین

علی اکبر گھوڑے پر سوار ہوئے تو بہن سکینہ نے گھوڑے کی لگام تھام لی کہ بھائی گھوڑی چڑھتے ہیں بہنوں کو کچھ نہ کچھ تو ضرور دیتے ہیں۔ علی اکبر نے چند آنسو گرا کر بہن کا دوپٹہ تر کر دیا کہ یہی تحفہ کبھی کسی بھائی نے بہن کو نہ دیا ہو گا۔ پھر میدان کو نکلے تو۔

؎ صحرائے کوفہ عالم انوار بن گیا
چمکا جورن میں فاطمہ زہراء کا ماہتاب

عین میدان میں جا کر دعا کی! اے اللہ تو نے لوگوں کو لعل و جواہرات کی محبت بھی دی ہے' عزت وشہرت کی محبت بھی دی ہے لیکن تیرا شکر ہے ہمیں تو نے اپنے نام پر سر کٹانے کا شوق دیا ہے

؎ عبادت کی حقیقت ہے محبت میں فنا ہونا
شہادت کی حقیقت ہے فنا ہو کر بقا ہونا

علی اکبر میدان میں جا کر اپنا تعارف یوں کرواتے ہیں۔

انا علی ابن حسین بن علی   نحن ورب البیت اولیٰ بالنبی

جس کا ترجمہ کسی اہل محبت نے یوں کیا۔

علی اکبر ہے میرا نام ہے دادا مرتضیٰ میرا
سخی لج پال کا بیٹا ہوں نانا مصطفیٰ میرا
شبیہ مصطفیٰ کہتے ہیں مجھ کو سب جہاں والے
زمیں والے فلک والے مکان ولا مکاں والے

ابن سعد نے کہا! اے اکبر اپنی اٹھتی ہوئی جوانی پر ترس کھا! اور ادھر ہمارے پاس آجا! آخر ہم بھی تو کلمہ، نماز پڑھتے ہیں پھر کیا فرق ہے ہم میں اور تم میں، آپ نے للکار کے جواب دیا! فرق یہ ہے کہ

میرے مولا کا شیوہ ہے غریبوں کی نگہبانی
تیرے حاکم کا شیوہ ہے امیروں کی ثنا خوانی
وہ حاکم بحر و بر کا ہے یہ بندہ مال و زر کا ہے
وہ محسن سارے عالم کا یہ دشمن اپنے گھر کا ہے

طارق بن اشعث تلوار لے کر مقابلے میں آیا آپ نے ایسا وار کیا کہ اس کی تلوار ٹوٹ گئی اور پورا جسم کٹ کر زمین اور گھوڑے کی پشت بھی کٹ گئی۔ دوسرا آیا تو اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر ایسا پٹخا یا کہ دم نکل گیا۔ یزیدیوں کو ایسے کاٹا جیسے فصل کاٹی جاتی ہے آخر تھک کر پیاس سے نڈھال ہو کر واپس خیمے کی طرف آئے اور غارت عینای من العطش یا ابی۔ اے ابا! پیاس سے آنکھیں دھنسی جا رہی ہیں اگر چند قطرے پانی مل جائے تو یزیدیوں کو ایسا سبق سکھاؤں کہ یاد رکھیں۔ امام نے اپنی سوکھی زبان اکبر کے منہ میں ڈال دی تو اکبر کو حوض کوثر کے نظارے آگئے اور تازہ دم ہو کر پھر میدان کارزار میں آگئے۔

ممکن نہیں کسی سے عداوت حسین کی
سانسوں میں بٹ رہی ہے سخاوت حسین کی
بازار کے ہجوم سے کہہ دو کہ چپ رہے
قرآن کر رہا ہے تلاوت حسین کی

محکم بن طفیل مقابلے میں ایک ہزار فوج کا دستہ لے کر آیا اور کہنے لگا میری بہادری کا

چرچا شام اور عراق تک ہے۔ اکبر نے فرمایا! میری بہادری کا شہرہ فلک الافلاک تک ہے اور مزہ تو تب تھا کہ اکیلے کے مقابلے میں اکیلا آتا پھر میں دیکھتا تو کتنا بہادر ہے تاہم علی اکبر نے ایک ہزار کے دستے میں گھس کر ایسا وار کیا کہ یزیدی خزاں کے پتوں کی طرح جھڑتے گئے۔ لشکر پسپا ہو گیا۔

؎ ایمان کو اعجاز بیانی دے دی
اسلام کے دریا کو روانی دے دی
تو نے علی اکبر کے لہو سے شبیر
قانونِ محمد ﷺ کو جوانی دے دی

ابن نمیر نے دھوکے سے نیزہ مارا جو سینے سے پار ہو گیا اور اکبر پکارا یا ابتاہ ادر کنی۔ اے ابا حضور مجھے سنبھال لیں۔

؎ نیزے سے کس کے لعل کا زخمی ہوا جگر ۔۔۔ کرتے ہیں کس کی لاش کو پامال اہل شر
کہتا ہے کون رن میں تڑپ کر پدر پدر ۔۔۔ خیمے سے نکلے کہتے ہوئے ہائے مرا پسر
مل کے غریب دبے کس و تنہا سے جائیو ۔۔۔ آئے غریب باپ تو دنیا سے جائیو
مجھ کو غریب دشت بلا کہہ کے پھر پکار ۔۔۔ صدقے ہو باپ یا ابتا کہہ کے پھر پکار
دوڑے یہ بات کہہ کے سلطان بحروبر ۔۔۔ بیٹا کی لاش باپ نے دیکھی لہو سے تر
اٹھا جو دل سے درد تو خم ہو گئی کمر ۔۔۔ دیکھا جو زخم منہ کے قریب آ گیا جگر
اکبر تیرے الم سے جگر چاک چاک ہے ۔۔۔ جب تو نہیں تو باپ کے جینے پہ خاک ہے

روایت میں آتا ہے کہ امام عالی مقام علی اکبر کو تلاش کر رہے تھے اور گھوڑے کبھی ان کے جسم کو ادھر لے جاتے کبھی ادھر جس کی وجہ سے کبھی ادھر سے آواز آتی کبھی ادھر سے یا ابتاہ اے ابا جان مجھے سنبھالیے۔

؎ جس دم سنی حسین نے یہ جاں گداز صدا
صابر اگرچہ تھے پر کلیجہ الٹ گیا
ہاتھوں پہ دل کو تھام کے دوڑے برہنہ پا
نعرہ کیا کہ اے علی اکبر کروں میں کیا؟

مل کر غریب و بے کس و تنہا سے جائیو
آئے غریب باپ تو دنیا سے جائیو
یہ بات سن کے ہچکیاں لینے لگا پسر
زردی اجل کی چھا گئی چہرے پہ سر بسر
سوکھی زباں دکھائی کہ پیاسا ہوں اے پدر
دوبارہ لی کراہ کے کروٹ ادھر ادھر
دنیا سے انتقال ہوا نور عین کا
ہنگام ظہر تھا کہ لٹا گھر حسین کا

لوگو! غور کرو دنیا کے گھر رات کو لٹتے ہیں اور حسین کا گھر دن دیہاڑے لٹ گیا۔ علی اکبر کی والدہ ام البنین نے یہ المناک منظر دیکھا تو ان کی حالت کیا ہوئی؟

ے واری گئے نہ قبر میں اماں کو گاڑ کے
جنگل بسا دیا میری بستی اجاڑ کے
آؤں کدھر کو اے علی اکبر جواب دو
بیٹا جواب دو میرے دلبر جواب دو
پایا تھا مدتوں جسے خاک چھان کر
ہم نے وہ کھویا لعل ہے جنگل میں آن کر
تیروں سے پاش پاش ہے سب جسم نازنین
رکھیو باحتیاط اسے دامن میں اے زمین

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ امام حسین جب کربلا میں آئے تو آپ کی عمر چھپن سال پانچ مہینے پانچ دن تھی اور سر اور داڑھی کے بال بالکل سیاہ تھے لیکن جب اکبر کی لاش اٹھا کر خیمے میں لائے تو سارا سر اور ساری داڑھی کے بال بالکل سفید ہو گئے۔

ے رو رو سکینہ مارے نعرے چھپ گیا چن تے مٹ گئے تارے
نیزے اتے لین ہلارے زلفاں میرے ویر دیاں

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں قرآن پاک میں آتا ہے کہ وابیضت عیناہ من الحزن۔ کہ یوسف علیہ السلام کی جدائی میں آنکھیں سفید ہوگئیں۔ کتنی مماثلت ہے، نواسۂ مصطفیٰ کو ابن اسحاق سے؟ کسی کا اکبر جیسا بیٹا قربان ہو تو پتہ چلے کہ کتنا غم ہوتا ہے، ابھی تک کی شہادتوں سے اتنا نتیجہ تو نکالا جاسکتا ہے کہ یزید کے ساتھی بھاگ جاتے ہیں ڈر جاتے ہیں اور حسین کے ساتھی ڈٹ جاتے ہیں، مرجاتے ہیں اسی لیے جامِ شہادت بھی نوش کرجاتے ہیں۔

اہل بیت دیاں سچیاں خادماں تے — ہونی حشر نوں چھاں حسین دی اے
بہہ کے دوش نبوت تے کھیڈ داسی — ویکھن والی اوتھاں حسین دی اے
جہدے روضے دا جنت طواف کردی — بھاگاں والی اوماں حسین دی اے
اصغر کیوں ناں میں ناطق قرآن آکھاں — منزل بہت اتاں حسین دی اے
علی اکبر دے سینے وچ تیر لگا — نہیں پر بدلیا رنگ حسین دا اے
صدقے جاواں میں صبر حسین اتوں — ظالماں نال اے جنگ حسین دا اے
اہلِ بیت نال جہے دی پیار کیتا — ہونا حشر نوں سنگ حسین دا اے
اصغر دوزخ نے اوسنوں ساڑناں کی — جہڑا سچا ملنگ حسین دا اے
خبر دوہاں جہاناں دی رکھدا اے — ویکھن وچ جو جھلا حسین دا اے
کراں کی میں اوس شہباز دی گل — عرشوں پار مصلیٰ حسین دا اے
سارا عرش معلیٰ حسین دا اے — کملی والا تے اللہ حسین دا اے
اصغر تر گیا دو جہان اندر — پھڑیا جس نے پلاّ حسین دا اے
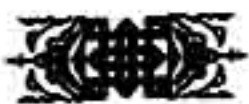
علی اصغر کی شہادت

کلیوں سے پوچھیے نہ کسی گل سے پوچھیے
صدمہ چمن کے لٹنے کا بلبل سے پوچھیے

امام عالی مقام کے سب سے چھوٹے صاحبزادے جو شیر خوار تھے اور عمر چھ ماہ تھی۔
امامؑ کو ان سے بہت پیار تھا ایک تو چھوٹا ہونے کی وجہ سے اور دوسرا اس وجہ سے کہ تین دن سے مسلسل بھوکے پیاسے تھے اور بول بھی نہیں سکتے تھے۔ امام بار بار خیمے میں تشریف لاتے اور فرماتے مجھے میرا اصغر دکھاؤ' پکڑتے' سینے سے لگاتے اپنی سوکھی زبان چوساتے اور پھر کوفیوں کو فرماتے: لم ترحمونی فارحموا هذا الطفل۔ ظالموں مجھ پر تو تم نے رحم نہیں کیا' اس بچے پر ہی رحم کردو۔ اس نے تمہارا کیا جرم کیا ہے؟
دنیا میں بڑے بڑے ظلم ہوئے مگر تاریخ انسانیت میں اتنا بڑا ظلم کبھی نہ ہوا ہوگا کہ چھ گھنٹوں میں پورا خاندان نبوت ذبح کردیا گیا ہو اور پھر یہ ظلم کیا بھی ان لوگوں نے ہو جو یہ ماننے کا دعویٰ بھی کرتے تھے کہ

نبوت ان کے گھر کی ہے ۔۔۔ رسالت ان کے گھر کی ہے
امامت ان کے گھر کی ہے ۔۔۔ ولایت ان کے گھر کی ہے
سیادت ان کے گھر کی ہے ۔۔۔ شجاعت ان کے گھر کی ہے
شرافت ان کے گھر کی ہے ۔۔۔ صداقت ان کے گھر کی ہے
نہ گھبراؤ گناہ گارو ۔۔۔ شفاعت ان کے گھر کی ہے
بروں کو بخشوا لینا ۔۔۔ یہ عادت ان کے گھر کی ہے

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے امام عالی مقام کو عرض کیا! اصغر کی تکلیف نہیں دیکھی

جا رہی۔ فرمایا! کیا کروں؟ عرض کیا اس کو اٹھا کے لے جاؤ اور ان ظالموں سے اس کیلئے ہی رحم کی بھیک مانگ لو۔ فرمایا! اے زینب تو نے مجھے یہ بات نہیں کہنا تھی اگر ان منگتوں سے کچھ مانگنا ہوتا تو اکبر و قاسم جیسے گھر ہی نہ لٹتے اور اگر انہوں نے کچھ دینا ہوتا تو ان کو ہی کچھ دے دیتے اور اے زینب میں مانگنے والے کا بیٹا نہیں ہوں بلکہ عطا کرنے والے کا بیٹا ہوں۔ میرے باپ کے پاس ایک سوالی آیا اور اس نے روٹی مانگی ابا جان نے اپنے غلام قنبر کو فرمایا! اس کو روٹی دو اس نے کہا! روٹی اونٹ پر ہے اور اونٹ قطار میں ہے اور قطار چالیس اونٹوں کی ہے۔ ابھی سفر سے آئے ہیں' نہیں یاد روٹی کس اونٹ پر ہے فرمایا! سوالی کو واپس خالی نہیں لوٹانا چاہیے اس کو چالیس اونٹ ہی دے دو۔ خود ہی روٹی ڈھونڈ لے گا اور پھر اے زینب کوئی کسی کے گھر کا ایک بندہ مار دے تو گھر کو آگ بھی لگ جائے تو اس کو مدد کے لیے نہیں پکارتے۔ ہمارا تو ان ظالموں نے پورا باغ ہی اجاڑ دیا ہے۔ ہم اُس سے مانگتے ہوئے کوئی اچھے لگتے ہیں؟ حضرت زینب نے عرض کیا! پھر ان کو ایک حدیث ہی سنا دیں فرمایا! سو بار حدیث سنانے کو تیار ہوں بتا کونسی حدیث ہے۔ عرض کیا! من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا فلیس منا جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے بڑوں کا احترام نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ فرمایا! اب مجال نہیں کہ کچھ کہہ سکوں مگر اتنی بات سن لے کوئی یہ نہ کہے کہ حسین سب سے چھوٹے بچے کی باری ہار مان گیا اور پانی مانگنے چلا گیا۔ میں نہ پانی کے لیے ان کی منت کروں گا نہ ہی اس لیے جا رہا ہوں بلکہ میں تو ان کو اپنے نانا جان کا فرمان سنانے جا رہا ہوں اور اپنے ربّ کی بارگاہ میں عرض کرنے جا رہا ہوں کہ اے اللہ! تو نے مجھے تین قسم کی اولاد دی ایک وہ جو پیدل چل کر آ سکتے تھے وہ پیدل چل کر آئے اور تیری راہ میں سر کٹا کر گئے۔ دوسرے وہ جو سواریوں پر سوار ہو کر آئے اور جان قربان کر گئے۔ یہ اصغر نہ چل کر آ سکتا تھا نہ سوار ہو کر میں اس کو ہاتھوں پر اٹھا کر لایا ہوں۔

؎ انصاف چاہتا ہوں میں دنیا کے ممتحن
صبر ''و رضا و شکر'' کے سبھی زاویے تو گن
''اور پھر'' سکون شاہ دیکھ امتحاں کے دن
سب کچھ لٹا کے بھی میرا آقا ہے مطمئن

اکبر وہ سو رہا ہے یہ اصغر کی قبر ہے　　شبیر چپ کھڑا ہے یہ معیار صبر ہے

مگر اتمام حجت کے لیے آپ نے ان ظالموں کو اتنا ضرور فرمایا۔

ان پھول سے رخساروں کے کملانے کو تو دیکھو
گہوارے سے میداں میں چلے آنے کو تو دیکھو
غش آنے کو اور سانس اکھڑ جانے کو تو دیکھو
ناحق ہے عداوت تمہیں نازوں کے پلے سے
اب دو گے بھی پانی تو نہ اترے گا گلے سے

مگر قدرت کو شاید یہی منظور تھا کہ حوض کوثر کے مالک اب حوض کوثر کا پانی ہی آ کر پیئں۔

بعض روایات میں ہے کہ ایک جن جس کا نام زعفر یا جعفر تھا وہ امام حسین کی بارگاہ میں آیا اور عرض کیا! اے حسین! تیرے اصغر کی حالت دیکھ کر تو ہماری بھی چیخیں نکل گئی ہیں۔ کوئی حکم کر ہم تعمیل کریں گے۔ فرمایا! تو کیا کر سکتا ہے؟ عرض کیا! ہم جنوں کو اللہ نے بہت طاقت دے رکھی ہے۔ سلیمان علیہ السلام کے امتی جن کے بارے میں تو قرآن پاک میں بھی آتا ہے کہ اس نے کہا کہ ہزاروں من وزنی تخت ملکہ بلقیس کا' ملک سبا سے انا اتیك به قبل ان تقوم من مقامك۔ آپ کے اٹھنے سے پہلے لا سکتا ہوں۔ امام عالی مقام نے فرمایا! تو اپنی طاقت بتا تو کیا کر سکتا ہے۔ عرض کیا! تیرے نانے کا کلمہ پڑھ کر نہر فرات کی دوسری طرف جا کر کندھے کا زور لگاؤں تو دریائے فرات کا رخ تیرے خیموں کی طرف موڑ دوں۔ فرمایا! بس بس اب جا تیری حمایت کا شکریہ اگر تو کلمہ پڑھ کر کندھے کا زور لگا کر دریائے فرات کا منہ میرے خیموں کی طرف موڑ سکتا ہے تو یہ بھی یاد رکھ تو جس نبی کا کلمہ پڑھنے والا میں اسی کے کندھوں پر سواری کرنے والا۔ تو نار سے بننے والا میں نور سے آنے والا اگر تیرے اندر اتنی طاقت ہے تو جنت کے جوانوں کے سردار میں کتنی طاقت ہوگی۔ اگر حسین دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دے تو حوض کوثر کا منہ اصغر کے منہ کی طرف مڑ سکتا ہے۔ پگلے! ہم کوئی پانی پینے تھوڑا آئے ہیں۔

ہم تو آئے ہیں یہاں سر کو کٹانے کے لیے
اپنی جانیں بیچ کر رب کو منانے کے لیے

اپنے نانا جان کی امت بچانے کے لیے
سر چڑھا کے نیزے پر قرآں سنانے کے لیے

امام حسین نے اصغر کو ہاتھوں پر لیا ہوا تھا کہ حرملہ نے تیر مارا اور اصغر کے گلے کو چیر کر امام عالی مقام کے بازو میں پیوست ہو گیا تو اصغر نے آنکھیں کھول کر زبان حال سے عرض کیا! ابو یہ پانی پلا رہے ہو؟ امام نے فرمایا بیٹا ایسا پلا دیا ہے کہ اب دنیا کے پانی کی تجھے ضرورت ہی نہیں رہے گی۔ امام نے اصغر کے خون سے چلو بھر کر پہلے آسمان کی طرف پھر زمین کی طرف پھینکنا چاہا تو نہ پھینکا شاید آسمان نے کہا ہوگا اے حسین میں نے کیا جرم کیا ہے کہ اصغر مظلوم کا خون میری طرف اچھال رہے ہو۔ ادھر نہ اچھالنا کہیں بارش ہی نہ منقطع ہو جائے اور زمین نے کہا ہوگا کہ میں سبزہ اگانا بند کر دوں گی تو امام نے اپنے منہ پر مل لیا اور منہ آسمان کی طرف کر لیا اور عرض کیا اے مولا! اب تو راضی ہو جا تیری بارگاہ میں سرخرو ہو کر آیا ہوں۔ اللہ نے فرمایا! حسین تو کوئی میرا دشمن نہیں ہے کہ کوئی کہتا پھرے اتنی مصیبتیں اس لیے آئی ہیں کہ اللہ ناراض ہو گیا ہوگا بلکہ تو میرے محبوب کا محبوب ہے اور میرا بھی محبوب ہے۔ عرض کیا پھر محبوبوں سے تو پیار ہی کیا جاتا ہے۔ فرمایا! بس دنیا کو دکھانا تھا کہ ایسے ایسے بھی یار بنائے ہوئے ہیں جو اپنے ہاتھوں پہ بچے اٹھا کر لاتے ہیں اور میری راہ میں قربان کر دیتے ہیں۔

؎ وہ موج میں ہے جس کو ملا ہے غم حسین
"سارا جہان" اس کے لیے سنگ وخشت ہے
جس سلطنت پہ راج ہے میرے حسین کا
اس سلطنت کا ایک جزیرہ بہشت ہے

عرض کیا مولیٰ! دنیا تو زبان سے کہتی ہے اولاد اللہ کی بڑی نعمت ہے لیکن تیرے نبی کا نواسہ ایمان سے کہتا ہے کہ واقعی اولاد تیری بہت بڑی نعمت ہے۔ لوگوں سے پوچھا جائے کتنے بچے ہیں تو کہتے ہیں اللہ کا فضل ہے اتنے ہیں مگر یا اللہ! مجھ پر تیرا فضل کم تو نہیں ہے کہ جتنے تو نے دیئے تھے ایک کے سوا سارے ہی تیری راہ میں کٹا کر خود بھی حاضرِ بارگاہ ہو رہا ہوں۔

عجیب ماں ہے جو چھ مہینے کا لعل قربان کر رہی ہے
کبھی جو اصغر کی یاد آئی رباب زنداں میں کیا کرے گی

امام واپس خیموں میں آئے تو علی اصغر کی حقیقی والدہ حضرت رباب کی بجائے حضرت بی بی شہر بانو آگے بڑھی اور عرض کیا مجھے دے دیں فرمایا! تو اب اس کو نہیں اٹھا سکتی۔ عرض کیا کیوں میرا ابھی تو بیٹا ہے اور اب تک میں نے ہی تو اس کو اٹھایا ہے۔ فرمایا! تو یزدجر کی بیٹی' میں شیر خدا کا بیٹا' تو نوشیرواں کی دوہتی میں محمد کا نواسہ' تو ایران کی رہنے والی' میں مدینے کا رہنے والا۔ اب یہ بوجھ ایران کی شہزادیوں کے اٹھانے کا نہیں ہے۔ مدینے کا شہزادہ حسین ہی یہ سارے بوجھ اٹھائے گا۔

بے درد جہاں نے بہوں ویکھے نیں شمر دی ظلم مثال اے
جتّیں خنجر دا خون صفا کیتا مظلوم دی ریش دے نال اے
جھڑا ہر اک ضرب تے پچھدا ہا تیرا کی مظلوم خیال اے
جے یاد سکینہ آئی ہی تے وت ڈھی دا ملن محال اے

بی بی زینب نے عرض کیا! کیا پانی نہیں پلایا۔ فرمایا! ایسا کہ اب نہ ہونٹ خشک ہوں گے' نہ زبان سوکھے گی' نہ ہائے کرے گا' نہ روئے گا۔ عرض کیا یہ کس ملک کا پانی پلا لائے ہو؟ فرمایا! میں اس کو جام فرات نہیں جام شہادت پلا کر لایا ہوں۔

حیسی طاقت پر زور نہ لایا بیٹھے من رضائیں
آج دنیا تو پیاسے ٹر گئے دین دنی دے سائیں

شہر بانو نے اصغر کا چہرہ دیکھا تو ہلکان ہو گئیں۔ غشی کے دورے پڑنے لگے اور۔

لیے اصغر کا لاشہ شہر بانو
کہتی تھی شہا اس کو جلا دو
جہاں سے چاہو تم اصغر کو لا دو
تو یا سر پر میرے خنجر چلا دو
پڑا ہے آہ! خالی اس کا جھولا
لٹا کر اس کو اے شاہا جھلا دو

حضرت بی بی شہر بانو نے جس طرح امام عالی مقام کا ساتھ دیا یہ وفاداری بھی ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔ امام حسین نے فرمایا۔

۔تیری کوفیاں لکھ نمیں قدر کیتی — جو کجھ پیا ہوندا اے دنیا جاندی اے
لے کے بال بچہ ٹر جا دیس اپنے — آئی گھڑی میرے امتحان دی اے

شہر بانو نے عرض کیا:

۔میرے جہیاں شہزادیاں لکھ صدقے — بندی خاص اس پاک دربار دی اے
بھانویں پوتری ہاں میں نوشیرواں دی — اچی شان حسین سرکار دی اے

اصغر کے چہرے پر مسکراہٹ طاری تھی اور وہ اس لیے تھی کہ دنیا کو پتہ چل جائے کہ

تبسم علی اصغر نے ثابت تو کر دیا
پھول توڑے بھی جائیں تو مسکراتے ہیں

حیات خفی ج ۲ ص ۳۲۰ اور ۳۲۱ پر حضرت علی اصغر کی شہادت کے بارے میں اس طرح لکھا ہے کہ جب امام عالی مقام نے لشکر یزید کو فرمایا: لم ترحمونی فارحموا لهذا الطفل۔ اگر مجھ پر رحم نہیں کرتے تو اس بچہ پر رحم کرو۔

فوج اشقیاء پر اس کا یہ اثر ہوا کہ ایک دوسرے سے کہنے لگے اگر اس بچہ کو پانی دے دیا جائے تو کیا حرج ہے۔ پسر سعد نے اس حالت میں فوج کو دیکھ کر ایک شخص حرملہ ابن کاہل کو حکم دیا یا حرملة اقطع كلام الحسين اے حرملہ! حسین کے اس کلام کو قطع کر دے

حرملہ نے فوراً سہ شعبہ تیر اس زور سے نشانہ لگا کر مارا جو بڑی تیزی سے آیا اور شہزادہ علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نازک کان پر آلگا۔ فذبحه من اذن الى اذن۔ اور ایک کان کو چھیدتا ہوا دوسرے کان سے پار ہو گیا۔

نور کا پتلا شفیق باپ کی گود سے لپٹا ہوا خون میں نہا گیا اور تڑپ تڑپ کر باپ کی گود میں جان دے دی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

شبیر کے ہاتھوں پہ تو اصغر تھا وہ لیکن
نکلا سر میداں علی اکبر کے برابر

امام عالی مقام اپنے نورِ نظر کی شہادت پر شدید غمگین ہوئے اور آسمان کی طرف چہرۂ انور کر کے عرض کیا: لا یکون اھون علیك من فصیل۔ اے اللہ العالمین! تری نگاہ نے یہ بچہ ناقۂ صالح علیہ السلام کے بچہ سے بھی پست مرتبہ کر دیا غیب سے ندا آئی یا حسین دعه فان له مرضعا فی الجنة۔ اے حسین! اسے چھوڑو اس کے لئے جنت میں دایہ موجود ہے پھر آپ اس شگوفۂ تمناؤں کو خیمے میں لائے تو اہل بیت والوں اور ان کی والدہ محترمہ نے اوّل نظر میں دیکھا کہ بچے میں بیتابانہ حرکتیں نہیں ہیں سکون کا عالم ہے نہ وہ اضطراب ہے اور نہ وہ بے قراری ہے خاموشی ہی خاموشی ہے گمان ہوا کہ پانی مل گیا ہوگا۔ لیکن جب امام قریب آئے تو والدۂ اصغر سے فرمایا لو اپنا بیٹا اصغرؑ اس کو دنیا کا پانی تو میسر نہیں آسکا' لیکن ہاں میرے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام ساقیٔ کوثر کے ہاتھوں اصغر آب کوثر سے سیراب ہو گیا ہے اور اپنے خاندانِ عالیہ کے شہداء میں جنت کو سدھار گیا ہے والدہ محترمہ کا دل پاش پاش ہو گیا اہلِ بیت کی حرمان مقدسہ ننھے کی شہادت پر روئیں کہ ان ظالموں کے ظلم کی انتہا یہ ہے کہ چھوٹے سے بچے پر بھی ترس نہ کھایا اور اس کو بھی کس طرح بے دردی سے شہید کر دیا۔

؎ کیوں برق سی گرتی ہے سر لشکر اعداء
اصغر کے لبوں پر تو تبسم کا نشاں ہے

امام حسین نے فرمایا اصغر کی شہادت نے مجھے زیادہ دکھی اس لئے کیا ہے کہ دوسرے تو پھر بھی کچھ نہ کچھ کہہ کر شہید ہوئے اور یہ بے چارہ کچھ کہہ بھی نہ سکتا تھا۔

؎ تنہائی کی غربت کی پریشانی کی شب ہے
یہ خانۂ شبیر کی ویرانی کی شب ہے
؎ یہ ایک گھڑی آج قیامت کی گھڑی ہے
یہ رات بہت آل محمد پہ کڑی ہے
؎ مرکب پہ تن پاک تھا اور خاک پہ سر تھا
اس خاک تلے جنتِ فردوس کا در تھا

امام عالی مقام نے ارادہ کیا کہ اصغر کا جنازہ پڑھ لیا جائے مگر دیکھا تو مقتدی بننے والا کوئی نہ تھا پھر

ننھی سی قبر کھود کے اصغر کو گاڑ کے
حسین اُٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

اور پھر زمین کو مخاطب کر کے فرمایا:

دل کے نقوش ہیں انہیں رکھنا سنبھال کر
میداں میں رکھ دیا ہے کلیجہ نکال کر
اصغر کو دفن کر کے دھکتی زمین میں
مولا حسین دین کا پودا لگا گئے

ذبح اسماعیل کے لیے قرآن میں ان هذا لهو البلاء المبین فرمایا گیا حالانکہ وہ بچ گئے تھے اور علی اصغر گود میں ذبح ہوئے گویا اسماعیل علیہ السلام بچ کر بلائے مبین ہوئے اور اصغر کٹ کر بلاء العظیم ہوئے۔

بی بی صغریٰ کا پیغام

علی اصغر کی شہادت کے بعد ایک عربی اونٹنی پر سوار بڑی تیز اونٹنی دوڑاتا ہوا آیا اور امام عالی مقام سے ہی پوچھنے لگا تم میں سے حسین کون ہے میں نے اس کو ملنا ہے مجھے جلدی بتاؤ یہ مناظر دیکھ کر میرا دل گھبرا رہا ہے فرمایا: هل عرفت حسینا کیا تو حسین کو پہنچانتا ہے؟ عرض کیا جب وہ بچپن میں نانے کے کندھوں پہ بیٹھ کر مدینہ کی گلیوں میں گھومتا تھا اس وقت میں نے اس کو کئی بار دیکھا ہے فرمایا اگر پہچان سکتا ہے تو پہچان لے انا الحسین۔ میں ہی حسین ہوں اس وقت نانا جان کی زلفیں پکڑ کر ان کے کندھوں پہ سواری کرتا تھا اور نانا جان کے قدوم میمنت لزوم مدینہ کی گلیوں میں لگتے تو قرآن کی آیات نازل ہوتی تھیں اور آج صبح سے اپنے کندھوں پہ لاشیں اُٹھا رہا ہوں لیکن میں تب بھی حسین تھا اور اب بھی حسین ہوں۔ اچھا تو بتا من این جئت۔ کہاں سے آیا ہے؟ عرض کیا من المدینة المنورہ ٥ فرمایا: مدینہ کا نام لے کر تو نے میرا دل ٹھنڈا کر دیا ہے میرا بس چلتا تو تمہیں بہت سارا دنیوی انعام بھی دیتا اخروی مقام تو تجھے ضرور ملے گا' کیا تو مجھے بتا سکتا ہے کہ میں اپنی ایک بچی مدینہ میں چھوڑ آیا تھا اس کا کیا حال ہے؟ عرض کیا: جناب اسی کا پیغام لایا ہوں فرمایا: پیغام دے مگر اتنا

سوچ لینا کہ میں پہلے ہی دکھوں میں گھرا ہوا ہوں کوئی مزید بوجھ مجھ پر نہ ڈال دینا عرض کیا: اگر مقدر میں دکھ ہی لکھے ہوں تو میں سکھ کہاں سے لاؤں گا۔ فرمایا: اچھا بتا کیا پیغام ہے حسین یہ پتھر اُٹھانے کو بھی تیار ہے۔

؎ راضی رضا تے رہنا بڑا ای محال اے

چکیا اے بھار بھارا فاطمہ دے لال نے

عرض کیا: میں مدینہ کے قریبی گاؤں کا کسان ہوں بچہ بیمار ہوا مدینہ شریف دوائی لینے آیا دل چاہا کہ پہلے اپنی نبی کے روضے پہ حاضری دے لوں وہاں ایک بچی کو دیکھا جو بڑی درد بھری آواز میں آپ کے نانا جان سے سرگوشیاں کر رہی تھی خود بھی رو رہی تھی دوسروں کو بھی رُلا رہی تھی مجھے بچے کی دوائی بھول گئی روضہ پاک کی حاضری بھول گئی جب میں نے سنا کہ یہ حسین کی بیٹی ہے اور کہہ رہی ہے۔

؎ کہندی لیاؤ جا کے میرے باپ دی خبر

صغریٰ نوں کھا گئی اے جدائی حسین دی

؎ کربل نوں جاندیاں تے زمانے نے ویکھیا

مڑ کے سواری گھر نوں نہ آئی حسین دی

میں نے کہا: کلمہ پڑھنا فضول ہے اگر کلمہ والوں کی کوئی خدمت ہی نہ کرسکوں۔ فرمایا: اچھا بتا تو اس نے کیا پیغام بھیجا ہے؟ عرض کیا: پیغام یہ ہے کہ اس کا کوئی ویرا اکبر ہے۔ فرمایا: آگے بول عرض کیا: کہہ رہی تھی اس کو جا کر میرا یہ پیغام دینا کہ اکبر تو نے تو بڑا پکا وعدہ کیا تھا کہ میں تجھے آ کر لے جاؤں گا۔

؎ تو تے کیتی سی گل اوساں وطناں دے ول

فرمایا: اکبر اس کا ویر ہے نہیں بلکہ تھا اور اگر تیرے اندر حوصلہ ہے تو اکبر کی لاش کے ٹکڑے بھی دیکھ لے قاسم وعباس کی بے گور وکفن لاشیں دیکھ لے اور وہ ننھی سی قبر اصغر کی بھی دیکھ لے۔ اور

؎ آکھیں صغریٰ نوں جا کے باپ تیرا کربل وسدی جھوک لٹا بیٹھا

بچے عون محمد تے اصغر اکبر، قاسم اتے عباس کو ہا بیٹھا

اور اس کو کہنا بیٹی ایسا صبر کر کہ جو قابل دید بھی ہو قابل شنید بھی ہو اور قابل تقلید بھی ہو' قابل داد بھی ہو اور قابل تائید بھی ہو اب ملاقات تو قیامت کو ہی ہو گی اگر ہماری یاد زیادہ ستائے تو اس آیت کا کثرت سے وظیفہ کرتے رہنا۔ وبشر الصابرین اور اب اکبر یا اصغر کو مدینہ آنے کا پیغام نہ بھیجنا وہ مدینہ والے کی گود میں آرام کر رہے ہیں۔

کسی نے اس سارے واقعہ کو اشعار میں یوں قلمبند کیا ہے۔

میں صغریٰ دا قاصد حضرت شہر مدینوں آیا
جس بچی نوں چھڈ آئے ساڈا اسدا پیغام لیایا
نہ اکبر نہ اصغر آیا' نہ آئی بہن سکینہ
بلجہ بھرا واں سنجا لگدا مینوں شہر مدینہ
لے اکبر ایہہ خط صغریٰ دا تینوں یاد کریندی
اجے وی آس ملن دی رکھدی' تیرا پتہ پچھیندی
بی بی صغریٰ دا جدوں وصال ہویا
اکھاں کھلیاں رہیاں بیمار دیاں
ویکھ مرن تو بعد وی مکیاں نہیں
صداراں ویر تیرے انتظار دیاں
اصغر: صغریٰ دی قبر اڈیک وی اے
کدوں اون خبراں شہسوار دیاں

یا محمداہ یا محمداہ صلی علیک اللہ' وملک السماء' ھذا حسین با لعداہ' مزمل بالدماء' مقطع الاعضاء' یا محمداہ' وبنا تک سبایا' وذریتک مقتلۃ تسفی علیھا الصباء یا محمداہ یا محمداہ

(سیدہ زینب' البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۹۳)

شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ

؎ صدائے طرقوا دیتے ہوئے جبرائیل جاتے ہیں
کہ بھاگو اشقیاء! شبیر خود لڑنے کو آتے ہیں

؎ ساعت آہ و بقاء و بے قراری آ گئی
سیّد مظلوم کی رن میں سوار آ گئی
ساتھ والے بھائی بیٹے ہو چکے ہیں سب شہید
اب امام بے کس و تنہا کی باری آ گئی

؎ نالے پیہم دل سے اب آنے لگے
حضرت دل شاید اب جانے لگے

چھپن سال کے بوڑھے امام حسین' تین دن کے بھوکے پیاسے' سارا دن لاشیں اُٹھا اُٹھا کے جسم چکنا چور' خاندان نبوۃ کی مستورات کی فکر سے نڈھال' لیکن قدموں میں ذرہ برابر بھی ڈگمگاہٹ پیدا نہیں ہوئی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف جسمانی طاقت نہ تھی بلکہ فاتح خیبر والی روحانی' ایمانی اور قوت پروردگار کارفرما تھی اور پھر اپنی بڑائی کا نام ونشاں نہیں بلکہ عاجزانہ دعا کر رہے ہیں۔

؎ وہ صبر دے الٰہی جس میں خلل نہ آئے
تیروں پہ تیر کھاؤں ابرو پہ بل نہ آئے

حدیث شریف کے مطابق امام حسین کا نیچے والا حصہ یعنی پاؤں سے لے کر ناف تک حضور علیہ السلام کے مشابہ تھا شاید اس لئے کہ کربلا میں اتنے دُکھ سہنے کے بعد بھی حسین کے

قدموں میں لغزش پیدا نہ ہو' استقامت کا پہاڑ اور شجاعت کا کوہ گراں بن کر ڈٹا رہے یہی وجہ ہے کہ جنوں کی بھی چیخیں نکل گئیں مگر حسین کہہ رہے ہیں

؎ جو کچھ ہوندا اے ہون دے پرواہ نہیں اپنے آپ دی
میں رہواں یا نہ رہواں گل رہ رسول پاک دی

کون حسین؟

جو دھکتی آگ کے شعلوں پہ سویا وہ حسین
جس نے اپنے خون سے عالم کو دھویا وہ حسین
جو جواں بیٹے کی میت پر نہ رویا وہ حسین
جس نے سب کچھ کھو کے پھر کچھ بھی نہ کھویا وہ حسین
مرتبہ اسلام کا جس نے دوبالا کر دیا
خون سے اپنے دو عالم میں اُجالا کر دیا

کون حسین؟

؎ شیر کی مانند جو مقتل میں آیا وہ حسین
جو بہتر زخم کھا کر مسکرایا وہ حسین
راہ حق میں جس نے اپنا سر کٹایا وہ حسین
کربلا میں جس نے اپنا گھر لٹایا وہ حسین
زیر خنجر جس کا سجدہ عظمت اسلام ہے
جس کا ہر تیور رسول پاک کا پیغام ہے

کون حسین؟

اللہ اللہ راکب دوش پیمبر وہ حسین
فاطمہ کا نور دیدہ جان حیدر وہ حسین
عظمت و اخلاص و قربانی کا پیکر وہ حسین
کربلا کے غازیوں کا میر لشکر وہ حسین

دین کی خاطر تھی جس کی زندگانی وہ حسین
لٹ گئی اِسلام میں جس کی جوانی وہ حسین
خلد میں کی حق نے جس کی میہمانی وہ حسین
مل گئی جس کو حیات جاودانی وہ حسین
نامِ نامی جس کا لوح دھر پر مرقوم ہے
عرش سے تا فرش جس کی عظمتوں کی دھوم ہے
کیوں خدائی نہ ہو جان و دل سے قربان حسین
بوسہ گاہ مصطفیٰ ہے شاہ رگ جان حسین
آج تک ہیں غیر قومیں بھی ثناء خوان حسین
اللہ اللہ کیا عظیم الشان ہے شان حسین
جان دی لیکن دیا ہرگز نہ دست حق پرست
اللہ اللہ کس قدر محکم تھا ایمان حسین
جس نے اپنے بچوں کی دے دی شہادت حسین
ہنس کر جس نے پیا جام شہادت وہ حسین
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ)

کون حسین؟

لباس ہے پھٹا ہوا ' غبار میں اٹا ہوا ' تمام جسم نازنیں چھدا ہوا کٹا ہوا
یہ کون ذی وقار ہے؟ یہ کون شہسوار ہے؟ کہ ہے ہزاروں قاتلوں کے سامنے ڈٹا ہوا
یہ بالیقیں حسین ہے نبی کا نور عین ہے
یہ جسکی ایک ضرب سے' کمال فن حرب سے' کئی شقی گرے ہوئے تڑپ رہے ہیں کرب سے
غضب ہے تیغۂ دوسر' کہ ایک ایک وار پر' اٹھی صدائے الاماں زبان شرق وغرب سے
یہ بالیقیں حسین ہے نبی کا نور عین ہے
یہ کون حق پرست ہے' رضائے حق میں مست ہے' کہ جسکے سامنے کوئی بلند ہے نہ پست ہے

ادھر ہزار گھات ہے مگر عجیب بات ہے کہ ایک سے ہزار ہا کا حوصلہ شکست ہے
یہ بالیقیں حسین ہے نبی کا نور عین ہے
دلاوری میں فرد ہے، بڑا ہی شیر مرد ہے، کہ جس کے دبدبے سے دشمنوں کا رنگ زرد ہے
حبیب مصطفیٰ ہے یہ، مجاہد خدا ہے یہ، جبھی تو اس کے سامنے یہ فوج گرد برد ہے
یہ بالیقیں حسین ہے نبی کا نور عین ہے
ادھر سپاہ شام ہے، ہزار انتظام ہے، ادھر ہیں دشمنانِ دیں ادھر فقط امام ہے
مگر عجیب شان ہے، غضب کی آن بان ہے، کہ جس طرف اُٹھی ہے تیغ بس خدا کا نام ہے
یہ بالیقیں حسین ہے نبی کا نور عین ہے
عبا بھی تار تار ہے، تو جسم بھی فگار ہے، زمیں بھی ہے تپی ہوئی فلک بھی شعلہ بار ہے
مگر یہ مرد تیغ زن، یہ صف شکن فلک فگن، کمال صبر و تن دہی سے محو کارزار ہے
یہ بالیقیں حسین ہے نبی کا نور عین ہے
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ)

کون حسین؟

وہ حسین کہ کسی کو رسول کریم علیہ السلام کے آگے بیٹھنے کو جگہ ملی کسی کو پیچھے کسی کو دائیں اور کسی کو بائیں اور یہ سب بڑے نصیب والے ہیں لیکن امام عالی مقام کا تو وہ ہیں کہ جن کو بیٹھنے کی جگہ بھی یا فاطمہ کی گود میں ملتی ہے یا رسول اللہ کے کندھوں پہ ملتی مگر افسوس کہ میدان کربلا میں۔

غم خوار کون تھا میرے مولا حسین کا
دختر نبی کی تھی نہ بابا حسین کا

دیگا جواب کیا تو سر حشر کو اے فرات — رکھا ہے پیاسا تو نے قبیلہ حسین کا
قدموں میں اسماعیل کے زمزم تو بہہ گیا — خالی پڑا رہا ہے پیالا حسین کا
رویا نہ تو بھی پھوٹ کے اس وقت آسماں — جلتا تھا جبکہ سامنے خیمہ حسین کا
کہتی تھی فضہ شام میں اے ساکنان شام — آئے ہو دیکھنے یہ تماشا حسین کا

مسلم جو آئے ان کو مٹانے وہ مٹ گئے
زندہ رہے گا نام ہمیشہ حسین کا

اہل خیمہ کو خطاب

امام عالی مقام نے میدان کربلا جانے سے پہلے اپنی ہمشیرہ حضرت زینب پاک رضی اللہ عنہا سے پوچھا ای الیوم ھذا آج کونسا دن ہے انہوں نے عرض کیا یوم الجمعۃ۔ جمعہ کا نام سننے کی دیر تھی کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو (کمطر ھاطل) تیز بارش کی طرح جاری ہو گئے عرض کیا کوہ وقار بھی ہو جبل استقامت بھی' پہلے اتنے دُکھ دیکھ کر اس قدر نہیں روئے اب کیا بات ہوئی کہ جمعہ کا نام سنتے ہی چھم چھم آنسو بہنے لگے ہیں؟ فرمایا: اس لئے کہ یہود کو ہفتہ ملا۔ عیسائیوں کو اتوار علاوہ دونوں تو اپنی اپنی عبادت آزادی سے کر رہے ہیں مگر جن کے گھر سورۃ الجمعہ نازل ہوئی وہ آج زندگی میں پہلی بار جمعہ ادا نہیں کر رہے عرض کیا ہم سب اکٹھے ہو جاتے ہیں پہلے مسجد نبوی میں خطبہ دیتے تھے تو آج خیمے میں دے لو چنانچہ آپ نے خیمے والوں کو وعظ و نصیحت فرمائی اور فرمایا کہ میرا امتحان تو مکمل ہونے والا ہے اور میری شہادت کے بعد تمہارا امتحان شروع ہونے والا ہے میرے شہید ہونے کے بعد ہو سکتا ہے تمہیں مزید ستایا جائے مگر یاد رکھنا بے صبری کا کوئی کلمہ زباں پہ نہ آئے ورنہ ہماری شہادتوں کا مقصد فوت ہو جائے گا اگر ہمارے گھر سے ہی شریعت کے خلاف ورزی ہو گی تو شریعت کی حفاظت کون کرے گا فرمایا: عورت اذان نہیں پڑھ سکتی جماعت نہیں کرا سکتی۔ خطبہ نہیں دے سکتی بتاؤ تو کیوں؟ عرض کیا آپ خود ہی فرما دیں فرمایا: اس لئے کہ کسی غیر مرد کے کان میں عورت کی آواز (چاہے وہ قرآن کی تلاوت کی آواز ہو یا اذان کی) پہنچنا منع ہے تو پھر بتاؤ بھلا ہائے وائے یا بین کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ اگر تم نے بے صبری کرنی ہے تو اب بتا دو تا کہ میں میدان میں نہ جاؤں یزید کی بیعت اب بھی حرام ہے تب بھی حرام تھی۔ لیکن اگر میری شہادت پہ تم نے کوئی خلاف شرع کام کیا تو میری قربانی کا مقصد ختم ہو جائے گا اور یزیدیوں کو کہنے کا موقع مل جائے گا کہ ہم نے اگر ناجائز کیا ہے تو ان کے اپنے گھر والے بھی تو ان کی شہادت پہ ناجائز کرتے رہے ہیں۔

فرمایا میں تمہیں اپنے نانا جان کی ایک حدیث سنانا چاہتا ہوں۔ من ضرب الخدود وشق الجیوب و دعا بدعوی الجاھلیۃ فلیس منا۔ جو گریبان پھاڑے ماتم کرے

بین کرے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں جب اس کا نانے سے تعلق نہیں ہوگا تو نواسے سے کیا تعلق ہوگا۔

حضرت سیّدہ زینب نے عرض کیا: اے حسین جس ماں کا تو نے دودھ پیا ہے اس کا میں نے بھی پیا ہے اگر تو قاسم اور اکبر و اصغر کی لاش پہ صبر کر سکتا ہے تو میں بھی تیری شہادت پہ صبر کروں گی۔

کربلا کے واقعے میں رنگ دونوں نے بھرے
ابتداء شبیر نے کی انتہا زینب نے کی

فرمایا: میں شہید ہو گیا تو تمہیں بہت یاد آؤں گا' قدم قدم پہ یاد آؤں گا مگر اس آیت کا ذکر اور ورد کثرت کے ساتھ کرنا وبشر الصابرین۔

اے زینب! اگر تو بال کھول کر مردوں کے سامنے آئیگی تو میری روح تڑپ جائیگی تو اس ماں کی بیٹی ہے کہ مباہلہ کے دن ہمارے نانا نے ان کو اپنے پیچھے چلایا اور پھر ان کے پیچھے ہمارے باپ کو تاکہ فاطمہ کے قدم باپ کے قدموں پہ لگیں اور ہمارے والد کے قدم ہماری ماں کے قدموں پہ لگیں اور کسی کی نظر فاطمہ کے قدموں پہ بھی نہ پڑے۔

بے اجازت ان کے گھر میں جبرائیل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں عز و شانِ اہل بیت

ایک دفعہ ہماری امی گھر میں تھیں اور سر کے بالوں سے کپڑا ہٹ گیا تو جبرائیل امین اندر نہ آیا' نانا جان نے فرمایا جبرائیل تو تو معصوم اور خیال بد سے بھی پاک ہے پھر تجھے کیا رکاوٹ تھی؟ عرض کیا: میری عصمت اپنی جگہ اور خاتون جنت کا احترام اپنی جگہ۔

اے میری بہن! بی بی ہاجرہ نے صبر کیا تو ان کے قدموں کے نشانات کو صفا مردہ بنا کر اللہ نے نشانیاں بنا دیا تو بھی اگر صبر کرے گی تو تیرے صبر اور پردے کے خطبے میری شہادت کے ساتھ پڑھے جائیں گے اور لوگ کہتے رہیں گے۔

سیّدہ زینب تیری اس پردہ داری کو سلام
نیزے پہ قرآن پڑھنے والے قاری کو سلام

ہم یہاں کوئی نیا طریقہ رائج کرنے نہیں آئے اصول وہی نانے کی شریعت کے ہیں انہی کی خاطر سر بھی کٹا رہے ہیں، گھر بھی لٹا رہے ہیں پھر فرمایا: اے زینب بھائی تو اپنی بہنوں کو بڑے بڑے تحائف، سیٹ وغیرہ پیش کرتے ہیں مگر میں تجھے تیرے بھائیوں، بیٹوں، بھتیجوں کی ہڈیاں دے کر جا رہا ہوں لوگ گھر سے باہر جائیں تو اپنا گھر پڑوسیوں اور شریف لوگوں کے سپرد کر جاتے ہیں مگر میں تمہیں چالیس ہزار دشمنوں میں چھوڑ کر جا رہا ہوں یہ باتیں کرتے ہوئے امام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اپنی بہن کے دوپٹے کو بوسہ دیا تو آنسوؤں کے قطرے زینب کے دوپٹے پہ پڑے اور فرمایا میری طرف سے ان آنسوؤں کا تحفہ قبول کر اور دوپٹے کو بوسہ اس لئے دیا ہے کہ میرے ان لبوں پر رسول کے لب لگے ہیں یہ انہی کی برکت ہے کہ شہادت کے بعد ان لبوں سے قرآن کی تلاوت بھی ہوتی رہے گی اور تیرے دوپٹے کی حفاظت بھی ہوتی رہے گی۔

لوا لوداع لاش پہ اب آ کے روئیو
لیکن نہ خاک اُڑا کے نہ چلا کے روئیو
زانو پہ سر کو رکھ کے نیوڑا کے روئیو
قبر رسول پاک پہ ہاں جا کے روئیو
لٹنے میں صبر، شکر تباہی میں چاہیے
رونا بشر کو خوف الٰہی میں چاہیے

فرمایا: میرا سر نیزے پہ ہوگا بڑے بڑے صبر آزما مراحل راستے میں آئیں گے کیونکہ میرا سر کسی مرید کے پاس نہیں جائے گا بلکہ وقت کے اصلی یزید کے پاس جائے گا وہ اپنا غصہ نکالے گا مگر تم نے صبر کا دامن نہیں چھوڑنا۔ آپ نے پھر قرآن کی تلاوت شروع کر دی تو سیدہ نے عرض کیا! بھائی تو نے مسجد نبوی اور حرم کعبہ میں بھی تلاوت کی مگر آج تیری تلاوت میں عجیب کیف و سرور ہے۔ فرمایا: اس سے بڑھ کر کیف و سرور اس تلاوت میں ہوگا جب میرا دھڑ کربلا میں ہوگا اور سر نیزے کی نوک پر کوفہ و شام کی گلیوں، بازاروں میں تلاوت کر رہا ہوگا۔ اور دنیا دیکھ کر کہے گی ''اکبر جیسی اذان کوئی نہیں پڑھ سکتا اور حسین جیسا قرآن کوئی نہیں

پڑھ سکتا۔

؎ پھر گلے لگ کر سکینہ سے کہا　　اے میری مظلوم بیٹی الوداع

فرمایا! سکینہ ایک بار میرے گلے پھر لگ! اس بچھڑی ہوئی صغریٰ کے حصے کا جو آج بھی اکبر کا راستہ تک رہی ہے۔

؎ پھر گلے چمٹا کے عابد سے کہا　　اے میرے بیمار بیٹے الوداع
الوداع اولا مضطر الوداع　　الوداع اے جان حیدر الوداع

امام زین العابدین

آپ کا نام علی اوسط اور عابد ہے۔ بی بی شہر بانو سے امام حسین کے صاحبزادے ہیں زین العابدین اور سجاد و بیمار کربلا بھی آپ کو کہتے ہیں۔ آپ روزانہ دن اور رات میں ایک ہزار نوافل ادا فرماتے اس لئے آپ کو زین العابدین کہا جاتا ہے یعنی عبادت گزاروں کی زینت اور حُسن۔

آپ واقعہ کربلا کے چشم دید گواہ ہیں۔ اس واقعہ کے بعد آپ چالیس سال زندہ رہے مگر کسی نے آپ کو مسکراتے نہ دیکھا۔ پانی دیکھ کر رونا شروع کر دیتے کہ اس پانی کے لئے اصغر تڑپتا رہا۔

؎ آیا ادھر یہ نام ادھر آنکھ تر ہوئی
پانی کو کتنا پیار ہے اب بھی حسین سے

پھر امام عالی مقام اپنے فرزندِ ارجمند، مظلومِ کربلا حضرت سجاد امام زین العابدین کی طرف متوجہ ہوئے۔

کون زین العابدین؟

جس نے کوفیوں کی ''مہمان نوازی'' کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اس واقعہ کے کئی سال بعد ایک بہت بڑے قافلے کے ساتھ حج کرنے مدینہ سے مکہ جا رہے تھے ایک جگہ پڑاؤ کیا تو ایک گھڑ سوار (سنان بن انس) جس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو سجدے کی حالت میں

نیزہ مارا اور آپ کی شہادت ہوئی اور شمر نے تلوار کا وار کر کے سر اتار لیا یہ سب کچھ عابد بیمار نے اپنی آنکھوں سے دیکھا بیٹا باپ کے قاتل کو دیکھ لے تو اس کی آنکھوں میں خون ضرور اترے گا جب پاس سے گزرا تو اس نے پہچان لیا کہ یہ حسین کا بیٹا ہے اور گھوڑا تیز کر لیا۔ امام زین العابدین بھلا اس کو کیسے نہ پہچانتے ہوں گے آپ نے حکم دیا کہ اس کو میرے پاس لے کر آؤ مریدین نے اس کو پکڑا اور امام کے سامنے لے کر آئے تو وہ کانپنے لگا فرمایا! اس کو سادہ پانی نہیں شربت پلاؤ اس کو عمدہ لباس بھی پہناؤ کوئی اچھی سی سواری بھی دو اس کی سواری تھک گئی ہے' اس نے کہا جناب دھوکے سے مارنے کی بجائے سیدھی تلوار ماریں آپ کے باپ کا قاتل آپ کے سامنے ہے۔ فرمایا: اگر تجھے مارنا ہوتا تو دھوکہ دینے کی کیا ضرورت تھی (المرء یقیس علی نفسبہ تم ہر ایک کو اپنی طرح کا ہی سمجھتے ہو) میں تو تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ کربلا میں ہم تمہارے مہمان تھے تم نے اپنے رواج وظرف کے مطابق مہمان نوازی کی آج تو حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا مہمان ہے میں اپنی عادت کے مطابق تیری مہمان نوازی کر رہا ہوں۔

؎ تم جفا کرتے رہے اور ہم وفا کرتے رہے
اپنا اپنا فرض تھا دونوں ادا کرتے رہے

تمہیں بتانا بھی چاہتا ہوں، سمجھانا بھی چاہتا ہوں اور دکھانا بھی چاہتا ہوں کہ ہمارا اخلاق بھی خلق عظیم سے ہو کر آیا ہے۔

؎ روح اذاں ہے باپ تو بیٹا نماز دین
مسجد علی کی ہے تو مصلیٰ حسین کا
جاگیر کبریا ہوئی تقسیم اس طرح
کعبہ علی کا عرش معلیٰ حسین کا
تحت الثریٰ ہے بغض علی کی گھٹن کا روپ
کوثر میرے حسین رضی اللہ عنہ کی بخشش کا نام ہے

کون زین العابدین؟

ہر اصلی اور نسلی سید انہیں کی اولاد ہے میدان کربلا میں امام زین العابدین کے اصرار کے باوجود امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ کو شہید ہونے کی اجازت نہ دی انہوں نے عرض کیا! کہ شہادتوں کے بعد کربلا سے کوفہ اور وہاں سے دمشق کا اتنا طویل سفر اور میں بیمار آپ اکبر کو رہنے دیتے اور مجھے اجازت دے دیتے فرمایا! بیٹا یہ کربلا ہے کوئی دارلافتاء نہیں ہے کہ ہر بات تجھے بتائی جائے۔ بس میں نے عرش پہ تیرا نام ہی زندہ رہنے کیلئے لکھوایا تھا جب میرے اللہ نے مجھے کسی ایک کو زندہ رکھنے کا اختیار دیا تو میں نے تیرا نام لیا تھا، عرض کیا! اس میں جو حکمت ہے وہ بھی ارشاد فرمادیں فرمایا: حکمت یہ ہے کہ اکبر کی ماں ام البنین رضی اللہ عنہا ہے اور تیری ماں شہر بانو رضی اللہ عنہا ہے جس کو حضرت عمر نے مسلمان کر کے اپنے بیٹے کو خواہش کے باوجود پیچھے کر دیا اور میرا نکاح اس سے پڑھا دیا اور میں تجھے اس لیے زندہ رکھنا چاہتا ہوں کہ اصلی سیّد تیری اولاد سے ہی دنیا میں پھیلیں گے اور اصل سیّد کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ علی کا بھی احترام کرے گا اور عمر کا بھی ادب کرے گا اگر علی کو تو مانے اور عمر کی توہین کرے تو وہ نقلی اور بناوٹی سیّد اور تقسیم کے بعد کا سیّد تو ہوسکتا ہے مدینہ ماڈل سیّد نہیں ہوسکتا۔

اور فرمایا! بیٹا میرے بعد اب تو ہی چادر تطہیر کی وارث بیبیوں کے ساتھ ہوگا ذرا سنبھل کر سارے کام سرانجام دینا۔

شفقت و الفت میری جتنی ہے اہل بیت پر
بعد میرے رکھیو تم بھی بلکہ اس سے بیش تر
یہ امانت اب تمہیں سونپوں ہوں اے جان حسین
اتباع مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ملحوظ رکھیو نور عین
بے پدر ہونے کا غم دل پر سکینہ کے نہ ہو
رنج تنہائی نہ آئے زینب و کلثوم کو
پنجۂ اعدا سے آخر صبر میں ہے مخلصی
رفتہ رفتہ تا وطن تم لوگ پہنچو گے کبھی

واقعات کربلا کچھ حضور جدّ بیاں
آئے جب نوبت ہماری اس قدر کہیو وہاں
گو بہ تن از بار گاھت بسکہ دور افتادہ ام
لیکن از جاں ہمچناں سر بردت بنہادہ ام

سب سے زیادہ رونے والے

محبوبانِ خدا میں سے چند جو شخصیات بہت زیادہ رونے والی ہیں ان میں سے ایک حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد چالیس سال آپ زندہ رہے اس دوران کسی نے آپ کو ہنستے نہیں دیکھا تھا (دوسرے حضرت آدم علیہ السلام جب جنت سے زمین پر بھیجے گئے تو بہت روئے، یحییٰ علیہ السلام خوف خدا سے اس قدر روئے کہ رخسار مبارک گل گئے، یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے غم میں رو رو کر آنکھیں سفید کر بیٹھے۔ وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم۔ حضرت فاطمۃ الزہرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر بہت روئیں)

امام زین العابدین کو جب کربلا کے مناظر یاد آتے تو آپ کی طبیعت خراب ہو جاتی، غشی کے دورے پڑتے اور بے ہوش ہو جاتے آپ کے آنسوؤں سے کبھی کوزے بھر جاتے تھے بلکہ روایت میں ہے کہ آپ جس بالا خانے میں رہتے تھے کبھی آپ کے آنسوؤں کا پانی پرنالے سے نیچے گلی میں گرنے لگتا تھا اور زمین تر ہو جاتی اور وہاں گھاس اُگ آتی ایک مرتبہ ایک بندے کے کپڑوں پر قطرے گرے اس نے پتا کیا تو بیمار کربلا کے آنسو تھے کسی نے اس کو مشورہ دیا کہ ان آنسوؤں کو کپڑوں سے نہ دھونا ان میں کربلا کے درد و غم کی بو ہے جو تیری نجات کیلئے کافی ہوگی۔ آپ نے یزید کے بھرے دربار میں اپنا تعارف یوں کرایا۔

؎ پوتا ہوں میں علی کا تو بیٹا حسین کا
سارے جہاں میں ایک ہوں پودا حسین کا
بولا یزید! تجھ کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا
کاٹوں کا جڑ سے نخل تمنا حسین کا

عابد نے ڈانٹ کر کہا خاموش بے ادب!
میں زندہ ہوں تو نام ہے زندہ حسین کا

امام عالی مقام کی ایک وصیت

امام نے ایک وصیت زین العابدین کے ذریعے اپنے نانے کی ساری امت کو یہ بھی کی کہ دنیا میں کسی پر جب کوئی بڑی سے بڑی مصیبت بھی آجائے تو ہماری شہادت اور قربانیاں یاد کر کے دل کو تسکین کرے لینا کیونکہ کوئی جتنا بھی بڑا ہوگا جنت کے جوانوں کے سردار سے بڑا تو نہ ہوگا اور کسی پر جتنی بھی بڑی مصیبت آئے گی ہماری مصیبت سے آخر بڑی تو نہ ہوگی لیکن یہ حقیقت بھی ضرور پیش نظر رکھا کرو کہ!

؎ آسرا سب سے ہے بہتر آسرا اللہ کا
اور سہارا سب سے بہتر ہے رسول اللہ کا

امام زین العابدین کے متعلق حیات خفی میں لکھا ہے کہ سفر کی کوفت بھوک و پیاس و متواتر فاقوں اور پانی نہ ملنے سے ضعف اس قدر بڑھ گیا کہ کھڑے ہوتے وقت بدن مبارک لرزتا تھا باوجود اس کے ہمت مردانہ کا یہ حال کہ عرض کرتے ہیں ابا جان اب مجھے میدان کارزار میں جانے کی اجازت دیں اور میرے ہوتے آپ میدان میں نہ جائیں۔ سرکار سیّد الشہدا سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیٹے کو سینے سے لگالیا اور فرمایا اے میری جان جو کچھ میرے پاس تھا وہ راہ حق میں قربان کر چکا ہوں اور اب اپنا ناچیز ہدیہ راہ خدا میں نذر کرنے کیلئے تیار ہوں تم بیمار ہو اور کھڑے بھی نہیں ہو سکتے اور شائد اس میں بھی حکمت الٰہیہ تھی کیونکہ تمہی سے میری نسل جاری ہونی ہے اور ان اہل بیت کو وطن تمہی نے پہنچانا ہے اور ان کی نگہداشت تمہی نے کرنی ہے۔ حسینی سیدوں کا سلسلہ تمہی سے جاری ہوگا۔ اس کے آخری چراغ تم ہی ہو تمہاری ہی طلعت زیبا سے دنیا مستفیض ہوگی۔ نانائے پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دلدادگان حسن تمہارے ہی روئے تاباں سے حبیب حق کے انوار تجلیات کی زیارت کریں گے۔ اے نور نظر، لخت جگر یہ تمام کام تمہارے ذمہ ہیں میرے بعد تم ہی میرے جانشین ہوگے۔ تمہیں میدان کارزار میں جانے کی اجازت نہیں۔ بیمار لخت جگر جس میں بوجہ بیماری پہلے ہی سکت نہ رہی تھی اب حکم امام کے آگے چپ ہو گئے اور دیکھ رہے ہیں

کہ اب میرے عظیم وشفیق باپ ہمیشہ کیلئے جدا ہو رہے ہیں۔(حیات حنفی ۳۲۲ج ۲)

اے ربّ جہاں پنجتن پاک کے خالق
اس قوم کا دامن غم شبیر سے بھر دے
بچوں کو عطا کر علی اصغر کا تبسم
بوڑھوں کو حبیب ابن مظاہر کی نظر دے
کم سن کو ملے ولولۂ عون و محمد ﷺ
ہر ایک جواں کو علی اکبر کا جگر دے
ماؤں کو سکھا حضرت زہرا کا سلیقہ
بہنوں کو سکینہ کی دعاؤں کا اثر دے
جو دین کے کام آئے وہ اولاد عطا کر
جو کٹ کے بھی اونچا ہی نظر آئے وہ سر دے
صحراؤں میں عابد کی مسافت کے صلے میں
بھٹکے ہوئے رہ رو کو ثمر دار شجر دے

☆☆☆☆☆

ایک نکتہ

امام عالی مقام کی شہادت سے پہلے راہ حق میں قربانیاں ہوتی رہیں مگر انفرادی طور پر انبیا کرام علیہم السلام میں سے کبھی زکریا علیہ السلام کبھی اسماعیل علیہ السلام کبھی ابراہیم علیہ السلام پر آزمائش کے وقت آئے لیکن تنہا تنہا' مشیت ایزدی نے چاہا کے اب آخر میں ایک ایسی قربانی ہونی چاہیے جو اجتماعی ہو اور ہمیشہ یاد رکھی جائے۔لہٰذا جس نے راہ حق میں قربانی دینی ہے میدان میں آجائے چنانچہ امام حسین کے خاندان نبوت کے خون کا گروپ اسلام کے ساتھ مل گیا اور ایک دو نہیں پورے خاندان کا خون اسلام کو لگا دیا گیا۔

ایہہ شرط سی نانے دا دین رہ جائے
اوہدی شان رہ جائے اوہدی آن رہ جائے

لٹی جائے حسین دی جھوک بھاویں
پرنانے دا زندہ اسلام رہ جائے

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سواری پر:

؎ واہ رے شوق ترا واہ رے تسلیم و رضا
لب پہ تھا صلی علی ورد زباں شکر خدا
رَن پکارا کہ عجب صاحب شمشیر آیا
غل ہوا لشکر روباہ میں وہ شیر آیا

امام عالی مقام میدان میں جانے لگے تو خیموں میں ایک قیامت برپا ہوگئی۔ دلوں پر بجلیاں تڑپ گئیں جان لبوں تک آگئی اور گلے پہ تیغ خونخوار چلنے لگی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پھر سب کو تسلی دی اور فرمایا کہ دلوں پر پتھر دھرلو بے کسوں کا وکیل وکارساز تمہارا حافظ و ناصر ہو۔

؎ عشرے کی سحر حضرت کیلئے پیغام شہادت لاتی ہے
جتنے تھے ستارے ڈوب گئے اب چاند کی باری آتی ہے

امام حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں تشریف لے گئے یزیدی لشکر کی تعداد بائیس ہزار سے لے کر چالیس ہزار تک بتائی جاتی ہے (عناصر الشہادتین میں دو لاکھ کا ذکر بھی ہے) آپ رضی اللہ عنہ نے پورے لشکر کا بغور جائزہ لینے کے لئے ان کی طرف دیکھا تو فراست مومنانہ اور نور روایت سے بھانپ گئے کہ ان نام نہاد مسلمانوں کے دل میں ایمان اور اسلام نام کی کوئی شے نہیں ہے۔

؎ فلک نے ان یزیدوں پر تجسس کی نظر ڈالی
تو دیکھا سب کے سب ہوگئے ایمان سے خالی

یزیدی فوج کے سامنے خطبہ:

زمین و آسمان تھرتھرا رہے تھے حوروں کے دل ڈول رہے تھے۔ قدسیوں پر [illegible] طاری تھا کہ جوانانِ جنت کے سردار کا حوصلہ بھی اس دن عظمت و شان سے مطابق ہی ہے۔ عمرو بن سعد جو پہلے امید لگائے بیٹھا تھا کہ [illegible] سے [illegible] ہو جائے گا [illegible] اگلا قدم اٹھاؤ تو خیال تھا کہ [illegible] حسین مان جائے گا [illegible]

پیٹ خوف سے دیگ کی طرح کھولنے لگا اور گھبراہٹ طاری ہوگئی، پورے لشکر کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے، منہ پہ ہوائیاں اڑنے لگیں اور چہروں کے رنگ زرد ہو گئے کہ ہمیں تو نہیں لگتا تھا حسین رضی اللہ عنہ یہاں تک آسکتا ہے مگر حسین رضی اللہ عنہ نے بتا دیا کہ اپنے رب کو راضی کرنے کیلئے میں اس سے آگے تک بھی جا سکتا ہوں اور ایسا کیوں نہ ہو جتنی زیادہ شان ہوتی ہے اتنا ہی بڑا امتحان بھی ہوتا ہے اور حسین رضی اللہ عنہ کی شان یہ ہے کہ

کونین میں بلند ہے رتبہ حسین رضی اللہ عنہ کا
فرش زمین سے عرش تک شہرہ حسین رضی اللہ عنہ کا
بے مثل ہے جہان میں کنبہ حسین رضی اللہ عنہ کا
سلطان دو جہان ہے نانا حسین رضی اللہ عنہ کا

آپ نے اتمام حجت کی خاطر یزیدی لشکر کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ چند اشعار میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔ فرمایا! اگر میرا اور میرے خاندان کا تعارف نہیں ہے تو ۔سنو میں کون ہوں اور میرا خاندان کیسا ہے کہیں اندھیرے میں نہ رہنا اور بعد میں نہ کہنا کہ ہمیں خبر نہ تھی جو جانتے ہو وہ یاد تازہ کرلو اور جو نہیں جانتے ہو وہ جان لو کہ میں کون ہوں؟

تقسیم ہوئی دولت دیں گھر سے ہمارے
پڑھتا رہا جبریل امیں گھر سے ہمارے
شاہوں کو ملا تاج نگیں گھر سے ہمارے
ہے چند قدم عرش بریں گھر سے ہمارے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں وطن دور ہمارا
آدم سے جو پہلے تھا وہ ہے نور ہمارا
بت توڑ کے کعبے کو صفا کر دیا ہم نے
دم میں حق و باطل کو جدا کر دیا ہم نے
بندوں کو طلبگار خدا کر دیا ہم نے
اسلام کی عظمت کو سوا کر دیا ہم نے

چہروں پہ ہمارے ہے حسن ازل کی تنویر
ہم ہاتھ اٹھا دیں تو بدل جاتی ہے تقدیر

اس وقت میرے علاوہ پورے جہان میں نواسۂ رسول کوئی نہیں

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس وقت دنیا میں صحابیت سب سے اونچا درجہ ہے اور وہ بے شمار و لاتعداد موجود ہیں، عالم فاضل، حاجی، غازی ہر طرح کے لوگ ہر علاقے میں موجود ہیں لیکن جان لو کہ محمد ﷺ کا نواسہ صرف میں ہوں میرے علاوہ دنیا میں کوئی نہیں ہے اور اگر تم نے مجھے شہید کر دیا تو باقی سارے ہوں گے لیکن تم میں نبی ﷺ کا نواسہ اور نبی ﷺ کے کندھوں کا سوار کوئی نہ ہوگا۔

؎ نبی ﷺ کا لخت جگر نور عین پیدا کر
علی کا لعل فاطمہ کا چین پیدا کر
تیرے یزید سے لاکھوں یزید ہیں موجود
میرے حسین سا کوئی حسین پیدا کر

مجھے قتل کرنے کا سبب کیا ہے؟

فرمایا! اے کوفیو، تم کیوں میرے قتل کے درپے ہو حالانکہ شریعت میں قتل اس کا جائز ہے۔(1) جو مرتد ہو جائے جبکہ میں الحمد اللہ اسلام کے ڈنکے بجا رہا ہوں اور دین پر قائم ہوں۔(2) شادی شدہ اگر بدکاری کا مرتکب ہو جائے اور شرعی شہادتیں موجود ہوں الحمد اللہ اتنے بڑے گناہ کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔(3) کسی کو ناحق قتل کیا ہو تو قصاص میں اس کو قتل کیا جاتا ہے میرا دامن اس گناہ سے بھی پاک ہے۔ جب جرنیلوں نے دیکھا کہ حسین رضی اللہ عنہ کی سچی اور کھری باتوں سے لوگوں پر اثر ہو رہا ہے تو شمر کہنے لگا حسین رضی اللہ عنہ ہم نے تجھے تقریر کیلئے نہیں بلایا جو کہنا ہے جلدی کہہ ہم نے ابھی جا کر نماز (جمعہ) بھی پڑھنی ہے (بلے اوئے نمازیو۔ علامہ ہزاروی) شاید تمہیں اس مسئلہ کا علم نہیں ہے کہ

؎ بے حب اہل بیت عبادت حرام ہے
زاہد تیری نماز کو میرا سلام ہے

عمرو بن سعد نے کہا، بیعت کرو ورنہ مقابلے کیلئے تیار ہو جاؤ، فرمایا! شیر خدا کا بیٹا ہوں موت سے نہیں ڈرتا

؎ بوچھاڑ جو تیروں کی برساؤ گے ہم پر
مولا کی قسم دیکھنا ہم اُف نہ کریں گے

قوت حیدر کا عکسِ جمیل

لوگ حیران تھے کہ ابھی تو حسین رضی اللہ عنہ نے تین دن کا بھوکا پیاسا ہو کر اتنے صدمے بھی اٹھا لیے ہیں پھر بھی ذرہ برابر لچک نہیں آ رہی، فرمایا! یزید کی بیعت خاندان نبوت کی توہین ہے اور میرے ہوتے ہوئے یہ توہین نہیں کی جا سکتی۔ اس لیے کہ ہم نے جس خاتون جنت کا دودھ پیا ہے اس نے ہم دونوں بھائیوں کو ایک مرتبہ اپنے ابا ہمارے نانا اور تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں دیا اور عرض کیا! ان دونوں کو کچھ عطا ہو جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اما حسن فله هيبتي وسودى واما حسين فله جرأتي وجودى۔ (اشرف المؤبد) حسن کو اپنی سرداری اور جلال دیتا ہوں اور حسین کو اپنی جرأت اور سخاوت دیتا ہوں کہ سر کٹا کے اور گھر لٹا کے بھی دین کو بچانے سے دریغ نہیں کرے گا۔

؎ پیشانی آدم کو دعا سے کھیلتے دیکھا
مسیح و زکریا کو بلا سے کھیلتے دیکھا
صحابہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا سے کھیلتے دیکھا
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو قضا سے کھیلتے دیکھا

قرآن مجید میں حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ جب ان کی قوم اُن کے سخت خلاف ہوگئی تو انہوں نے تن تنہا ان کے سامنے جا کر فرمایا اے میری قوم اگر تم مجھے برداشت نہیں کر سکتے تو آ جاؤ میرا مقابلہ کرو اور پوری تیار کر لینا پھر نہ کہنا کہ ہمیں تیاری کا موقع نہیں ملا۔ فاجمعوا امركم و شركاء كم۔ اپنے تمام لشکروں کو بلا لو اور تمام مددگاروں کو بھی۔ ثم لا يكن امركم عليكم غمة۔ پھر اپنے آپ کو خوب اچھی طرح سنبھال لو کہ کوئی کسر تو نہیں رہ گئی، ثم اقضوا الى ولا تنظرون، پھر میرے اوپر یکبارگی حملہ کر دو اور مجھے مہلت نہ دو، پھر دیکھنا میرا رب مجھے کیسے بچاتا ہے۔

جب نوح علیہ السلام کی قوت یہ ہے تو جس حسین رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے اپنی جرأت عطا فرما دی ہو اس حسین رضی اللہ عنہ اور شیر خدا کے شیر کا مقابلہ یزید کی لومڑیوں سے کیا ہوگا؟

فرمایا! میری طاقت کا اندازہ بھوک اور پیاس کے پس منظر میں نہ کرنا' کیونکہ میں شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار کا بیٹا ہوں اور میرے ہاتھ میں ذوالفقار حیدری ہے جس کے پاؤں ہر میدان میں فتح و نصرت نے چومے ہیں کیوں کہ یہ حید کرار کے ہاتھوں میں رہ کر ان ہاتھوں کو بوسے دیتی رہی ہے اور حیدر کرار کی طاقت زیادہ خوراک کھانے کی مرہون منت نہیں ہے بلکہ

؎ تیری خاک میں ہے اگر شرر تو گمان فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

فرمایا! میں نبوت کے خاندان کا اس وقت رکن اعظم ہوں اور فیضان نبوت و ولایت کا امین بھی ہوں اور حسب و نسب کے لحاظ سے بھی تم سے افضل و اعلیٰ ہوں، میرے خون سے ہاتھ رنگو گے تو بروز قیامت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو کیا جواب دو گے؟

میرے نانے جیہا کسے دا نئیں نانا
میری ماں جیہی کسے دی ماں وی نئیں
اگے نئیں ہوئی ہن وی نئیں کوئی
اگوں ہون دا کوئی امکان وی نئیں

عشق و عقل کا مذاکرہ نمبرا:

؎ ظہر کا وقت آ گیا وعدہ وفا ہونے کو ہے
زیر خنجر آج سبط مصطفیٰ ہونے کو ہے
آج آثار قیامت ہیں نمایاں دھر میں
سجدۂ خالق میں کس کا سر جدا ہونے کو ہے

میدان کربلا میں ایک سناٹا تھا کہ یکلخت حسین رضی اللہ عنہ کے کانوں میں آواز گونجی کہ اے حسین رضی اللہ عنہ بچ جا میں تقدیر ہوں، حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا! آ جا میں بھی شبیر ہوں کہا! مجھے خدا نے

بھیجا ہے، فرمایا! آ جا مجھے مصطفیٰ نے بھیجا ہے۔ عقل نے آگے بڑھ کر کہا۔

آرام بھی ہاتھ آئے گا راحت بھی ملے گی
دولت بھی مدینے کی حکومت بھی ملے گی
عشق نے عقل کا ہاتھ جھٹک دیا اور کہا!

؎ تو نے ذرا آج اگر صبر کمایا
کوثر بھی ملے گا تجھے جنت بھی ملے گی

؎ عقل بولی بڑی پیاری جان ہے
عشق بولا یار پہ قربان ہے

عقل نے کہا! دیکھنا گھر کا نظام نہ بگڑے عشق نے کہا! گھر کا نظام بگڑتا ہے تو ہزار بار بگڑے لیکن نانے کا اسلام نہ بگڑے۔

؎ عقل نے کہیا بیرے تیرے وچ بازار دے رولاں گا
عاشق آکھے پورا تو لیں گھٹ تولیں تے بولاں گا

....

؎ نار کو گلزار کر دیتا ہے عشق
دار کو دلدار کر دیتا ہے عشق

؎ از محبت مردہ زندہ می شود
از محبت شاہ بندہ می شود

اسی اثناء میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے سر کو اوپر اٹھایا تو ایک عجیب نقشہ نظر آیا کہ نظر عرش سے پار ہو گئی اور

؎ سامنے دیکھے علی المرتضیٰ
ہیں کھڑے نانا محمد مصطفیٰ

(صلی اللہ علیہ وسلم، کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم)

مذاکرہ نمبر۲:

عقل کہیا! حسین نہ جا اگے' اگے موت پئی للکرے مار دی اے
عشق کہیا! حسین رضی اللہ عنہ نہ مڑیں پچھے، زہرا پاک دی روح پکار دی اے
عقل کہیا! حسین رضی اللہ عنہ نہ جا اگے تتی ریت دشت کربلا دی اے
عشق کہیا! حسین رضی اللہ عنہ نہ مڑیں پچھے کھلی ہوئی جھولی مصطفیٰ ﷺ دی اے
عقل کہیا! حسین رضی اللہ عنہ نہ جا اگے، تیرا قافلہ لٹیا جاونا ایں
عشق کہیا! حسین رضی اللہ عنہ نہ مڑیں پچھے باطل نال توں اج ٹکراوناں ایں
عقل کہیا! حسین رضی اللہ عنہ نہ جا اگے ، ہو جاسی سکینہ یتیم تیری
عشق کہیا! حسین رضی اللہ عنہ نہ مڑیں پچھے مدد کرے گا ربّ کریم تیری
عقل کہیا! حسین رضی اللہ عنہ نہ جا اگے نیزا اکبر دے سینے وچ وجناں ای
عشق کہیا! حسین رضی اللہ عنہ نہ مڑیں پچھے پردا نانے دی امت دا کجناں ای
عقل کہیا! حسین رضی اللہ عنہ نہ جا اگے، گریبان ہوسی تار تار تیرا
عشق کہیا! حسین رضی اللہ عنہ نہ مڑیں پچھے جنت کر رہی اے انتظار تیرا
عقل کہیا! حسین رضی اللہ عنہ یزیدیاں نے تیرے خیمیاں نوں اگ لاوٗنی اے
عشق کہیا! حسین رضی اللہ عنہ نہ مڑیں پچھے،توں تے دوزخ دی اگ بجھاوٗنی اے
عقل کہیا! حسین رضی اللہ عنہ نہ جا اگے، پڑھ لے ازل دے ذرا نوشتیاں نوں
عشق کہیا! حسین رضی اللہ عنہ دے ''سجدیاں'' توں ملنا اج تقدس فرشتیاں نوں

اور جنگ شروع ہوگئی

بجلی کی جست شیر کی آمد ہوا کا زور
ندرت کا کھیل قہر کی طاقت بلا کا زور
گاہ آب گاہ شعلہ فشانی دکھاتے تھے
پانی میں آگ آگ میں پانی دکھاتے تھے

لاکھوں کا خون کرنے کو ہاں تھی نہیں نہ تھی

ہر جا تھی اور پوچھو کہاں تھی کہیں نہ تھی

جنگی دستور کے مطابق تو کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ امام کے مقابلے میں آتا آخر کار ابن سعد کی لعن طعن پر چند افراد باری باری آئے مگر کوئی واپس نہ گیا آخر آپ رضی اللہ عنہ خود ہی لشکر میں گھس گئے آپ رضی اللہ عنہ کی سواری (گھوڑا یا اونٹ جو بھی تھا) لشکر سے پار جا کر فرات کے کنارے کھڑی ہوگئی گویا زبان حال سے کہہ رہی تھی آقا مجھ سے اتنا ہی ہوسکتا تھا جو کر دیا ہے لیکن امام رضی اللہ عنہ کو اپنے بچوں کی پیاس یاد آگئی اور سواری کو فرمایا: تو ہی پی لے مگر اس کی حالت یہ تھی کہ ؂ جمال ہم نشیں در من اثر کرد

ایسے عظیم الشان سوار کے اثر سے سواری بھلا کیسے محروم رہ سکتی تھی اس نے کہا، مجھ سے ایسی بے وفائی نہیں ہوسکتی کہ آپ رضی اللہ عنہ بدستور پیاسے ہی رہیں اور میں پانی پی لوں۔ امام نے یزیدیوں کو مخاطب کر کے فرمایا ظالمو! اس پانی پر پہرا لگا رکھا ہے جس کو میرا جانور بھی نہیں پی رہا۔

؂ کربلا کے ذکر سے راغب لرز جاتا ہے دل

کوئی کیا سمجھے کہ یہ محشر بپا کیونکر ہوا

یہ منظر دیکھ کر ابن سعد نے پھر اپنی فوج کو بھونکنا شروع کر دیا، او نمک حرامو! حسین رضی اللہ عنہ کی سواری نہر فرات کے کنارے پر پہنچ گئی اور تم چالیس ہزار کا لشکر ہو کر دیکھتے ہی رہ گئے کیا اکیلے بندے کیلئے فوج اور منگوالوں پھر کیا تھا لشکر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑا اور

؂ چلتے تھے چارسمت سے بھالے حسین رضی اللہ عنہ پر

ٹوٹے ہوئے تھے برچھیوں والے حسین رضی اللہ عنہ پر

یہ دکھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گود کے پالے حسین رضی اللہ عنہ پر

قاتل تھے خنجروں کو نکالے حسین رضی اللہ عنہ پر

تیر ستم نکالنے والا کوئی نہ تھا

گرتے تھے اور سنبھالنے والا کوئی نہ تھا

اس حالت میں بھی امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے ذوالفقار حیدری مسلسل جواب دے رہی تھی اور ایسا کہ

ے مثل قرار سب کے جگر سے نکل گئی
سینے میں دم لیا تو کمر سے نکل گئی
برپا تھا واں پہ شور کہ گونجا ادھر سے شیر
اے سرکشان شام لڑائی میں کیا ہے دیر
فرما کے یہ امام نے مرکب کھڑا کیا
اک جست سے ہوگئے دولا کہ اشقیاء
تیغیں کھچیں بلند ہوئے گرز آہنیں
گھوڑوں کی جست وخیز سے ہلنے لگی زمیں
ماہی کو زلزلے سے نہ اک دم فراغ تھا
باجوں کے غل سے شیر فلک بد دماغ تھا
جولاں کیا تو پھر نہ کسی جا فرس تھما
پھرا کیا نہیں، کہیں چمکا کہیں جما
میداں سے ول میں فوج ستمگر کی جا پڑا
مانند شیر قلب میں لشکر کے جا پڑا

آخرایک بار پھر آپ علیہ السلام نے اتمام حجت کے طور پر یزیدی لشکر کو اپنے کردار پر نظر ثانی کا موقع دیا تاکہ کل قیامت کو یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم سے بھول ہوگئی تھی۔ فرمایا!

اما من مستغیث یغیثنا لوجه الله

اما من ذاب یذب عن حرم رسول الله

ہے کوئی اللہ کی رضا کیلئے ہمارا ساتھ دینے والا، ہے کوئی خاندان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کرنے والا (سرّ الشہادتین)

لیکن کسی کے سینے میں دل ہوتا تو آواز حسین علیہ السلام پر لبیک کہتا یہاں تو سینوں میں دل پتھر ہو چکے تھے

ے برچھیاں کھاتے چلے جاتے ہیں تلواروں میں
مار لو پیاسے کو ہے شور ستم گاروں میں

خون میں تر پیچ عمامے کے ہیں سر زخمی ہے
ہے جبیں چاند سی پرنور مگر زخمی ہے
شدت ضعف سے جس جا پہ ٹھہر جاتے ہیں
سینکڑوں تیر ستم تن سے گزر جاتے ہیں

آخر زرعہ بن شارق نے برچھے کا وار کیا، سنان بن انس نے نیزہ مارا شمر نے تلوار چلائی، ایک روایت کے مطابق بہتر تیر، بیالیس نیزے اور چوبیس تلواروں کے زخم تھے جبکہ دوسری رویت کے مطابق تیس تیر تینتیس نیزے اور بائیس تلواروں کے نشان تھے بوقت ظہر بروز جمعتہ المبارک دس محرم الحرام ۶۱ھ کو سجدے کی حالت میں

؎ دنیا سے انتقال ہوا نور حسین رضی اللہ عنہ کا
ہنگامہ ظہر تھا کہ لٹا گھر حسین رضی اللہ عنہ کا

آپ رضی اللہ عنہ کی روح مقدس کس شان سے جسم اقدس سے باہر آئی اور اس کا استقبال کرنے کیلئے کون کون آیا؟

؎ رک رک کے جو تلوار چلی خشک گلے پہ
زہرا کی صدا آئی کہ آہستہ ستم گر
حیدر نے بڑے پیار سے زانو پہ رکھا سر
گردوں کی طرف دیکھ کے بولے یہ پیمبر
شکوہ نہیں نکلا میرے پیاسے کے لبوں سے
نکلی ہے مری روح نواسے کے لبوں سے

لوگ سمجھتے ہیں کہ اہل بیت اطہار پر ظلم وستم کا سلسلہ شہادت حسین پر ختم ہو گیا لیکن نہیں یہ ظلم تو ۲۰ صفر تک دربار یزید ملک شام جانے تک جاری رہا جو اگلے صفحات پر آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

؎ ح حال سنو بیٹی نبی صلی اللہ علیہ وسلم دی نے کربلا میدان صفا کیتا
میرے لعل نوں کنکر نہ روڑ چبھن ویکھو آندراں کیڈا وفا کیتا

ماواں کنڈے دی پیڑ نہ سہہ سکن اتوں کم کی تیر قضا کیتا
علی حیدرا حسین رضی اللہ عنہ نے صبر کیتا رب صابراں دا رہنما کیتا

جذب القلوب میں دس محرم کو عین شہادت کے وقت ایک بزرگ کی بشارت کے مطابق حضرت فاطمۃ الزہرہ کا میدان کربلا میں آنا منقول ہے۔

(عناصر الشہادتیں ص ۶۷۷)

شہید کربلا کا آخری سجدہ:

؎ سر بکف قاتل کھڑا تھا سر ہے سجدے میں پڑا
کہتی ہے زمین کربلا، اس شان کا سجدہ کوئی نہیں

آج کیسا غفلت اور ہوس کا دور آگیا ہے کہ کسی مسلمان بظاہر غلامیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں موت بھی قبول ہے کے دعویدار سے کہو کہ نماز پڑھا کر تو اپنی مصروفیت کا بہانہ بناتا ہے یا سردرد اور بخار کی بات کرتا ہے، بے نمازوں کے بہانے ویسے ہی مشہور ہوتے ہیں مگر امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کا مدعی بھی ہے تو امام پاک نے اپنی زندگی کی آخری نماز اور وہ بھی اس حالت میں پڑھ کر ایسے بے نماز محب حسین رضی اللہ عنہ کو بتا دیا کہ تو جتنا بھی مصروف ہوگا مجھ سے زیادہ تو نہیں ہوگا۔ تجھے جتنی بھی تکالیف ہوگی مجھ سے زیادہ تو نہیں ہوگی، جان جائے تو سو بار جائے مگر محب اہل بیت کی نماز کیوں جائے، جب اس حالت میں حسین رضی اللہ عنہ کو معاف نہیں تو اور کسی کو کہاں معاف ہوگی۔

؎ شہادت حضرت شبیر محشر کا نمونہ ہے
کہ جس کے ذکر سے ناصر کلیجہ منہ کو آتا ہے

آپ رضی اللہ عنہ نے دنیا کو بندگیٔ مولیٰ کی طرف بلایا اور کسی دوسرے کو مثال کے طور پر نہیں دکھایا بلکہ اپنی ذات کو پیش فرمایا کہ لوگو! مجھے ہی دیکھ لو، دور کیوں جاتے ہو۔

؎ اے اہل دنیا میں بھی مرقع میں دھر کے
تصویر ہوں وہ لب حسرت گزیدہ ہوں
غم ہوں الم ہوں یاس ہوں سوز و گداز ہوں
بچھڑا ہوں کارواں سے مسافر جریدہ ہوں

اور زندگی کا آخری سجدہ آپ رضی اللہ عنہ نے کن حالات میں کیا؟ جب کہ بڑے بڑے عبادت گزار بھی ہار جاتے ہیں اور سجدہ کرنا بھول جاتے ہیں۔

؎ جب تڑپنے لگا وہ سرو سا قامت رَن میں
صاف ظاہر ہوئے آثار قیامت رَن میں
چرخ ہلتا تھا زمیں خوف سے تھرتھراتی تھی
نعرہ آہ حسینا کی صدا آتی تھی

آپ رضی اللہ عنہ نے ایسی نماز پڑھی کہ جس جیسی نماز بھلا کوئی پڑھ سکے گا؟ بڑے بڑے مفکرین نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز آخریں کو نذرانہ محبت پیش کرتے ہوئے کہا ؎ نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں۔ اور جوان کی محبت کے خالی دعوے کرتا والا اپنے پرسکون گھر میں بھی اپنے رب کو سجدہ نہیں کرتا وہ تلواروں کے سائے میں خاک سجدہ کرے گا۔

؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نانا علی بابا شرافت ہو تو ایسی ہو
تلے خنجر کرے سجدہ عبادت ہو تو ایسی ہو

سارے انسان آدم علیہ السلام ہی کی اولاد ہیں لیکن خاندان قبیلے اور پیشے اس لیے ہیں۔ لِتَعَارَفُوْا، تاکہ پہچان رہے کہ کوئی کولہو لگالے تو تیلی ہے، کھیتی باڑی کرے تو زمیندار ہے اسی طرح امام عالی مقام نے سیّد کی بھی ایک پہچان بتادی کہ

؎ سیّد سو جو پڑھے نماز ربّ دی سیّد سجدیوں بن تے سجدا ای نئیں
بھانویں چھاتی تے شر لعین ہووے، ہووے اصلی تے سجدیوں بھجدا ای نئیں

کیونکہ سیّد دین کے باغ کا مالی ہوتا ہے اور اگر مالی خود ہی باغ اجاڑنا شروع کر دے تو باغ کی رکھوالی کون کرے گا۔ بھنگ شراب پیے اور کہے میں سیّد ہوں

؎ ایں خیال است و محال است و جنون

سید کی رگوں میں علی کا خون اور فاطمہ کا دودھ دوڑتا ہے اور جن رگوں سے شیر فاطمہ کا گزر ہو جائے وہاں سے شراب اور بھنگ گزر ہی نہیں سکتی۔ اگر گزر گئی تو جان لو کہ وہ مدینہ ماڈل سیّد نہیں بلکہ سن سنتالیس ماڈل سیّد ہے۔ جس طرح کسی عدالت میں کسی بناوٹی سیّد کی شہادت زیر بحث آئی تو اس مدعی ست کے گواہ چست نے کہا! جج صاحب اس کے سیّد

ہونے میں کم از کم مجھے کوئی شک نہیں کیونکہ یہ تو خود میری آنکھوں کے سامنے سید بنا ہے
اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حسین رضی اللہ عنہ کا سجدہ دکھا کر انی علم کا راز سمجھایا کہ اے فرشتو! نہ کوئی تمہاری اولاد نہ بیوی، نہ تمہیں بھوک لگے نہ پیاس اور حسین رضی اللہ عنہ وہ ہے کہ جس کی بچیاں خیموں میں پیاس سے بلک رہی ہیں، جس کے بچوں کی لاشوں کے ٹکڑے اس کی نگاہوں کے سامنے ہیں، تین دن سے بھوکا پیاسا بھی ہے سر پہ تلواروں کا سایہ بھی ہے گلے میں نیزہ ہے اور وضو کیلئے پانی نہیں ہے، تیمم کر کے تپتی ریت پہ سجدہ کر رہا ہے ذرا بتاؤ تو جنت کے باغات میں سجدہ کرنے والو معصومو! تمہارے سب کے سارے سجدے افضل ہیں کہ میرے حسین رضی اللہ عنہ کا ایک سجدہ افضل ہے۔

یا حسین ابن علی تیرا زمانہ یاد ہے
چھوڑ کر طیبہ تیرا کربل کو جانا یاد ہے
نسبت تیری قرآن ہے ہے ناطق قرآن تو
چڑھ کے نیزے پر تیرا قرآں سنانا یاد ہے
تیروں کی برسات میں چھوڑی نہ سیّد نے نماز
زیر خنجر آپ کا پڑھنا دوگانہ یاد ہے
حضرت اصغر کا وہ تیر کھانا گود میں
نہر پر عباس کا بازو کٹانا یاد ہے
سجدے پہ آقا گئے کندھوں پہ چڑھنا آپ رضی اللہ عنہ کا
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدے سے سر نہ اٹھانا یاد ہے
اے حسین رضی اللہ عنہ ابن علی رضی اللہ عنہ اے گوشۂ جگر بتول
کربل میں جا کے وہ تیرا سر کو کٹانا یاد ہے

امام عالی مقام کو کیا پرواہ تھی تلواروں اور نیزوں کے حملوں کی کیونکہ آپ کی تار تو اپنے رب سے جڑی ہوتی تھی اس لیے وہ تلواریں چلاتے رہے اور آپ سبحان ربی الاعلیٰ کا وظیفہ فرمارہے تھے۔

شمر کا خنجر گلوئے خشک پر چلتا رہا
بزم حق روشن رہی حق کا دیا جلتا رہا
چشم گریاں مزرع دیں میں گہر بوتی رہی
کٹ گیا سر پر نماز حق ادا ہوتی رہی

جب سے دنیا بنی ہے سجدے ہو رہے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے مگر مسجد کی صفوں پر سجدہ کرنا تو بڑی آسان سی بات ہے حوریں اور فرشتے اگر جنت کی پر کیف فضاؤں میں سجدے کرتے ہیں تو کون سی مشکل بات ہے۔

سجدے تو سب نے کیے تیرا عجب انداز ہے
تو نے وہ سجدہ کیا جس پر خدا کو ناز ہے

کیسی نماز تھی اور کیسا سجدہ تھا کہ ہم ظہر کی پڑھنے جاتے ہیں تو عصر سے پہلے گھر آ جاتے ہیں، عصر کی پڑھنے جائیں تو مغرب سے پہلے گھر پہنچ جاتے ہیں، خدا نے چاہا کہ واپس گھر میں آنے والی تو سارے پڑھتے ہیں کوئی ایسا نمازی بھی تو ہونا چاہیے کہ جو پڑھنے جائے تو واپس ہی نہ آئے اور جو سجدہ کرے تو قیامت کے دن اٹھنے تک سبحان ربی الاعلیٰ کی آواز آتی رہے۔

ایسا منظر نگاہوں کے سامنے ہو تو انسان شش و پنج میں پڑ جاتا ہے کپڑے خون سے رنگے ہیں، پانی نہیں تو کیا کروں، تیمم میرے لیے جائز ہے یا نہیں، سامنے یزیدی ہیں ستر ے کا مسئلہ درپیش ہے اس کا کیا حل ہو؟ مگر امام عالی مقام باب مدینۃ العلم کے بیٹے تھے خود بحر العلوم اور منبع العلم تھے ان کو کسی سے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی۔ ''ادھر خنجر چلتا رہا اور ادھر نماز ہوتی رہی''

اس نے ذروں کو لڑایا گنبد افلاک سے
دیکھتے ہی دیکھتے آئی صدا اس خاک سے
ایسا شعلہ موت کے ہاتھوں ٹھہر سکتا نہیں
زندۂ جاوید چھپ سکتا ہے مر سکتا نہیں

جس کی ماں کی نماز یہ ہو کہ رات ختم ہو جائے اس کا رکوع ختم نہ ہو اور کہے یا اللہ کوئی

اتنی لمبی رات بنا دے کہ میں خوب سیر ہو کر تیری عبادت کر سکوں جس کے باپ کی نماز یہ ہو کہ ایک نماز عصر کیلئے ڈوبے ہوئے سورج کو لایا گیا، ان کے بیٹے کی نماز پھر ایسی کیوں نہ ہو کہ دس محرم کو سجدہ کرے اور تا قیامت بدستور سجدے میں ہی رہے۔

بر قوم کو دیئے ہیں آزادیوں کے جام
تجھ کو بھلائے گا نہ کسی قوم کا نظام
دنیا کے ہر محاذ پر آئے گا تیرا نام
ہر زندگی ادب سے کرے تجھے سلام
ذہنی ترقیوں کا اجالا بنائیں گے
تجھ کو حسین رضی اللہ عنہ غیر بھی اپنا بنائیں گے

حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بھی قربانی کیلئے منہ کے بل لٹایا گیا۔ فلما اسلما وتله للجبین، تا کہ محبت پدری جوش نہ مارے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی پیشانی زمین پہ رکھی اس لیے کہ ان ساری قربانیوں کے باوجود بھی رب کے احسانات کا شکر کما حقہ ادا نہیں کیا جا سکتا تو امام کی زندگی کا نچوڑ یہ نکلا کہ بچے کٹا دو گھر لٹا دو لیکن نماز ضائع نہ کرو، آپ رضی اللہ عنہ نے مدینے مکے جیسے شہر چھوڑ دیے مگر نماز نہ چھوڑی جو آپ رضی اللہ عنہ کا سچا غلام ہو گا سب کچھ چھوڑ سکتا ہے مگر نماز نہیں چھوڑ سکتا، پانی نہیں تیمم کر لو، مصلیٰ نہیں ریت پر پڑھ لو، مسجد کا سایہ نہیں تلواروں کے سائے میں پڑھ لو، تیر کھا کے پڑھو، گھر لٹا کے پڑھو، بچے کٹا کے پڑھو، ارشاد باری تعالیٰ ہے، یاایھا الذین آمنو استعینوا بالصبر بالصلوۃ اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لو، ادھر اس آیت کو غور سے پڑھو اور ادھر امام حسین رضی اللہ عنہ کی زندگی کا مطالعہ کرو تو یہی نتیجہ نکلے گا کہ امام اس آیت کی پوری تفسیر بھی تھے تصویر بھی تھے کہ ان کی زندگی صبر سے شروع ہوتی ہے اور نماز پہ ختم ہوتی ہے۔

دشت بلا کو عرش کا زینہ بنا دیا
جنگل کو مصطفیٰ کا مدینہ بنا دیا
ہر ذرّے کو نجف کا نگینہ بنا دیا
تو نے حسین رضی اللہ عنہ مرنے کو جینا بنا دیا

چھوا جو کنکروں کو انہیں دُر بنا دیا
قیدی جو آیا پاس اسے حر بنا دیا

قرآن مجید میں سورۃ العلق کی آخری آیت جو کہ آیت سجدہ ہے اس میں فرمایا گیا کہ سجدہ کر اور میرے قریب ہو جا، امام نے سوچا کہ آج کا سجدہ جتنا مجھے اللہ تعالیٰ کے قریب کرے گا ساری زندگی کے سجدوں سے اتنا قرب نہیں ملا ہو گا جتنا قرب اس وقت کا سجدہ دے گا کیونکہ یہ سجدہ عشق و محبت کا حقیقی آئینہ دار ہو گا لہٰذا موقع سے فائدہ اٹھا لے اے حسین رضی اللہ عنہ! چنانچہ سجدہ کیا اور اللہ کو اپنے قریب پایا اور عرض کیا مولیٰ! میں سجدہ ختم نہیں کرتا تو اپنا قرب ختم نہ کر۔ ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله والله رؤف بالعباد (البقرہ)۔ لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنی جان دے کر رب کی رضا حاصل کر لیتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں (کے اس سودے کے سلسلے میں بھی) بڑا مہربان ہے۔

تو حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا! اے اللہ تیرے قرب میں کتنی لذت ہے، اپنا قرب نہ ختم کر پھر ہزاروں اصغر دینے کو تیار ہوں اور ہزاروں اکبر ذبح کرانے کو تیار ہوں کیونکہ جو سرور تیرے قرب میں ہے وہ کسی اور نعمت میں کہاں؟ اسی قرب کیلئے ہی تو صرف شہید ہی تمنا کرتا ہے جنت سے واپس دنیا میں آنے کی۔

خشک ہے کشت زندگی چیخ رہی ہے کائنات
خوں کدۂ حجاز سے پھر نہ کوئی اٹھا حسین رضی اللہ عنہ

بلبل کو باغ سے پکڑ کر لایا گیا اس کو ذبح کر کے اس کے گوشت کا قیمہ بنا دیا گیا اور پھر آگ جلا کر اس کے کباب بنائے جانے لگے تو بلبل کو آگ کے شعلے میں اپنے محبوب پھول کی تصویر دکھائی دی تو اس نے کہا اب مجھے ہزار بار بھی جلالے تو کوئی پرواہ نہیں کیونکہ میرا محبوب مجھے مل گیا ہے۔

پھنسی جو دام میں بلبل تو یوں لگی کہنے
کرے گا قتل کیا تو نے جو اسیر مجھے
کباب شمع کے شعلوں پہ کیجئے صیاد
کہ شکل گل آئے نظر دم اخیر مجھے

امام عالی مقام نے عرض کیا! اگر تیرا جلوہ اس طرح نظر آتا ہے تو مجھے منظور ہے ہزار بار کٹنے کو تیار ہوں مگر تیرے جلوے کا طلب گار ہوں، الغرض نماز عشق کا قیام عمر نے کیا، رکوع عثمان نے کیا، اور سجدہ کربلا کے حسین رضی اللہ عنہ نے کیا اور ایسا کیا کہ دنیا کو بتا دیا کہ!

سجدہ نماز عشق کا ہوتا ہے اس طرح
سجدے میں جا کے سر کو کٹایا حسین رضی اللہ عنہ نے
آخری سجدے کو آیا جب وہ اخلاص ماب
اٹھ گئے بندہ و مولا کے مابین حجاب
بڑھ کے جبریل نے تھامی میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب
لڑ گئی حسن حقیقی سے نگاہ بے تاب
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جھوم گئے پیک قضا جھوم گیا
''رب کعبہ ہے گواہ خود دشت بلا جھوم گیا''

(صاحبزادہ نصیر الدین نصیر گولڑوی)

چندرباعیات

جب سے اٹھا ہے ظلم کا پردہ فرات سے
کہتی ہے موج موج کہانی حسین رضی اللہ عنہ کی
حیران ہو کے پوچھتا پھرتا ہے سیل آب
کیا چاہتی تھی تشنہ دھانی حسین رضی اللہ عنہ کی

اس شخص کو شہ مشرقین کہتے ہیں
دلاوروں کے دل و جاں کا چین کہتے ہیں
جو سر کٹا کے جھکا دے سر غرور یزید
اسے سناں کی لغت میں حسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

تو نے نماز پڑھ کے سر دشت کربلا
کہتا ہے کون صرف ارم ہی خرید کی
شبیر تیرے آخری سجدے کی ضرب سے
سانسیں اکھڑ رہی ہیں ابھی تک یزید کی

آ دیکھ کربلا کو بشر کے شعور میں
شامل ہوئے ہیں خاک کے ذرے بھی نور میں
تاثیر خون ابن علی ہے کہ آج تک
جھکتا ہے آسماں بھی زمین کے حضور میں

خالق کی آبرو کے محافظ علی کے لال
نذرانۂ سجود ملائک قبول کر
اکبر کی لاش پر بھی تو بیٹھا ہے مطمئن
شبیر ''اولیاءؔ'' کی سلامی قبول کر

تیسرا حصہ

شہادت حسین اور عقیدۂ اہل سنت

☆ میدان کربلا میں امام عالی مقام اپنی ظاہری زندگی کی آخری نماز ادا کرنے کیلئے کھڑے ہوئے تلوار کا سترا بنایا' نماز شروع ہوئی تو ایک یزیدی نے سر سے عمامہ شریف اتار لیا کسی نے کوئی چیز پکڑ لی کسی نے کوئی تا کہ عمرو بن سعد کو بتا سکیں کہ ہم نے حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہے اور چیزیں اپنی سچائی کیلئے پیش کریں آج چودہ سو سال بعد یہی چیزیں کس فرقے کے گھر سے ہر سال محرم میں برآمد ہوتی ہیں؟ امام کی سواری کس کے گھر سے نکلتی ہے' فاتح قومیں ہر سال فتح کے دن نمائش کراتی ہیں تو دشمن سے چھینا ہوا اسلحہ وغیرہ بھی نمائش کیلئے رکھتی ہیں جس طرح چھ ستمبر کو ہمارے ہاں بھی ہوتا ہے تو شہدائے کربلا کا سارا سامان علی اصغر کے پنگھوڑے تک تمہارے گھر سے نکلے اور قاتل اہل سنت ہوں؟ ۔ شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات۔

ایک ''مومن'' مجھے کہنے لگا! اگر تمہارے گھر سے یہ چیزیں نہیں نکلتیں تو اور کیا نکلتا ہے؟ میں نے عرض کیا ہمارے گھر پاک، ہمارے دل پاک، ہمارا عقیدہ پاک، ہمارے گھر سے نکلتا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن نکلتا ہے، فاطمہ کے ابا کا فرمان نکلتا ہے، علی المرتضٰی کا مصلیٰ نکلتا ہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ پر درود نکلتا ہے اور

غم شاہ شہیداں میں جو نکلے
وہ آنسو ہے علامت روشنی کی

☆ امام پاک نے نماز کے وقت تلوار کا سترہ بنایا اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے ہاتھ باندھ کر نماز پڑھی تھی اگر کھول کر پڑھی ہوتی تو تلوار ہاتھ میں رکھتے جبکہ پیچھے آپ کو

معلوم ہو چکا کہ ان "مؤمنین" کا ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا اس وقت شروع ہوا جب امام مسلم کے پیچھے بادل نخواستہ نماز کیلئے کھڑے ہوئے ادھر سے ابن زیاد کی دھمکی آگئی کہ جو مسلم کو امام مانے گا اس کو فنا کر دیا جائے گا تو انہوں نے ہاتھ کھول دیئے کہ دونوں طرف سچے ہو جائیں اگر ابن زیاد نے کہا تم نے کیوں مسلم کو امام مانا تو ہم کہیں گے ہم تو ہاتھ کھول کر کھڑے تھے اور اگر امام مسلم نے پوچھا کہ تم نے میرے پیچھے نماز کیوں نہ پڑھی تو ہم کہیں گے کہ آپ کے پیچھے ہی کھڑے ہوئے تھے۔

واقعہ کربلا بیان کرنا بڑا نازک موڑ ہے ہر بات خوب سوچ سمجھ کر کرنی لازم ہے اہل بیت کی شان میں ایک لفظ غلط ادا ہو گیا تو ایمان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ حضرت مولانا سردار احمد صاحب محدث اعظم پاکستان سے ایک جلسہ میں شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ صحیح صحیح حوالوں سے بیان کرنے کو کہا گیا تو آپ نے خطبہ پڑھنے کے بعد فرمایا! صحیح بات یہ ہے کہ امام عالی مقام ظلماً شہید کیے گئے۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین۔

؎ صف باندھ کر کھڑی ہیں جہاں کی صداقتیں
تاریخ لکھ گیا ہے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا

اعثم کوفی سے اکثر اس طرح کی روایات بیان کی جاتی ہیں کہ خیموں کو آگ لگی پھر دوپٹوں کو آگ لگی (پھر زمین کو پھر آسمان کو) بالیاں اتاریں گئیں حالانکہ وہ تو خود کوفیوں میں سے تھا اگر وہ محب اہل بیت ہوتا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خاندان نبوت ذبح ہوتا رہے اور یہ پاس بیٹھ کر تاریخ مرتب کرتا رہے ہم تو کربلا کے حوالے سے وہی بات کریں گے جو اس واقعہ کے چشم دید گواہ خاندان حسین رضی اللہ عنہ کے گل سر سبز زین العابدین کی طرف سے آئے گی۔

ہاں اگر اس طرح کی بات بیان کرنے کی ضرورت پڑے تو پوری روایت بیان کرنے سے بھی ہمارا عقیدہ ہی ثابت ہوگا مثلاً ایک روایت ہے کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی زوجہ عمر فاروق کے کانوں سے ایک یزیدی نے بالیاں اتاریں تو بی بی کے کانوں سے خون بہہ نکلا جس کو دیکھ کر اس نے بالیاں اپنی جیب میں ڈالیں اور ماتم کرنے لگا۔ انہوں نے حیران ہو کر پوچھا ارے ظالم ظلم بھی خود کرتے ہو اور پیٹتے بھی خود ہی ہو اس نے کہا اس لیے پیٹ رہا ہوں کہ تو علی کی بیٹی کی ہے۔ انہوں نے فرمایا! اگر تو یہ جانتا ہے کہ میں علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہوں تو تو نے یہ

حرکت کی کیوں؟ تو کہنے لگا! اگر میں نہ اتارتا تو کوئی اتار لیتا اس طرح جہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ داماد علی رضی اللہ عنہ ثابت ہوتے ہیں وہاں ماتم کرنا یزیدیوں کا عقیدہ بھی ثابت ہوا اور اس کے پردے میں اہل بیت کو دھوکہ دینا، ان کا مال لوٹنا اور پھر سینہ کوبی کر کے ان کو مزید دکھ پہنچانا بھی ثابت ہوگا اس لیے صرف لاتقربوا الصلوٰۃ پڑھنے والو۔ وانتم سکاریٰ بھی پڑھا کرو اور پھر نتیجہ اس طرح نکالا کرو کہ

اے ابن سعد رے کی حکومت تو کیا ملی
ظلم و جفا کی جلد ہی تجھ کو سزا ملی

اے شمر نابکار شہیدوں کے خون کی
کیسی سزا تجھے اے ناسزا ملی

اے تشنگان خون جوانان اہل بیت
دیکھا کہ تم کو ظلم کی کیسی سزا ملی

کتوں کی طرح لاشے تمہارے سڑا کیے
گھوڑے کو بھی نہ گور کو تمہاری جا ملی

رسوائے خلق ہوگئے برباد ہوگئے
مردود تم کو ذلت ہر دوسرا ملی

تم نے اجاڑا حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا بوستان
تم خود اجڑ گئے تمہیں یہ بد دعا ملی

دنیا پرستو، دین سے منہ موڑ کر تمہیں
دنیا ملی نہ عیش وطرب کی ہوا ملی

آخر دکھایا رنگ شہیدوں کے خون نے
سرکٹ گئے امید نہ تمہیں اک ذرا ملی

پائی ہے کیا نعیم انہوں نے ابھی سزا
دیکھیں گے وہ جحیم میں جس دم سزا ملی

(سید نعیم الدین مراد آبادی)

جبکہ معجزات رسول ﷺ میں ہے کہ من مسنی لایمسہ النار، جس نے مجھے چھولیا اس کوتو (دوزخ کی) آگ (بھی) نہیں چھوسکتی اور یہ کہ حضرت فاطمہ الزہرا ؓ نے عرض کیا کہ عورتیں روٹیاں پکاتے ہوئے سخت گرمی میں آگ پر بڑی مشقت اٹھاتی ہیں حضور ﷺ اگر ایک روٹی ہاتھوں سے لگادیں تو یہ کام ہمارے لیے سنت بن جائے اور پھر اسی جذبے سے کام کرنے میں اتنی دشواری نہ ہوگی، حضور ﷺ نے آٹا لیا اور اس کی روٹی بنا کر تنوری میں لگادی ساری روٹیاں پک گئیں لیکن حضور ﷺ کی لگائی ہوئی روٹی کچی کی کچی رہی۔ عرض کیا گیا آپ کے پاس بلال آیا کچا ہوگیا پکا، سلمان آیا کچا ہوگیا پکا مگر ہماری روٹی ابھی کچی کی کچی؟ آپ ﷺ نے فرمایا! اے بیٹی تیری خوشی کیلئے میں نے روٹی لگادی ورنہ جس شے کو تیرے ابا کے ہاتھ لگ جائیں اس کو دنیا کی آگ تو کیا جلائے گی دوزخ کی آگ بھی نہیں جلاسکتی۔

آٹا ایمان دار نہیں جبکہ زینب وسکینہ ایمان دار تھیں، آٹا بے جان یہ جاندار، آٹا باہر سے آیا یہ اندر سے آئیں، نبی کا خون ہیں، دل کے ٹکڑے ہیں تو نبی ﷺ آٹے کو ہاتھ لگادیں اس کو آگ نہ جلائے تو نبی ﷺ کی گود میں کھلنے والوں کو آگ کیسے جلائے گی؟

ہے سوچنے کی بات اسے بار بار سوچ

عجیب حالت ہے ہمارے بعض مقررین کی بھی ربیع الاول میں بچہ بچہ نور کا اور محرم میں آگ لگاتے پھر رہے ہیں۔

اگر کہو کہ پھر حسین ؓ بھی تو نبی ﷺ کا خون، دل کا ٹکڑا اور جنت کے جوانوں کا سردار تھا پھر ان کے ساتھ یہ سب کچھ کیوں ہوگیا تو سنو! شہید ہونا تو سعادت مندی ہے سر بلندی ہے اور یہ سعادت مردوں کو ملتی ہے مگر مجھے دکھادو کسی نبی ﷺ کی بیٹی کو آگ لگی ہو۔

یہ کس زینب کے سر سے دوپٹہ اترنے کی بات مجمع عام میں کرتے ہو کہ چالیس ہزار یا دو لاکھ کے لشکر کے سامنے آگئی جس کی ماں کا پردہ یہ تھا کہ بے اجازت ان کے گھر میں جبرائیل آتے نہیں۔ اور آج بھی شرم وحیا، عفت وعصمت عزت وحمیت کی بات آئے تو سب سے پہلے زبان پہ بی بی زینب کا نام آتا ہے۔ اور غور سے سنو!

؎ زہرا پاک دی لاڈلی دھی دا جے پردہ سر مبارک توں لہہ جاندا
قسم ربّ دی غیرت کھا کے تے، آسمان زمین تے ڈھ جاندا
دنیا وچ ہنیر گھپ گھیر ہوندا، سورج ادب تھیں چھپ کے بہہ جاندا
ہوندا حشر تو پہلے اک حشر برپا، اصغر کجھ نہ دنیا تے راہ جاندا

کیا اس کی بیٹی زینب کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ کربلا کے میدان میں دو گز لٹھے کیلئے بین کرتی رہی کہ

؎ کتھوں لیاواں کفن میں تیرا ایتھوں شہر مدینہ دور اے

واعظین کو خیال کرنا چاہیے کہ ہر چیز ہی وعظ میں نہ جڑ دیا کریں یہ شعر شیعوں کی بتیس اشعار والی نظم کا ہے اگر ان کی گھڑی ہوئی باتیں ہی بیان کرنی ہیں تو الگ سٹیج سجانے کی اور جلسے کرنے کی کیا ضرورت ہے اور پھر حضرت زینب باب مدینۃ العلم کی بیٹی ہو کر اتنی بات بھی نہیں جانتی تھیں کہ بدر واحد میں شہید ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر غسل اور کفن کے دفن کیا تھا کیا وہ حسین کو شہید نہیں مانتی تھیں؟ اگر مانتی تھیں تو پھر ایسی بات ان کے ذمے کیوں لگاتے ہو؟ جس کی ماں فاطمہ رضی اللہ عنہا کیلئے جنت سے جوڑے آسکتے ہیں اس کی بیٹی دو گز لٹھے کیلئے ترستی رہی؟ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے شان اہل بیت بیان کرنے کا۔

کس زباں سے ہو بیاں عز و شان اہل بیت
مدح گوئے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے مدح خوان اہل بیت

ان کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شان اہل بیت

اُنکے گھر میں بے اجازت جبرائیل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شان اہل بیت

اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لعنۃ اللہ علیکم دشمنان اہل بیت

بے ادب گستاخ فرقوں کو سنا دے اے حسن
یوں کہا کرتے ہیں سنی داستان اہل بیت

(مولانا حسن رضا خاں بریلوی)

ہمارا عقیدہ ہے فاطمہ زہرا کی بیٹی اشارہ کرتیں تو جنت کی حوریں لباس لے کر حاضر ہو جاتیں۔

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ یزیدی لشکر نے جب امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر لیا تو خیموں کا رخ کیا، فضہ و شیریں نے حضرت زینب سے عرض کیا، سات سو کا لشکر خیموں کی طرف آ رہا ہے ہاتھ اٹھا کر بددعا کریں کہ ان پہ قہر کی بجلی نازل ہو اور زمین میں بھسم ہو جائیں فرمایا! تمہارے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا ہو گا مجھے تو میرے بھائی کا خطبہ اب بھی یاد ہے وبشر الصابرین۔

بددعا کرنے میں حرج نہیں اللہ کے نبیوں نے بھی کی ہے، نوح علیہ السلام کی بددعا کا ذکر قرآن میں موجود ہے، ربّ لاتذر علی الارض من الکفرین دیارا۔ مگر میں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی ہوں جن کا احد میں دانت مبارک شہید ہوا تو انہوں نے بددعا کرنے کے بجائے دعا کی اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون۔ میرے باپ نے اپنے قاتل کو سادہ پانی کی بجائے شربت پیش کیا، بھائی حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے زہر دینے والے کا نام تک نہ بتایا اور تیرے سامنے حسین رضی اللہ عنہ نے

ے ضرب اوّل میں شہ دیں نے کہا بسم اللہ
دوسری بار پکارے مدد اے یار اللہ
تیسری ضرب پہ آئی یہ صدائے جانکاہ
بخش دے میرے خدا نانا کی امت کے گناہ
پھر نہ کچھ حضرت شبیر کی آئی آواز
کٹ گیا جب حلق تو تکبیر کی آئی آواز

حضرت زینب نے فرمایا! اگر وہ بددعا کرتے تو میں بھی کر لیتی حضرت نوح علیہ السلام نے اس لیے بددعا کی کہ نبوت جاری تھی ایک کے بعد دوسرا نبی دوسرے کے بعد تیسرا آ رہا

تھا نبیوں کے ساتھ امتیں بھی آ رہی تھیں میرے نانے کے بعد نبوت ختم' ان کی امت کے بعد امت ختم' میں بددعا کروں انسانیت ختم ہو جائے۔ میرے بھائی حسین رضی اللہ عنہ کو جب زغفر جن نے عرض کیا!

ے زغفر جن نے آکھیایا حضرت جے کر کہو تے ایسی ہوا چھڈاں
کوئی اک نہ رھوے جہان اتے اک پھوک دے وچ اڑا چھڈاں
ایہہ لشکر جو پھر دا اے تان سینے اک آن دے وچ مکا چھڈاں
اگوں ہس کے کہیا حسین نے اوے تیتھوں نانے دی امت مروا چھڈاں

فضہ و شیریں نے عرض کیا اچھا پھر دیکھیں وہ لشکر قریب آ گیا ہے آپ نے فرمایا جاؤ جا کر حسین کا بتایا ہوا وظیفہ پڑھو اور

ے جو کچھ ہوندا اے ہون دے پرواہ نہیں اپنے آپ دی
میں رہواں یا نہ رہواں کل رہ رسول پاک ﷺ دی

بس نانے کی شریعت زندہ رہے باپ کے اصول زندہ رہیں تو انشاء اللہ ہم مر کر بھی زندہ رہیں گے اور ادھر شیریں و فضہ نے اپنی طرف سے لشکر کو روکا اور کہا ظالمو! خبردار! ہوشیار! کوئی حیاء کے خلاف حرکت نہ کرنا کیوں کہ یہ بڑی عزت والی مستورات کے خیمے ہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشکل کشائی کیوں نہ فرمائی؟

بعض بد باطن موقع کی نزاکت کا احساس کیے بغیر ایسے ہی کوئی نہ کوئی بات اپنی بد عقیدگی کی جڑ دیتے ہیں یعنی ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کہ شاید ہمارا عقیدہ یہاں سے سچا ثابت ہو جائے مگر اہل دانش و بینش جانتے ہیں کہ ان کی یہ ہوائی۔ ''اندھے کو اندھرے میں بڑی دور کی سوجی'' سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتی وہ واقعہ کربلا کے ضمن میں ایک بہت بڑا سوال بنا کر لاتے ہیں وہ سوال یہ ہے کہ تم کہتے ہو علی مشکل کشا، علی حاجت روا، یا رسول اللہ مدد لیکن وہ تو اپنے بیٹے اور نواسے کی مدد نہ کر سکے تمہاری کیا مدد کریں گے اس پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ خدا جب دین لیتا ہے حماقت آ ہی جاتی ہے

لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس سوال کا پورا تسلی بخش جواب ہو جائے تا کہ ''نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری''

چونکہ معترضین ہر بات قرآن و حدیث سے ثابت کرنے کے دعویٰ دار ہیں تو قرآن و حدیث سے ہی اس سوال کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد** (المومن:۵۱)

بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور اہل ایمان کی دنیا اور آخرت میں مدد فرماتے ہیں۔

تو بتایئے جناب! آپ کے نزدیک ایمان حسین جو بمطابق حدیث جنتی جوانوں کے سردار ہیں(**الحسن والحسین سیّد اشباب اھل الجنۃ**) ایمان دار بھی ہیں کہ نہیں، تو پھر بتاؤ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی یا نہیں؟ (نبی ﷺ، علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مشکل کشا ہونے کی بات تو بعد میں کرو اور اس مسئلہ کو ایک طرف رہنے دو) اور نعوذ باللہ اگر آپ امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایماندار نہیں سمجھتے تو پھر مذکورہ آیت کے ابتدائی الفاظ کی طرف آؤ اور بتاؤ کہ اللہ جب اپنے رسولوں کی مدد فرماتا ہے تو بنی اسرائیل ایک ایک دن میں ستر ستر نبیوں کو کیسے قتل رہے کیا **ویقتلون النبین بغیر الحق، ویقتلون الانبیا بغیر حق**، قرآن پاک کی آیات نہیں ہیں؟

اس کا جواب یقیناً یہی دو گے کہ اللہ نے ان کی مدد فرمائی کیونکہ انا لننصر میں ان بھی تاکید کیلئے ہے اور لننصر میں لام بھی تاکید کا ہے یعنی ہم ضرور ضرور مدد فرماتے ہیں اور لفظ ہم (ضمیر جمع متکلم) بھی بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ضرور ان کے شامل حال رہی۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی مدد فرمائی اور مدد فرمانے کے باوجود وہ شہید ہوئے تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ شہید ہو جانا بے یار و مددگار ہونے کی علامت نہیں ہے بلکہ اصل مدد ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو صبر و استقامت کے ساتھ شہادت کا رتبہ دے دے اور یہ مدد حضور ﷺ اور علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دعا کر کے فرمائی! **اللھم اعط الحسین صبرًا و اجرًا**۔

یہی وجہ ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر بچپن میں ہی حضور ﷺ نے سنا دی تھی بلکہ پیدا ہوتے ہی جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے ظاہر ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ اور حضور ﷺ کی چچی حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک دن حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی گود میں دیا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ زار و قطار رو رہے ہیں اور آپ ﷺ کے آنسو مبارک بہہ رہے ہیں میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پہ قربان ہو جائیں رونے کا سبب کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ان امتی ستقتل ابنی هذا میری امت میرے اس بیٹے کو شہید کر دے گی۔ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کیا حضور ﷺ اس بیٹے حسین کو؟ فرمایا ہاں، فرمایا کہ جبرائیل میرے پاس اس کے مقتل کی سرخ مٹی بھی لائے ہیں۔ (مشکوۃ صفحہ ۵۷۲)

حضرت ابونعیم اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا (امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت گاہ) سے گزرے تو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ههنا مناخ رکا بهم وموضع رحالهم و مهراق دمائهم فئة من ال محمد ﷺ تقتل بهذه العرصة تبكي عليهم السماء والارض: یہ ان کے اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے اس مقام پہ ان کے کجاوے رکھے جائیں یہاں ان کے خون بہائے جائیں گے، آل محمد علیہ السلام کے بہت سارے جوان اس میدان میں شہید کر دیئے جائیں گے جن پر زمین و آسمان بھی روئیں گے۔ (خصائص الکبریٰ ۱۲۶/۲، سر الشہادتین ۵۳)

ابن سعد نے شعبی سے جو روایت کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت علی المرتضی جنگ صفین سے واپسی پہ کربلا سے گزرے اور اس قدر روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہوگئی لوگوں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ ایک دن حضور علیہ السلام بھی بہت رو رہے تھے اور ہم نے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کیوں رو رہے ہیں یا رسول اللہ! تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ان ولدی الحسین یقتل بشاطئی الفرات بقال لها کربلا۔

میرا بیٹا حسین رضی اللہ عنہ نہر فرات کے کنارے پر کربلا کی سرزمین پر شہید کر دیا جائے گا۔ (صواعق محرقہ ۱۱۸)

خاک کربل تیرے نصیبوں کو سلام
تجھ پہ سوئے سب شہیدوں کو سلام

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بارش کے فرشتے نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری کیلئے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی اور اس کو اجازت مل گئی تو وہ حاضر خدمت ہوا جبکہ اس وقت حضور علیہ السلام امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں لے کر پیار کر رہے تھے۔ فرشتے نے عرض کیا: حسین رضی اللہ عنہ آپ کو بہت پیارا ہے؟ فرمایا ہاں، عرض کیا ان امتك ستقتله: آپ کی امت ہی اسے قتل کر دے گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہیں تو میں اس کی شہادت گاہ کی مٹی لا کے دکھا سکتا ہوں پھر وہ فرشتہ سرخ مٹی لے آیا جس کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ایک کپڑے میں سنبھال لیا، دوسری روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) جب یہ مٹی خون ہو جائے تو سمجھ لینا کہ حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے وہ مٹی شیشی میں محفوظ کر لی اور دس محرم ۶۱ ھ کو عین شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے وقت وہ مٹی خون ہوگئی۔ (صواعق محرقہ ۱۱۸)

ان تمام احادیث اور اس طرح کی دیگر کئی احادیث سے واضح ہوگیا کہ حضور علیہ السلام نے امام عالی مقام کی شہادت کی خبر بار بار آپ رضی اللہ عنہ کے عہد طفلی میں ہی دے دی تھی بلکہ اتنی مشہور ہو چکی تھی کہ اونٹ کہاں باندھے جائیں گے کجاوے کہاں رکھے جائیں گے اور خون کہاں بہائے جائیں گے؟ یہ تمام تفصیلات بھی ارشاد فرما دیں۔

لیکن عجیب بات ہے کہ جس نبی کی رضا خدا چاہے، جن کا حکم شجر و حجر، شمس و قمر اور بحر و بر پہ چلے، جن کے ہاتھ بعد میں اٹھیں اور دعا پہلے قبول ہو جائے نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ دعا کی کہ یا اللہ میرے بیٹے کو اس مصیبت سے بچالے اور نہ ہی حضرت علی المرتضیٰ اور فاطمہ الزہرا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کبھی عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی خبر سن کر دل سینوں میں ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے ہیں، دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ حسین رضی اللہ عنہ کو اس مصیبت سے بچا لے کیوں؟ صرف اس لیے کہ جانتے تھے ہمارا سونا کھوٹا نہیں بلکہ کھرا ہے مصائب کی بھٹی میں جا کر اور نکھرے گا اور قیمتی ہوگا۔ آزمائش و امتحان سے بچنے کی دعائیں ہم جیسے نالائق کرتے ہیں اور قدسی صفات امتحانات سے بچنے کی دعا کیوں کریں؟ وہ تو امتحان میں کامیابی کی دعا کرتے رہے۔ اللھم اعط الحسین صبرًا و اجرا۔ تاکہ امتحان میں ہمارا بیٹا صبر کرے اور اس کا مرتبہ اور بلند و بالا ہو جائے ہم جیسے دنیا دار دنیوی مرتبے کے

حصول کیلئے اپنی اولاد کو تیار کرتے ہیں امتحان دلواتے ہیں تیاری کرواتے ہیں، ٹیوشن پڑھواتے ہیں جبکہ علی و فاطمہ نے اپنی اولاد کو اُخروی سرداری کو قائم رکھنے بلکہ ترقی دلوانے کی تیاری کروائی ہوئی تھی۔

دعا مخ العبادۃ ہے مگر خلیل اللہ علیہ السلام نے نار نمرود میں نہ کی بلکہ جبرائیل علیہ السلام کے عرض کرنے کے باوجود فرمایا:

؎ جانتا ہے وہ میرا ربّ جلیل
آگ میں پڑتا ہے اب اس کا خلیل

کیونکہ امتحان تھا اور امتحان میں کامیابی کی دعا تو کی جاسکتی ہے مگر امتحان سے بچنے کی دعا کرنا اہل حق کا شیوہ نہیں ہے۔اور پھر مثال کے طور پر ایک بندہ اگر ڈوب رہا ہے اور آپ کنارے پہ کھڑے ہیں وہ آپ کو مدد کیلئے پکارتا ہی نہیں ہے تو یہ کہنا غلط ہوگا کہ آپ نے اس کو بچایا نہیں ہے اس نے تو آپ کو بلایا ہی نہیں ہے اس لیے یہ سوال ہی فضول ہے کہ کہاں تھے حضور ﷺ؟ کہاں تھے علی رضی اللہ عنہ مشکل کشا اور فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا؟، دل کی آنکھوں سے دیکھ وہ بھی وہیں تھے جہاں حسین رضی اللہ عنہ تھے اور انہی کی دعاؤں کی مدد سے امام حسین رضی اللہ عنہ نے امتحان میں اعلیٰ پوزیشن حاصل کی۔

؎ بچپن میں جو کہا تھا نبھایا حسین رضی اللہ عنہ نے
راہ خدا میں سر کو کٹایا حسین رضی اللہ عنہ نے

کیا صبر کیا جگر تھا کہ سب کچھ لٹا مگر
اف تک زبان پر نہیں لایا حسین رضی اللہ عنہ نے

اسلام کے چمن میں خزاں آنے ہی کو تھی
قربانیوں سے سینچا، سجایا، حسین رضی اللہ عنہ نے

تھا ظلم و جبر و قہر یزیدی عروج پر
صبر و رضا کا جلوہ دکھایا حسین رضی اللہ عنہ نے

دی راہ حق میں جان حیات ابد ملی
اس طرح ہم کو جینا سکھایا حسین رضی اللہ عنہ نے

سر دے دیا مگر کبھی باطل کے سامنے
ہرگز نہ اپنے سر کو جھکایا حسین رضی اللہ عنہ نے

لعنت ہو تم پہ شمر کہ خنجر چلا دیا
جب سر کو بہر سجدہ جھکایا حسین رضی اللہ عنہ نے

یونس ہیں اہل بیت کے ہم دل سے مدح خواں
مژدہ نجات کا ہے سنایا حسین رضی اللہ عنہ نے

غم حسین رضی اللہ عنہ

؎ کربل دے وچ حسین پاک دی جدوں شہادت ہوئی
عرش خدا دا کمبیا نالے قبر نبی دی روئی

کوئی معمولی انسان فوت ہو جائے تو چالیس چالیس دن تک لوگ تعزیت کیلئے آتے رہتے ہیں اور پورا ماحول غم میں ڈوبا رہتا ہے۔ کسی ملک کا سربراہ مر جائے تو کئی کئی دن سوگ کی کیفیت رہتی ہے، ذرا دیکھئے کہ سید الشہداء، شہزادہ گلگوں قبا، نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، جگر گوشہ بتول حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی شہادت پر دنیا میں کس طرح غم کی کالی گھٹائیں چھائیں اور کون کون افسردہ ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دس محرم الحرام کو عین اس وقت جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے میں مکہ میں سو رہا تھا کہ میں نے خواب میں حضور علیہ السلام کو روتے ہوئے دیکھا میں گھبرا کر اٹھا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، ادھر مدینہ منورہ میں اسی دوپہر کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں حضور علیہ السلام کو اس حالت میں دیکھا کہ علی راسه ولحیة تراب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر انور اور داڑھی مبارک پر گرد و غبار تھا قلت مالك یارسول اللہ؟ میں نے عرض کیا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟ قال شهدت قتل حسین انفا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ابھی (اپنے بیٹے) حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت گاہ سے آ رہا ہوں میں اٹھی اور شیشی والی مٹی (جو جبرائیل علیہ السلام کئی سال پہلے لائے تھے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ جب حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گا تو یہ سی

خون بن جائے گی) دیکھی تو وہ خون ہو چکی تھی۔ (مشکوٰۃ باب فضل اہل بیت النبی)

؎ کربل والے پیر سچے دی درداں بھری کہانی اے
نام شبیر دا لیندیاں اوندا اکھیاں دے وچ پانی اے

چنانچہ بیہقی اور ابو نعیم میں ہے کہ جس روز سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو مطر السماء دما فاصبحنا و حبا بنا وجرارنا وکل شئی لنا ملان دما۔ آسمان سے خون برسا صبح کو ہمارے مٹکے (گھڑے) اور تمام برتن خون سے بھرے پڑے تھے اور زہری سے روایت ہے کہ جس روز سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ لم یقلب حجر من احجار بیت المقدس الا وجد تحته عبیط تو بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا اور ام حبان سے روایت ہے کہ جس روز امام عالی مقام رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ اظلمت علینا ثلاثا تو تین دن تک اندھیرا ہو گیا۔ کامل اندھیرا ہوا خطرہ ہوا کہ قیامت آ جائے اور جس شخص نے منہ پر زعفران (غازہ) ملا اس کا منہ جل گیا۔ بیہقی نے جمیل بن مرہ سے روایت کی ہے کہ یزید کے لشکریوں نے ایک اونٹ ذبح کیا اور اس کو پکایا تو وہ کڑوا ہو گیا۔ جیسے اندرائن اور وہ اسے نہ کھا سکے۔ ابو نعیم نے سفیان سے روایت کی ہے کہ مجھ کو میری دادی نے خبر دی کہ جس روز سرکار سیّد الشہداء امام رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اس دن میں نے دیکھا کہ رس (کسم) عاد رمادا ولقد رایت اللحم کان فیه النار۔ راکھ ہو گیا اور گوشت گویا آگ۔ بیہقی نے علی بن مسہر سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنی دادی سے سنا وہ کہتی ہیں کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے زمانہ میں میں جوان تھی تو میں نے دیکھا فکانت السماء ایاما تبکی له چند روز آسمان رویا یعنی آسمان سے خون برسا۔ بعض نے لکھا کہ سات روز آسمان خون رویا اور اس کے اثر سے دیواریں اور عمارتیں رنگین ہو گئیں اور جو کپڑا اس سے رنگین ہوا اس کی سرخی پرزے پرزے ہونے تک نہ گئی۔ دن دہاڑے تارے نمودار ہو گئے سورج کو گرہن لگ گیا، تین دن اندھیرا چھایا رہا اور خون کی بارش ہوتی رہی۔

(تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۵۴ = صواعق محرقہ ص ۱۱۶ = تاریخ الخلفاء ص ۱۳۸ – سوانح کربلا = خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۶۲ = تذکرۃ الخواص ص ۱۵۵ = ج ۴ ص ۳۳۹، سراشہادتین = الحیات)

علی بن مسہر ہی کہتے ہیں کہ ہماری دادی ہمیں یہ بھی بتایا کرتیں کہ شمس وقمر کی روشنی ماند

پڑ گئی ستارے آپس میں ٹکرانے لگے۔ بیت المقدس کے علاقے میں جو پتھر اٹھایا جاتا نیچے سے خون نکلتا، چھ ماہ تک آسمان کے کنارے سرخ رہے۔ الغرض! زمین کانپی، آسمان دہل گیا، آفتاب عالم تاب برق غم سے جل گیا، ماہتاب جہاں آراء پہ خنجر ستم چل گیا، حاملان عرش روتے روتے بچھڑ گئے، وحوش و طیور کا دل اپنی اولاد سے ہٹ گیا۔ شجر و حجر کا جگر درد سے پھٹ گیا۔ پپیہے پی پی کہہ کر اپنی جان سے ہاتھ دھونے لگے، صحرا اور جنگل سنسان ہو گئے۔ جدھر دیکھو سناٹے کا عالم تھا، مکان ندی نالے اور دریا سوز غم سے کھولنے لگے، جانوران آبی کی دل ہولنے لگے، مچھلیاں بے چین ہو کر پانی کے اوپر تیرنے لگیں اور کچھ پانی سے نکل کر ریت پر سر دھنتی تھیں، پہاڑ پتھروں پر سر کچلتے تھے، درختوں کے پتے ہل ہل کر آپس میں کف افسوس ملتے تھے، جنگلی درندے امام ؑ کی لاش کے گرد گھومنے لگے، دریائے فرات سوز دروں سے جل اٹھا، حوضِ کوثر ابل گیا اور اس کا دل خون ہو کر جنت کے چشموں کی راہ پہ بہہ گیا، گریہ و آہ وزاری کی آواز چہار جانب سے آنے لگی، صدائے نالہ جانکاہ زمین سے آسمان کو جانے لگی۔

یاد رہے کہ رونا صبر کے خلاف نہیں ہے بلکہ اللہ کی رحمت ہے اور اس پر ثواب بھی ملتا ہے۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ شاید رونے سے صبر یا ثواب جاتا رہتا ہے۔ بالکل سراسر غلط ہے ہاں صبر کا اجر پیٹنے وغیرہ سے جاتا رہتا ہے اور یہ قطعاً جائز نہیں۔

حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کثیر البکاء ہوئے ہیں، حضرت آدم علیہ السلام بھی کثیر البکا ہوئے ہیں۔ حضور سیّد عالم علیہ الصلواۃ والسلام اپنے فرزند ابراہیم کے وصال پر روئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا رونا رحمت خداوندی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا اصلی نام عبدالغفار تھا کثرت نوحہ و گریہ سے نوح لقب مشہور ہو گیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی پر روتے ہے۔ قال انما اشکوا بثی وحزنی الی اللّٰہ۔ میرے رونے اور غم کی شکایت اللہ تعالیٰ سے ہے۔ اسی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ اور شہدائے کربلا کے ذکر مبارک میں رونا بھی باعث برکت اور رحمت خداوندی ہے اور یاد رکھنا چاہیے کہ جتنی محبت ہوگی اتنا اس ذکر سے رونا پیدا ہوگا اور جتنا کوئی ظالم ہوگا اتنا ہی وہ رونے سے دور ہوگا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فلیضحکوا قلیلا و لیبکوا کثیرا۔ ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا کیا فرماتے ہیں۔ علماء دین اس امر میں کہ ایام محرم الحرام میں شہادت نامہ پڑھنا مجمع عام میں اور حالات سیدالشہدا بیان کرنا جائز ہے یا کہ نہیں۔

الجواب فی الحقیقت واقعہ جناب سیّدالشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ اس قابل ہے کہ اگر تمام زمین و آسمان، حور و ملک و جن و انس، جمادات، نباتات و حیوانات یہ کہہ کر روئیں تو بھی تھوڑا ہے مگر خیال کرنا چاہیے کہ پیٹنا ان کے ساتھ عداوت ہے۔ شاہ عبدالعزیز ہر سال محفل شہادت حسین رضی اللہ عنہ منعقد کرتے اور شہادت کا بیان ختم فرما کر سلام پڑھتے۔

(فتاویٰ عزیزیہ ص۱۰۴، ۱۰۵، ج۱)

؎ اندریں غم نے ہمیں ارض و سما بگریستند
کامل عالم از ثریا تاثریٰ بگریستند
آفتاب و ماہ و عرش و کرسی و لوح و قلم
در غم شاہ شہید کربلا بگریستند
در ہوائے آں لب محروم از آب فرات
ماہی اندر آب و مرغاں درہوا بگریستند
اولیاء گشتند بہر مرتضیٰ زاری کناں
انبیاء بر اتفاق مصطفیٰ بگر یستند
درقصور جنت الفردوس حوراں سربسر
از برائے خاطر خیر النساء بگر یستند

جنوں کی آہ و بکاء

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد (پورے پچاس سال) میں نے جنوں کو کبھی روتے ہوئے نہ دیکھا لیکن شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے دن مدینہ کی گلیوں میں جنوں کو چیخیں مار مار کر روتے دیکھا، ایک جن عربی شعر پڑھتا خود بھی روتا اور

دوسروں کو بھی رلاتا، شعر یہ تھا:

؎ انعی حسینا ھبلا   کان حسینا جبلا

اے مدینہ والو: میں تمہیں حسین ﷜ کی شہادت کی خبر سنانے آیا ہوں جو صبر و استقامت کا پہاڑ بن کر باطل کے سامنے سینہ سپر رہا۔

؎ ملک جن و بشر ہیں زار و نالاں
زمین و آسماں بھی نوحہ گر ہے
اندھیرا کیوں نہ ہو سارے جہاں میں
چھپا پردے میں وہ رشک قمر ہے
کسی کے روئے اطہر کا تصور
ہمیں تو رات دن آٹھوں پہر ہے

بعض جگہ جنوں کے عربی اشعار کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے۔

ہو سکے جتنا روئے تو اے چشم   کون روئے گا پھر شہیدوں کو
پاس ظالم کے کھینچتی لائی   موت اے وائے ان عزیزوں کو

بعض علاقوں میں جنوں کی زبان سے یہ اشعار بھی سنے گئے۔

؎ مسح النبی جبینہ
فلہ بریق فی الخدود
ابواہ من علیا قریش
وجدہ خیر الجدود

(تاریخ الخلفاء، بیہقی و دیگر کتب متعلقہ واقعہ کربلا)

ترجمہ منظوم

اس جبیں کو نبی ﷺ نے چوما تھا
تھی چمک کیا ہی اس کے چہرے پہ
ان کے ماں باپ تھے قریش کی جان
ان کے نانا جہان سے بہتر

وہ حسین رضی اللہ عنہ جس کی پیشانی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لبوں سے چھوا اور جس کے رخساروں میں نور کی روشنیاں تھیں جس کے والدین قریش کے بڑے لوگوں میں سے تھے اور جس کا نانا امام الانبیاء ہے۔

حسین رضی اللہ عنہ کے غم میں جو نہ رویا ناصر
عمر اپنی کو اس نے مفت کھویا ناصر
جو غم میں حسین رضی اللہ عنہ کے نہ شب بھر جاگا
وہ قبر میں چین سے نہ سویا ناصر

بعض کتابوں میں ہے کہ غیبی آواز سے یہ شعر سنے گئے۔

ایھا القاتلون جھلا حسینا
ابشرو ابالعذاب و التنکیل
کل اھل السماء یرعو علیکم
من فیھا و الملائکۃ و قبیل
قد لعنتم علی لسان داؤد
وموسیٰ و حامل الانجیل

اے حسین رضی اللہ عنہ کا رتبہ نہ جانتے ہوئے اس کو قتل کر دینے والو، تمہیں بڑے عذاب اور سزا کی بشارت ہو۔ آسمان کی ساری مخلوق تمہارے خلاف دعا کر رہی ہے اور داؤد، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کی زباں سے تم پر لعنت کی گئی ہے مدینے کی گلیوں میں جنوں نے یہ اشعار پڑھ کر بھی آہ وزاری کی۔

الایا عین ابتھلی بجھد
ومن یبکی علی الشھداء بعدی
علی رھط تقو دھم المنایا
الی متجبر فی ملک عھدی

اے آنکھ شہدائے کربلا پر جتنا بھی رو سکے رو لے، میرے بعد ان پہ کون روئے گا، موت ان بے کسوں اور غریبوں کو ظالم کے پاس کھینچ لائی۔

جب یزیدی قافلہ کربلا سے فارغ ہو کر کوفے کی طرف رواں دواں تھا تو راستے میں اچانک ایک دیوار پہ یہ شعر لکھا ہوا سب نے دیکھا۔

؎ اترجوا امة قتلت حسینا
شفاعة جده یوم الحساب

کیا وہ لوگ جنہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہے قیامت کے دن حسین رضی اللہ عنہ کے نانے کی شفاعت کی امید رکھ سکتے ہیں؟

؎ پانی کی جو اک بوند کو ترسا لب دریا
وہ غیر نہ تھا سبط نبی تھا لب دریا
اے ظالمو! یوں پیاس سے پیاسوں کی نہ کھیلو
پہنچیں نہ کہیں فاطمہ زہرا لب دریا
کیوں خود شہِ ابرار ادھر پاؤں اٹھاتے
چل کر کہیں آیا کوئی دریا لب دریا

قدرت کی ناراضگی:

اوحی اللّٰہ تبارك و تعالٰی الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم انی قتلت بیحی بن زکریا سبعین الفاوانی قاتل بابن بنتك سبعین الفا وسبعین الفا (سرالشہادتین)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے یحیٰ بن زکریا علیہما السلام کا بدلہ لیا تو ستر ہزار افراد (ان کے دشمنوں) کو تباہ کیا اور اے میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیرے نواسے کا بدلہ ایک لاکھ چالیس ہزار یزیدیوں کو تباہ کر کے لوں گا۔

میدان کربلا میں ہوا کار ساز کون
گزرا ہے برچھیوں میں عبادت گزار کون
مسجد کی ہر دیوار سے آتی ہے یہ صدا
دیتے نہ سر حسین رضی اللہ عنہ تو پڑھتا نماز کون

ایسا کیوں ہوا؟:

حضور علیہ السلام نے کئی مرتبہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ تیری راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں، اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی دعا کا بڑا حیا ہے وہ تو عام بندے کے ہاتھوں کو خالی موڑے تو فرماتا ہے مجھے اس سے شرم آتی ہے تو محبوب علیہ السلام کی دعا کو بھلا کیسے رد فرمائے گا۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ دعا کیلئے ہاتھ بعد میں اٹھے قبول پہلے ہوگئی بلکہ قبلے کی تبدیلی جیسے اہم امر کو بھی صرف دل میں خیال آنے پر قبول فرمالیا۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب کہا ہے۔

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی شان سے جو دعائے محمد ﷺ

اب دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی اس دعا کو کس انداز سے شرف قبولیت بخشا کہ اگر حضور علیہ السلام اس طرح سے میدان کارزار میں شہید ہوتے جس طرح کہ ایک عام مسلمان شہید ہوتا ہے اور شہادت کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اس کی لاش کی زیادہ سے زیادہ بے حرمتی ہو اگر ایسی صورتحال حضور علیہ السلام کے ساتھ ہوتی تو کوئی کافر کہہ دیتا کہ وہ دیکھو میدان میں نبی ﷺ کا کیا حال ہو رہا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی غیرت نے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ کوئی میرے محبوب کے متعلق ایسا جملہ زبان پر لائے لہٰذا اس نے حضور علیہ السلام کی دعا کو قبول کرنے کیلئے یہ اہتمام فرمایا کہ ہر شخص کا نسب بیٹے سے چلتا ہے اور حضور علیہ السلام کے بیٹے تو سارے ہی بچپن میں فوت ہوگئے تھے کیونکہ اللہ نے کافروں کے طعنے پر (کہ نبی کا بیٹا ہی کوئی نہیں) اپنے محبوب کو بیٹے عطا فرمائے اور بالغ ہونے سے پہلے ہی واپس لے لیے تاکہ آپ ﷺ کی ختم نبوت میں فرق نہ آئے کیونکہ قیامت کے دن کئی نبیوں کے بیٹے بھی نبی ہوں اور حضور علیہ السلام کے بیٹے بالغ ہو کر دنیا سے رخصت ہونے کے باوجود نبی نہ ہوں۔ اسی لیے آپ نے فرمایا: لو عاش ابراھیم لکان نبیا (اوکما قال علیہ السلام) کہ اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو اللہ تعالیٰ کا نبی بنتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبوت کو ختم فرما دیا ہے۔ لہٰذا حضور علیہ السلام کا نسب اللہ تعالیٰ نے آپ کی بیٹی فاطمۃ الزہرا سے چلا دیا اور شہادت کی دو قسمیں ہیں سری اور جہری، سری امام حسن رضی اللہ عنہ کو دے دی اور ایسی سری تھی کہ زہر دینے

والے کا پتا بھی نہ بتایا اور جہری امام حسین رضی اللہ عنہ کو دے دی اور دونوں شہادتیں (سری وجہری) فضیلت کے اعتبار سے اپنے کمال کو پہنچیں ہوئی تھیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے جگر کے ایک سو ستر ٹکڑے ہو گئے اس سے بڑھ کر اعلیٰ درجہ شہادت سری کا کیا ہوگا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو معاملہ ہوا وہ بھی آپ پڑھ چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی حفاظت کا ذمہ یہ کہہ کر لے لیا واللہ یعصمک من الناس اور حضور علیہ السلام کے ان شہزادوں کو دونوں قسموں کی شہادت عطاء کر کے اپنے محبوب کی دعا کو قبول فرمالیا اور شاید دونوں شہزادوں کی جسمانی شکل کو بھی اسی لیے حضور علیہ السلام کے ساتھ مشابہت عطاء فرمائی کہ حسن کو سینے سے سر تک اور حسین رضی اللہ عنہ کو سینے سے پاؤں تک حضور علیہ السلام کا ہم شکل بنا دیا تا کہ ظاہر و باطن میں نواسوں کے کمالات نانا جان کے کمالات متصور ہوں چنانچہ حدیث شریف میں ہے حسین منی وانا من الحسین حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں حسین رضی اللہ عنہ سے (اوکما قال)

کیا مطلب؟ کہ حسین رضی اللہ عنہ کے سارے کمالات مجھ سے ہیں اور میرے کمالات کا ظہور حسین رضی اللہ عنہ سے ہوگا۔

تو چونکہ شہادت جہری کا تقاضا یہی تھا کہ اس کا خوب چرچا ہو لہٰذا اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اس کی دھوم مچا دی کہ نہ کوئی اخفا باقی رہے اور نہ کوئی انکار کر سکے۔

لعل زہرا دا علی دا جگر گوشہ
خاندان ذی شان حسین دا اے

نیزے اتے قران حسین پڑھیا
خطبہ پڑھدا قرآن حسین دا اے

کوئی لبھدے نئیں کربل دے ٹبیاں تے
ڈیرہ لامکان حسین دا اے

قدسی پڑھن درود و سلام جس تے
جبرائیل دربان حسین دا اے

جھنڈے عرش عظیم تے جھلدے نیں
اچا شان ذی شان حسین دا اے

جہدے سجدے تے ناز اسلام کیتا
بڑا وڈا احسان حسین دا اے

وچ پچھیں محمد دا ناں سوہنا
اصل وچ عنوان حسین دا اے

اصغر ملکۂ جنت اے ماں جس دی
ابا شیر یزدان حسین دا اے

سرِ حسین نوک نیزہ پر

کہتا تھا سر حسین کا نیزے کی نوک پر
آئیں لاکھ انقلاب ہم اونچے ہی رہیں گے

اور

جھکانا چاہا تھا جس سر کو شام والوں نے
شکست دیکھئے اسی سر کو خود اٹھا کے چلے

شہدائے کربلا کے سروں کو مختلف قبیلوں نے تقسیم کرلیا ۲۲ سر ہوازن کو تیرہ بنی اشعث چھ بنی سعد کو چودہ بنی تمیم کو پانچ کندہ قبیلے کو اور باقی سروں کو مختلف قبیلوں میں بانٹ دیا گیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر نیزہ پہ تھا جو اب بھی پڑھ رہا تھا سبحان ربی الاعلیٰ اور قیامت کو جب امام حسین رضی اللہ عنہ روضۂ پاک سے اٹھیں گے تو یہی پڑھ رہے ہوں گے کیونکہ حدیث شریف میں ایسے ہی فرمایا گیا کہ جو جس حال میں مرے گا اسی حال میں اٹھے گا جیسا کہ ایک صحابی دورانِ حج تلبیہ کہتے ہوئے فوت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بروزِ قیامت یہ اسی طرح ہی اٹھیں گے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے بتا دیا کہ میرے سر کو جھکانے کیلئے ہی انہوں نے یہ سارا کچھ کیا ہے لیکن میرا سر کٹ کر بھی دیکھو سب سے اونچا ہے کیونکہ میں جس کا ذکر کر رہا ہوں وہ میرا اللہ سب سے اونچا، میرا نانا سارے نبیوں سے اونچا میرا قرآن ساری کتابوں سے اونچا پھر کیوں نہ ہو سر حسین تب بھی سب سے اونچا اور اب بھی سب سے اونچا۔

پیدا ہر ایک دور میں ہوتے رہے یزید
لیکن کسی حسین کی گردن میں خم نہیں

قرآن مجید نے شہید کی زندگی کا خطبہ ان الفاظ میں پڑھا:

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء ولٰکن لا تشعرون (البقرہ)

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون (آل عمران)

پہلی آیت میں شہید کو مردہ کہنے سے روکا اور اس کی بلند و بالا زندگی کا ہمارے شعور سے بالاتر ہونا بیان کیا جبکہ دوسری آیت میں ان کو مردہ گمان کرنے سے بھی منع فرمایا دیا گیا اور ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے رزق کا ملنا بیان ہوا تو قرآن نے شہید کی زندگی کا خطبہ دیا اور شہید کربلا نے قرآن کو نیزے کی نوک پر سنا کر قرآن کی صداقت کا اعلان فرما دیا۔ اس موقع پر اقبال نے کہا ہے اور کیا ہی خوب کہا ہے۔

ـ یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

اگر حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے بنی کلب قبیلے کی بکریوں کے جسموں کے بالوں کے برابر لوگ بخشے جا سکتے ہیں تو ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر امام حسین علی اصغر رضی اللہ عنہ کے خون والا کرتہ سامنے رکھ کر دعا کر دیتے تو سارے کوفی آن واحد میں برباد ہو جاتے مگر ایسا نہ فرمایا کیوں؟ اس لیے کہ جانتے تھے کہ اگر آج میرا سر نیزے پہ ہے تو کیا ہوا آخر چودہ طبق کے رسول کے کندھوں پر بھی تو میں ہی بیٹھا ہوں ناں۔ جس کے کندھوں پہ سواری کی ہے اس کے دین کی خاطر آج نیزے کی نوک پر سوار ہونا پڑا ہے تو میں تب بھی راضی تھی اور اب بھی راضی ہوں۔

ـ کہیا ابن زیاد عبیداللہ اے حسین تو بیعت قبول کر لے
چنگا رہویں گا جان وی بچ جا سی تیری کر ساں حمایت قبول کر لے
ہوسی حکم مدینے دے وچ تیرا ساڈی ایہہ شرائط قبول کر لے
بیعت من یزید دی اک واری تیری بڑی عنایت قبول کر لے
اگوں ہس کے آپ فرمان لگے تیری جان وچ دوزخاں جلدی اے

اصغر اکبر نوں واراں میں لکھ واری جے شمع نانے دے دین دی بلدی اے

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگ تو معمولی تکلیف پر عبادت اور ذکر و اذکار چھوڑ دیتے ہیں اور خدا سے شکوے شروع کر دیتے ہیں میں اتنا کچھ کروا کے بھی سبحان ربی الاعلیٰ کی صدا بلند کر رہا ہوں تو یزیدی لشکر سن لے کہ اگر اس نے تلاوت اور ذکر بلند کرنے کیلئے یہ ساری تباہی کی ہے اور میرے سر کو کاٹ کر نیزے پہ لٹکایا ہے تو یہ کام تو میں کٹے ہوئے سر سے بھی کرتا ہوں گا اور دنیا کو بتا تا رہوں گا کہ اگر تمہارے ظلم کی کوئی انتہا نہیں ہے تو میرے صبر کی بھی کوئی انتہا نہیں ہے اور قرآن کی صداقت میں بھی کوئی کلام نہیں کیونکہ اس کی تلاوت میں کوفہ و شام کے بازاروں میں بھی کرتا جاؤں گا۔

شبیر دے لوں لوں وچ صائم قرآن انج وسیا ہویا سی
سر نیزے تے چڑھیا ہویا سی قرآن دی کر تفسیر گیا

پہلی آسمانی کتابیں بدل دی گئیں، تحریف ہوگئی ان کی زبانیں مٹ گئیں مگر قرآن نہ مٹے گا نہ بدلے گا اس کا ہر حرف ہر حرکت قائم رہے گی اس کی زبان جوں کی توں قائم رہے گی کیوں؟ اس لیے کہ اس کو پڑھنے والا شبیر جیسا قاری مل گیا ہے۔

رہتا تھا صبح و شام نگوں پیش حق مگر
باطل کے سامنے نہ جھکا سر حسین رضی اللہ عنہ کا
قرآں ہے صاف سینہ پہ بیٹھا ہے جس کے تو
بوسہ گہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہ خنجر کی دھار ہے

انعام دونوں کو ملا، لشکر یزید کو بھی امام حسین رضی اللہ عنہ کو بھی، ان کو سر حسین رضی اللہ عنہ کاٹ کے ملا، آپ کو کٹا کے ملا، ان کو یزید نے دیا انکو رحمت للعالمین نے دیا۔ انہوں نے ظلم کر کے شیطان کو خوش کر لیا، امام نے صبر کر کے رب رحمان کو خوش کر لیا، سر کٹا لیا مگر دین بچا لیا۔

حق کی صداقتوں کی نشانی حسین رضی اللہ عنہ ہے
دنیا میں انقلاب کا بانی حسین رضی اللہ عنہ ہے

تیرے نثار کر دیے گُل گھر کے سبھی چراغ
حسین رضی اللہ عنہ دی ہے زمانے کو روشنی تو نے

اور قافلہ چل پڑا

؎ امام وقت وہ ہوتا ہے جو منظور قدرت ہو
امام وقت وہ ہوتا ہے جو منصور قدرت ہو
امام وقت ہر ظالم کے سر پر وار ہوتا ہے
امام وقت ہر مظلوم کی تلوار ہوتا ہے

ابن سعد نے حکم جاری کیا کہ حسین رضی اللہ عنہ کے تمام پسماندگان کو قیدی بنالو اور جو اپنے قتل ہوئے ہیں ان کو قریبی دیہات والوں سے جبری مشقت کے قانون کے مطابق دفن کرادو، زین العابدین کے پاس کاغذ قلم لے کر آئے کہ اس پر لکھ دو میرے باپ نے اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کر کے امن و امان میں خلل اندازی پیدا کی ہے لہٰذا اس کا قتل جائز تھا، فرمایا: شاید تم یہ سمجھتے ہو کہ بیمار ہوں، یتیم ہو گیا ہوں، قیدی بنالیا گیا ہوں تو مجھ سے جو چاہو کروالو گے میں شیر خدا کا پوتا ہوں سید الشہداء کا بیٹا ہوں ہم جو بات تخت پہ کرتے ہیں وہی تختۂ دار پہ بھی کرتے ہیں شاید تمہیں یاد نہیں کہ میرے باپ نے آخری خطبے میں فرمایا تھا کہ اگر جنگ کرنا مقصد ہوتا تو اتنا انجان نہیں ہوں حیدر کرار کا بیٹا ہوں دودھ پیتے بچے ساتھ نہ لاتا، تمہارے ہزاروں خط اب بھی میرے پاس موجود ہیں ہم خود آئے نہیں لائے گئے ہیں اس لیے یہ توقع مجھ سے کبھی نہ رکھنا کہ میں اپنا نظریہ تبدیل کرلوں گا۔

؎ ہجوم دیکھ کے رستہ نہیں بدلتے ہم
کسی کے ڈر سے تقاضا نہیں بدلتے ہم
ہزار زیر قدم راستہ ہو کانٹوں کا
جو چل پڑیں تو ارادہ نہیں بدلتے ہم

شمر یہ بات سن کر بگڑ گیا اور امام زین العابدین کو ہتھکڑی لگا کر چالیس اونٹوں کی قطار کی مہار بیمار عابد کو پکڑا دی اور ایک ہاتھ میں وہ نیزہ پکڑا دیا جس پر امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر لٹکایا گیا تھا اب کربلا کا میدان عبور ہونے لگا اہل بیت کے مقدس خانوادے کی لاشوں کے انبار سے قافلہ گزر رہا تھا عابد بیمار صدموں سے دوچار کانپ کانپ کر قدم رکھتا ہوا گزر رہا تھا کہ

پھوپھی زینب نے فرمایا بیٹا: سنبھل کے چل، عرض کیا: پھوپھی! کیسے سنبھلوں اوپر دیکھتا ہوں تو باپ کا سر نظر آتا ہے نیچے دیکھتا ہوں تو بھائیوں کے دھڑ نظر آتے ہیں، پیچھے دیکھتا ہوں تو اونٹوں پہ سوار چادر تطہیر کی وارث بیبیاں ہیں اور وہ بھی قیدی لوگوں کے بیچ گل وگلزار میں چلتے ہیں اور عابد بیمار لاشوں کے انبار میں چلتا ہے۔

ے ان سے کہہ دو جو ہیں جو یاں پیام زندگی
دے رہی ہے کربلا درس دوام زندگی
وہ جلیل القدر فرزند شہِ بدر و حنین
مرتضٰی کا پارۂ دل، فاطمہ کا نور عین
جس نے قانون شرع جاں دے کے پورا کر دیا
بیعت باطل نہ کی اور راہ حق میں سر دیا

حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بیٹا یہ وقت اپنے دکھ سنانے کا نہیں ہے میرے دل میں بھی دکھوں کا ایک طوفان ہے اور اے عابد دین کے لیے یہ دکھ ہم نہیں اٹھائیں گے تو کون اٹھائے گا لیکن ابھی اپنے باپ کا بتایا ہوا وظیفہ پڑھتا رہ۔ وبشر الصابرین۔

انشاء اللہ مدینے جائیں گے تو اپنے نانے کے سامنے یہ ساری باتیں کریں گے، عرض کیا ہمیں بھلا یہ ظالم کوئی مدینے جانے دیں گے؟ فرمایا: کیوں نہیں ہم ضرور مدینے جائیں گے ان جھوٹوں کے جھوٹ، مکاروں کی مکاریاں، دھوکے بازوں کی دھوکہ بازیاں اور ان دجالوں کا مکر و فریب ختم ہو جائے گا مگر تیرے ابا حسین رضی اللہ عنہ کے بول بالے قیامت تک ہوتے رہیں گے کیونکہ اگر ہم نے مدینے نہ جانا ہوتا تو میرا ویر حسین رضی اللہ عنہ مجھے نہ کہتا کہ زینب: مدینے جا کر نانا کے روضے پہ میرا خصوصی سلام عرض کرنا، فرمایا: ساری باتیں بڑی تفصیل کے ساتھ اپنے نانے کو بتائیں گے کہ

ے عابد نوں جیویں پہنائیاں سی کڑیاں
تے بیمار نے جیوں مہاراں سی پھڑیاں
اوٹھاں تے جویں پردے داراں سی چڑھیاں
گزریاں قیامت دیاں جویں گھڑیاں

ایہہ نانے نوں دکھڑے سناواں گی جاکے
تے جالی نوں چم چم ہلاواں گی جاکے
تے آکھاں گی نانا، میرا حال ویکھو
جو کیتی اے امت میرے نال ویکھو

اللہ اللہ: کیسا منظر ہوگا جب کسی عام آدمی کی بیٹی نہیں علی کی بیٹی، نبی کی نواسی اور حسین کی بہن قیدی بن کر جارہی ہوگی اور اپنے بیمار بھتیجے سے یہ باتیں کررہی ہوگی۔

اور فرمایا: میں جب اپنے نانے کے روضے پر حاضر ہوں گی تو رات کے اندھیرے میں جاؤں گی تو میرا ''نبی اللہ حی یرزق'' کی شان والا نانا مجھ سے ضرور پوچھے گا (اور اتنے مہینوں کے بعد دوھتی نانے کے پاس جائے اور اس کے دین کیلئے اتنے صدمے سہہ کر جائے تو بھلا! یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ نانا نہ پوچھے) اے زینب: میری شریعت میں عورت بغیر محرم کے گھر سے نہیں نکل سکتی تو اکیلی رات کے اندھیرے میں یہاں کیسے آگئی ہے؟ تو میں عرض کروں گی نانا جان: آپ کی شریعت کی پاسداری کیلئے سر بھی کٹائے ہیں گھر بھی لٹائے ہیں تیری نواسی ایسی بھی نہیں ہوں کہ مسئلہ کا پتا نہ ہو شریعت کو ہی سینے سے لگا کر بیٹھے رہے ہیں اکیلی اس لیے آئی ہوں کہ عورت کے دو ہی رشتے ہوتے ہیں والدین اور سسرال کا (ساورے اور پیکے) میں دونوں کربلا میں تیرے دین پر قربان کر آئی ہوں ساتھ کس کو لاتی؟

نانے دا دین بچایا اے زینب دے سوہنے ویراں نے
کربل وچ عشق نماز دیاں کرچھڈیاں حسین اخیراں نے
اصغر دی پیاس بجھاون لئی، جد منگیا پانی مولا نے
اگوں پیاس بجھائی اصغر دی حرمل دے خونی تیراں نے
لٹی جھوک حسین دی کوفیاں نے کیتا قیدی پردے داراں نوں
عابد بیمار دے ہتھاں نوں پائیاں شمر لعین زنجیراں نے
نیزے چڑھنا حسین رضی اللہ عنہ قبول کیتا، پر بیعت یزیدی نہ کیتی
اسلام نوں زندہ کرچھڈیا، ہویاں دوجگ وچ تشہیراں نے
گھٹ پانی دی نئیں چین دتا، کوثر دے نیازی وارثاں نوں
ظالم بے درد نہ جان سکے، حیدر دیاں ایہہ تصویراں نے

اور رات چھا گئی:

جب رات کا وقت ہوا تو قافلہ روک دیا گیا، اہل بیت کی چالیس اونٹنیوں میں سے ایک کو ذبح کیا گیا۔ اپنی طرف سے یزیدیوں نے بہت عمدہ سالن تیار کیا اور آواز لگا دی گئی الطعام الطعام اپنا اپنا کھانا لے جاؤ۔ تمام فوجی اپنے اپنے برتن اٹھا لائے سالن برتنوں میں ڈالتے جاتے تو سیاہ ہوتا جاتا اور ہر طرف بدبو ہی بدبو پھیل گئی۔ پریشان ہو کر عابد بیمار کو بلایا گیا اور بڑے غصے سے پوچھا، اگر اونٹنی بیمار تھی تو ہمیں بتایا کیوں نہیں اتنا وقت لگا کر سالن تیار کیا ہے لشکر کو بھوک نے نڈھال کیا ہوا ہے ہماری ساری محنت' لوازمات و مصالحہ جات ضائع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: ہماری تو کوئی اونٹنی بیمار نہ تھی، انہوں نے کہا، پھر ایسا کیوں ہوا ہے؟ فرمایا قطار میں سے کس نمبر کی اونٹنی ذبح کی ہے؟ انہوں نے کہا پانچویں نمبر کی فرمایا: اوہو! اس پہ تو میرا ویرا اکبر سوار ہو کر مدینے سے کربلا آیا تھا۔ انہوں نے کہا پھر کیا ہوا؟ اس سے سالن خراب ہونے کا کیا تعلق؟ فرمایا: جو ہوا سو ہوا، اللہ کو پسند نہ آیا کہ پاک علی اکبر کی سواری پلیدوں کی خوراک بنے۔

شمر نے پھر ڈانٹا کہ تم ایسی باتیں کرنے سے باز کیوں آتے ہو؟ فرمایا: تم پوچھتے ہو تو مجبوراً سچی بات بتانا پڑتی ہے اگر بعد میں جھڑکنا ہوتا ہے تو پہلے پوچھتے ہی کیوں ہو؟ اگر پوچھو گے تو صداقت کا دامن ہرگز نہیں چھوڑ سکتا ہم زمانے کی رو میں بہنے والے نہیں ہم تو زمانے کو اپنے ساتھ لے کر چلنے والے اور زمانے کے رخ بدلنے والے ہیں۔

؎ ناز ہے تم کو کہ بدلا ہے زمانے نے تجھے
مرد وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں

عابد بیمار کوفیوں کی ان باتوں سے کبیدہ خاطرہ اور دلبرداشتہ ہوئے تو پھوپھی زینب نے پھر تسلی دی کہ بیٹا میرے بھائی حسین رضی اللہ عنہ نے تجھے اس لیے ہمارے لیے چھوڑا تھا کہ تو ہمارے ساتھ رہے اور ہماری اونٹنیوں کی مہار پکڑ کر راضی برضا ہو کر آگے آگے چلتا رہے تاکہ یزیدی ہماری سواریوں کو ہاتھ بھی نہ لگا سکیں اور دنیا کو درس ہدایت دیتا رہے کہ۔

؎ عبادت ہے شجر لیکن شہادت ہے ثمر اس کا
عبادت ہے دعا لیکن شہادت ہے اثر اس کا

عبادت بے شبہ بے چین دل کو چین دیتی ہے
شہادت چین لے کر ہاں مگر دارین دیتی ہے
عبادت کی حقیقت ہے محبت میں فنا ہونا
شہادت کی حقیقت ہے فنا ہو کر بقا ہونا

اہل بیت کے لٹے ہوئے قافلے کی حفاظت کیلئے سات سو فوجیوں کو متعین کیا گیا ساڑھے تین سو ایک طرف اور ساڑھے تین سو دوسری طرف، آج بھی سارا دن قافلہ چلتا رہا اور شام ہوگئی تو پھر قافلہ روک دیا گیا۔

عیسائی راہب کا قصہ:

اس دوسری رات جہاں پڑاؤ کیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ قریب ہی ایک عیسائی راہب کا گرجا (یا یہودی عالم کا کنیسہ) تھا۔ لشکر نے سوچا کہ یہودی عیسائی کو کیا ہمدردی ہوسکتی ہے اہل بیت سے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شب خون مار کر حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو غائب کر دے چنانچہ ابوالخنوق کوفی کے حوالے سر حسین رضی اللہ عنہ کیا اور خود سارا لشکر سو گیا، راہب آدھی رات کو عبادت کیلئے اٹھا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کے گرجے کی دیوار کے ساتھ نیزے پر کوئی سر لٹکا ہوا ہے وہ دوڑ کر پہرے دار ابوالخنوق کے پاس آیا اور کہا مجھے بتا یہ کس کا سر ہے؟ اس نے کہا: مجھے بتانے کی اجازت نہیں راہب نے چند ٹکوں کا لالچ دیا تو پہرے دار نے کہا یہ باغی کا سر ہے راہب کہنے لگا تو کہتا ہے باغی کا سر ہے جبکہ مجھے لگتا ہے کہ مسجد نبوی کے کسی نمازی کا سر ہے، ٹھیک ٹھیک بتا۔

؎ یہ کون درد ملت بیضا کا درماں ہوگیا
یہ کس کا سر نیزے پہ لٹکا کون قرباں ہوگیا

ابوالخنوق نے کہا: ھذا رأس الحسین: یہ حسین کا سر ہے اس نے کہا من حسین؟ حسین کون: وہ بولا ابن علی و ابن نبی و ابن قاب قوسین او ادنی، حسین علی کا بیٹا، نبی قاب قوسین والے کا بیٹا، اس نے کہا وہی نبی جس کا تم کلمہ پڑھتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں وہی نبی۔ پادری نے کہا: بئس القوم انتم لو کان للمسیح ولد لا سکناہ احداقنا تم کتنے

برے لوگ ہو اگر ہمارے عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی بیٹا ہوتا تو ہم اس کو آنکھوں کی پتلیوں پر بٹھاتے۔

اچھا مجھ سے اسی ہزار درہم لے لے اور جو آدھی رات رہ گئی ہے مجھے سر کو گرجے میں لے جانے دے، پہرے دار نے کہا: میں مشورہ کر کے بتاتا ہوں، اس نے شمر وغیرہ کو جگایا اور کہا ہم نے دنیا کی دولت کیلئے ہی سارا کچھ کیا ہے اگر تم اجازت دو تو سر حسین رضی اللہ عنہ کے اسی ہزار مل رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: حالات اگر ٹھیک ہیں تو دے دے مگر اس سے پوچھ تو سہی کہ تو عیسائی ہو کر اس میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہا ہے اس نے پوچھا تو عیسائی نے کہا، ساری عمر انجیل پڑھی ہے مگر وہ نور نظر نہیں آیا جو اس کٹے ہوئے سر سے نظر آ گیا ہے۔

بریدہ سر تھے مگر دے رہے تھے درس حسین رضی اللہ عنہ
ستارے ٹوٹ کے بھی روشنی لٹاتے ہیں

حیات خفی میں یہ واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ وہ نیزہ جس پر سرکار سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر اقدس لٹکایا گیا تھا ایک دیوار کے ساتھ رکھ دیا۔ جب تمام لوگ سو گئے تو اچانک رات کے وقت راہب نے دیکھا کہ سر اقدس سے نور کی شعائیں نکل کر آسمان کی طرف جا رہی ہیں اور سر مبارک سے تسبیح وتہلیل کی آواز آ رہی ہے اور کوئی کہنے والا یہ بھی کہہ رہا ہے السلام علیك یا ابا عبد اللہ الحسین۔ راہب یہ عجیب نظارہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ پھر راہب نے لب بام سے جھانک کر پہرہ داروں سے جا کر دریافت کیا کہ یہ سر مبارک کس کا ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہ حسین رضی اللہ عنہ ابن علی اور نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نبی اللہ کی بیٹی فاطمہ کے بیٹے ہیں۔ راہب نے بصورت تعجب کہا کیا وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو تمہارے رسول ہیں تو انہوں نے کہا ہاں، تو راہب نے کہا: بئس القوم انتم لو کان للمسیح ابن لاسکناہ احداقنا۔ تم بہت برے لوگ ہو کاش اگر ہمارے عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی بیٹا ہوتا تو ہم اسے اپنی آنکھوں پر بٹھاتے ان کی تعظیم وتکریم کرتے۔ پھر کہا یہ سر مبارک صبح تک میرے حوالے کر دو۔ اس پیش کش کو انہوں نے مان لیا اور دیناروں کی تھیلیاں لے لیں اور سر مبارک اس راہب کے حوالے کر دیا۔ راہب نے سر مبارک کو لیا اور پھر اپنے کسی کمرہ میں لے جا کر صاف پاک ریشمی کپڑا سے گرد وغبار صاف کیا اور خوشبو لگائی اور پھر بڑی تعظیم سے

اپنے پاس رکھا اور روتا رہا جب صبح کا وقت ہوا تو سر اقدس کو خطاب کر کے کہا۔ **لا املك الا نفسی وانا اشهد ان لا اله الا الله وان جدك محمد رسول الله ﷺ و اشهد انی مولاك**۔ میں سوائے اپنی ذات کے کسی اور چیز کا مالک نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ کے جد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے سچے رسول ہیں اور میں آپ کا غلام ہوں اور صبح پھر سر مبارک حسب وعدہ ان کو واپس کر دیا اور خود مسلمان ہو کر پہاڑوں میں چلا گیا اور عبادت خداوندی میں مشغول ہو کر آخر دولت اسلام سے وفات پائی۔

ہیں ہمارے مقتدائے محتشم حضرت حسین
سید اہل عرب شاہ عجم حضرت حسین
ابن حضرت فاطمہ فرزند حضرت مرتضیٰ
پرتوِ نورِ نبی محترم حضرت حسین
ماہتاب مرتضیٰ خورشید حضرت مصطفیٰ
فاطمہ منزل کے ہیں نجم دوم حضرت حسین
مظہر خُلق پیمبر مصدر فیض علی
عرصۂ رشد و ہدایت کے علم حضرت حسین
صورت و سیرت میں تھے ہمشکل حضرت مصطفیٰ
مثل حیدر تھے بڑے عالی کرم حضرت حسین
اللہ اللہ صبر فرماتے بلاؤ ظلم پر
جھیلتے تھے ہر مصیبت درد و غم حضرت حسین

راہب نے کہا: ایک بار پھر بتا یہ اسی کا سر ہے ناں جو راکب دوش رسول ہے، جگر گوشۂ بتول ہے، دل بند علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہے، نور دیدہ زہرا رضی اللہ عنہا ہے اس نے کہا: ہاں اسی حسین رضی اللہ عنہ کا سر ہے۔ راہب بولا، پھر سن لے، یہ حق کا پیشوا بھی ہے صابروں کا رہنما بھی ہے، شریعت کا مقتدا بھی ہے۔

وہ سر کو اندر لے گیا اور دروازے پر پہرے دار بیٹھ گئے راہب نے صندل کی لکڑی کی ... حسین رضی اللہ عنہ ... رکھا اور کنگھی لے کر آپ رضی اللہ عنہ کے بالوں پہ کرنے لگا، کربلا

کی ریت کے ذرے امام کے بالوں سے یوں نکل رہے تھے جیسے کالی سیاہ رات میں روشن ستارے نکلتے ہیں اور دل ہی دل میں پڑھ رہا تھا۔

اے کربلا کی خاک اس احسان کو نہ بھول
تڑپی ہے تجھ پہ لاش جگر گوشۂ بتول

ساری رات اپنی عبادت کی بجائے سر حسین رضی اللہ عنہ کی زیارت کرتا رہا سحری کا وقت آیا تو اس نے عجیب منظر دیکھا کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ہونٹ ہل رہے ہیں اور آواز آ رہی ہے اس نے کان لگایا تو وہی آواز آ رہی تھی جو شہادت کے وقت آئی تھی سبحان ربی الاعلیٰ۔

اس نے اپنی آنکھیں ملیں کہ کہیں میں خواب میں تو یہ سب کچھ نہیں دیکھ رہا جب اس کو اپنے بیدار ہونے کا یقین ہوگیا تو سوچنے لگا، زندگی کے تمام ذرائع منقطع ہیں، سانس کی نالیاں کٹی ہوئی ہیں اور اگر پھر بھی اس سر سے تسبیح کی آواز آ رہی ہے تو یہ ترجمان حقیقت نہیں تو اور کیا ہے؟

اس نے تورات کو بند کر کے الماری میں رکھ دیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو مخاطب کر کے کہا: اے حسین رضی اللہ عنہ میں عیسائی ہوں میں نے تیرے نانے کو نہیں دیکھا مگر تیرے سر سے سبحان ربی الاعلیٰ کی آواز سن کر بھی اگر تیرے دین کو قبول نہ کروں تو مجھ سے بڑا بدنصیب کون ہو سکتا ہے۔ جس زندگی میں تو سبحان ربی الاعلیٰ پڑھ رہا ہے اسی کے ساتھ گواہ ہو جا کہ میں تیرے نانے کا کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ رہا ہوں اور تیرے کٹے ہوئے مگر زندہ سر کو گواہ بنا کہ یہ کہتا ہوں کہ آج کے بعد انجیل نہیں چلے گی' چلے گا تو محمد رسول اللہ کا قرآن ہی چلے گا۔

نہ کچھ کہنے کی حاجت ہے نہ کھانے کی تمنا ہے
تیرے سر کی قسم اب سر کٹانے کی تمنا ہے
یہی کہنا ہے آقا اور کچھ کہہ نہیں سکتا
کہ تجھ کو چھوڑ کر میں اس جہاں میں رہ نہیں سکتا

صبح ہونے تک سر کو دیکھتا دیکھتا اور دیکھتا ہی رہا اور ساتھ اپنے آپ کو یہ کہتا تھا کہ

یہ دیکھنے کی چیز ہے اسے بار بار دیکھ

صبح ہوئی تو سر حسین رضی اللہ عنہ کو عمدہ، ریشمی کپڑے میں لپیٹا، اسی ہزار درہم لیے اور کلمہ طیبہ

کا ورد کرتے ہوئے لشکر یزید کی طرف جا رہا تھا وہ بڑے حیران ہوئے کہ رات کو عیسائی تھا اب کلمہ پڑھ رہا ہے۔ انہوں نے کہا، ہم کلمہ پڑھ کے سر کو کاٹ لائے ہیں اور تو کٹے ہوئے سر کو دیکھ کر کلمہ پڑھ رہا ہے تجھے اس سے کیا نظر آیا ہے اس نے وجد میں آ کر کہا: ظالمو میں تمہیں کیا بتاؤں کہ مجھے کیا کیا نظر آیا؟ پلک جھپکی تو کملی اوڑھنے والا نظر آیا۔ اگر تم اندھے ہو گئے ہو تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ سارا جہاں ہی اندھا ہو گیا ہے۔ مجھے اس سر سے رسالت کے انوار بھی نظر آئے ہیں، توحید کے چمکار بھی نظر آئے ہیں، صداقت کی لہریں بھی نظر آئی ہیں اور شرافت کی چمکیں بھی نظر آئی ہیں۔ میں تو ساری رات سر کو دیکھتا رہا اور سوچتا رہا کہ شاید اللہ نے آج سارے جہاں کے نور کو حکم دے دیا ہے کہ اگر تو نے برسنا ہے تو حسین رضی اللہ عنہ کے چہرے پہ برس، لہٰذا یہ اپنے اپنے مقدر کی بات ہے تم کلمہ پڑھ کے سر کو کاٹ کر مردود بن گئے ہو اور میں کٹے ہوئے سر کو دیکھ کر کلمہ پڑھ کر خدا کا محبوب بن گیا ہوں۔

؎ انسان کی جبیں پہ ستارے سجا دیئے
زخموں کے پھول دشت بلا میں پھیلا دیئے
نوک سناں پہ بول کر تو نے میرے حسین رضی اللہ عنہ
ساری تاریخ کو تو نے تالے لگا دیئے

یزیدی لشکر نے اسی ہزار درہم لیے اور چند قدم ہی ابھی چلے تھے تو وہ درہم ٹھیکریاں بن گئیں، ہر ٹھیکری کے ایک طرف لکھا تھا۔

ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظلمون۔ (ابراہیم)

اللہ تعالیٰ کو ظالموں کے کرتوتوں سے غافل نہ جان۔ اور دوسری طرف سورۂ شعراء کی آخری آیت لکھی ہوئی تھی۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلبٍ ینقلبون۔ عنقریب ظالم جان لیں گے کہ ان کا ٹھکانہ کیا ہے۔

؎ کرتی رہے گی پیش شہادت حسین کی
آزادیٔ حیات کا یہ سرمدی اصول

قافلہ پھر چل پڑا:

یہ کیسا قافلہ تھا ہم نے بڑے بڑے قافلے دیکھے ہیں سینکڑوں بسوں پر مشتمل قافلہ یاد

حسین ﷜ کیلئے محرم الحرام میں قصور بابا بلھے شاہ کے مزار پر انوار پر حاضری کیلئے جارہا تھا وہاں سے ہو کر بابا فرید مسعود گنج شکر کی بارگاہ میں حاضر ہوا پھر وہاں سے چل کر سلطان العارفین کے دربار پہنچا میں نے دیکھا آگے آگے پیر ہیں پیچھے پیچھے مرید ہیں مگر یہ ایسا قافلہ تھا کہ

؎ جدوں ٹریا سی کوفے دے ول قافلہ
اگے اگے سی سید دا سر جا رہیا

اور دیکھنے والے اس سید عالی وقار کے سرانور کو دیکھتے اور آنسوؤں کے نذرانے پیش کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے۔

؎ سوار ہو کے وہ نیزے پہ سوئے شام گیا
محمد و علی جس سر کے بوسے لیتے رہے

سرِ شبیر کوفے میں آتا ہے

کوفے میں ابن زیاد نے قافلہ پہنچنے سے پہلے ہی یہ حکم سختی کے ساتھ نافذ کر دیا تھا کہ عورتیں چھتوں پہ چڑھ کر اور مرد کوفے سے باہر نکل کر ہمارے لشکر کا استقبال کرو اور فتح کا جشن مناؤ اور خبردار قیدیوں کی طرف دیکھنا بھی نہیں تاکہ وہ سمجھ لیں کہ صرف یزید اور ابن زیاد ہی ہم سے ناراض نہیں سارا زمانہ ہی ہم سے منہ موڑے ہوئے ہے اور روٹھا ہوا ہے حالانکہ

؎ یہ عام انساں نہیں تھے ساقی کوثر کے بیٹے تھے
یہ اپنے آقا رحمت عالم کی گودی میں لیٹے تھے
نہ چاہا آپ نے پیاسوں کے سر پہ تیغ چل جائے
میرے ہوتے ہوئے انسانیت کا دم نکل جائے

مگر خانوادہ نبوت کے چشم و چراغ مشیت ایزدی سمجھ کر یہ سب کچھ برداشت کرتے رہے اور لوگوں کو بتاتے رہے کہ

؎ ہمارا ہر قدم منشائے قدرت کے مطابق ہے
سفر آل محمد ﷺ کا مشیت کے مطابق ہے

مشیت کے مطابق سر جھکا دینا ہی لازم ہے
رضائے یار میں سب کچھ لٹا دینا ہی لازم ہے

قافلہ دارالامارۃ (گورنر ہاؤس) پہنچا تو ایک عورت بی بی زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر کہنے لگی، مجھے ابن زیاد نے بھیجا ہے کہ زینب سے پوچھ کے آ اگر کسی چیز کی حاجت ہو تو بتا دے ہم پوری کریں گے (اس کا مقصد یہ تھا کہ) کوئی کپڑا، پانی، کھانا دے کر خوش کر لیں گے فرمایا: خدا وہ زبان ہی نہ دے جو تم سے مانگے اور اس کو جا کر بتا دے کہ حوض کوثر کے مالک نہ تب تیرے کھانے پانی کے محتاج تھے نہ اب ان کو تیرے پانی کی ضرورت ہے اگر تو کچھ کرنا ہی چاہتا ہے تو عابد بیمار کی ہتھکڑیاں ذرا ڈھیلی کر دے اور جس بیرک یا جیل کی کوٹھری میں اس کو بند کرے گا اسی میں مجھے بھی قید کر دینا تا کہ اپنے بھتیجے کو ایک بار پھر دلاسہ اور تسلی دے سکوں۔

سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا کا اہل کوفہ سے بیمثال خطبہ

جب لوگوں کا ہجوم ہر طرف دیکھا گیا اور آل رسول کی سیّد زادیاں اس حال میں کوفہ کے بازار سے گزر رہی تھیں کہ حضرت سیّدہ زینب علیہا السلام بنت مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے دیکھا کہ کچھ لوگ گھور گھور کر بھی دیکھ رہے ہیں تو سیّدہ رضی اللہ عنہا نے بلند آواز سے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ مخدارات عصمت و طہارت خاندان نبوت آ رہی ہیں اپنی نگاہوں کو نیچے کرو، سیدہ رضی اللہ عنہا کی آواز سے ایسے لوگوں کی نگاہ نیچی ہو گئیں اور جو شور و غل تھا ساکت ہو گیا۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے پھر اونٹنی پر سوار کوفہ کے بازار میں مردوں عورتوں سے خطبہ فرمایا: یہ وہ سیدہ رضی اللہ عنہا ہیں جو اپنے باپ کے دور خلافت میں کوفہ میں اپنے مکان کے اندر درس قرآن دیا کرتی تھیں۔ آج شیر خدا کی شہزادی واقعہ کربلا کے عظیم سانحہ کے بعد حالت اسیری میں بھی بازار کوفہ میں خطبہ فرما رہی تھیں۔ شیر خدا کی اس شہزادی کا خطبہ شروع کرنا تھا کہ مولائے کائنات باب مدینۃ العلم کا اب و لہجہ تازہ ہو گیا۔ سیدہ کی فصاحت و بلاغت اور علوم قرآنی پر پہلے ہی لوگ واقف کار تھے اور آج کا لب و لہجہ اور انداز خطابت ایسا تھا کہ گویا سرکار سیدنا مولائے کائنات بول رہے ہیں۔ جب ہر طرف خاموشی چھائی تو حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے یہ خطبہ

ارشاد فرمایا۔ (حیات الحسین ص ۳۳۶)

الحمد لله والصلوٰة علیٰ ابی محمد وعلیٰ الہِ الطیبین الاخیار اما بعد!

ترجمہ: ہر قسم کی خوبیاں اور تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہیں۔ میرے باپ (یعنی نانا جان) محمد ﷺ پر اور ان کی طیب و طاہر و نیک اولاد پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

اے کوفہ والو: اے عہد شکنو، اپنی زبان سے پھر جانے والو اور اپنے الفاظ بھول جانے والو، تم رو رہے ہو، تم روتے رہو تمہارے آنسو خشک نہ ہوں اور تمہاری آہ فغاں کبھی بند نہ ہو۔ تمہاری مثال اس عورت کی سی ہے جو سوت کاتتی (کپڑا بنتی) ہے اور پھر اسے ادھیڑ ڈالتی ہے۔ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ تم میں ایک متنفس بھی ایسا ہے جو جھوٹا اور شیخی خور نہ ہو؟ جس کے دل میں کھوٹ نہ ہو۔ لومڑیوں کی طرح چاپلوس اور خوشامدی نہ ہو دشمنوں کا سا کینہ نہ رکھتا ہو جو راہ حق کو چھوڑ کر بے دینی پر نہ جھگڑتا ہو۔ یاد رکھو جو کچھ تم نے اپنے لیے آگے بھیجا ہے وہ بہت برا ہے۔ تم پر خدا کا غیض وغضب ہے اور تم اس کے قہر میں مبتلا ہو گے۔ اے جھوٹے کوفیو! تم میرے بھائی پہ گریہ اور نوحہ کر رہے ہو ہاں خدا کی قسم روؤ اور خوب روؤ تم کو رونا مناسب ہے۔ ہنسو کم اور روؤ زیادہ تم نے بہت بری بری باتوں کی آرزوئیں کی ہیں جن کو تم رو دھو کر بھی کبھی اپنا دامن پاک وصاف نہ کر سکو گے۔ بھلا بتلاؤ تم خاتم النبیین اور معدن رسالت کے فرزند کے قتل کے داغ کو کیسے دھو کر صاف کر سکتے ہو؟ جنت کے نوجوانوں کے سردار کے قتل کے دھبہ کو کیونکر مٹا سکتے ہو۔ وہ تمہاری لڑائیوں میں تمہاری پناہ گاہ تھے۔ تمہاری جماعتوں کے محافظ تھے، تمہاری سلامتی کی قرار گاہ تھے، تمہارے کلمہ کی اساس اور بنیاد تھے۔ تمہاری مصیبتوں اور تمہارے حوادث میں تمہارے جائے پناہ تھے تمہاری معاشرت درست کرنے والے تھے تمہاری باہمی گفتگو کا مرجع تھے۔

آہ، کتنی بری بات ہے جس کو تم آخرت میں بھیج چکے ہو اور کتنی سنگین ہے وہ چیز جس کو تم نے قیامت کیلئے چھوڑا ہے۔ وہ چیز تم کو بڑی دور کرنے والی ہے۔ (یعنی جنت سے) تم کو ڈس لینے والی تم کو اوندھا ڈال دینے والی ہے اور تمہاری کوشش ناکام رہی۔

حسرت وفاداری نے تمہارے چہرے بگاڑ دیئے، تم خدا کے غیض وغضب کا ٹھکانہ بن گئے۔ کوفہ والو تمہیں معلوم ہے کہ تم نے محمد ﷺ کے کون سے جگر گوشہ کو پھاڑا ہے اور محمد ﷺ کی کون سی بیٹی کی بے حرمتی کی ہے اور کون سے خون کو تم نے بہایا ہے۔ آہ تم ایک بہت بڑے حادثہ کے مرتکب ہوئے ہو۔ تم ایک ایسے جرم کے مرتکب ہوئے ہو جو منہ بگاڑ دینے والا اور مصیبت میں مبتلا کر دینے والا ہے۔ اگر اس موقع پر خون کی بارش ہو تو کیا تم تعجب کرو گے؟ یاد رکھو آخرت کا عذاب تم کو رسوا کرنے والا ہے اور وہاں ایسے لوگوں کی مدد نہ کی جائے گی۔ کوئی طاقت خدا کے کاموں میں دخل نہیں دے گی اور نہ انتقام لینے سے کوئی روک سکتا ہے اگر واہیہ، ہیار و عمیا (مختلف علاقوں) پر آسمان سے خون برسا ہے تو تم کو تعجب کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ تمہارا رب نافرمانوں کی تاک میں لگا رہتا ہے۔ آہ! تم نے وہ جرم کیا ہے کہ آسمان گر پڑیں زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔

یہ خطبہ شجاعت وفصاحت و بلاغت سن کر لوگ حیرت میں پڑ گئے اور دشمنوں کو بھی اس کا اقرار کرنا پڑا۔ مذلم بن کثیر عرب کے مشہور فصحا میں عمر رسیدہ بزرگ تھے جب سیدہ ؓ نے خطبہ ختم فرمایا تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں اور ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہے ہاتھ آسمان کی طرف بلند تھا اور وہ کہہ رہے تھے۔ **یا ابی انتم و امی کھولکم خیر الکھول وشبابکم خیر الشباب و نساء کم خیر النساء و نسلکم خیر انسل وفضلکم فضل عظیم**۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کے بزرگ سب بزرگوں سے بہتر آپ کے جوان سب جوانوں سے افضل، آپ کی عورتیں سب عورتوں سے اشرف، آپ کی نسل سب نسلوں سے اعلیٰ اور آپ کا فضل فضل عظیم ہے۔ جو نہ باطل سے دبتے ہیں اور نہ باطل کے سامنے جھکتے اور نہ حق بات میں جھجکتے ہیں پھر یہ شعر کہا۔

کھولھم خیر الکھول ونسلھم

اذا عد نسل لا یبور و لا یخزی

بشیر بن خزیم اسدی کا بیان ہے کہ سیدہ ؓ کی تقریر کے دوران مجمع پر سکوت چھایا ہوا تھا۔ سانس لینے کی آواز بھی سنائی نہ دیتی اور خطبہ سے ایسا ہی معلوم ہوتا تھا کہ سرکار باب مدینۃ العلم تقریر فرما رہے ہیں۔

دربار میں خطبے بھی قرآن کی تلاوت
انداز میں باب مدینہ کی فصاحت

سیدہ زینب بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عبیداللہ ابن زیاد سے گفتگو:

یہ سن کر بدنہاد عبیداللہ ابن زیاد بدمست بجائے اس کے کہ شرمسار ہوتا کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی ایسی حالت میں میرے دارالامارت میں پیش ہیں الٹا اس نے اپنی بے دینی کا اس طرح مظاہرہ کیا کہ اچھا ہوا تم ذلیل ہوئے اور قتل بھی کیے گئے اور تمہارا جھوٹ ظاہر ہو گیا۔

سیدہ زینب کبریٰ رضی اللہ عنہا نے فوراً عبیداللہ ابن زیاد کو جواب دیتے ہوئے فرمایا:

الحمد للّٰہ الذی اکرمنا بنبیہ محمد طھرنا من الرجس تطھیرا انما یفتضح الفاسق و یکذب الفاجر وھو غیرنا الحمد للّٰہ۔

سب خوبیاں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں اس خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ عزت و شرف بخشا اور ہمیں ہر قسم کی پلیدیوں سے پاکیزہ فرمایا، ہاں البتہ ذلیل و رسوا فاسق ہوتا ہے اور جھوٹ بھی فاجر بولتا ہے۔ خدا کا شکر ہے وہ ہم نہیں ہیں بلکہ ہمارا غیر ایسا ہو سکتا ہے۔

سیدہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب سن کر عبیداللہ ابن زیاد نے طنزاً کہا:

رایت فصل اللّٰہ با ھلبیتك

دیکھا خدا نے تمہارے خاندان کے ساتھ پھر کیسا سلوک کیا؟

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

ما رایت الا جمیلا ھولاء قوم کتب اللّٰہ علیھم القتل فبرزوا الی مضجعھم وسیجمع اللّٰہ تعالیٰ بینك وبینھم فتحاجون و تختصمون عندہٗ

میں نے تو اپنے خدا کے حسن سلوک کے سوا آج تک کچھ دیکھا ہی نہیں۔ یہ شہید ہونے والا وہ گروہ ہے جن کیلئے اللہ تعالیٰ نے درجۂ شہادت قلم قدرت سے لکھ دیا تھا اس

لیے وہ اپنی مقتل گاہ آیا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ سب کو جمع کرے گا جب اس حقیقی عادل کی بارگاہ ربوبیت سے فیصلہ ہوگا تو پھر معلوم ہو جائے گا کون اس کے نزدیک کامیاب ہے۔ سیّدہ رضی اللہ عنہا کا یہ جرأت مندانہ جواب سن کر عبیداللہ ابن زیاد آگ بگولا ہوا اور اس نے سیدہ رضی اللہ عنہا کو کچھ گزند پہنچانے کا ارادہ کیا مگر عمرو بن حریث نامی ایک شخص نے اسے یہ کہہ کر ٹھنڈا کر دیا۔ ایھا الامیر انھا امراۃ او المراۃ لا تواخذ بشیء۔ (حیات خفی)

اے امیر! یہ عورت ہے اور عورت کی کسی بات پر مواخذہ نہیں کیا جاتا اور نہ اس کے کسی خطاب پر اس کی مذمت کی جاتی ہے اور بعض نے یہ بھی کہا اے امیر! کیا بات ہے اب تجھ میں اتنی حمیت بھی باقی نہیں رہی کہ عورتوں پر ہاتھ اٹھانے لگا (جو ایک بزدل ڈرپوک کی نشانی ہے)۔

پھر عبیداللہ ابن زیاد نے سیدہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے کہا۔ خدا نے مجھے تیرے سرکش بھائی اور تیرے خاندان کے نافرمانوں سے شفا دی ہے۔ (حیات ج ۲ ص ۳۵۰)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے اپنی جان کی قسم تو نے میرے بڑوں کو قتل کیا' میرے اہل وعیال کو خراب کیا' فرع کو قطع کیا اور اصل کو کچل ڈالا اگر یہ باتیں تیرے لیے شفا ہیں تو یقیناً تو نے شفا حاصل کر لی ہے۔ (حیات)

عبیداللہ ابن زیاد یہ سن کر کہنے لگا یہ عورت سجع اور قافیہ میں بات کرتی ہے یعنی نہایت فصیح اور بلیغ اور صاف گو ہے۔ پھر کہنے لگا تمہارے باپ بڑے فصیح وبلیغ تھے اور خطابت میں ان کو جو ملکہ تھا وہی تم کو حاصل ہے لہٰذا اس میں کچھ تعجب نہیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جو کچھ میں نے کہا ہے یہ خطابت وفصاحت وسجع وقافیہ نہیں بلکہ صداقت ہے، شرم کرو تمہیں شرم نہیں آتی فضول باتیں بنا رہا ہے۔

عبیداللہ ابن زیاد پھر خاموش ہو گیا۔

عبیداللہ ابن زیاد کی رسوائی اور زینب وسجاد کے پیار کی جھلک:

اب عبیداللہ ابن زیاد نے حضرت علی اوسط المعروف زین العابدین کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ کون لڑکا ہے جواب دیا یہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے لڑکے ہیں۔ انہیں اس وجہ سے قتل

نہیں کیا گیا تھا کیونکہ یہ بیمار تھے۔ عبیداللہ ابن زیاد نے کہا اچھا پھر اب ان کو میرے سامنے قتل کر دو۔ یہ سن کر سیدہ زینب علیہا السلام نے اپنے بھتیجے پر ہاتھ رکھ لیا اور فرمایا:

حسبك يا عبيد من دمائنا اما علمتك وهل ابقيت احدا غير هذا

والله لا افارقه فان اردت قتله فاقتلني معه (ابن اثیر ج ۴ ص ۸۱)

اے عبید جس قدر تو ہمارا خون بہا چکا ہے وہ تیرے لیے کافی ہے سوائے اس بیمار کے کسی اور کو تو نے زندہ چھوڑا ہے؟ خدا کی قسم میں اس سے جدا نہ ہوں گی اگر اس کے بھی قتل کا ارادہ ہے تو مجھے بھی اس کے ہمراہ قتل کر دو۔ سیدنا امام علی اوسط زین العابدین نے فرمایا اے میری پھوپھی جان ذرا مجھے بھی جواب دینے دو۔ آپ نے فرمایا اے عبیداللہ ابن زیاد ابالقتل تھددنی اما علمت ان القتل لنا عادۃ وکرامتنا الشھادۃ (ایضاً)

کیا تو مجھے قتل ہونے سے ڈراتا ہے کیا تو نہیں جانتا کہ قتل ہونا ہماری عادت ہے اور راہ حق میں شہید ہونا ہماری فضیلت و کرامت ہے۔ عبیداللہ ابن زیاد پھوپھی اور بھتیجے کی باہمی محبت اور ان کے جواب کا منظر دیکھ کر کہنے لگا تعجب ہے اس محبت پر کہ واقعی اگر میں اس لڑکے کو قتل کرنے کا حکم دے دیتا تو یہ عورت پہلے خود کو قتل کرانے کیلئے تیار ہے، اچھا دعوہ فانی اراہ لما بہ۔ اے سپاہی علی اوسط کو چھوڑ دو کیونکہ میں دیکھتا ہوں یہ اس کیلئے کافی ہے۔

لالہ تو پڑھ لیا اب لے مزہ تاثیر کا
لالہ کی تہ میں خوں ہے حضرت شبیر کا
لالہ پڑھنے والو لالہ سے پوچھ لو
لالہ تو بچ گیا سر کٹ گیا شبیر کا

سر حسین رضی اللہ عنہ پر خولی اور ابن زیاد کا جھگڑا:

امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر انور خولی اپنے گھر لے جانا چاہتا تھا اور ابن زیاد اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا جب جھگڑا طول پکڑ گیا تو کسی نے خولی سے کہا گورنر سے کیوں جھگڑتے ہو مان لے اس کی بات، اس نے کہا: تم نہیں سمجھتے اس راز کو، قیامت تک لوگ لعنتیں میرے اوپر

برسائیں گے اور راتوں رات یزید کے پاس سر پہنچا کر انعام یہ وصول کر لے میری آخرت تو پہلے ہی تباہ ہو چکی ہے اب دنیا بھی خراب کرلوں۔ چنانچہ خولی سر لے جانے میں کامیاب ہوگیا۔ ابھی گھر نہیں پہنچا تھا کہ خیال آیا کہ میری بیوی پچھلے سال حج کرنے گئی تھی اور آ کر مجھے اس نے بتایا اور کئی بار یہ واقعہ سنایا کہ خولی کمال کی انتہا ہو گئی ہے میں جب لاکھوں حاجیوں کے ساتھ کعبہ کا طواف کر رہی تھی' مطاف میں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی کہ اچانک ایک سفید داڑھی والے بابے نے باب بنی شیبہ کی طرف سے آواز دی کہ لوگو: حسین آ گیا بس پھر کیا تھا حجر اسود والوں کو بوسے بھول گئے اور انہوں نے حجر اسود کو چھوڑ کر حسین رضی اللہ عنہ کو چومنا شروع کر دیا۔ کسی منکر نے اس وقت بھی کہا: لوگو حج خراب ہو جائے گا تو ان عاشقوں نے جواب دیا، ہمارا حج حسین رضی اللہ عنہ کو چومنے سے خراب نہیں ہوگا بلکہ مکمل ہوگا کیونکہ ہم حجر اسود کو اس لیے چومتے ہیں کہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار چوما تھا اور حسین رضی اللہ عنہ کو اس لیے چومتے ہیں کہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سال چوما اور سات سالوں میں ہزاروں بار چوما، جنت کا سردار ہونے کی وجہ سے چوما بھی اور جنت کا پھول ہونے کی وجہ سے سونگھا بھی۔

سلطان انبیاء کا نواسہ حسین ہے
یہ راز کبریا کا شناسا حسین رضی اللہ عنہ ہے
روتے ہیں ہم تو آج بھی اے یار اس لیے
قدموں میں ہے فرات اور پیاسا حسین ہے

یہ کوئی جذباتی بات نہیں صحیح بخاری شریف میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور علیہ السلام کے وضو والے پانی کو زمین پر نہ گرنے دیتے تھے بلکہ اپنے جسموں پر مل لیتے تھے اور جس کو پانی نہ ملتا وہ دوسرے کے ہاتھ سے ہاتھ مل کر چہرے پہ مل لیتا تو جو صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مستعمل پانی کا اتنا احترام کرتے تھے وہ خون رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر احترام کرتے ہوں گے۔

چنانچہ خولی نے سوچا کہ اگر میری بیوی کو پتا چل گیا تو میرا گھر بھی اجڑ جائے گا کیونکہ جب سے میری بیوی نے حسین رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے ذکر حسین رضی اللہ عنہ اس کا وظیفۂ ایمان، حرز جان، ثمر زندگی اور مقصد حیات بنا ہوا ہے وہ تو فوراً پہچان جائے گی کہ یہ اسی حسین رضی اللہ عنہ کا سر

ہے بہتر تھا کہ میں اس کو گورنر ہاؤس میں ہی رکھ آتا۔ خیال آیا کہ سر حسین رضی اللہ عنہ کو تنوری میں رکھ دیا جائے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور تنوری کا منہ کسی برتن سے بند کر دیا، بیوی کو جگایا کھانا کھایا اور سو گیا۔ بیوی عابدہ زاہدہ تہجد گزار تھی رات کو تہجد کیلئے اٹھی تنوری کے پاس سے گزر کر ہی پانی کی طرف وضو کیلئے جانا تھا جب وہ تنوری کے پاس سے گزری تو تنوری کے سوراخ سے اس کو نور کے جلوے چھن چھن کر نکلتے دکھائی دیئے اس نے برتن اٹھایا تو سر حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر دھڑام سے زمین پر گری اور بے ہوش ہو گئی ' ہوش آیا تو حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو تنوری سے نکالا اور اپنا دوپٹہ اتار کر راکھ صاف کرنے لگی اور رو رو کر کہنے لگی تو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں کھیلنے والا تھا تنوری میں رکھنے والا تو نہ تھا، ارے خولی ظالم! فاطمہ سے پوچھا ہوتا کہ یہ سر کہاں رکھے جانے کے قابل ہے۔ اس نے امام کا سر اونچی جگہ پہ ایسے احترام سے رکھا جیسے قرآن رکھا جاتا ہے اور خاوند کے پاؤں کا انگوٹھا پکڑ کر زور سے مروڑا اور اس کو جگا کر گھر کی چابیاں اس کے منہ پہ ماریں اور کہا: میں جا رہی ہوں آج سے تو میرا خاوند کوئی ناں، میں تیری بیوی کوئی ناں، نہ کوئی تیرا میرا نکاح نہ کوئی رشتہ، خولی نے کہا! تو اچھی بھلی نمازی پرہیز گار ہو کر کیسی باتیں کرتی ہے نکاح کا رشتہ تب ختم ہوتا ہے اگر میں تجھے طلاق دوں یا مرتد ہو جاؤں، بیوی نے کہا: ابھی تیرے مرتد ہونے میں کوئی کسر ہے اور خدا کرے کہ تجھ پہ قہر کی بجلی نازل ہو یا زمین تجھے ہڑپ کر لے میرے لیے تو مر گیا ہے کیونکہ تیرا ایمان مر گیا ہے یہ مسئلے مجھے نہ بتا میں جانتی ہوں ایک اور مسئلہ بھی نکاح کو ختم کر دیتا ہے اور وہ اہل بیت کی محبت کا مسئلہ ہے تو قاتل حسین رضی اللہ عنہ کا اور میں لونڈی حسین رضی اللہ عنہ کی ارے ظالم! تجھے حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرتے ہوئے تو مسئلہ نہ یاد آیا، تو نے فاطمہ کا گھر اجاڑا تو سارے مسائل بھول گیا اب اپنے گھر کی بات آئی ہے تو تجھے مسئلے یاد آ گئے ہیں۔

ایک مسئلہ:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دوران حج کسی کوفی نے مسئلہ پوچھا کہ احرام کی حالت میں مچھر مارنا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا، مجھے یہ تو بتا نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا کیسا تھا، ظالمو! مچھر مارنے کا مسئلہ پوچھتے ہو اور جوانان جنت کے سردار کو شہید کرتے ہوئے مسئلہ یاد

نہیں آتا جن کو حضور نے اپنا پھول قرار دیا۔

قال اهل العراق یسألونی عن الذباب وقد قتلوا ابن بنت رسول الله ﷺ وقال رسول الله ﷺ هما ریحانی من الدنیا (رواہ البخاری، مشکوٰۃ ۵۶۹)

لہٰذا اے خولی، تیرا مذہب اور ہو گیا میرا اور کیوں کہ میں محب اہل بیت ہوں اور تو دشمن آل رسول ﷺ ہے اس لیے طلاق کی ضرورت ہی نہیں۔ خولی نے جب دیکھا کہ معاملہ زیادہ بگڑ گیا ہے تو اس نے بچوں کو جگایا کہ تمہاری ماں جارہی ہے اس کو روکو ورنہ تمہیں ناشتہ کون کرائے گا، کپڑے کون پہنائے گا، بچے ماں کے قدموں میں گر گئے ماں نے بچوں کو سینے سے لگایا اور کہا: اے بچو: تم میرے لیے عصائے پیری بھی ہو، باعث روشن ضمیری بھی ہو، مرکز محبت بھی ہو، منبع الفت بھی ہو، راحت جاں بھی ہو اور میرے قلب وجگر کا اطمینان بھی ہو میرے لیے باعث مسرت بھی ہو اور میرے گلستان حیات کے مہکتے پھول بھی ہو خدا تمہیں سلامت رکھے اور جوانی کی بہاریں دیکھو، اولاد پر ماں کا نام نہیں بولتا بلکہ باپ ہی کا نام چلتا ہے اب اس گھر میں رہ کر خولی کی روٹیاں پکاؤں تو خاتون جنت کی روح ناراض ہو جائے گی۔ میں اب تمہاری ﻭ دیکھوں کہ فاطمہ کے لال کی محبت کو میرا عقیدہ یہ ہے۔

ان الذین یؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدینا والاخرة واعدلهم عذابا مهینا۔ (الاحزاب)

تاریخ والے کہتے ہیں کہ گھر سے نکل گئی اور عربی میں اشعار پڑھتی گئی جنہوں نے وہ اشعار سنے انہوں نے بتایا کہ کچھ اس طرح کے مفہوم کے اشعار تھے کہ اے اللہ تو نے جتنی عمر اب تک مجھے دی ہے وہ تو اپنی مرضی سے دی ہے اب میری ایک درخواست قبول کر لے اور اتنی عمر اور دے دے کہ۔

کملی والے دے دربار جالین دے
جو جو گزری اے مینوں سنا لین دے

تا کہ میں مدینے والے رسول اور ان کی بیٹی کو جا کر کہہ لوں کہ تمہارے بیٹے کے قتل میں میرا کوئی ہاتھ نہیں تا کہ خولی کے جرم میں اس کی بیوی ہونے کی وجہ سے قیامت کو نہ پکڑی جاؤں اور دشمنان اہل بیت میں مجھے شامل نہ کر لیا جائے۔

بس اس کے بعد وہ مدینے پہنچی یا نہیں کدھر گئی کدھر نہ گئی کتابیں خاموش ہیں اور ہمارا اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے۔ جہاں قلم رک جائے وہاں ہم اپنی زبان کو روک لیتے ہیں ہم آواز آئی اور آواز گئی کے نہ قائل ہیں اور نہ ہی غائبانہ آوازوں پہ کان دھر کر اسکو عقیدہ بتانے والے ہیں اس طرح تاریخ مسخ ہوتی ہے جو ایک بہت بڑا جرم ہے۔ آثار بتاتے ہیں کہ دوڑتی دوڑتی اتنی نڈھال ہوگئی ہوگی کہ کربلا جاتے جاتے اس کی جان نکل گئی ہوگی۔ بہرحال خولی نے سارا ماجرا جا کر ابن زیاد کو سنایا کہ میرا تو گھر اجڑ گیا ہے اس نے کہا: تجھے کہا تو تھا کہ سر یہیں پہ رہنے دے۔ خولی نے کہا: میں اس لیے بتا رہا ہوں کہ جلدی کر اور قافلے کو چلنے کا حکم دے ہم تو نمازی بن کے چکر میں لوگوں کو رکھ کر کام چلا رہے ہیں اگر لوگوں کو اصل صورت حال معلوم ہوگئی تو ہمارے گھر اجڑ جائیں گے کیونکہ ہم نے کوئی معمولی جرم نہیں کیا بلکہ اس کو شہید کیا ہے کہ جس کے ناز خود رسول ﷺ نے اٹھائے ہیں اور علی و فاطمہ نے اٹھائے ہیں۔

دن محمد ﷺ کیلئے زہرا کیلئے راتیں ہیں
تیری خدمت کیلئے کتنی بڑی ذاتیں ہیں
آئے جبریل امیں جھولا جھلانے کیلئے
سچ تو یہ ہے کہ بڑے گھر کی بڑی باتیں ہیں

امام کے سر کو نبیوں کے بوسے:

ابوالخوق کوفی نے بتایا کہ جس رات سر حسین رضی اللہ عنہ پر پہرے کیلئے میری باری تھی میں نے یکلخت ایسی آواز سنی گویا زمین پھٹ رہی ہے اس دوران ایک بزرگ لمبے قد والا سفید کپڑوں والا آیا تو حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو بوسے دینے لگا: میں نے چاہا کہ سر اس سے لوں اور صندوق میں بند کر دوں کہ اچانک ایک اور شخص نے مجھے ڈانٹ کر کہا، خبردار پیچھے ہٹ جا تو نہیں جانتا کہ یہ آدم علیہ السلام ہیں پھر اس طرح نوح علیہ السلام، ابراہیم و اسماعیل و اسحٰق علیہم السلام آئے اور آخر میں حضور علیہ السلام بمعہ چہار یار و صحابہ کبار، امام حسن، حضرت امیر حمزہ و جعفر طیار رضی اللہ عنہم کے تشریف لائے اور تمام سروں کو بوسے دیتے رہے۔ پھر

ایک نور کی کرسی آئی اور حضور ﷺ اس پر جلوہ فرما ہوئے پھر ایک فرشتہ آیا جس کے ہاتھ میں آگ کا گرز تھا فرشتے نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے مارنے لگا تو میں نے دہائی دی کہ یا رسول اللہ میں مسلمان ہوں مجھے بچایئے فرشتے نے میرے منہ پر زوردار طمانچہ مارا جس سے میرا منہ سیاہ ہوگیا پھر مجھے چھوڑ دیا گیا تا کہ میں یہ واقعہ دن کو تمہیں سناؤں اور پچاس پہرے داروں کو قتل کر دیا گیا۔ ابوالخوق نے یہ واقعہ سنایا پھر ایک آہ بھری اس کی شکل سیاہ ہوگئی اور زمین پر گرا اور جان نکل گئی۔ لوگوں نے دیکھا اس کا کلیجہ کٹ گیا، پتا پھٹ گیا اور ذلیل رسوا ہو کر مر گیا۔

جواب چیست شمارا اگر سوال کنند
محمد عربی از شما بروز جزا
آں چہ بود کہ با اہل بیت من کردید
چومن بملک بقار فتم از سرائے فضا

(عناصر الشہادتین)

کوفہ سے دمشق (شام) روانگی:

کوفہ سے دمشق تک بعض مورخین نے پندرہ بعض نے تیئس اور بعض نے چوالیس منزلیں بھی لکھیں ہیں جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔

۱۔ تکریت
۲۔ اعلیٰ
۳۔ دیرہ عروہ
۴۔ صلیأ
۵۔ راوی النخلہ
۶۔ ارضیاد
۷۔ لینا
۸۔ کمیل
۹۔ جہینہ
۱۰۔ تل باعضر
۱۱۔ جبل سنجار
۱۲۔ نصیبین
۱۳۔ عین الورد
۱۴۔ قنسرین
۱۵۔ معرۃ النعمان
۱۶۔ شیرو

۱۷-کوظاب ۱۸-سیبور
۱۹-حما ۲۰-حمص
۲۱-کنیسہ قسیس ۲۲-بعلبک
۲۳-صومہ راہب

ان منازل کے تذکرہ کے یہ معنے نہیں کہ ان مقامات پر ضرور اہل بیت نے رات قیام کیا ہوگا بلکہ یہ منازل ومقامات سفر کوفہ تا دمشق ہیں کہ ان راہوں اور منازل سے گزر ہوا۔

اب غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ کوفہ سے دمشق کا فاصلہ تقریباً چھ سو میل ہے جیسے بغداد شریف سے دمشق اور کتب معتبرہ سے ثابت یہ ہوتا ہے کہ اہل بیت کا یہ قافلہ سیدھے راستہ سے دمشق نہیں گیا بلکہ بڑی پھیر کی گزرگاہوں اور دشوار منزلوں سے طویل راستہ طے کرتے ہوئے جو آٹھ سو میل کے فاصلہ تک ہوسکتا ہے۔ قریب کا راستہ جو جلد طے ہوسکتا تھا وہ کیوں چھوڑا گیا۔ یاد رہے کہ آج کل یہی سیدھا راستہ کوفہ سے دمشق جاتا ہے اور پختہ سڑک بنی ہوئی ہے اور اس پر موٹر کاریں بسیں چلتی ہیں اور موصل وحمص کی راہ کے غیر معروف مقامات کی طرف جو طویل راستہ اور جس کے طے کرنے میں کافی دن لگے یہ کیوں اختیار کیا گیا اس کی وجہ مختلف کتب کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ اسیران کربلا کو زیادہ سے زیادہ تنگ کیا جائے اور مختلف قبائل کی طرف سے مزاحمت کا جو خطرہ تھا اس سے بچا جاسکے کیونکہ جس راستے کو انہوں نے محفوظ سمجھ کر اپنایا تھا اس راستے میں بھی چند جگہ مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا جیسا کہ عنقریب آپ پڑھیں گے تو اگر معروف راستے کی طرف سے جاتے تو مزید خطرات سے دوچار ہونا پڑتا۔ (مگر عذاب خداوندی سے نہ بچ سکیں گے فانفذوا لا تنفذون الا بسلطن)

کھرے کھوٹے کی پہچان

عابد بیمار کی آزمائش پھر شروع ہوگئی اور اپنے باپ کے سر والا نیزہ لے کر سوئے شام روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کا صبر بھی دنیا کو دکھانا چاہتا تھا اسی لیے نہ کوئی ابابیل بھیجے نہ کوئی طوفان اتارا نہ مچھر بھیجا یہ تو مانا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان موسیٰ علیہ السلام اور نوح علیہ السلام

جنتی نہیں ہے کیونکہ وہ نبی تھے یہ نبی نہیں اور کوئی غیر نبی کسی بھی نبی سے افضل تو کیا برابر بھی نہیں ہوسکتا لیکن یہ تو کوئی بھی نہیں مانے گا کہ نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر طوفان سے بچ جانے والوں کی شان حسین رضی اللہ عنہ سے زیادہ ہو اور کعبہ کے دشمن ابرہہ کو ابابیل کے ذریعے اللہ نے تباہ کیا تو کیا حسین کی شان کعبہ سے کم تھی؟ جبکہ حدیث میں ہے کہ ایک مومن کی شان کعبہ سے زیادہ ہے (ابن ماجہ) تو جنتی جوانوں کے سردار مومن گر کی شان کتنی ہوگی لیکن کوئی ابابیل کا جھنڈ کیوں نہ آیا۔ تو یقیناً اللہ تعالیٰ یزید کے ظلم کی انتہا دکھانا چاہتا ہے اور حسین رضی اللہ عنہ کے صبر کی انتہا دکھانا چاہتا ہے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ ابراہیم علیہ السلام کی نمرود کے مقابلے میں موسیٰ علیہ السلام کی فرعون کے مقابلے میں، نوح علیہ السلام کی منکرین کے مقابلے میں اور بیت اللہ شریف کی ابرہہ کے مقابلے میں بزرگی مسلم تھی ہر کوئی جانتا تھا حق یہ ہے اور باطل وہ لیکن یہاں کربلا میں معاملہ گڈمڈ ہوگیا تھا وہ بھی کلمہ پڑھنے والے یہ بھی کلمہ پڑھنے والے وہ بھی نمازیں پڑھتے یہ بھی۔ تو عام بندہ حیران تھا کہ حق پر کس کو کہیں اور باطل پر کس کو اور جب کھرا کھوٹا سونا گڈمڈ ہو جائے تو سنار اس کو تیزاب میں ڈالتا ہے جس سے کھرا علیحدہ ہو جاتا ہے اور کھوٹا علیحدہ چنانچہ کربلا کی بھٹی میں بھی امام حسین رضی اللہ عنہ کھرا بن کے نکلا اور یزید کا کھوٹ طشت ازبام ہوگیا۔

بیٹے کے چہرے پہ باپ کا خون

امام زین العابدین جب اپنے ابا کا سر اٹھا کر چلتے تو آپ کے چہرے پر امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر سے خون کے چھینٹے گرتے، مجھے تاریخ میں کوئی ایسا واقعہ دکھائیں کہ باپ کے سر سے بیٹے کے چہرے پہ خون کے قطرے گرے ہوں۔

جو آنکھ غمِ شبیر میں نم نہیں ہوتی
یزید و شمر کی آنکھوں سے کم نہیں ہوتی

عابد بیمار یہ سارا کچھ برداشت کر رہا ہے اور پھوپھی زینب مسلسل حوصلہ دے رہی ہیں کہ بیٹا آزمائش کے دن ختم ہو جائیں گے اور انشاء اللہ ہم ہی سرخرو ہوں گے۔ واقعہ کربلا راز

قدرت ہے اور

ے اس راز دے وچ توں دخل نہ دیویں تقدیر دا جھٹ لنگ ویسی
اج ایہہ ازمائدے حسن نانے کوں کل نانا چا ازمائیسی

بلد الحران میں آمد:

کوفہ سے چل کر شام کی طرف جاتے ہوئے راستے میں جو پہلا شہر آیا اس کا نام تاریخ والے بلد الحران بتاتے ہیں اس شہر کا مین بازار جہاں سے قافلہ گزر رہا تھا چالیس فٹ چوڑا تھا اچانک زین العابدین نے کسی ضرورت کی وجہ سے باپ کے سر والا نیزہ ذرا بلند کیا تو ایک مکان کی دوسری منزل پر کھڑکی کے سامنے بیٹھ کر ایک یہودی تورات کی تلاوت کر رہا تھا سر حسین رضی اللہ عنہ میں خیال آیا کہ میں قرآن کیلئے سر دوں اور تو اب بھی تورات پڑھتا رہے حسین پاک رضی اللہ عنہ نے اس کے مقابلے میں قرآن کی تلاوت شروع کر دی۔ کوئی اگر پوچھے کون سی آیت تھی تو سورہ شعراء کی آخری آیت تھی: وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

بھلا وہ نظارے تحریف شدہ تورات پڑھنے میں کہاں جو قرآن کی تلاوت میں ہیں اس کی آیات پڑھنے اور سننے سے زادتھم ایمانا۔ ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اور پھر تلاوت کی آواز بھی کٹے ہوئے سر کے ان ہونٹوں سے آئے جن کو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم محبت سے چومتے رہے ہوں۔

اس یہودی نے تورات بند کر دی دوڑتا ہوا نیچے آیا اور عابد بیمار سے پوچھنے لگا: یہ کس کا سر ہے آپ نے فرمایا: اگر میں بتاؤں تو یہ لوگ مجھے مارتے ہیں۔ کیسے ظالم ہیں کہ بیٹے کو باپ کا نام لینے کی اجازت نہیں۔ فرمایا انہی سے پوچھ لو شمر و خولی سے پوچھا تو انہوں نے کہا' یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے تو کون ہوتا ہے اس میں دخل دینے والا؟ وہ پھر عابد بیمار کے پاس دوڑ کر آیا اور کہا اگر تو نے بتانے میں دیر کی تو میں مر جاؤں گا خدارا مجھے جلدی بتا

یہ کس کا سر نیزے پہ لٹکا کون قربان ہو گیا؟

فرمایا یہ میرے باپ حسین رضی اللہ عنہ کا سر ہے۔ اس یہودی نے کہا: پھر اپنے باپ کے کٹے

ہوئے سر سمیت گواہ ہو جا کہ میں نے تیرے باپ کے کٹے ہوئے سر سے قرآن سن کر آج سے تورات بند کر دی ہے اور وعدہ کرتا ہوں کہ اب قیامت تک نہ کھولوں گا۔ بس اب مجھے کلمہ پڑھا دے۔ فرمایا: تیرا نام اگر کوئی پوچھے تو کیا بتائیں‘ عرض کیا میرا نام یحییٰ ہے۔ دانا رئیس بلد الحران میں یہاں کا سردار ہوں۔ آپ نے اس کو کلمہ پڑھایا اس نے اپنے نوکر کو کہا: میری دو بیویوں اور تین بچیوں کو بلا کر لاؤ وہ آ کر عابد بیمار کی پھوپھی جان کے ہاتھ پر اسلام قبول کریں۔ (کیسے خوش نصیب لوگ تھے کہ کسی کو کوئی مفتی کلمہ پڑھا کر مسلمان کرتا ہے کسی کو کوئی عالم یا پیر مگر ان کو وہ کلمہ پڑھا رہے ہیں جن کے گھر میں کلمہ اترا) نوکر نے کہا: اے امیر ریاست! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں اتنے بڑے لشکر کے سامنے آپ کی بیویاں اور جوان بیٹیاں آئیں گی تو کیا یہ آپ کی توہین نہ ہوگی اس نے کہا: چھوڑ ان باتوں کو جہاں علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی آ سکتی ہے میری کیوں نہیں آ سکتی۔ چنانچہ پورا گھر یہودیت سے اسلام کی طرف آ گیا۔

یحییٰ نے نوکروں سے کہا: سادات کرام کیلئے ٹھنڈا پانی‘ بہترین چادریں اور دیگر اشیاء لے کر آؤ چنانچہ سب کچھ لایا گیا تو یزیدی برداشت نہ کر سکے اور شمر نے عابد بیمار والے پیالے کو تلوار مار کر توڑ دیا پانی زمین پہ بہہ گیا‘ اور کہا: یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے یحییٰ نے کہا: اب یہ تمہارا صرف ذاتی معاملہ نہیں رہا بلکہ اب یہ ہمارا پیری مریدی کا معاملہ بھی ہو گیا ہے ہم صرف پیروں کو نوٹ دے کر ووٹ دینے سے انکار نہیں کریں گے بلکہ نوٹ بھی دیں گے ووٹ بھی دیں گے اور جان اپنے پیر کے قدموں میں قربان بھی کریں گے اگر ہمارا پیر ہی پانی نہ پی سکے تو یہ کیسی مریدی ہے والی ریاست بھی تھا اور پھر نو مسلم کا جذبہ بھی قابل دید ہوتا ہے۔ اس نے کہا: اب یا تو یہ بھی پانی پئیں گے یا پھر ہم نے ان کے قدموں میں جام شہادت پئیں گے۔

کربلا والوں کی شہادت ہمیں یہی درس دیتی ہے کہ غلط بندے کو ووٹ نہ دو چاہے سر کٹانا پڑے گھر لٹانا پڑے۔ یزید نے امام عالی مقام سے ووٹ ہی تو مانگا تھا یہ بیعت کیا ہے عربی میں بیعت ہے ہماری زبان میں اسی کو ووٹ کہا جاتا ہے۔

جب پیالا ٹوٹ کر پانی زمین پہ بہہ گیا تو امام زین العابدین نے آسمان کی طرف دیکھ کر عرض کیا: مولیٰ شکوہ نہیں مگر تیری بے نیازی پہ قربان جائیں کہ ظالم عیش کر رہے ہیں اور حوض کوثر کے مالک بدستور پیاسے ہیں۔

چنانچہ یحیٰ نے اپنے حواریوں کو لے کر لڑائی شروع کر دی اور کئی یزیدی واصل جہنم کر کے خود شدید زخمی ہو کر عابد بیمار کے پاس آیا اور قریب المرگ ہو کر آپ سے پوچھا کہ آپ کے نانا جان نے بنی الاسلام علی خمس فرمایا ہے اسلام کی پانچ بنیادیں ہیں میں نے تو صرف کلمہ پڑھا ہے نہ روزہ رکھا' نہ حج' زکوٰۃ' نماز ادا کی کیا اس حالت میں مر جاؤں تو میرے ایمان میں فرق تو نہیں آئے گا جبکہ قرآن تو دیکھا ہی نہیں بلکہ وہی ایک آیت آپ کے باپ کے کٹے ہوئے سر سے سنی ہے۔ آپ نے فرمایا: کیسی باتیں کرتے ہو۔

ایمان ہماری محبت کا نام ہے تیرے ایمان میں بھلا کیا شک ہو سکتا ہے۔ جس کا گواہ خود میں ہوں اور میرے زندہ باپ کا وہ سر ہے' جس کو کلمے والے رسول نے ہزاروں بار محبت سے چوما بھی ہے اور سونگھا بھی ہے۔

آل نبی کو ذات نبی سے جدا نہ جان
ہر موج کا وجود سمندر کے ساتھ ہے

وہ اک مکاں کہ جس کا مکیں باب علم تھا
اپنا تو رابطہ ہی اسی گھر کے ساتھ ہے

آل نبی کے درد سے میں بھی جدا نہیں
میرا نصیب ان کے مقدر کے ساتھ ہے

لاکھوں شقی ادھر ہیں اور ادھر اک حسین ہے
کانٹوں کی نوک جھوک گل تر کے ساتھ ہے

کس پہ کھلے گا معرکہ کربلا کا راز
یہ وہ معاملہ ہے جو داور کے ساتھ ہے

تنہا اسی کے نام سے دشمن تھا بدحواس
اب کیا کرے حسین رضی اللہ عنہ بہتر کے ساتھ ہے

سچ پچ ہو دل میں غم تو بھر آتی ہے آنکھ بھی
اشکوں کا سلسلہ دلِ مضطر کے ساتھ ہے

اس ذاتِ پاک کا ہوں دل و جاں سے میں غلام
دعویٰ غلط نہیں ہے مگر ڈر کے ساتھ ہے

دشمن کی گفتگو میں کہاں خیر کی جھلک
جو بات ہر شریر کی اک شر کے ساتھ ہے

بھیجوں یزیدیت پہ نہ کیوں لعنت میں اے نصیرؔ
یہ دشمنی ہے اور مرے گھر کے ساتھ ہے

(صاحبزادہ نصیر الدین نصیر گولڑوی)

شہر موصل:

بلد الحران سے اگلا شہر موصل تھا بلد الحران میں یحیٰ حرانی کا اسلام قبول کرنا اور پھر اس کی فوج کے ساتھ جھڑپ اور یحیٰ کی شہادت کی خبر یزید کو مل چکی تھی اور اس نے والیٔ موصل عماد الدولہ کو قاصد بھیج کر حکم جاری کیا کہ یہ واقعہ ہو جانے کی وجہ سے میری فوج کے حوصلے پست یا آج کل کی اصطلاح میں مورال ڈاؤن ہو گیا ہے لہٰذا تیرے شہر میں ہماری فوج آ رہی ہے ان کی خوب تواضع کرنا کہ وہ خوش ہو جائے اور اس واقعہ سے جو بد دلی پیدا ہوئی ہے اس کا کفارہ ہو جائے۔

آج بھی شہر موصل دنیا کے نقشے میں جیتا جاگتا اور صحیح سلامت ہے اس کی تاریخ پڑھو تو یہ واقعہ ملے گا کہ عماد الدولہ نے یزید سے لشکر کے بارے میں تفصیل مانگی کہ لشکر کیسا ہے کہاں سے آ رہا ہے، کیا کر کے آ رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔ قاصد نے کہا زیادہ تفصیل بتانے کی مجھے اجازت نہیں بس اتنا بتا سکتا ہوں کہ حکومت وقت کے باغیوں کے ساتھ لڑائی ہوئی ہے اور باغیوں کو شکست دے کر نمازیوں کا لشکر واپس آ رہا ہے۔ عماد الدولہ نے کہا: اتنی تفصیل سے میں مطمئن نہیں ہوں مجھے مزید بتا۔ آخر کار قاصد نے سارا کچھ بتا دیا کہ نمازیوں کے ساتھ باغی قیدی بھی ہیں اور قیدی کون کون ہیں اگر بتاؤں تو زمین کانپتی ہے۔ آسمان پھٹتا ہے صرف اہل بیت کا خانوادہ ہی نہیں ان میں حسین رضی اللہ عنہ کا بیٹا زین العابدین بھی ہے اور علی رضی اللہ عنہ

کی بیٹی اور رسول ﷺ کی نواسی زینب بھی قیدی بن کے آ رہی ہے۔

عماد الدولہ نے اتنی بات سنی تو غصے سے کانپنے لگا اور قاصد کو وہیں ٹھہرنے کا حکم دے کر عمائدین موصل اور ارکان ریاست (اپنی کابینہ) کا اجلاس بلایا اور ساری بات بتا کر پوچھا کہ بتاؤ اب تمہارا کیا پروگرام ہے انہوں نے یک زبان ہو کر کہا۔

اسیں تیرے توں ڈر دے بول دے نئیں
مونہوں راز محبت کھول دے نئیں

ہمارا پروگرام چھوڑ تو اپنا بتا۔ اس نے کہا: میرا تو پروگرام یہ ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ کے نانے کا صدقہ بڑی حکومت کر لی ہے اب اگر خدا نے موقع دے ہی دیا ہے تو زین العابدین کے قدموں میں اور حسین رضی اللہ عنہ پاک کے سر کے سائے میں یزیدی فوج سے ٹکرا کر اس کو پاش پاش کر دیں یا خود شہید ہو جائیں اگر ہم نے ایسا کر لیا تو یقیناً کل قیامت کے دن حسین رضی اللہ عنہ کے نانا اپنے سینے سے لگا کر ہماری شفاعت فرمائیں گے کیونکہ

اللہ بھی اہل بیت پیمبر کے ساتھ ہے
اسلام کا وقار اسی گھر کے ساتھ ہے
جو شخص نور دیدہ حیدر کے ساتھ ہے
روز جزا وہ شافع محشر کے ساتھ ہے
پیاسے نہ ہم رہیں گے قیامت میں دیکھنا
اپنا بھی ربط ساقیٔ کوثر کے ساتھ ہے

قاصد کو سارا پروگرام معلوم ہو گیا اور اس نے بھاگ کر یزید کو اطلاع دی ابھی لشکر موصل سے چند میل دور ہی تھا کہ اس کو موصل میں داخل ہونے سے منع کر دیا گیا۔

اسی جگہ ایک پتھر پہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر رکھا گیا تو خون کا ایک قطرہ اس پتھر پہ گرا اور ہر سال دس محرم والے دن وہ قطرہ پتھر پہ چلنا شروع کر دیتا اور یزید کے دور سے لے کر عبدالملک بن مروان کے دور تک ہر سال اسی طرح ہوتا۔ عبدالملک کے آخری دور میں اس پتھر کو دفن کر دیا گیا پتھر کیا دفن ہوا اس کی حکومت ہی دفن ہو گئی۔

گویا پتھر پہ خون کا قطرہ منکرین حیات النبی کو یہ درس دیتا تھا کہ دیکھو میں نبی کا نواسہ ہوں اور شہید ہوں اور شہادت رسول پاک علیہ السلام کا کلمہ پڑھ کر رسول کے صدقے میں ملتی ہے جب میرے خون کا ایک قطرہ ہر سال پتھر پہ چل کر اپنی زندگی کا ثبوت دے رہا ہے تو تمہارے دل کتنے پتھر ہو گئے ہیں کہ خود رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی زندگی کا انکار کرتے ہو جنہوں نے اعلان فرمایا: نبی اللہ حی یرزق۔ اللہ کا نبی نہ صرف زندہ ہوتا ہے بلکہ اس کو رزق بھی دیا جاتا ہے۔

ے اے نور چشم حیدر کرار المدد
افتادہ ام بہ خاک تو روحی لک الفداء
پس خوردۂ سگان درتست رزق من
حاشا اگر نگاہ کنم سوئے اغنیاء
حب نبی وال نبی از ازل نصیر
فضل خداست ذٰلک یوتیہ من یشآء

شہر نصیبین:

موصل کے بعد جو شہر آیا اس کا نام نصیبین تھا جو آج بھی موجود ہے اور اس دور میں اس کا حاکم عیسائی تھا جس کا نام منصور بن الیاس تھا یزید نے اس کو لشکر کی آمد کی اطلاع کی کہ تو عیسائی ہے تجھے کیا لگے اہل بیت کے ساتھ میرا لشکر آ رہا ہے اس کی خوب خدمت کریں بھی کسی وقت تیرے کام آوں گا۔

چنانچہ منصور نے لالچ کر لیا اور شربت بنا کر لشکر کو پلانا چاہا جب پہلا پیالا ہی شمر نے پینے کیلئے ہاتھ پہ رکھا تو عابد بیمار کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یا اللہ تیرے امتحان کا باب جتنا بھی وسیع ہو ہم حاضر ہیں مگر تیری شان بے نیازی کے قربان جاؤں ہم تو دس محرم سے بدستور پیاسے ہیں اور یہ ہماری آنکھوں کے سامنے شربت پیتے رہیں۔ بس آپ کو یہ خیال آیا ہی تھا اور شمر نے پیالا منہ کے ساتھ لگایا ہی تھا کہ اس قہر کی بجلی پڑی کہ پیالا ٹوٹ گیا اور کئی لوگ جل کر مر گئے اور کچھ زمین میں بھسم ہو گئے مگر خدا جانے کیوں شمر بھی بچ گیا اور خولی بھی' دہائی

مچ گئی الرحیل الرحیل چلو چلو نکلو کوچ کرو بھاگو یہاں سے۔

لہو حسین رضی اللہ عنہ کا کہتا ہے یہ مؤرخ سے
تو میرے قطرے نہ گن تیغ اور گلو کو دیکھ

بلد ماموره:

نصیبین کے بعد ماموره شہر آیا جس شہر کے بالکل قریب ہی ایک پہاڑ تھا جس کو جبل ماموره کہا جاتا۔ اس پہاڑ میں ایک لمبی غار تھی حاکم کا نام عزیز تھا جو مذہبا یہودی تھا۔ یزیدی لشکر نے سوچا کہ جہاں جاتے ہیں کوئی نہ کوئی واقعہ ہو جاتا ہے چلو رات ہوگئی ہے شہر میں جانے کی بجائے اس پہاڑ کی غار میں ٹھہر کر رات گزار لیتے ہیں تاکہ شہر والوں کو کان وکان خبر ہی نہ ہو۔ چنانچہ ماموره پہاڑ کی غار میں پڑاؤ ہوا۔

آدھی رات ہوئی تو عزیز کو خواب آیا کہ موسیٰ علیہ السلام اس کی چار پائی کے پاس کھڑے ہو کر رو رہے ہیں اس نے عرض کیا اے میرے پیارے نبی! میں خادم آپ کا' حکومت آپ کی آپ حکم تو فرمائیں روتے کیوں ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں تیرے ساتھ نہیں بولوں گا تو نے مجھے محمد رسول اللہ کے سامنے شرمندہ کر دیا ہے۔ عرض کیا: میں سمجھا نہیں ذرا وضاحت فرمائیں کیا ہوا ہے اور آپ کیوں شرمندہ ہوئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے عزیز! تو یہ تو جانتا ہے کہ ایک مرتبہ مجھے دیدار الٰہی کی پیاس نے تڑپایا تھا اور میں نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا تھا رب ارنی انظر الیک یا اللہ مجھے اپنا دیدار کرا تو جواب آیا' لن ترانی' اے موسیٰ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔

نہ تو دیکھے نہ چشم انبیاء دیکھے
مجھے دیکھے محمد ﷺ کی نگاہ دیکھے

اس وقت سے دیدار خداوندی کی پیاس مجھے ستا رہی تھی اور یہ پیاس بجھی کب تھی؟ معراج کی رات' جب میں نے حضور علیہ السلام کو معراج سے واپس آتے ہوئے دیکھا تو میں نے کہا۔

جہاں اکھیاں دلبر ڈٹھا او اکھاں اساں تک لیاں
تو ملیوں تے ساجن ملیا ھن آساں لگ پیاں

مجھے کیا تھا چاہے نمازیں پچاس کی بجائے پچاس ہزار ہو جائیں نہ میں نے پڑھنی تھیں نہ میری امت نے جس کی امت پہ فرض ہوئی تھیں وہ جانے اور پڑھنے والے جانیں۔ میں تو دیدار الٰہی کرنے والی آنکھوں سے اکتساب نور کرنے کیلئے اور نور الٰہی کے جلوے سمیٹنے کیلئے اور اپنی پیاس بجھانے کیلئے حضور علیہ السلام کو بار بار واپس بھیجتا رہا کہ نماز کم کرا کے آؤ وہ جاتے رہے آتے رہے نمازیں بھی کم ہوتی رہیں اور ان کو دیدار خدا ہوتا رہا مجھے دیدار مصطفیٰ ﷺ ہوتا رہا اور دیدار مصطفیٰ ﷺ کے پردے میں پھر دیدار خدا ہوتا رہا۔

ہاں اب اگلی بات سن اگر کل قیامت کو امام الانبیاء علیہ السلام نے مجھے یہ فرما دیا کہ اے موسیٰ: تیری پیاس تو میں نے بجھائی تھی مگر میری اولاد کو تیرے امتی کے شہر میں رات آئی تو میری اولاد پیاسی ہی رہی اور اس نے ان کی پیاس نہ بجھائی تو کیا میں شرمندہ نہیں ہوں گا؟

عزیز نے خواب ہی میں عرض کیا: حضور ابھی تک بات پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آئی مزید وضاحت سے فرمائیں کہ آپ فرمانا کیا چاہتے ہیں اور مجھے کرنا کیا چاہیے؟

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ماموره پہاڑ کی غار میں آخر الزمان نبی کی دوھتی قیدی بن کر آئی ہے فوراً اٹھ اور اس کے بھتیجے عابد بیمار کو جا کر مل اور جو وہ حکم کریں اس کی تعمیل کر۔ عزیز نے عرض کیا: اتنی لمبی غار میں رات کے وقت کہاں اور کیسے تلاش کروں کوئی طریقہ بھی بتا دیں آپ نے فرمایا: میں خواب ہی خواب میں ادھر بھی چکر لگا کے آیا ہوں' نبوت کے لحاظ سے میں محمد مصطفیٰ ﷺ کا بھائی لگتا ہوں تو اس طرح زینب میری بھی نواسی لگتی ہے میں اس کو مل سکتا تھا مگر نبوت اپنی جگہ اور احترام اہل بیت اپنی جگہ' میں زینب کو ملنے کی بجائے اس کی لونڈی شیریں کو ملا ہوں۔ تیرا شہر دو دروازوں والا ہے فلاں دروازے پہ جا اور اکیلا جا جب تو دروازہ کھٹکھٹائے گا تو شیریں دروازے پہ کھڑی ہوگی۔ تیرا نام میں نے اس کو بتا دیا ہے اس کا تجھے بتا رہا ہوں بس اب اٹھ اور دیر نہ کر اور حسین رضی اللہ عنہ کی بہن جو حکم کرے اس کو پورا کر۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جب عزیز غار میں داخل ہوا تو پہرے دار جاگ پڑا اور ایک شور و ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ الرحیل الرحیل کی آواز بلند ہوئی اور راتوں رات قافلے کو چلنے کا حکم دے دیا گیا۔

خون حسین رضی اللہ عنہ کی قسم دنیا ہے کربلا کا نام
لاکھوں یزید ہیں یہاں کلمۂ حق بلند تو کر

دمشق شہر میں عابد بیمار آتا ہے

قیدی قافلہ کربلا والیاں دا ویلا شام دا سی جدوں شام آیا
وجے طبل یزید دی فوج اندر ویکھن واسطے ہر خاص و عام آیا
ملی شام دی بانگ جد شام اندر آؤ طرف نماز پیام آیا
رُناں لعل حسین دا مار نعرہ جدوں پاک محمد ﷺ دا نام آیا
کسے پچھیا قیدیا کیوں روناں عابد آکھیا گلاں ایہہ دل دیاں نیں
اوہدیاں دھیاں قیدی نیں نال میرے جھدے نام دیاں بانگاں ملدیاں نیں

ابھی دمشق سے تھوڑا دور ہی تھے کہ لشکر کو حکم ہوا اسکنوا ھنا کہ اے لشکر والو: ذرا یہیں پہ ٹھہر جاؤ' شہر سجایا جا رہا ہے' بینڈ باجا بجایا جا رہا ہے' نقارے اور ڈھول کی تھاپ پہ اعلان ہو رہا ہے غازی آ رہے ہیں ان کا استقبال کرنے کیلئے شہر سے باہر نکلو چنانچہ چالیس ہزار افراد استقبال کیلئے شہر سے باہر آئے۔ شمر و خولی کو مبارکبادیاں دی گئیں۔ عابد بیمار اور قیدیوں کی طرف کوئی تکتا بھی نہیں کہ کہیں یزید ناراض نہ ہو جائے۔ ایک بوڑھا بابا اشعث اغبر بال بکھرے ہوئے داڑھی گرد آلود زین العابدین کے سامنے آیا اور امام پاک کے نیزے پر لٹکے ہوئے سر کو دیکھتا' دیکھتا اور دیکھتا ہی رہ گیا آخرکار موٹے موٹے آنسوؤں سے رونا شروع کر دیا۔ امام زین العابدین نے فرمایا: بابا زمانہ ہمیں دیکھ دیکھ کر چلا گیا ہے اور یہ یزید کی خوشنودی چاہنے والے ہماری طرف توجہ ہی نہیں کر رہے اور تو ہے کہ نظریں ہٹا ہی نہیں رہا۔ من انت' من این جئت' کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ بابے نے کہا: میرا نام سمرہ ہے جندب کا بیٹا ہوں نبی کا صحابی ہوں دمشق کے قریب میرا گاؤں ہے وہاں کا زمیندار ہوں۔ چند دن پہلے میں نے دمشق میں کھجوریں بیچی تھیں آڑھتی نے آج پیسے دینے کا وعدہ کیا تھا میں جب دمشق آیا تو اعلان ہو رہے تھے غازی آ رہے ہیں ان کی زیارت کرنا ثواب ہے میں رک گیا لیکن اب عین وقت یہ پتا چل رہا ہے کہ جن کو وہ غازی کہتے ہیں ان کے چہروں پر لعنتیں برس رہی ہیں اور اس کٹے ہوئے سر والے پہ انوار رسالت کی بارش ہو رہی ہے رب نہ بھلائے تو میں نے رسول اللہ کو یہ سر چومتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے مگر یہ تب بھی

حسین رضی اللہ عنہ تھا اب بھی حسین رضی اللہ عنہ ہے' یہ تب بھی مینارہ نور تھا اب بھی علامت حق ہے' مجھے ذرا یہ بتا یہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب' نواسہ رسول ﷺ جگر گوشہ بتول اور جوانان جنت کے سردار کا سر ہے ناں؟ جب زین العابدین کی زبان سے نعم یعنی ہاں نکلا تو بابا غش کھا کے زمین پر گر گیا اور یہ کہتے ہوئے بے ہوش ہو گیا کہ۔

؎ کس شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے
دن دہاڑے لٹ گیا ہے کاروان اہل بیت

جب ہوش آیا تو عابد بیمار سے کہا: اگر اجازت ہو تو یہ اڑتالیس درہم مجھے مجوروں کے ملے ہیں ان کی تلوار خریدوں اور ان ظالموں سے لڑ کر اہل بیت پہ قربان ہو جاؤں۔

عابد بیمار نے کہا: بابا جی آپ کی محبت کا شکریہ قیامت کے دن نانا جان کی بارگاہ میں اچھے الفاظ سے آپ کا ذکر کروں گا' آپ اگر لڑیں گے بھی تو کتنوں کو ماریں گے آخر کار شہید ہو جائیں گے کیا آپ کے بچے نہیں ہیں؟ بابا جی نے کہا بچوں کیلئے ہی تو شہر آیا تھا کہ رقم لے کر ان کیلئے کپڑے اور دیگر سامان لے جاؤں۔ عابد بیمار نے کہا: بابا جی ایسے ہی آپ کے بچے یتیم ہو جائیں گے میرا باپ حسین رضی اللہ عنہ دس محرم کو شہید ہوا ہے آج دس صفر کی ہو گی ہے یتیمی کے بوجھ اٹھا کر دیکھے ہیں اب اندازہ ہوا ہے کہ یہ بوجھ حسین رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہی اٹھا سکتا ہے اور کوئی نہیں اٹھا سکتا۔ بابا جی نے کہا: پھر میرا نام اہل بیت کے محبین کی فہرست سے کاٹ تو نہیں دیا جائے گا۔ عابد بیمار نے کہا جس کے جذبات محبت کا گواہ میں ہوں اور میرے زندہ باپ کا قرآن پڑھنے والا سر ہو گا اس کی محبت میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ بابا جی نے کہا: پھر کسی خدمت کا موقع تو مجھے ضرور ملنا چاہیے۔ زین العابدین نے کہا اگر کچھ کرنا ہی چاہتے ہو تو یہ کرو کہ ان ظالموں کو کہو۔ جہاں ہمیں لے جانا ہے جلدی لے جائیں ہماری بے بسی پر جشن منانے سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ بابا جی شمر و خولی کے پاس گئے اور وہی اڑتالیس درہم ان دنیا کے کتوں کو دے دیئے اور فرمایا: تم اس رقم کو جو کچھ بھی سمجھو مگر میری طرف سے حسین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں نذرانہ ہے' گناہ ہو گا تو تمہیں ہو گا اور مجھے جو ثواب ہو گا وہ حسین رضی اللہ عنہ کی روح پر فتوح کو ہدیہ عقیدت ہو گا۔ اس واقعہ سے بھی ثابت ہوا کہ صحابہ نے

کبھی بھی محمد وآل محمد سے بے وفائی نہیں کی اسی لیے ہم یاد حسین رضی اللہ عنہ مناتے ہیں مگر دامن صحابہ کو تھام کے مناتے ہیں کیونکہ

اسلام ما اطاعت خلفائے راشدین
ایمان ما محبت آل محمد است

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اولاد کیلئے تو سارے جیتے ہیں اور جو خدا کیلئے جیتا مرتا ہے وہ مر کے بھی جیتا ہی رہتا ہے

نکتہ: الحسین شھید امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہیں ثبت بالحدیث والتاریخ یہ بات حدیث شریف اور تاریخ اسلام سے ثابت ہے وکل شھید حی اور ہر شہید زندہ ہے۔ ثبت بالقرآن و الحدیث والتاریخ جو قرآن وحدیث اور تاریخ سے ثابت ہے (ولا تقولو لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون۔ البقرہ) تو نتیجہ یہ نکلا کہ الحسین حی امام حسین رضی اللہ عنہ زندہ ہیں اور

جب زندگی ثابت ہے حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کی
ہم موت نہ مانیں گے زمانے کے نبی کی

نیزے پہ قرآن پڑھنے والے قاری کو سلام:

حضرت منہال بن عمرو فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو نیزے کے اوپر چڑھائے دمشق کی گلیوں اور بازاروں میں پھرایا جا رہا تھا تو میں اس وقت دمشق میں تھا۔ میں نے بچشم خود دیکھا کہ سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورۂ کہف پڑھ رہا تھا۔ وہ اس آیت پر پہنچا

''ام حسبت ان اصحب الکھف الرقیم کانوا من ایتنا عجبا (الکہف ۹)
کیا تو نے جانا کہ بے شک اصحاب کہف اور رقیم ہماری نشانیوں میں سے ایک عجوبہ تھے۔

تو اللہ تعالیٰ نے سر مبارک کو قوت گویائی دی اور اس نے بہ زبان فصیح کہا:

اعجب من اصحب الکھف قتلی و حملی۔

(سر الشہادتین ص ۳۵ نور الابصار ص ۱۴۹ شرح الصدور ص ۸۸)

اصحاب کہف کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لیے پھرنا زیادہ عجیب ہے۔

اور بلاشبہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا قتل کیا جانا اور آپ رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو نیزے پہ چڑھا کر پھرایا جانا یہ اصحاب کہف کے واقعہ سے عجیب تر ہے۔ کیونکہ اصحاب کہف جن لوگوں کے خوف سے گھر بار اور ساز و سامان وغیرہ چھوڑ کر نکلے اور غار میں چھپے تھے وہ کافر تھے لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام' آپ کے اہل بیت اور باقی ساتھیوں کے ساتھ ظلم و ستم اور انتہائی بے حرمتی کرنے والے ایمان اور اسلام کے دعویدار تھے۔ اصحاب کہف ولی اللہ تھے اور یہ سید الانبیاء علیہ السلام کے جگر کے ٹکڑے تھے۔ اصحاب کہف سال ہا سال کی نیند کے بعد اٹھے اور بولے لیکن بہرحال وہ زندہ تھے۔ مگر حضرت امام پاک رضی اللہ عنہ کے سرانور کا جسم سے جدا ہونے کے کئی روز بعد نیزے کی نوک پر بولنا یقیناً اصحاب کہف کے واقعہ سے عجیب تر ہے۔ قرآن تو سارے ہی پڑھتے ہیں مگر سارے جیتے جی پڑھتے ہیں مگر شہید کربلا نے مرنے کے بعد بھی قرآن پڑھا جو صرف آپ نے ہی پڑھا اور ایسا پڑھا کہ

حشر تک آکھے گی دنیا کربلا والا حسین
دین دا حامی تے بنیاں لاالہ والا حسین
قاسم و عباس دے کے وی نہ سیدھا رہیا
تیرا دتا تینوں دتا تیرے اتوں واریا

دربار یزید آ گیا:

قافلہ یزید کے دربار میں پہنچا تو کیا دیکھا کہ دربار خوب سجا ہوا ہے خاندان نبوت کی پاک بیبیاں ایک کونے میں ہو گئیں امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرانور یزید نے تخت کے سامنے میز پہ رکھوا دیا اور عابد بیمار نے آج پہلی بار اپنے باپ کے سر کو بار بار دیکھا اور خوب دیکھا۔

ظلم کا سر کاٹ لینا صبر کی تلوار سے
یہ سبق سیکھا ہے میں نے عابد بیمار سے
کبھی صبر سے ظلم جیتا نہیں ہے
کبھی ظلم سے صبر ہارا نہیں ہے

جب آئیں تمہارے مقابل یزیدی
مثال شہِ کربلا دیتے رہنا

تھوڑی دیر کے بعد یزید ٹہلتا ہوا چھڑی ہاتھ میں گھماتا ہوا فاخرہ لباس پہن کر ایسے آیا کہ جیسے اس کی نظر میں کچھ ہوا ہی نہیں ہے سیدہ زینب ؓ نے یزید کے اس متکبرانہ اور ظالمانہ انداز کو دیکھ کر یزید کے بھرے دربار میں ایک بے مثال اور دل ہلا دینے والا خطبہ ارشاد فرمایا جو ترجمے کے ساتھ یہاں درج کیا جارہا ہے۔ خطبہ سے پہلے آپ نے امام عالی مقام ؑ کے سرِ انور کو مخاطب کر کے یہ کلمات کہے۔

یاحسیناہ یا بن فاطمة الزهرا سیدة النساء بنت المصطفیٰ۔

یہ کلمات سن کر کئی لوگ دربار یزید میں چیخیں مار مار کر رونے لگے اور یزید خاموش بیٹھا رہا۔ پھر سیدہ زینب ؓ نے یزید کے دربار میں مندرجہ ذیل خطبہ ارشاد فرمایا: الحمد لله ربّ العالمین وصلی الله علی رسوله و آله اجمعین صدق الله کذالك یقول ثم کان عاقبة الذین اساء والسوء ان کذبوا بایات اللّٰه و کانوا بها یستهزؤن سب خوبیاں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے اور درود سلام ہو اس کی اہل بیت پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد برحق ہے۔ ان لوگوں کا برا انجام ہوا جو برابر برے کام کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان کیساتھ تمسخر کیا تو نے اے یزید ہم پر زمین کے گوشے اور آسمان کے کنارے تنگ کر دیے اور ہمیں قیدیوں کی طرح لایا گیا اور یہ گمان کرتا ہے کہ ہم ذلیل اور تو جلیل ہے اور تو دیکھتا ہے اس کو کہ دنیا تجھ کو حاصل ہے اور تمام اسباب ہیں۔ اس لیے تو ناک چڑھا کر اترا رہا ہے اور اس کام سے بڑا خوش ہے ٹھہر جا اور جلد نہ کر کیا تو خدا کا یہ فرمان نہیں جانتا کہ کافر لوگ یہ گمان نہ کریں کہ ہم نے جوان کو ڈھیل دے رکھی ہے یہ ان کو مہلت دیتے ہیں کہ وہ دل کھول کر گناہ زیادہ کر لیں ان کیلئے رسوا کرنے والا عذاب موجود ہے۔ تو نے ہمارے زخم کو گہرا کر دیا اور ذریت رسول اور عبدالمطلب کی اولاد میں سے ستارہ ہائے زمین کے خون مقدس کو بہا کر ان کی جڑ کو اصل سے اکھیڑ دیا عنقریب تو اس کے انجام سے دوچار ہوگا اور انہی کے مورد میں وارد ہوگا اس

وقت تو اپنے رویہ کی بنا پر پسند کرے گا کہ کاش تیرے ہاتھ شل ہوتے اور جو کچھ کہا اور کیا ہے نہ کہتا نہ کرتا۔ میری دعا ہے اے باری تعالیٰ ہمارا حق ہم کو دے اور ہم پر ظلم کرنے والوں سے انتقام لے اور جن لوگوں نے ہمارا خون بہایا ہے اور ہمارا ساتھ دینے والوں کو قتل کیا ہے ان پر اپنا قہر و غضب نازل فرما۔ اے یزید! اللہ کی قسم تو نے اپنا چمڑا کاٹا ہے اور اپنے ہی گوشت کے ٹکڑے کیے ہیں تو ذریت رسول کے خون اور ان کی ذریت کی توہین کرنے کا بوجھ اٹھا کر عنقریب رسول اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا جب کہ روز قیامت اللہ ان سب کو ایک جگہ جمع کرے گا جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں ان کے متعلق قرآن گواہ ہے کہ ان کے مردہ ہونے کا گمان بھی نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے ہاں رزق پاتے ہیں۔ تیرے لیے اے یزید! اللہ تعالیٰ کا حاکم ہونا اور نبی کا دشمن ہونا اور جبرائیل کا تمہارے برخلاف ہمارا مددگار ہونا کافی ہے جن لوگوں نے تیرے لیے جگہ ہموار کی اور تجھے مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کیا ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ظالموں کا کس قدر برا انجام ہے اور کون کمزور لشکر ہے۔ اے یزید! یہ بھی انقلاب روزگار و حوادثات زمانہ کا شاہکار ہے کہ میں تجھ سے خطاب کروں میں تیرے مقام کو اس سے کہیں پست تر اور تیری زجر و توبیخ کرنے کو سخت عظیم سمجھتی ہوں مگر کیا کروں آنکھ روتی ہے اور سینہ جلتا ہے کس قدر تعجب کی بات ہے کہ شیطانی گروہ اور اولاد طلقا نے خدا کے نجیب (چنے ہوئے) گروہ کو قتل کر دیا ہے۔ اے یزید اگر تو ہماری ظاہری کمزوری کو اپنے لیے غنیمت سمجھ رہا ہے تو فردائے قیامت تو اس بات کو تاوان سمجھے گا جب تو سوائے اپنے ہاتھوں کے کرتوں کے کچھ نہ پائے گا اور خدا اپنے بندوں پر ہرگز ظلم نہیں فرماتا ہم بارگاہ خداوندی میں ہی شکوہ کرتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں تو جس قدر جی چاہے مکر و فریب کر لے اور جس قدر چاہے ظلم و ستم کر لے اور جو کچھ کر سکتا ہے کر لے اللہ تعالیٰ کی قسم تو ہرگز ہمارے ذکر جمیل کو نہیں مٹا سکتا اور نہ ہی ہمارے مقام کی بلندی کو چھو سکتا ہے اور نہ اپنے کرتوت کی عار کو دور کر سکتا ہے تیری رائے و کوشش کمزور اور یہ سلطنت چند گنتی کے دن اور تیری جماعت پراگندہ ہو وہ وقت قریب ہے جب ایک منادی کرنے والا ندا کرے گا لعنت ہو ایسی قوم پر جس نے یہ ظلم و ستم کیا ہے۔ اس اللہ تعالیٰ کی تعریف و ثنا ہے

جس نے ہمارے پہلے کا خاتمہ سعادت ومغفرت کے ساتھ اور آخری کا شہادت ورحمت کے ساتھ فرمایا ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ان کے اجر وثواب کو مکمل فرمائے اور مزید اجر میں بلندیاں فرمائے اور ہمیں ان کی صحیح جانشینی کرنے کی توفیق عطاء فرمائے وہ بڑا مہربان اور محبت کرنے والا ہے وہی ہمارے لیے کافی اور وہی ہمارا کارساز ہے۔ حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل۔ (حیات ج ۲ ص ۳۶۰)

سیدہ زینب ؓ کے اس خطبہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے سب یزیدیوں کو سانپ سونگھ گیا ہے تمام یزیدی خاموش بیٹھے رہے اور کسی کو بات کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ سیدہ ؓ نے حق وصداقت اور حق گوئی کا حق ادا کر کے اسلام کی ناقابل فراموش خدمت سرانجام دی جس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ شیر خدا کی شہزادی نے ماضی وحال اور مستقبل کے وہ نقشے کھینچ کر رکھ دیئے کہ یزیدی ایوان حکومت کے درودیوار ہلا کر رکھ دیئے۔

؎ قدم قدم پہ چراغ ایسے جلا گئی ہے علی ؓ کی بیٹی
یزیدیت کی ہر ایک سازش پہ چھا گئی ہے علی ؓ کی بیٹی

کہیں بھی ایوان ظلم تعمیر ہو سکے گا نہ اب جہاں میں
ستم کی بنیاد اس طرح سے ہلا گئی ہے علی ؓ کی بیٹی

عجب مسیحا مزاج خاتون تھی کہ لفظوں کے کیمیا سے
حسینیت کو بھی سانس لینا سکھا گئی ہے علی ؓ کی بیٹی

بھٹک رہا تھا دماغ انسانیت جہالت کی تیرگی میں
جنم کے اندھے بشر کو رستہ دکھا گئی ہے علی ؓ کی بیٹی

خبر کرو اہل جور کو اب حسینیت انتقام لے گی
یزیدیت سے کہو سنبھل جائے آ گئی علی ؓ کی بیٹی

نبی کا دیں اب سنور سنور کے یہ بات تسلیم کر رہا ہے
اجڑ کے بھی انبیاء کے وعدے نبھا گئی ہے علی ؓ کی بیٹی

کئی خزانے سفر کے دوران کر گئی خاک کے حوالے
کہ پتھروں کی جڑوں میں ہیرے چھپا گئی ہے علی کی بیٹی

یقیں نہ آئے تو کوفہ و شام کی فضاؤں سے پوچھ لینا
یزیدیت کے نقوش سارے مٹا گئی ہے علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی

ابد تلک اب نہ سر اٹھا کے چلے گا کوئی یزید زادہ
غرور شاہی کو خاک میں یوں ملا گئی ہے علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی

گزر کے چپ چاپ لاش اکبر سے باربستہ رسن پہن کر
خود اپنے بیٹوں کے قاتلوں کو رلا گئی ہے علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی

میں اس کے در کے گداگروں کا غلام بن کر چلا تھا محسن
اسی لیے مجھ کو رنج و غم سے بچا گئی ہے علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی

امام عالی مقام کے سر اقدس کے علاوہ مندرجہ ذیل شہدائے کربلا کے سر دربار یزید میں پیش کیے گئے اور پھر ان کو (امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے سر انور کے علاوہ) دمشق کے پرانے قبرستان میں جو باب صغیرہ میں ہے ایک قبر میں دفن کیا گیا۔

۱- سیدنا ابوبکر ابن علی المرتضیٰ
۲- سیدنا عمر ابن علی المرتضیٰ
۳- سیدنا عثمان ابن علی المرتضیٰ
۴- سیدنا عباس ابن علی المرتضیٰ
۵- سیدنا جعفر ابن علی المرتضیٰ
۶- سیدنا عبداللہ ابن علی المرتضیٰ
۷- سیدنا جعفر و سیدنا عبداللہ ابن عقیل رضی اللہ عنہم اجمعین
۸- سیدنا محمد ابن مسلم
۹- حبیب ابن مظاہر
۱۰- سیدنا عون بن عبداللہ بن جعفر طیار
۱۱- سیدنا حر بن یزید الریاحی
۱۲- سیدنا علی اکبر ابن الحسین

۱۳-سیدنا عبداللہ ابن الحسین

۱۴-سیدنا قاسم بن الحسن

(تاریخ کربلا ۲۲۰)

یزید جب دربار میں آیا تو اس کا چھوٹا بیٹا بھی اس کے ساتھ تھا جب امام زین العابدین کے پاس سے گزرا تو ابن یزید نے ابن حسین رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ دیکھا تم ختم ہو گئے ہو اور ہمارے نقارے پورے شہر میں بج رہے ہیں جب اوپر سے چکر لگا کر یزید اور ابن یزید واپس آئے تو اذان شروع ہو گئی اور جب بالکل عابد بیمار کے پاس پہنچے تو مؤذن پڑھ رہا تھا

اشھد ان محمد الرسول اللہ

ابن حسین رضی اللہ عنہ نے ابن یزید کا بازو پکڑا اور جھٹکا دے کر کہا تمہارے نقارے ختم ہو گئے اور غور سے سن ہمارا نقارہ تا قیامت ساری دنیا میں بجتا رہے گا۔

؎ مجھ ناتوان عشق کو سمجھا ہے تو نے کیا
دامن پکڑ لیا تو چھڑایا نہ جائے گا

اس موقع پر یزید نے اپنا غصہ نکالتے ہوئے امام حسین رضی اللہ عنہ کے مبارک ہونٹوں پہ چھڑی ماری اور بڑے متکبرانہ انداز میں کہا این شیوخی آج میرے بڑے ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے بدر کا بدلہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے لے لیا ہے۔ اس بات پہ کئی آئمہ نے یزید کو کافر اور لعنتی کہا ہے۔

؎ جو ظلم پہ لعنت نہ کرے آپ لعیں ہے
جو جبر کا منکر نہیں وہ منکر دیں ہے

ایک صحابی دربار میں بیٹھے ہوئے تھے یزید کی یہ کفریہ حرکت دیکھ کر برداشت نہ کر سکے اور فرمایا' ارے ظالم! جن ہونٹوں پہ تو چھڑی مار رہا ہے میں نے خود رسول اللہ کو یہ ہونٹ چومتے ہوئے دیکھا ہے۔

آں لب کہ بوسہ داد برو بارہا رسول صلی اللہ علیہ وسلم
سویش بچوب کردن اشارت کجا رواست
آں سرکہ بر کنار نبی داشتی وطن
درطشت زرنہادہ بہ پیش تو کے رواست

یزید نے صحابی کو کہا' چپ رہ! اگر تو صحابی رسول ﷺ نہ ہوتا تو تیرا بھی یہی حشر کرتا۔
صحابی نے بڑی جرأت سے فرمایا: سبحان اللہ' ظالم! صحابیت کا لحاظ تو کرتا ہے لیکن نبی ﷺ کے پیاروں کا اور ان کے جگر کے پاروں کا کوئی لحاظ نہیں ہے؟ یہ کہا اور صحابی رسول ﷺ روتے ہوئے دربار سے باہر تشریف لے گئے۔

جہاں میں اور کئی ماہ تاب آتے ہیں
کہاں حسین ؓ سا ماہ منیر آتا ہے
گلے میں طوق ہیں پاؤں میں بیڑیاں ہیں حسن
علی کا سارا گھرانہ اسیر آتا ہے

تاریخ میں ایک یہودی کا ذکر بھی آیا ہے کہ اس وقت وہ بھی یزید کے دربار میں حاضر تھا اور اس نے بڑی دلیری سے یزید کو کہا: اے یزید افسوس ہے تجھ پر مجھے دیکھ میں موسیٰ علیہ السلام کی تیرھویں پشت سے ہوں اور یہودی اب بھی میرا ایسے ہی احترام کرتے ہیں جیسے موسیٰ علیہ السلام کا۔ ارے یہ تو براہ راست تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا اور ان کے کندھوں پہ سواری کرنے والا تھا جس کے سر کی تو بے حرمتی کر رہا ہے اور پھر تیرا دعویٰ ہے کہ تو مسلمان بھی ہے

ہے پتر رسول دی بچوی دا تے مخدوم ہے کل شرفا دا
تبلیغ اسلام دی کرن دی خاطر آیا وطن توں بیو صغری دا
گھن قلم عباس دے بازواں دے گیا لکھ مضمون حسین اے
اک سجدے وچ کل دنیا دے دتے بدل قانون حسین اے

ایک رومی سفیر دربار یزید میں:

جب سرکار سید الشہداء امام حسین ؓ کا سر اقدس دربار یزید میں رکھا ہوا تھا تو یزید کے پاس ایک رومی سفیر نصرانی بھی آیا اس نے یزید سے کہا: لمن ھذا الرأس یہ سر کس کا ہے؟ تو یزید نے اس سے کہا ھذا رأس الحسین ابن علی ابن ابی طالب۔ یہ سر حسین ابن علی ؓ ابن ابی طالب کا ہے۔ نصرانی رومی سفیر نے کہا اس کی ماں کا کیا نام ہے؟ یزید نے کہا! فاطمہ بنت رسول اللہ۔ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا۔

رومی سفیر نصرانی کا یہ سننا تھا کہ وہ حیران رہ گیا اور کہنے لگا اف لکم تقتلون ابن بنت نبیکم وما بینکم وبین نبیکم الا ام واحدۃ۔ اف تمہارے اس قتل کرنے پر تم اپنے نبی کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کرتے ہو حالانکہ تمہارے اور تمہارے رسول کے درمیان صرف ایک ماں کا فاصلہ ہے۔ ہم نصرانی تو نشان عیسیٰ علیہ السلام کی اس قدر عزت و تعظیم کرتے ہیں اور قیامت تک روئے دنیا کے نصرانی اس پر قائم رہیں گے اور تم لوگوں کا یہ حال ہے کہ تم اپنے نبی پاک کے نواسہ کی تعظیم وتکریم کرنے کی بجائے انہیں قتل کرتے ہوئے یزید نصرانی سفیر روم کی بات سن کر کچھ جواب نہ دے سکا۔ صرف اتنا کہا: اگر تو سفیر نہ ہوتا تو تجھے بھی قتل کرا دیتا اس نے کہا کہ صد افسوس! سفارت کا اتنا خیال تو ہے اور رسالت کا کوئی خیال نہیں۔

یہ بات سن کر یزید نے سر کو پیٹا اور کہا: ہائے میں دنیا میں بدنام ہو جاؤں گا۔ (امیات الجمی ج۲ص۶۶)

ارے یزید کے حمایتو: ذرا سوچو تو سہی اگر ان تمام گستاخیوں کے باوجود یزید پھر بھی جنتی ہے تو پھر دنیا میں جہنمی کون ہے؟ کیا یہ عجیب بات نہ ہوگی کہ جوانان جنت کا سردار بھی جنت میں رہے اور اس کا قاتل بھی؟ سنو! یزید جنتی ہے تو پھر شاید کوئی بھی جہنمی نہ ہو۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

سوال:

یزید نے (مکاری کے طور پر بعد میں) تاسف کا اظہار بھی کیا تھا (جب) اس کو معلوم ہو گیا کہ اب میں ذلت سے نہ بچ سکوں گا اور

تا حشر زمانہ مجھے مکار کہے گا
میں عہد شکن ہوں مجھے غدار کہے گا

اور جو حقیقت حال کو سمجھنے والے ہیں وہ امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو

جو صاحب دل ہے انہیں ابرار کہے گا
جو بندہ حر ہے انہیں احرار کہے گا
نام اونچا زمانے میں ہر انداز رہے گا
نیزے پہ بھی سر ان کا سرافراز رہے گا

جواب:

جواب تو سوال ختم ہونے سے پہلے ہی ہو گیا ہے اس عاجز دربار حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت اطہار کے ادنیٰ غلام اور منگتے (غلام حسن) سے اتنا بھی صبر نہ ہو سکا کہ سوال کو مکمل کر کے جواب لکھنا شروع کرے۔

چنانچہ بے ساختہ قلم سے دوران سوال بریکٹ میں جواب معرض تحریر میں آتا گیا۔ یزید کا ابن زیاد کو مرجائے ابن مرجانہ کہنا سراسر عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے اور اہل بیت رسول کے بارے میں ان کے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کیلئے تھا ورنہ وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر انور پہ چھڑیاں مار کر اپنا غصہ نہ نکالتا اور زبان سے اپنی شیوخی جیسے غلیظ کلمات متکبرانہ انداز میں نہ نکالتا اور جب اس نے ابن زیاد بدنہاد کو کوفے کا گورنر (صحابی رسول نعمان بن بشیر کو ہٹا کر) بنایا تھا تب ہی اس کو یہ کہہ دیتا کہ خبردار کسی کو قتل نہیں کرنا۔ پھر امام مسلم اور بچوں کی شہادت کے بعد بھی اس کی آنکھیں نہ کھلیں اور اس نے ایسا کوئی حکم جاری نہ کیا۔ اب ایک جملہ بول کر کہ ''مرے ابن مرجانہ'' اور سر پہ ہاتھ مار کے مگرمچھ کے آنسو بھی بہالے تو نہ لعنت کا طوق اس کے گلے سے اتر سکتا ہے اور نہ ہی فاطمہ الزہرا کے گلشن کو اجاڑنے والا دوزخ کے عذاب سے' خدا کی ناراضگی سے' اور محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کی نعمت سے محرومی کی سزا سے بچ سکتا ہے۔

؎ تاحشر زمانہ اسے غدار کہے گا
وہ عہد شکن تھا اسے مکار کہے گا

یہی یزید ہے ناں جس نے تمام شہیدوں کے سروں کو تین دن رات دمشق کے مرکزی دروازے پہ لٹکا دیا تاکہ لوگوں کو عبرت ہو کہ جو یزیدی حکومت کے خلاف بغاوت کرے گا اس کا یہ حال ہوگا۔ پھر بھی یزید بے قصور ہے تو قصور کس کا ہے؟

؎ ان کا دعویٰ ہے کہ بیاباں کو سنوارا ہم نے
ان سے پوچھو کہ گلستان اجاڑا کس نے

خدا کی لاٹھی بے آواز ہے اس کی بارگاہ میں دیر تو ہے اندھیر نہیں ہے آج یزید کا نام

ایک گالی بن گیا ہے یہ انتقامِ قدرت ہے۔ یزید کی قبر کا یزیدیوں کو بھی علم نہیں ہوگا جبکہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام آج بھی باعث تسکین جاں بنا ہوا ہے اور ہر لمحے ان پر درود و سلام کی بارشیں ہو رہی ہیں۔

کشتیاں سب کی کنارے پہ پہنچ جاتی ہیں
ناخدا جن کا نہ ہو ان کا خدا ہوتا ہے

یزید نے یہ سمجھا کہ جس کی حکومت ہو اس کا ہی سب کچھ ہوتا ہے اور وہ جو کچھ بھی کرتا پھرے اس کیلئے روا ہے اور شاید اہل بیت کو شہید کرا دوں گا تو ہمیشہ کیلئے میرا راستہ صاف ہو جائے گا اور شاید وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ

رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ پس جانے کے بعد
ہوش آتا ہے بشر کو ٹھوکریں کھانے کے بعد

بعد میں اس کی آنکھیں کھل گئیں مگر اس کے پیروکاروں کو ہوش اب تک نہیں آئی جبکہ بچہ بچہ اس حقیقت کو جان چکا ہے اور مان چکا ہے کہ

جس دور میں لٹ جائے فقیروں کی کمائی
اس دور کے سلطاں سے کوئی بھول ہوئی ہے

شام کا قید خانہ اور بیمار کربلا:

رات ہوئی تو خاندان نبوت کے تمام افراد مرد و زن کو علیحدہ علیحدہ کمروں میں بند کر دیا گیا اس قید خانے میں زین العابدین نے وہ مشہور قصیدہ شان رسالت میں کہا جس میں انہوں نے بارگاہ رسالت مآب علیہ السلام میں ہوا کے ذریعے سلام بھی بھیجا اور حضور ﷺ کی بارگاہ سے غائبانہ استغاثہ کر کے اپنا خوبصورت عقیدہ الاستمداد برسول اللہ عطا فرمایا۔ اشعار یہ ہیں:

ان نلت یاریح الصبا	یوما الی ارض الحرم
بلغ سلامی روضة	فیها النبی المحترم
اکبادنا مجروحة	من سیف هجر المصطفی
طوبی لاهلی بلدة	فیها النبی المحتشم

جس کے ترجمے کا خلاصہ پنجابی زبان میں عبدالستار نیازی فیصل آبادی نے یوں کیا:

آکھیں سوہنے نوں وائے نی جے تیرا گزر ہووے
میں مر کے وی نئیں مردا جے تیری نظر ہووے

اتنے مصائب چھوڑ کر امام الانبیاء کے ہجر وفراق کا ذکر کرنا اور مدینے شریف کی پاک فضاؤں کی بات کرتے ہوئے اپنے دلوں کے زخمی ہونے کی بات کرنا اہل عشق ومحبت کے عقیدے کی کتنی اچھی ترجمانی ہے۔ جس کی وجہ سے اہل محبت مدینہ کی جدائی میں ہر وقت تڑپ تڑپ کر یوں عرض کرتے رہتے ہیں۔

؎ ان کے در پہ موت آجائے تو جی جائیں حسن
ان کے در سے دور رہ کر زندگی اچھی نہیں

اور سوئے مدینہ جاتے ہوئے جوں جوں مدینہ قریب آتا جاتا ہے اپنے دل کو تسلی دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

؎ مدینہ نبی ﷺ کا قریب آگیا ہے
بلندی پہ اپنا نصیب آگیا ہے
نہ گھبرا نہ گھبرا مریض محبت
کہ نزدیک کوئے حبیب آگیا ہے

یزیدی حکومت کے خلاف بغاوت کا خطرہ:

یزید کو اطلاع ملی کہ موصل میں عماد الدولہ اور اس کا پورا لشکر ہم پر چڑھائی کا پروگرام بنا رہے ہیں ادھر وہی صحابی رسول ﷺ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ (جن کا ذکر چند صفحات پہلے بابا جی کے نام سے ہو چکا ہے) نے اپنے گاؤں جا کر کپڑا لہرا کر اعلان کیا: لوگو چھوڑ دو کھیتی باڑی' دکانداری' تجارت وغیرہ غضب ہو گیا زمانہ بدل گیا ہے تم ابھی کام میں لگے ہوئے ہو اور رسول ﷺ کی دوحتی شام میں قیدی بن کر آگئی ہے نواسہ رسول ﷺ کو شہید کر دیا گیا ہے۔

اور ابو سعید دمشقی کی روایت کے مطابق خزانہ قبیلے کی بغاوت اور لشکر کشی کے ڈر سے یزیدی لشکر نے جو سر حسین رضی اللہ عنہ کو ایک بت خانے میں چھپایا تو آپ رضی اللہ عنہ کے سر کی کرامات دیکھ کر بت خانے میں رہنے والے بیسیوں افراد نے صبح ہوتے ہی امام زین العابدین کے

ہاتھ پر اسلام قبول کر کے انتقام لینے کا تہیہ کر لیا۔ (مناصر الشہادتین)

ان تمام عوامل کی یزید کو اطلاع ملی تو اس نے فوراً امام زین العابدین کو صلح کیلئے طلب کیا اور کہا ہم آپ کا ہر مطالبہ ماننے کو تیار ہیں۔ یزید نے ہاتھ آگے کیا تو امام زین العابدین نے فرمایا! ہاتھ پیچھے کر لے اگر تیرا ہاتھ اس قابل ہوتا تو میرا باپ ہی تیرے ہاتھ میں ہاتھ دے دیتا لیکن

؎ سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

کیونکہ

؎ شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دیں پناہ است حسین

امام زین العابدین نے فرمایا: خدا ہمیں تجھ سے مانگنے اور مطالبہ کرنے کی توفیق ہی نہ دے ہم تجھ سے کچھ نہیں مانگتے ہمارا سامان ہی ہمیں واپس کر دے اور ہمارے قیدی بمعہ سواریاں' اور ہمارے قاتل اور کل جمعہ کا دن ہے بڑی دیر ہو گئی جمعہ کا خطبہ نہیں دے سکا اور ویسے بھی کچھ لوگوں نے واقعہ کربلا کے بارے میں غلط باتیں مشہور کر کے ہمیں قصوروار ٹھہرا رکھا ہے میں چونکہ اس ساری کارروائی کا چشم دید گواہ ہوں لہٰذا جمعہ کا خطبہ میں دوں گا اور لوگوں کی غلط فہمیوں کو دور کر کے صحیح صورتحال سے ان کو آگاہ کر دوں گا۔

یزید نے ساری باتیں مان لیں لیکن جب قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس نے لوگوں سے پوچھا کہ من قتل الحسین؟ حسین کو کس نے قتل کیا ہے تو ایک دن پہلے بھی اس نے یہی سوال جب لشکر سے کیا تو بشیر بن مالک نے کہا تھا انا قاتل خیر خلق اللہ میں نے اللہ کی مخلوق میں سے بہترین کو قتل کیا ہے تو یزید نے تلوار نکالی اور اس کا سر اتار دیا تھا۔ بعض لوگ اس واقعہ کو بھی یزید کی حمایت میں لکھتے اور بیان کرتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ناراض تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا جائے لیکن یہ چوری اور سینہ زوری یا عذر گناہ بدتر از گناہ والی بات ہے کیونکہ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ یزید قتل امام پہ ناراض

تھا بلکہ یزید نے اس کی وجہ خود بیان کر دی کہ جب تو حسین کو خیر خلق اللہ کہتا ہے تو پھر قتل کیوں کیا۔

چنانچہ کوئی بھی امام کا قتل ماننے کو تیار نہ ہوا تو یزید نے حصین بن نمیر سے پوچھا کہ اگر تم نے حسین علیہ السلام کو قتل نہیں کیا تو پھر کس نے کیا ہے۔ شمر لعین جواب تک ہیرو بنا ہوا تھا اپنے آپ کو بچانے کیلئے فوراً بول اٹھا ہمارا حسین علیہ السلام نے کیا بگاڑا تھا کہ ہم اسے قتل کرتے؟ یزید نے کہا! پھر کس نے کیا ہے اس کا نام کیوں نہیں بتاتے ہو؟ شمر نے کہا! اچھا نام ہی پوچھتا ہے تو سنو! حسین علیہ السلام کا قتل یزید نے کیا ہے کیونکہ اس کی حکومت میں ہوا ہے اس کے حکم سے ہوا ہے ہم تو حکومت کے ملازم ہیں اوپر سے جو آرڈر ہوگا ہم کر گزریں گے۔

؎ حسین تو نے یہ مفروضہ کر دیا باطل
چراغ تیز ہواؤں میں جل نہیں سکتا

یزید یہ ساری باتیں سن کر گھبرا گیا اور عابد بیمار کی منت کرنے لگا کہ یہ شرط رہنے دو باقی سب ہمیں منظور ہیں۔ فرمایا! اچھا جاؤ پھر اعلان کرا دو کل جمعہ کا خطبہ زین العابدین دے گا۔ یزید اگرچہ اس پر بھی راضی نہ تھا کیونکہ اس سے بغاوت بڑھنے کا خطرہ شدید تھا کہ جب لوگ امام زین العابدین کی زبان سے صحیح صورتحال معلوم کریں گے تو یزید کے خلاف ہو جائیں گے مگر بادل نخواستہ ہاں کر دی۔

رات گزری دن نکلا جمعہ کا وقت قریب آیا تو امام زین العابدین کی خدمت میں بہترین لباس، جبہ و عمامہ بھیجا گیا کہ خطیب کا لباس اچھا ہونا چاہیے لیکن آپ نے یزید کا بھیجا ہوا لباس یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ شہیدوں کا خون پاک ہوتا ہے میں اپنے باپ کے خون کے چھینٹوں والے کپڑوں میں ہی خطبہ دوں گا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ

آئے تھے کربلا میں شہادت کے واسطے
اک دن میں گھر لٹا دیا امت کے واسطے

جمعہ کی پہلی اذان ہوئی تو مسجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی آپ مسجد میں تشریف لائے تو ایک یزیدی خطیب یزید کی شان میں تقریر کر رہا تھا اور شہادت حسین علیہ السلام کا

جواز قرآن کی یہ آیت پڑھ کر پیش کر رہا تھا۔ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ۔ کہ حسین رضی اللہ عنہ کو اضطراری حالت میں نہ چاہتے ہوئے بھی بیعت کر لینی چاہیے تھی اس نے امن میں خلل ڈالا ہے تو یزید نے مجبوراً کارروائی کر ڈالی۔ لہٰذا نظریہ ضرورت کے تحت جو ہوا ہے قرآن کی رو سے جائز ہوا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

امام زین العابدین کا خطبہ جمعہ:

جب امام زین العابدین مسجد کے دروازے پر پہنچے تو امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون سے رنگین امام زین العابدین کا لباس دیکھ کر ساری مسجد کے تمام نمازی کھڑے ہو گئے یزید بھی مسجد میں موجود تھا یہ منظر دیکھ کر بہت گھبرایا لیکن اب کیا کر سکتا تھا امام زین العابدین سیدھے منبر کی طرف تشریف لے گئے اور اس یزیدی خطیب کا جبہ زور سے کھینچ کر فرمایا! بئس الخطیب انت مردود ملعون و مبغوض۔ تو بہت برا خطیب ہے ارے ذلیل خطیب کیا تو کربلا میں موجود تھا۔

ہٹ پیچھے میں واقعہ کربلا کا چشم دید گواہ ہوں اور میں لوگوں کو بتاتا ہوں کہ حقیقت کیا ہے (اسی خطیب کی اولاد آج تک منبروں پر یزید کی شان بیان کرتی ہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی کہتی پھرتی ہے تاکہ سند رہے) کہ یزیدی کون ہے اور حسینی کون ہے۔

امام زین العابدین نے جب واقعہ کربلا بیان کیا تو لوگ مسجد کی دیواروں کے ساتھ ٹکریں مارنے لگے اور جب آپ نے یہ فرمایا! دس محرم تک بات ختم ہو جاتی تو معاملہ اور تھا سارے دکھ بھول جائیں گے لیکن پھوپھی زینب کے قیدی ہونے کا صدمہ کبھی نہ بھولے گا۔
مردوں کی داستانیں پھر بھی ایک نہ ایک دن پردے میں چلی جاتی ہیں مگر شرم و حیا کی ملکہ اور پردے کی علمبردار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دوھتی آج تک بدستور قیدی ہے۔

ویر کے ذاکرے جے ذبح کوئی
ویکھے اوہدی ہمشیر تے پتا لگدا

بدلے پانی دے پیو دے وچ ہتھاں
وجن بچڑ نوں تیر تے پتا لگدا

پھوپھی سامنے ویر دے پتراں دے
ویریں پھن زنجیر تے پتا لگدا

چڑھ کے نیزے تے پڑھے قرآن ویرن
بھن کرے تفسیر تے پتا لگدا

اصغر ظلم تے ظلم ہزار ہوون
صبر رہوے اخیر تے پتا لگدا

امام زین العابدین نے بتادیا کہ گھر میں بیٹھ کر باتیں بنالینا اور دنیا کی دولت حاصل کرنے کیلئے یزیدی حکومت کی خوشامد کر کے حقائق کو مسخ کر دینا یزیدی خطیب کی طرح آسان ہے اور راہ حق میں سر کٹانا میرے ابے حسین ﷺ کا کام ہے۔

جا کے وچ پردیس دے بھین تاہوں
ساتھ ویرن دا ٹٹے تے پتا لگدا

جا کے پچھ لے باغ دے مالیاں نوں
بوٹے جڑوں کوئی پٹے تے پتا لگدا

سینہ فلک دا چیر کے لنگھ جاوے
آہ دکھی دی نکلے تے پتا لگدا

جے کر بھین دے سامنے کوئی اصغر
جھگا ویر دا لٹے تے پتا لگدا

نال حسرت دے ویکھے یتیم بچی
پیو دا نیزے تے سر تے پتا لگدا

سارا کنبے دا کنبہ شہید ہو جائے
لٹیا جاوے جے گھر تے پتا لگدا

پردے داراں دی عابد مہار پھڑ کے
ٹرپوے بے پردے تے پتا لگدا

اصغر وچ پردیس پردیاں نوں
قیدی لوے کوئی کر تے پتا لگدا

امام زین العابدین خطبہ دے رہے تھے اور لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے یزید نے پکار کر کہا اذن یا الموذن ارے موذن کہاں مرگیا ہے جلدی اذان پڑھ موذن نے اذان شروع کردی عابد بیمار اوبا خاموش ہوگئے۔ موذن نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا عابد نے نعم لا شیء اکبر منه فرمایا۔ موذن نے اشھدان لا اله الا اللّٰہ کہا عابد نے نعم شهد بها لحمی و شعری و دمی فرمایا! موذن نے اشھدان محمد رسول اللّٰہ کہا تو عابد بیمار نے اس کو کہا اس نام کا واسطہ ذرا ٹھہر جا مؤذن

عابد بیمار نے یزید کو مخاطب کر کے فرمایا! یا یزید محمد جدی ام جدك اے یزید ذرا بتا تو محمد میرا نانا ہے کہ تیرا؟ یزید نے مؤذن کو ڈانٹ کر کہا اذان مکمل کرو جمعہ کو دیر ہو رہی ہے عابد نے فرمایا اذان بھی مکمل کرو نماز بھی میں نے جو کہنا تھا کہہ لیا ہے۔

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کر سرِ بام رکھ دیا

نماز ہوئی یزید بھاگا بھاگا گھر گیا اور گھر والوں کو ساری صورتحال بتائی اور مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کرنا کیا ہے تو چادر اتار دے ہم دوپٹے اتار لیتی ہیں سر پہ خاک ڈال لیتے ہیں اور مسجد کے دروازے پہ جا کر سینوں پہ ہاتھ مار مار کر کہتے ہیں ہمیں تو پتا ہی نہیں تھا بڑا افسوس ہوا ہے یہ محض کسی پر تنقید نہیں ہے بلکہ تاریخ ہے۔ جلاء العیون صفحہ ۵۰۰۔ اخبار ماتم ص ۹۶۷۔ ص ۸۰۵ اقمن علیهم ثلثة ایام۔ انہوں نے تین دن ماتم کیا اور ان کی یہ مکاری دیکھ کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اتبکون وتنوحون واللّٰہ فابکوا کثیرا واضحکوا قلیلا۔

اب روتے ہو اور نوحہ کرتے ہو خدا کی قسم تم زیادہ روتے رہو اور تمہیں ہنسنا کم ہی نصیب ہو۔

اسی دوران ایک قصاب دکان پہ گوشت بیچ کر بکرے کی سری لے کر گھر جا رہا تھا امام زین العابدین کی نظر پڑی تو آپ نے فرمایا: یاالقصاب اسکن هنا۔

بریدہ سر کی جانب آپ نے جو خیال فرمایا
اسی دم نقشۂ میدان کربل سامنے آیا
بتا نیچے چھری کے تو نے جب اس کو لٹایا تھا
تو اس بکرے کو پہلے تو نے پانی بھی پلایا تھا

اے قصاب رک جا مجھے ایک مسئلہ بتا جا وہ رک گیا اور عرض کیا وہ کون سا مسئلہ ہے جو باب مدینۃ العلم کے پوتے کو نہیں آتا اور ایک قصائی کو آتا ہے؟ آپ نے فرمایا: آتا مجھے بھی ہے مگر میں تیری زبان سے یزید کو سنوانا چاہتا ہوں (یزید پاس ہی کھڑا ہوا تھا اور کسی گہری سوچ میں پڑا ہوا تھا) آپ نے فرمایا! یہ بتا کہ جب تو نے بکرا ذبح کیا تھا اس کو چارہ پانی دیا تھا؟ اس نے کہا! جناب ہم ذبح کرنے سے پہلے چارہ بھی کھلاتے ہیں اور پانی بھی خوب پلاتے ہیں کیونکہ شریعت کا مسئلہ یہی ہے کہ جانور کو ذبح کرنے سے پہلے خوب کھلاؤ پلاؤ۔ فرمایا! اب تو جا اور یزید کو فرمایا! ظالم تو نے ہمارے ساتھ بکریوں جیسا بھی سلوک نہ کیا میرے باپ اور بھائیوں کی خشک رگوں کو جس طرح تم نے کاٹا یہ دکھ یا عابد جانتا ہے یا معبود جانتا ہے۔

شرعی مسئلہ یہ ہے کہ جانور کو ذبح کرنے کیلئے چھری اس کے سامنے تیز نہ کرو ایک کے سامنے دوسرے کو ذبح نہ کرو۔ مگر یہ کیسے ظالم تھے کہ زینب کے سامنے اس کے بچے ذبح کر رہے ہیں اور حسین ؓ کے ہاتھوں میں علی اصغر پہ تیر چلا رہے ہیں۔

خون پینے کو دیا اور زہر کھانے کو دیا
خوب دعوت کی بلا کر دشمنان اہل بیت

شہادت امام حسین ؓ کا مقصد یہ ہے کہ جان دی جا سکتی ہے سر کٹائے جا سکتے ہیں' گھر لٹائے جا سکتے ہیں مگر دین قربان ہوتا نہیں دیکھا جا سکتا اور سبق صرف صبر کا ملتا ہے۔

آسماں تھا زلزلے میں اور تلاطم میں زمیں
اس سے آگے کیا ہوا مجھ سے کہا جاتا نہیں

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

نہ گھبراؤ مسلمانو! خدا کی کی شان باقی ہے
ابھی اسلام زندہ ہے ابھی قرآن باقی ہے
یہ کافر کیا سمجھتا ہے جو اپنے دل میں ہنستا ہے
ابھی تو کربلا کا آخری میدان باقی ہے

لمحہ فکریہ:

حضور علیہ السلام کے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو جب وحشی نے قتل کیا اگرچہ بعد میں وحشی نے اسلام قبول کر لیا اور صحابی رسول ہو گئے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا کہ میری بارگاہ میں جب بھی آؤ مرے سامنے نہ بیٹھا کرو بلکہ پچھلی طرف بیٹھا کرو کہ مجھے میرے چچا کی درد ناک شہادت کا منظر دکھائی دینے لگتا ہے۔

اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں قیدی ہوئے اور ان کو مدینے شریف لایا گیا ان کے بازوؤں کو رسیوں سے کچھ زیادہ ہی کس کر باندھا گیا تھا جس کی وجہ سے رات بھر کراہتے رہے تو صبح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اپنے چچا کے کراہنے کی آواز نے ساری رات سونے نہیں دیا۔ میرے چچا کا فدیہ مجھ سے لو اور اس کو آزاد کرو۔ اگرچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن پھر بھی دنیا کو صلہ رحمی کی تعلیم دینے والے آقا اپنے خونی رشتوں کا اس قدر پاس فرماتے۔

اس موقع پر جبکہ سارے قیدی فدیہ دے کر رہا ہو رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد ابوالعاص بھی حاضر خدمت ہوا اور وہ ہار جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو شادی کے موقع پر دیا تھا ابوالعاص نے فدیہ کے طور پر وہ پیش کر دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد آنے لگی اور اپنی بیٹی کی بے بسی یاد آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا! اگر تم محسوس نہ کرو تو یہ ہار اپنی بیٹی کو واپس بھیج دوں اور ابوالعاص کو آزاد کر دوں؟ سب کے سب صحابہ پر رقت طاری ہو گئی اور سب نے بخوشی اجازت دی۔

ان واقعات اور اس طرح کے دیگر بے شمار واقعات کی روشنی میں بڑی آسانی کے ساتھ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بیٹا فرمایا اور ان کے ساتھ مثالی پیار فرمایا بلکہ اللہ سے دعا کی یا اللہ میں حسین سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس

سے محبت کر اور بلکہ ان سے محبت کرنے والوں کے ساتھ بھی محبت کر اور جن کے بچپن میں رونے کی آواز حضور ﷺ کو تڑپا دیتی تھی خدا ہی جانتا ہے کہ جب ان کو کربلا میں بھوکا پیاسا شہید کیا جا رہا تھا تو امام الانبیاء کی حالت کیا ہوگی۔

چڑھایا ان کو کندھوں پہ رسول اللہ نے اکثر
کوئی ہم مرتبہ شبیر و شبر ہو نہیں سکتا
(سید علی حسین کچھوچھوی)

مندرجہ ذیل روایت سے اس غم کا کچھ اندازہ ہو سکے گا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک خواب کے ساتھ تعلق رکھتی ہے آپ فرماتے ہیں: رایت رسول اللہ ﷺ فی المنام ذات یوم نصف النھار اشعث اغبر وبیدہ قارورۃ فیھا دم فقلت بابی انت وامی یا رسول اللہ ما ھذا قال دم الحسین واصحابہ۔ (مشکوۃ ۵۷۲)

فرماتے ہیں کہ میں نے (دس محرم ۶۱ھ میں اس وقت کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا) دوپہر کے وقت خواب میں (مکہ کے اندر) حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کے بال مبارک بکھرے ہوئے اور گرد آلود ہیں اور آپ ﷺ نے ہاتھ میں خون سے بھری ہوئی شیشی پکڑی ہوئی ہے میں نے پوچھا! حضور ﷺ یہ خون کیسا ہے (اور آپ کیوں پریشان ہیں) تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ میرے حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے (میں اپنے رب کو دکھاؤں گا کہ یا اللہ دیکھ تو نے تو میرے قریبیوں کیساتھ محبت کرنے کا حکم دیا تھا مگر یہ ان کو شہید کرتے رہے اور ان کے سر کاٹ کر نیزوں پہ چڑھاتے رہے) یہ تو حضور ﷺ کی پریشانی تھی آپ کی لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزہرا اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے غم کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔

پایہ پکڑ کے عرش کا زہرا نے یہ کہا
بندوں نے تیرے میرے پسر کو ذبح کیا
امت کو میرے ابا کی تو بخش دے خدا
سبھوں کی مل گیا مجھے بدلہ حسین رضی اللہ عنہ کا

واپس مدینے آنا پسند فرمایا! یہ وہی صحابی ہیں جو ابن زیاد بدنہاد سے پہلے کوفہ کے گورنر تھے اور اہل بیت اطہار کی محبت کی پاداش میں یزید نے ان کو گورنری سے معزول کر دیا تھا اور ابن زیاد کو ان کی جگہ گورنر بنا دیا جب یزید کے نمائندوں نے ان کو کہا! مسلم سر عام بیعت کر رہے ہیں آپ یزیدی حکومت کے گورنر ہو کر انکو روکتے کیوں نہیں آپ کا ان سے کیا رشتہ ہے تو انہوں نے جواب دیا! میرا ان کے ساتھ ایمان کا رشتہ ہے جس پر میں گورنری تو کیا جان بھی قربان کرنے کو تیار ہوں۔

؎ سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

فرمایا! اب گورنری کیلئے میں اپنا ایمان ضائع کرنے سے رہا یزید کے حمائتیوں نے کہا پھر یزید ناراض ہو جائے گا تو کیا کرو گے؟ فرمایا: یزید کی ناراضگی پسند ہے حسین رضی اللہ عنہ ناراض ہو گیا تو خدا و مصطفیٰ ﷺ ناراض ہو جائیں گے اور ویسے بھی یزید نے حکومت کے نشے میں جو اہل بیت کو ستانے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے یہ ایک فتنے سے کم نہیں جو اس کی حکومت کو عنقریب ختم کر دے گا اور ایسے فتنوں کیلئے پھر حسینی کردار ہی سامنے آتا ہے۔

؎ ہر دور میں اٹھتے ہیں یزیدی فتنے
ہر دور میں شبیر جنم لیتے ہیں

اور باقی رہی حکومت تو ان الحکم الا للہ حکومت اللہ ہی کی ہے وہ جتنی دیر تک جس کو چاہے عطاء کر دے یہ اس کی امانت ہے جو اس میں خیانت کرے گا وہ خود ذمہ دار ہو گا اور نہ اس کو خدا معاف کرے گا نہ خدائی معاف کرے گی۔

؎ کسی سلطاں کی حکومت نہ کسی شاہ کی ہے
سارے عالم پہ حکومت فقط خدا کی ہے

چنانچہ جب یہ قافلہ شام سے براستہ کربلا مدینہ شریف جا رہا تھا جب کربلا معلی آیا تو میدان کربلا کا رنگ ہی کچھ اور تھا جہاں دو لاکھ کا لشکر جمع تھا وہاں اب قبرستان اور چند لاشیں خانوادۂ نبوت کی ابھی بے گور و کفن پڑی تھیں جن سے خون ابھی تک جاری تھا جو یزید کے ظلم

کا اعلان کر رہا تھا

؎ تھم ذرا بے تابیٔ دل ٹھہر جانے دے مجھے
اور اس بستی پہ چند آنسو بہانے دے مجھے

بعض لاشوں کی پوری طرح پہچان نہیں ہو رہی تھی حضرت بی بی زینب ؓ علم لدنی کے ذریعے زین العابدین کو بتاتی گئیں اور وہ ان ٹکڑوں کو جمع کر کے دفناتے گئے جبکہ دوسری لاشیں قریبی بستی والوں نے دفنا دی تھیں۔

چلتے چلتے مدینہ شریف پہنچے تو چالیس اونٹنیوں پر سوار ہو کر جانے والا قافلہ جب مدینے والوں نے اتنا مختصر پایا تو ایک کہرام تھا مردوں میں سے صرف عابد بیمار ساتھ آئے ہیں ہر کوئی پوچھتا اکبر کہاں ہیں اصغر کہاں ہے عباس علمدار کہاں ہے' عون و محمد کدھر گئے آگے سے جواب ملا

؎ جو مصیبت ہم پہ گزری کیا کریں اس کا بیاں
کوئی دنیا میں نہ ہوگا اس طرح زار و نزار

روایت میں ہے کہ اس سے بڑی قیامت اس سے پہلے مدینہ شریف میں کبھی نہ آئی تھی تمام مہاجرین و انصار جمع ہو گئے اور واحسیناہ واسیداہ کا شور مچ گیا جب زین العابدین کے کپڑوں پر شہدائے کربلا کا خون دیکھا تو سینے شق ہونے لگے اور مرغ بسمل کی طرح اہل مدینہ تڑپنے لگے۔

زہرۃ الریاض میں ہے کہ مدینے میں یہ پانچویں مرتبہ ایسی قیامت بپا ہوئی اس سے پہلے چار مرتبہ اس سے ملتے جلتے حادثات ہوئے۔ (۱) جنگ احد کا واقعہ' (۲) حضور ﷺ کی وفات' (۳) جس دن حضرت علی المرتضیٰ کی شہادت کی خبر کوفے سے مدینے آئی' (۴) جس دن امام حسین مدینہ چھوڑ کر کوفے کی طرف روانہ ہوئے' (۵) اور آج کا دن مگر آج کا دن اپنی نوعیت کے اعتبار سے بہت ہی المناک تھا۔

آفتاب از مدینہ رفتہ سوئے کربلا
بانیٔ کرب و بلا در خاک پنہاں گشتہ است

لیکن ہم رب کی رضا پر راضی بھی ہیں اور شکوہ بھی نہیں کرتے کیونکہ جتنا بڑا کسی کا مرتبہ و مقام ہوتا ہے اسی قدر اس پر آزمائش بھی آتی ہے اگر اس نے اس خانوادہ کو جنت کی سرداری عطا فرمائی ہے تو آزمائش بھی اتنی ہی بڑی ڈالی تاکہ کوئی کہہ نہ سکے کہ ہم بھی تو آخر انسان ہیں مسلمان ہیں مدینہ میں رہتے ہیں پھر کیا وجہ ہے حسین رضی اللہ عنہ کو جنت کے جوانوں کا سردار کہا گیا ہمیں کیوں نہ کہا گیا۔ اس سوال کا جواب بھی واقعہ کربلا ہے۔

ہوں خوشیاں جن کی قسمت میں پھر ان کو غم بھی ہوتے ہیں

جہاں بجتی ہے شہنائی وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

خانوادۂ نبوت حضرت نعمان بن بشیر پر بہت خوش ہوا بلکہ روایت میں آتا ہے کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کہا کہ حضرت نعمان نے اتنے بڑے سفر میں ہمارا ہر طرح کا خیال کیا تعظیم و توقیر بجالاتے رہے حوصلہ دیتے رہے ان کو اُخروی انعام کے علاوہ دینوی انعام بھی ملنا چاہیے چنانچہ اور تو دنیا کے سامان سے تھا کچھ نہیں دونوں بہنوں نے جو کانوں میں تھوڑا بہت زیور تھا وہ اتار کر ان کو پیش کر دیا اور ساتھ شفاعت کا وعدہ فرمایا حضرت نعمان نے یہ کہہ کر زیور واپس کر دیا کہ مجھے شفاعت کا ہی انعام کافی ہے اور یہ خدمت تو میں نے اپنے نبی کو خوش کرنے کیلئے کی ہے۔ (جامع الشہادتین)

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے بغیر مدینہ شریف کی رونقوں میں نمایاں کمی آ گئی در و دیوار رنج و غم میں مبتلا ہو گئے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے زین العابدین رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا اور فرمایا!

کہو قاسم کی کیا خبر لائے

اپنے بابا کا تم تو سر لائے

مائی کہہ کون اب پکارے گا

قبر میں مجھ کو کون اتارے گا

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا الگ کونے میں جا جا کر رو رہیں تھیں اور فرط جذبات محبت میں بے ہوش ہو رہی تھیں۔ حضرت شہر بانو بے چاری معیبت کی ماری کی آنکھیں پتھرا گئیں آنسو ختم ہو گئے حیرت سے ہر ایک کا منہ تک رہی تھیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا

سیدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے گلے لگ کر کہہ رہی تھیں اے نانی! ہم تو کربلا میں سب کچھ لٹا کر آ گئے پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی کی معیت میں روضۂ پاک پہ حاضری دی جس کا حال بیان میں نہیں آسکتا عرض کیا۔

یارسول اللہ! برآر از روضۂ سر تا بنگری
اہل بیت خویشتن آزار و غمناک و حزیں
در بلائے دشمنان دیں گرفتار آمدہ
کس مبادا در جہاں ہرگز گرفتار ایں چنیں

یزید اور اس کا انجام:

بنائے آسماں بھی اس ستم پہ ڈگمگائے گی
مگر مومن کے قدموں میں کبھی جنبش نہ آئے گی

باطل حق کو مٹانے کیلئے اپنا پورا زور لگا دیتا ہے مگر نہ تو حق کا کچھ بگاڑ سکتا ہے اور نہ ہی حق کا ایک جھونکا برداشت کر سکتا ہے۔ نمرود نے ایک ابراہیم کو ختم کرنے کیلئے ہزاروں بچے مروائے حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالا اور کیا کیا جتن نہ کیے مگر وہی ابراہیمؑ نمرود کی وسیع و عریض حکومت اور خود اس کی اپنی بدبودار ذات کے خاتمے کا سبب بن گئے۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو مارنے کیلئے یذبحون ابناء هم ویستحیون نساء هم ہزاروں بچے ذبح کر ڈالے۔ یزید علیہ ما علیہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کو مٹانے کیلئے دو لاکھ کا لشکر بھیجا شاید اس نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فاتح خیبر کی قوت پروردگار کے بارے میں سن رکھا ہوگا اسی لیے چھ ماہ کے علی اصغر کیلئے بھی لاکھوں کا لشکر بھیج دیا مگر ہوا کیا آج اس حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد ہر گلی، ہر محلّے، ہر گاؤں ہر بستی ہر شہر ہر ملک اور پوری دنیا میں موجود ہے مگر کوئی بھی غیرت مند انسان یزید تو کیا یزید کے کسی سپاہی کی اولاد کہلوانے کیلئے بھی تیار نہیں ہے تو پھر یزید کو ٹھیک ہی تو کسی نے کہا تھا کہ تیرا ظلم ہمیشہ نہیں رہے گا۔

اک نہ اک دن یہ راج بدلے گا
وقت اپنا مزاج بدلے گا

ہم پہ صدیوں سے جو مسلط ہے
ظلمتوں کا رواج بدلے گا
تاج انگلیس کے بادشاہوں کے
آمریت کا راج بدلے گا
ہو چکا ہے یہ طے تیم اک دن
نہ رہے گا یہ آج بدلے گا

یہی وجہ ہے کہ تاریخ انسانی میں بڑے بڑے واقعات ہوئے' فتوحات بھی ہوئیں' ظلم بھی ہوئے مگر کسی واقعہ کو بھی اس قدر یاد نہیں کیا گیا جتنا کہ واقعہ کربلا کو۔ کہ چودہ سو سال کے بعد آج بھی جب محرم الحرام کا مہینہ آتا ہے تو ہر طرف دھوم مچ جاتی ہے اور ایسے لگتا ہے جیسے آج ہی یہ واقعہ ہوا ہے اور پھر بطور واقعہ یا کہانی کے اس کو یاد نہیں رکھا گیا بلکہ مشن کے طور پہ اور دوسری طرف دیکھو کہ یزید کے اس ظلم کے بعد کیا ہوا؟ جو ہونا تھا وہی ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حکومتیں کفر سے تو چل سکتی ہیں مگر ظلم سے نہیں چل سکتیں' کیونکہ

؎ اندھیروں کے مقابل آفتاب آیا ہی کرتے ہیں
جبر بے حس ہو تو انقلاب آیا ہی کرتے ہیں

یزید کے خلاف نفرت پھیل گئی

جب واقعہ کربلا کے بارے میں ہر کسی کو پتا چل گیا تو یزید کے خلاف نفرت کی لہر دوڑ گئی بالخصوص مدینہ شریف کے لوگ یزید سے شدید نفرت کرنے لگے۔ یزید نے اپنے چند خوشامدی بھیجے کہ جا کر ان کو سمجھاؤ کہ حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں یزید کا ہاتھ نہیں ہے۔ مدینہ شریف کے محبان اہل بیت نے ایک کمیٹی تشکیل دی اور صحیح صورتحال معلوم کرنے کیلئے وہ کمیٹی کربلا کوفہ اور شام گئی اور پوری چھان بین کے بعد فیصلہ یہ ہوا کہ یہ سب کچھ یزید ہی کے حکم سے ہوا ہے لہٰذا ہم یزید کے باطل مشن کی تائید نہیں کر سکتے چاہے کچھ بھی ہو جائے۔

؎ عزت سے جئے تو جی جی لیں گے
یا جام شہادت پی لیں گے

کیونکہ عزت کی موت مرنا ذلت کی زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہے اور کہا گیا ہے کہ شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔ صرف زندہ رہنا ہی مقصد نہیں بلکہ ایمان کی حفاظت کرنا بھی ضروری ہے۔

؎ مفت بھی لیتے نہیں عاشق حیات خضر کو
خالی جینا اور ہے مر مر کے جینا اور ہے

اسی لیے راہ حق میں قتل ہونے والے کو شہید کہتے ہیں کہ شہید کا معنی گواہ ہے اور شہید کو قرآن پاک نے زندہ بھی کہا ہے بلکہ اس کو مردہ کہنے سے ہی نہیں مردہ سمجھنے سے بھی منع فرمایا ہے اگر چہ اس کے ٹکڑے ہو گئے' وہ دفن ہو گیا' اس کا جنازہ پڑھا گیا' بچے یتیم ہو گئے' بیوی بیوہ ہو گئی مگر پھر بھی زندہ ہے کیونکہ اس نے راہ حق میں جان دے کر لاکھوں انسانوں کی

صرف جان ہی نہیں بچائی بلکہ ان کو عزت سے زندہ رہنے کا سلیقہ بھی سکھا دیا ہے کہ

یا تو خود مٹ جائیں یا باطل کی شہ رگ کاٹ دیں
ایک ہی رستہ کھلا ہے حق پسندوں کے لئے
جن کے دل پتھر کے ہیں ان پر تو کیا ہوگا اثر
میرے دل کی یہ صدا ہے دردمندوں کیلئے

جس طرح ماچس کی تیلی خود تو جل کر راکھ ہو جاتی ہے لیکن پورے گھر کو روشن اور منور کر دیتی ہے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اپنے نانا جان کی امت کو دین کی روشنی عطا کرنے کیلئے حریت و آزادی کا درس دینے کیلئے اپنی جان راہ حق میں قربان کر دی اور امت کو عزیمت غیرت حمیت کے ساتھ ظالم حکمران کے ساتھ ٹکرا کر اس کی حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کا حوصلہ اور اسکے ظلم کے محل کو پاش پاش کر دینے کا جذبہ عطا کیا ہے ابتداء میں اتمام حجت کیلئے آپ نے یزیدیوں سے کچھ اس طرح کی باتیں بھی فرمائیں کہ مجھے کسی سرحد کی طرف چلا جانے دو میں اپنی بقیہ زندگی وہاں گزار لوں گا لیکن جب سلسلہ شروع ہو گیا تو آپ نے ذرہ برابر بھی کسی موڑ پر کمزوری نہیں دکھائی بلکہ آنے والے خطرات سے ان کو آگاہ کرتے رہے کہ

ہمیں نہ چھیڑو کہ پھر ہماری زباں پیام قضا بنے گی
جہاں جہاں تم ستم کرو گے وہاں وہاں کربلا بنے گی

چنانچہ یزید نے مدینہ و مکہ شریف لشکر بھیجا اور ایک اور کربلا بپا کر دی کہ غلاف کعبہ کو آگ اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے بدلے جنت سے آنے والے دنبے کے سینگھ جو کعبہ کے اندر تھے وہ جل گئے' کہتے ہیں اسی دن یزید مہلک مرض میں مبتلا ہوا یعنی واقعہ کربلا کے صرف دو سال کے بعد درد قولنج اٹھا تین دن بستر مرگ پہ تڑپتا رہا' پانی پانی کرتا لیکن جب قطرہ منہ میں ڈالتے تو تیر بن کر حلق سے اترتا اور تلوار بن کر پیٹ میں جاتا' ایڑیاں رگڑتا' سر پٹختا ہوا کتے کی موت مر گیا۔ اس کے بیٹے معاویہ اصغر کو زبردستی تخت پہ بٹھایا گیا تو وہ چیخیں مار مار کر تخت سے نیچے اتر آیا کہ جس تخت کی بنیاد میں اہل بیت کا خون ہو میں اس پہ تھوکتا بھی نہیں ہوں' روتا روتا کمرے میں داخل ہو گیا اور پندرہ دن کے بعد اس کی لاش ہی باہر نکالی گی

؎ نہ یزید کا وہ ستم رہا نہ زیاد کی وہ جفا رہی
جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

اسی طرح قاتلان امام کو مختار ثقفی کے حکم سے پکڑ کر ٹکڑے کیے گئے اور ان کو آگ میں جلا دیا گیا۔ مالک بن بشیر جس نے امام کے سر سے عمامہ اتارا تھا اس کے ہاتھوں کو کاٹ دیا گیا۔ جو قاتل بھاگ گئے وہ طرح طرح کی آفات و بلیات میں مبتلا ہو کر واصل جہنم ہوئے۔
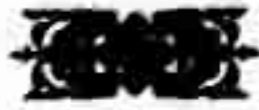
قدرت خداوندی سے
ظالموں کے سروں پر اژدھا کا مسلط ہونا

عمارہ ابن عمیر بیان کرتے ہیں کہ جب عبید اللہ ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لا کر رکھے گئے اور میں اس وقت ان لوگوں کے پاس موجود تھا جب کہ وہ لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ وہ آ گیا آ گیا اتنے میں ایک اژدھا نے آ کر ان سروں میں گھسنا شروع کر دیا اور عبید اللہ ابن زیاد کے نتھنے میں گھستا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر پھر باہر آ جاتا۔ (مشکوٰۃ ص۵۰۱ ج۲)

پھر اللہ تعالیٰ نے فاسق ظالم عبید اللہ ابن زیاد کو بدلہ یہ دیا کہ اس کا قتل ابراہیم ابن الاشتر کے ہاتھ شنبہ کے دن ۸ ذی الحجہ ۶۶ھ کو اس سرزمین پر کرایا جسے جازر کہا جاتا ہے اور اس میں اور موضع وصل میں پانچ میل کا فاصلہ ہے جس کا واقعہ یہ ہوا کہ مختار بن عبید ثقفی نے اسے ابن زیاد سے جنگ کرنے کیلئے بھیجا اور جب ابن زیاد قتل ہو گیا تو اس کا سر اور اس کے ساتھیوں کے سر لائے گئے اور مختار کے سامنے (دار الامارت کوفہ) میں رکھے گئے تو ایک اژدھا پتلا سانپ آیا جو ان کے سروں کے درمیان گھوما اور چھانٹ کر ابن مرجانہ (عبید اللہ ابن زیاد) کے منہ میں گھسا اور اس کے ناک کے نتھنوں سے نکلا اور پھر اس کے نتھنوں سے گھستا ہوا منہ سے نکلا وہ یہی کرتا رہا کہ ان سب سروں میں سے صرف ابن زیاد کے سر میں گھستا ہے اور نکلتا ہے پھر مختار نے ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سروں کو محمد ابن الحنفیہ اور کہا گیا کہ ابن الزبیر کے پاس بھیجا تو وہ مکہ معظمہ میں لٹکائے گئے اور ابن الاشتر نے ابن زیاد کی لاش اور باقی لاشوں کو جلا دیا۔

سانپ کا واقعہ ترمذی شریف ج ۲ صفحہ ۲۱۹ پر بھی موجود ہے جبکہ دیگر واقعات عبرتناک

البدایہ ج ۸ صفحہ ۲۷۰ اور صفحہ ۲۷۹ پر ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔

کسریٰ ایران نے حضور علیہ السلام کا خط پھاڑا تو آپ نے فرمایا! اس نے میرے خط کے ٹکڑے نہیں کیے بلکہ اپنی حکومت کے ٹکڑے کر دیے ہیں چنانچہ تھوڑے عرصہ کے بعد نہ کسریٰ رہا نہ اس کی حکومت رہی تو خط کے ٹکڑے کرنے والے کی حکومت جب نہیں بچ سکتی تو نبی پاک ﷺ کی اولاد کے ٹکڑے کرنے والے کی حکومت کیسے باقی رہ سکتی تھی۔

یہ کوٹھی جو تم کو نظر آ رہی ہے
جو اپنی اداؤں پر اترا رہی ہے
اگر اس کے گملے کے پھولوں کو سونگھو
تو خون شہیداں کی بو آ رہی ہے

چنانچہ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مروان نے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا ادھر کوفہ میں مختار ثقفی نے شہدائے کربلا کے انتقام کا نعرہ لگایا۔ ابن زیاد جو یزید کی حکومت میں پہلے بصرے کا اور پھر کوفے کا گورنر ہوا مروان کے دور میں وزیر اعظم بن گیا مگر مختار ثقفی کا نعرہ رنگ لایا ساری عوام اس کے شانہ بشانہ ہوئی مروان کی حکومت بھی ختم ہوئی ابن زیاد بدنہاد کا سر کاٹ کر واقعہ کربلا کے ٹھیک چھ سال بعد دس محرم الحرام کو ہی اسی تھال میں رکھ کر مختار ثقفی کے سامنے لایا گیا جس میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر ابن زیاد اور یزید کے پاس لایا گیا تھا۔

اپنی اس تحریک میں ایسے اٹھاؤں گا شہید
جن کے مدفن کو زمین کربلا دینی پڑے
اتنا ماؤں کی محبت کو میں کر دوں گا بلند
دل کے ٹکڑوں کو شہادت کی دعا دینی پڑے

جو یزید پلید امام حسین رضی اللہ عنہ کے قدموں کو ذرہ برابر پھسلا نہ سکا وہ امام کو راہ حق سے ہٹا کیسے سکتا تھا کیونکہ حسین رضی اللہ عنہ کے تو غلاموں کی یہ شان ہے کہ وہ ڈٹ جاتے ہیں اور کٹ جاتے ہیں اور یزید کے حامی بھاگ جاتے ہیں ڈر جاتے ہیں اور مر جاتے ہیں۔ حسین رضی اللہ عنہ کے غلام کو راہ راست سے ہٹایا نہیں جا سکتا اور یزید کے پیروکار کو سیدھی راہ پر لایا نہیں جا سکتا

اور دونوں کے پیروکاروں میں اسی لیے ہی فرق ہے کہ رہنماؤں میں فرق ہے یزید باطل کا نمائندہ ہے اور حسین رضی اللہ عنہ حق کا امام ہے۔ وہ فسق و فجور کا دلدادہ ہے اور یہ تقویٰ و طہارت کا خوگر ہے حسین رضی اللہ عنہ وہ ہے اگر منبر پہ کھڑا ہو تو ایسا خطیب کوئی نہیں اور میدان جہاد میں ہو تو ایسا کمانڈر انچیف کوئی نہیں۔

فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

الغرض: ہر بدی کا نام یزید ہے اور ہر نیکی کا نام حسین ہے

یزیدی کردار

جو اہل بیت کا دشمن شدید ہوتا ہے
کسی بھی دور میں ہو پکا یزید ہوتا ہے
وہ جس کے دل میں حب نبی نہیں ہوتی
وہ مر کے سیدھا جہنم رسید ہوتا ہے

جن صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کسی مصلحت، عدم واقفیت یا امن و امان یا رخصت کے پیش نظر یزید کی بیعت کی تھی حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کے مطابق واقعہ کربلا اور جنگ حرہ کے بعد ہمیں یقین ہو گیا کہ اگر ہم نے یزید کی بیعت نہ توڑی تو ہم پہ پتھروں کی بارش ہو گی۔ اس لیے سب نے یزید کی بیعت توڑ دی۔

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ (دور یزید میں مظالم یزید کا بالخصوص جنگ حرہ میں اہل مدینہ پر یزید کے ستم کا ذکر کرتے ہوئے) فرمایا! کہ کوئی شخص ایسا نہ بچا جو یزید کے ظلم سے محفوظ رہا ہو جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جیسے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کو بڑھاپے کی حالت میں نوچا گیا یزید کے دور میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کو شہید کیا گیا اور ان کا گھر لوٹ لیا گیا۔ یزید کے دور میں مسلم بن عقبہ کو بارہ یا بائیس ہزار کا لشکر دے کر یزید نے مدینہ شریف پہ چڑھائی کروائی سات

بزرگ صحابہ کرام علیہم الرضوان شہید ہوئے اور کل دس ہزار افراد شہید ہوئے۔ جنگ حرہ کے دوران مدینے شریف کی تین ہزار عورتوں سے بدکاری کی گئی' ایک ہزار کنواری لڑکیوں کا ازالہ بکارت بوجہ بدکاری کیا گیا۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۴۳ سے) ڈیڑھ ہزار عورتیں ناجائز حاملہ ہوئیں۔

(ابن جریر)

حدیث شریف میں تو یہ ہے کہ من اخاف اھل المدینۃ ظلما اخافہ اللہ و علیہ لعنۃ اللہ والملائکہ والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ یوم القیمۃ صرفا ولا عدلا۔ (مسند احمد صفحہ ۵۵ ج ۴ ص ۲۵) جو مدینہ والوں کو خوفزدہ کرے اس پر اللہ کی لعنت ہے' فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے نہ اس کے فرض قبول ہیں نہ نفل اور اللہ اس کے بدلے اس کو خوف زدہ فرمائے گا۔ اذابہ اللہ کما یذوب الملح فی الماء (اصحاح) جس طرح پانی میں نمک پگھل جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس طرح اس کو (عذاب میں) پگھلا دے گا۔ تو جب صرف ڈرانے والا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں ایسا ہے تو یزید کے ظلم و ستم دیکھو اور پھر حدیث کی روشنی میں خود فیصلہ کرلو۔ یزید کے دور میں تین دن مسجد نبوی میں نہ اذان ہوئی نہ جماعت۔ یزید کے دور میں مسجد نبوی میں گھوڑے اور خچر باندھے گئے جو منبر رسول اور ریاض الجنۃ میں لید اور پیشاب کرتے رہے' کس کے دور میں؟ یزید کے دور میں اور کس مسجد میں؟ اس میں جہاں ایک نماز پڑھنے کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور جہاں ستر ہزار فرشتے صبح اور ستر ہزار شام کو سلامی کیلئے حاضر ہوتے ہیں اس پاک مسجد نبوی کو گھوڑوں اور خچروں کا اصطبل بنا دیا گیا' کس کے دور میں؟ یزید کے دور میں۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دیوانوں جیسی شکل بنا کر روضہ رسول ﷺ پہ بیٹھ گیا اور لشکر یزید نے مجھے پاگل سمجھ کر چھوڑ دیا یہ ان دنوں کی بات ہے جب مسجد نبوی میں اذان جماعت بند تھی تو مجھے ہر نماز کے وقت حضور ﷺ کی قبر انور سے آواز آتی تو میں نماز کا وقت پہچان لیتا اور نماز ادا کر لیتا۔ یہ کس کے دور میں ہوا؟ یزید کے دور میں۔ خانہ کعبہ پر منجنیق کے ذریعے پتھر برسائے گئے جس سے کعبہ کی دیواریں بھی گر گئیں۔

یوں ہی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسی شخصیت نے اپنے دور میں یزید کو امیر المومنین کہنے

والے کو بیس کوڑے نہیں لگائے تھے ناں؟ فقال عمر (بن عبدالعزیز) تقول امیر المومنین وامر بہ و ضرب عشرین سوطا۔ (تہذیب التہذیب صفحہ ۳۶۱ ج ۱۱)

جن آئمہ نے یزید کو کافر نہیں کہا انھوں نے بھی اس کے افعال و اقوال و حرکات کو ضرور کفر کہا ہے یعنی کفریہ ہیں یا ایسے کام کافروں کے ہوتے ہیں یا دالۃ علی الکفر ہیں مثلا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر انور کی توہین کرتے ہوئے اس کا یہ کہنا انی جازیتھم بما فعلوا باشیاخ قریش و صنادیدھم فی بدر کہ میں نے بدر میں قریش کے سرداروں کا (آل محمد ﷺ سے) بدلہ لے لیا ہے۔ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۷) اور کچھ نہ کہی (علی سبیل التنزل) تو کم از کم اس کا یہ متکبرانہ انداز کافروں کی حمایت کر رہا ہے اور کافر بھی وہ کہ جن کے بارے میں قرآن پاک کی متعدد آیات ان کے خلود فی النار پر دلالت کرتی ہیں اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے لبوں پہ چھڑی مارنے پر صحابی رسول ﷺ حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا یزید کے بھرے دربار میں اس کے خلاف یہ فتویٰ کہ اما انک یا یزید تجئی یوم القیمۃ و ابن زیاد شفیعک و یجئ ھذا یوم القیمۃ و محمد شفیعہ (البدایہ، طبری)

اے یزید تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ تیرا سفارشی ابن زیاد ہوگا (خود تو ڈوبے ہیں صنم تمہیں بھی لے ڈوبیں گے) اور حسین رضی اللہ عنہ کا سفارشی اس کا نانا محمد رسول اللہ ہوگا۔

تمہارا یہ کہنا کہ وہ اس کام سے راضی نہ تھا اگر درست ہے تو بتاؤ اس نے کتنوں سے انتقام یا قصاص لیا اور کس کس کا لیا اور یہ کہنا کہ اس نے کوئی خود قتل کیا تھا تو بتایئے فرعون و نمرود نے کوئی بچے خود قتل کیے تھے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس نے مرنے سے پہلے توبہ کر لی ہو؟ اس نے کی ہے یا نہیں ارے ظالم! تو تو توبہ کرلے اور ایسے کے ایسے فعلوں سے ہی کم از کم نفرت کا اظہار کر۔ یزید اس وقت مر رہا تھا جب اس کے لشکر کے ہاتھوں کعبہ کو آگ لگی ہوئی تھی اور غلاف کعبہ جل رہا تھا پھر توبہ کب کی؟ یہ سارے کام کس کے دور میں ہوئے؟ ہمت اور ایمانی غیرت ہے تو کہو یزید کے ... میں [illegible] ضائع کی گئیں یزید کے دور میں شراب پیے تو

یزید محرمات سے نکاح کرے تو جنتی۔ کیا اس کے باوجود بھی یزید جنتی اور نبی ﷺ کے کندھوں پہ سواری کرنے والا باقی؟ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ یہ تو ایسے ہی ہوا جیسے کہ کوئی اپنے چور باپ کے مرنے کے بعد اس کی زندگی کا سب سے اچھا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہہ رہا تھا کہ میرا باپ جنتی گھوڑی کھولنے گیا تو گھوڑی کا مالک تہجد پڑھ رہا تھا وہ تہجد پڑھ کے سو گیا اور نے جنتی نے گھوڑی کھولی اوپر چڑھتے ہی تو اس لعنتی نے سلام پھیر دیا لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔ باپ چور ہو کر بھی جنتی اور وہ بے چارہ تہجد پڑھ کر بھی تہجد اور لعنتی کہتے ہیں

حدیث قسطنطنیہ کے مطابق یزید جنتی ہے (اس کا مکمل جواب تو آگے آئے گا یہاں پر اتنی بات یاد رکھو کہ) یہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے جو کہتے ہیں کہ جس کا نام محمد و علی ہو وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں ہو سکتا اور کوئی کسی کو نفع نقصان نہیں دے سکتا (تقویۃ الایمان) کوئی کسی کی شفاعت نہ کر سکے گا (مگر صرف یزید کی۔ لعنۃ اللہ علیہم دشمنان اہل بیت)

کیا یہی مغفور لہم کے الفاظ حاجی کیلئے بھی حدیث میں نہیں ہیں تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ حج کرنے کے بعد جو چاہے کرتا پھرے چاہے نعوذ باللہ مرتد ہو جائے۔ حدیث میں کل لشکر نہیں ہے بلکہ اول لشکر ہے جس میں یزید نہ تھا کیونکہ یہ لشکر ۲۶ھ یا ۲۸ھ میں گیا اور یزید صاحب ۲۵ھ یا ۲۷ھ میں پیدا ہو رہے ہیں۔ اور اس کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ یزید بن معاویہ بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد الشمس اور اس پیدائش کے بارے میں تہذیب التہذیب لابن حجر العسقلانی صفحہ ۳۶۰ ج ۱۱ سطر ۱۵ پہ ہے ولد فی خلافۃ عثمان وقد ابطل من زعم انہ ولد فی العہد النبوی۔ ([illegible])

یہ عثمان غنی کے دور خلافت میں پیدا ہوا اور وہ لوگ غلطی پر ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ یزید عہد نبوت میں پیدا ہوا تھا۔

اسی طرح عوام الناس میں جو بات مشہور ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کو اپنے کندھوں پہ اٹھا کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں لائے تو حضور ﷺ نے فرمایا! جنتی کے کندھوں پہ جہنمی سوار ہے اگرچہ حضرت امیر معاویہ کے جنتی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور یہ اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے۔ (مگر اس واقعہ کی کوئی اصل نہیں)

ہاں حضور ﷺ نے یہ ضرور فرمایا تھا: عن ابی عبیدۃ بن الجراح قال قال رسول اللہ ﷺ لایزال ھذا امر امتی قائما بالقسط حتی یکون اول من یثلمہ رجل من امیۃ یقال لہ یزید۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۰س۱)

میری امت کا معاملہ انصاف کیساتھ چلتا رہے گا اور سب سے پہلے جو شخص اس امت اور دین میں رخنہ ڈالے گا وہ بنی امیہ سے ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا۔ اس کتاب میں اسی صفحہ پہ ہے یقول اول من یبدل سنتی رجل من بنی امیۃ یقال لہ یزید۔ میری سنت کو سب سے پہلے یزید بدلے گا اور صاحب مجمع الزوائد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (ج ۵ صفحہ ۲۴۱س۱)

حضرت ابوہریرہ ﷺ اکثر دعا فرمایا کرتے اور ان کی دعا قبول ہوئی۔ اللھم انی اعوذ بک من راس الستین و امارۃ الصبیان اے اللہ! مجھے ساٹھ ہجری کے آخری دور سے بچا (جب یزید حاکم بنا) اور لونڈوں کی حکومت (دیکھنے سے) بچا۔ چنانچہ آپ کا وصال ۵۹ ھ میں ہوا۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۱۴ صواعق محرقہ ۲۱۹) اور آپ لوگوں کو بھی یہی دعا کرنے کا فرماتے (اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ دور کتنا خطرناک دور تھا) حضرت عبداللہ بن حنظلہ ﷺ نے یزید کے دور کو ان لفظوں میں بیان فرمایا: واللہ ماخرجنا علی یزید حتی خفنا ان نرمی بالحجارۃ من السماء ان رجلا ینکح امھات الاولاد و البنات والاخوات ویشرب الخمر ویدع الصلوۃ۔ ہم نے یزید کے خلاف اس وقت خروج کیا کہ ہمیں خطرہ ہوا کہ اگر ہم نے خروج نہ کیا تو ہم پہ آسمان سے پتھروں کی بارش نازل ہوگی کیونکہ یزید ایسا شخص تھا محرمات سے نکاح کرتا' شراب پیتا اور نمازیں ضائع کرتا تھا۔ بہرحال قصہ مختصر یزید اول جیش میں نہ تھا بلکہ دوسرے لشکر میں تھا جس کیلئے مغفور لھم کی خوشخبری نہیں ہے اس میں بھی نہیں جارہا تھا جب حضرت امیر معاویہ نے اسکو بلا بھیجا کہ آکر لشکر کی قیادت کر۔ تو یزید صاحب شراب کے نشے میں دھت اور بدمست تھے اور قیادت کرنے کی خبر سن کر فحش عربی اشعار پڑھنے لگے اگر یزید کے کسی حمایتی کو بھی وہ اشعار پڑھنے کا شوق ہو تو ابن اثیر نے وہ اشعار نقل کیے ہیں اپنا شوق پورا کرلے اور اگر ان

بھی لیا جائے کہ یزید پہلے لشکر میں ہی تھا (علی سبیل التنزل) تو ہم ۶۱ ہجری سے پہلے کے اس کے کرتوتوں کی تو بات ہی نہیں کر رہے ہم تو ۶۱ھ کے بعد والے ظلموں کی وجہ سے اس پر پھٹکار کر رہے ہیں اور قسطنطنیہ کے محاذ پر یزید کو مجاہدانہ کردار ادا کرتا ہوا دیکھنے والو! ذرا ایک نظر کربلا پر بھی تو ڈالو۔

جس نے بچایا خلق کو دوزخ کی آگ سے
افسوس اس کی آل کے خیمے بھی جل گئے
اصغر کی ہچکی آخری گرچہ تھی بے صدا
پھر بھی زمین و آسماں کے دل دہل گئے
صائم کمال ضبط کی کوشش تو کی مگر
پلکوں کا حلقہ توڑ کر آنسو نکل گئے

مدعی سست اور گواہ چست والا معاملہ ہے خود یزید کے بیٹے نے کہا کہ میرے باپ کو اس کے کارناموں کی وجہ سے دوزخ میں عذاب ہو رہا ہے۔ (تاریخ الخلفا) اصلی بیٹا کیا کہہ رہا ہے اور یہ نقلی بیٹے اس کو جنت کا سرٹیفکیٹ دے رہے ہیں (اصل سے نقل بہتر ہے) کیسی لائق اولاد ہے کہ نبی کسی کو نہیں بچا سکتا (بلکہ ان کے بڑوں کو ایسے ایسے خواب آتے ہیں کہ نعوذ باللہ حضور ﷺ دوزخ میں گر رہے تھے تو میں نے پکڑ کر بچایا) (نعوذ باللہ من ذلک) اور حضور ﷺ نے اردو زبان ہماری مدرسے سے سیکھی (استغفر اللہ) مگر کہتے ہیں کہ ایک شخص کو آپ نے دوزخ سے بچا لیا کس کو؟ ہمارے والد صاحب یزید کو۔

حدیث قسطنطنیہ کا وظیفہ پڑھنے والو! یہ حدیث بھی پڑھ لو کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ثلثة لا ینظر اللہ یوم القیمة ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم۔ تین قسم کے لوگوں پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نظر رحمت نہیں فرمائے گا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔ ان تین میں سے ایک وہ ہے: رجل لہ فضل ماء فی الطریق و منعہ من ابن السبیل۔

(بخاری شریف صفحہ ۳۱۷ ج ۱)

جس کے پاس راستے میں فالتو پانی ہو اور مسافر سے روک لے۔

نہر فرات سے زیادہ قاتو پانی کہاں ہوگا اور شہید کربلا سے بڑا مسافر حسین کہاں ملے گا۔

دشت بلا میں ہائے وہ باد ستم چلی
بکھری ہیں ہر سو پتیاں زہرا کے پھول کی
کرب و بلا میں ریت کے ذرے بھی رو دیے
ٹھٹکی ستم نہ تھم سکی لیکن جھول کی
گھر میں بلا کے ظلم کیے اہل بیت پر
کی شامیوں نے خوب ہے عزت رسول کی
مٹتے نہیں مٹانے سے دلدادگان حق
جتنی بھی کی یزید نے کوشش فضول کی
راہ حق میں اصغر و اکبر کٹا دیے
لیکن نہ شہ نے طاعت فاسق قبول کی
کیں بند نامراد نے اہل مراد پر
تھیں جس قدر بھی راہیں حصول و وصول کی
یہ جرم ہے وہ جس کا مداوا نہ ہو سکے
ملتی نہیں مثال کہیں ایسی بھول کی
سینہ فلک کا چھد گیا لرزاں زمین تھی
تڑپی تھی سائم لاش جب ابن رسول ﷺ کی
اک راہ حق میں صدہا مصیبت قبول کی
زینب کو مل رہی ہے وراثت بتول کی

لہٰذا اس عقیدے سے توبہ لازم ہے کہ یہ جنگ دو شہزادوں کی جنگ تھی نہیں نہیں ہرگز یہ دو شہزادوں کی جنگ نہ تھی بلکہ یہ شرابی اور صحابی کی جنگ تھی۔ دین کے باغی یزید اور حرمین کے نمازی حسین علیہ السلام کی جنگ تھی یہ دوزخ کے حق دار کی اور جنتی جوانوں کے سردار کی جنگ

تھی۔ یہ فرعون کی طرح تخت شاہی پہ بیٹھ کر مغرور ہونے والے یزید کی اور چودہ طبق کے رسول ﷺ کے کندھوں پر سواری کر کے مسرور ہونے والے حسین ﷺ کی جنگ تھی یہ مجسمہ نجاست و غلاظت یزید اور پیکر تقویٰ و طہارت حسین ﷺ کی جنگ تھی' یہ منبع فسق و فجور یزید اور بھٹکے ہوؤں کے لئے مینارۂ نور حسین ﷺ کی جنگ تھی' یہ باطل کے پیشوا یزید اور حق کے رہنما حسین ﷺ کی جنگ تھی' یہ فاسق و عاشق کی جنگ تھی' یہ جاہل و عالم کی جنگ تھی' یہ مجرم و محرم کی جنگ تھی' یہ سونا اور پیتل کی جنگ تھی یہ نور حق اور باطل کی جنگ تھی' یہ صورت و صورت کی جنگ تھی' یہ مسکن و مدفن کی جنگ تھی' یہ رحمت و زحمت کی جنگ تھی' نور اور انگارہ کی جنگ تھی' یہ ذی عزت و آوارہ کی جنگ تھی' یہ باہمت و ناکارہ کی جنگ تھی اور یہ ہمیشہ کی زندگی پانے والے حسین ﷺ اور مردہ ضمیر و مردہ ایمان اور مردود یزید کی جنگ تھی۔

؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

بھلا غلاظت کے ناپاک کیڑے کو عرش معلیٰ سے کیا نسبت اور ظلمت' جھوٹ' رات' ستم کا نور' سچ' روشنی اور صبر سے کیا مقابلہ ہو سکتا ہے۔ یزید سراپا ظلم کا نام ہے اور حسین ﷺ صبر کی معراج کا نشان ہے۔

اتے دنیا دے کوئی نہیں رب ورگا
نہ کوئی اوہدے پاک رسول ورگا
ابوبکر ورگا نہ کوئی عمر ورگا
نہ عثمان نہ علی مقبول ورگا
صبر کسے دا نہیں حسین ورگا
رتبہ کسے دا نئیں بتول ورگا
اصغر ورد جہان تے تین لکھاں
نئیں پر درد کوئی عشق رسول ﷺ ورگا

حبیبی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم فداک ابی و امی وعرضی و مالی واولادی ور وحی و جسمی وعلی الک و اصحابک واھل بیتک وازواجک وبناتک یا سیدی یا حبیب اللہ۔

اُچی شان اے تیرے نواسیاں دی
جھنڈا اج تے کیہے لہرایا ای تیں
چڑھ کے نیزے دی نوک تے قسم رب دی
اج کیہے قرآن سنایا ای تیں
گنا محمد کوئی حشر میدان اندر
تیرے نال حر کیہے چھڈایا ای تیں
واصل حق دے نال وی ہو کے تے
عاصی امت نوں آقا بھلایا ای تیں

یزید کے حامی اور اس کو عذاب الٰہی سے بچانے کی ناکام کوشش کرنے والے اور اس بارے میں ایڑھی چوٹی کا زور لگا کر ڈوبتے کو تنکے کا سہارا دینے والے لوگ یہ جانتے ہوئے بھی کہ کسی کو برا اس کی نیکیوں کی وجہ سے نہیں کہا جاتا اور سزا ہمیشہ گناہوں پر ہی دی جاتی ہے مثلاً ایک بندہ اگر عالم، فاضل، نمازی، حاجی ہو اور ان ساری خوبیوں کے باوجود اگر چوری بھی کرے تو یہ کہہ کر اس کو نہیں چھوڑ دیا جائے گا کہ یہ تو ان ان خوبیوں کا مالک ہے کیونکہ سزا اس کی خوبیوں کی بناء پر نہیں بلکہ اس کے جرم چوری کی وجہ سے دی جا رہی ہے اور آپ کے ممدوح (یزید) کا گناہ اتنا بڑا ہے کہ اس کی ساری عمر کی نیکیاں بھی (اگر کچھ ہیں) اس گناہ کو مٹانے کی صلاحیت نہیں رکھتیں کسی نے سوچ کیے ہوں، تہجد گزار ہو قائم اللیل وصائم الدھر ہو مگر حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کر دے اور آپ کے دل کو تکلیف پہنچائے (خدانخواستہ) تو کیا سارے حج اور ساری عبادت کسی کام آئے گی۔ اور اس سے بڑھ کر اذیت کیا ہوگی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پہ حضور ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ) اور امہات المومنین (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا) کو خواب میں بھی روتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

حدیث قسطنطنیہ کو ہی لے لیجئے اس کی کسی بھی سند کی ضعیف سے ضعیف روایت کے اندر یزید کا کم از کم ایک مرتبہ ہی سہی کیا نام آیا ہے؟ ہرگز نہیں آیا تو پھر تم کھینچا تانی کرکے

کیوں وہ حدیث یزید پر ہی چسپاں کرتے ہو اور حسین رضی اللہ عنہ تو وہ ہے کہ حدیث کی کتابوں میں بیسیوں مرتبہ اس کا نام فضیلت کے ساتھ آیا ہے۔ پھر کیا روایات میں یہ نہیں کہ یزید اس لشکر کی قیادت کرنے پر بخوشی نہ گیا بلکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو زبردستی بھیجا تو کیا ایسا جہاد بھی قابل قبول ہے کہ نہیں؟ پھر اس لشکر میں ابن زبیر ابن عباس اور ابن عمر (رضی اللہ عنہم) بھی تو شامل تھے تو وہ جب یزید کی اس فضیلت کو جانتے تھے تو جب یزید حکمران بنا تو انہوں نے اس کی بیعت کیوں نہ کی؟ معلوم ہوا کہ اس روایت کی بنا پر کوئی بھی یزید کی فضیلت کا قائل نہ تھا جبکہ حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت کو آج بھی سارا زمانہ سلام کرتا ہے۔

ہزاروں درود' ہزاروں سلام
بروح محمد علیہ السلام
ہزاروں درود' ہزاروں سلام
بروضہ محمد علیہ السلام
کروڑوں درود' کروڑوں سلام
بذات محمد علیہ السلام
کروڑوں درود' کروڑوں سلام
برآل محمد علیہ السلام

امام حسین رضی اللہ عنہ صرف دو رکعت نماز کے امام نہیں ہیں بلکہ تمام جہان کے عاشقوں کے امام ہیں اور سارے جہاں کے عاشق ان کے غلام ہیں کیوں؟ اس لیے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نبی و علی و فاطمہ کی جان ہیں۔ کعبہ کا بھی امام بننا آسان ہے مگر اہل عشق کی امامت تو گھر لٹانے سے ملتی ہے سر کٹانے سے ملتی ہے بچوں کا خون کرانے سے ملتی ہے۔

آں امام عاشقاں پور بتول
سرو آزاد ز بستان رسول

علی کے کان میں بھی محمد رسول اللہ نے اللہ کا نام لیا حسین رضی اللہ عنہ کے کان میں بھی حضور ﷺ نے اذان دی وہ شیر خدا بن گئے یہ سید الشہداء بن گئے۔ ان کے چہرے کو دیکھنا

عبادت ہے (النظر علی وجه علی عبادة) تو حسین ؓ کا چہرہ وہ ہے کہ

جنت کا راستہ ہے محبت حسین ؓ کی

بنتا ؤ حج ہیں ایک زیارت حسین ؓ کی

جس نے عبادت' ریاضت' فضیلت' شہادت' شرافت' صداقت کے مجموعے کو دیکھنا ہو وہ کربلا کے حسین ؓ کو دیکھ لے۔ جس بطن اطہر میں امام حسین ؓ نے جلوہ گری کرنا تھی اللہ تعالیٰ نے اس کی طہارت کا کس قدر اہتمام کیا کہ خاتون جنت کو حیض آتا نہ نفاس' حالانکہ بچہ تو خون سے ہی نشوونما پاتا ہے مگر حسین ؓ تو نور والا ہے اور نور والوں کو خوراک بھی نور کی عطا ہوتی ہے۔

؎ شاہ حسین ؓ جے شہید نہ ہوندا ہر جاندی عشق دی بازی

شاہ جیہا کوئی صابر ناہیں نہ عباس جیہا کوئی غازی

اکبر اصغر دے کے شاہ نے کرلیا رب نوں راضی

امام حسین ؓ کا کام ہی بے مثال نہیں نام بھی بے مثال ہے کیونکہ آپ سے پہلے کسی انسان کا یہ نام بھی نہ رکھا گیا اور نام بے مثال اس لیے رکھا گیا کہ کام جو بے مثال لینا تھا۔

؎ پیشانی آدم کو دعا سے کھیلتے دیکھا

مسیح و زکریا کو بلا سے کھیلتے دیکھا

صحابہ کو نبی کی ہر ادا سے کھیلتے دیکھا

محمد کے نواسے کو بلا سے کھیلتے دیکھا

حدیث قسطنطنیہ پر ایک تحقیقی مقالہ

دنیائے اسلام میں کئی گروہ یا فرقے ہیں۔ ان فرقوں میں ایک فرقہ وہ ہے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کا مخالف ہے جبکہ ایک فرقہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کا مخالف ہے اور ایک جماعت وہ بھی ہے جو دونوں سے عقیدت و محبت رکھتی ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مخالفین کو "رافضی" کہتے ہیں۔ اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کے مخالفین کو "خارجی" کہتے ہیں اور جو دونوں کے محب اور عقیدت مند ہیں انہیں "اہلسنت و جماعت" کہتے ہیں۔

امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مشن کے مخالفین اور یزید کے وکلاء خود اپنے کردار سے ثابت کرتے ہیں کہ وہ کس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ یزید کے وکلاء کی یزید کی حمایت میں سب سے بڑی دلیل "حدیث قسطنطنیہ" ہے۔ جس میں "مغفور لھم" کے الفاظ ہیں۔

یہ حدیث پاک بخاری شریف میں جلد ا صفحہ ۴۱۰-۴۰۹ پر "کتاب الجهاد باب ماقيل في قتال الروم" (یعنی رومی نصاریٰ کے ساتھ جہاد کے بیان) میں ہے۔

حدیث پاک سند کے ساتھ اس طرح ہے۔ حدثنا اسحاق بن يزيد الدمشقي ثنا يحيى بن حمزة ثني ثور بن يزيد عن خالد بن معدان ان عمير بن الاسود العنسي حدثه انه اتى عبادة بن صامت وهو نازل في ساحل حمص وهو في بناء له ومعه ام حرام قال عمير فحدثتنا ام حرام انها سمعت النبي ﷺ يقول: "اول جيش من امتي يغزون البحر قد اوجبوا"۔

قالت ام حرام "قلت يا رسول الله انا فيهم؟ قال انت فيهم قالت ثم قال النبي صلى الله عليه وسلم اول جيش من امتي يغزون مدينة قيصر مغفور لهم قلت انا فيهم يا رسول الله؟ قال لا"

(ترجمہ) حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

''ہم سے اسحاق بن یزید دمشقی نے بیان کیا' کہا ہم سے یحییٰ بن حمزہ نے بیان کیا' کہا مجھ سے ثور بن یزید نے انہوں نے خالد بن معدان سے روایت کی ہے کہ عمیر بن اسود عنسی نے ان سے بیان کیا کہ وہ (حضرت) عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جب کہ وہ حمص کے ساحل پر ایک مکان میں تھے۔ (ان کی بیوی حضرت) اُم حرام رضی اللہ عنہا ان کیساتھ تھیں۔ (حضرت) عمیر نے کہا ہم سے (حضرت) اُم حرام رضی اللہ عنہا نے (حدیث پاک) بیان کی کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں (سوار ہو کر) جنگ کرے گا۔ (قد اوجبوا) تحقیق ان کے لئے واجب ہوگئی (یعنی بہشت)۔ (حضرت) اُم حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ان میں ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ان میں ہوگی۔ کہتی ہیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) میں جہاد کرے گا (مغفور لھم) وہ مغفور ہوگا یعنی اس کی بخشش ہوگی۔ (حضرت) اُم حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اس میں بھی ہوں گی؟ فرمایا' نہیں!''

ان دو لشکروں کا ذکر صحیح بخاری شریف میں چند دیگر مقامات پر بھی ہے مگر وہاں ''قد اوجبوا'' اور ''مغفور لھم'' کے الفاظ نہیں ہیں اور مذکورہ دو لشکروں کا ذکر مختلف احادیث میں کچھ اس طرح پھیلا ہوا ہے۔ مثلاً بخاری شریف کے:

باب الدعا بالجهاد و الشهادة للرجال و النساء

(یعنی مردوں اور عورتوں کیلئے جہاد اور شہادت کیلئے دعا کرنا) کے باب میں ہے۔

حدثنا عبدالله ابن یوسف عن مالك عن اسحق بن عبدالله بن ابی طلحة عن انس بن مالك انه سمعه یقول کان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یدخل علی ام حرام بنت ملحان فتطعمه و کانت ام حرام تحت عبادة بن الصامت فدخل علیها رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فاطعمته و جعلت تفلی راسه فنام رسول الله علیه و سلم ثم استیقظ وهو یضحك قالت فقلت ما یضحکك یارسول الله قال ناس من امتی

عرضوا علی غزاة فی سبیل اللّٰہ یرکبون ثبج ھذا البحر ملوکا علی الاسرة او مثل الملوک علی الاسرة شک اسحاق قالت فقلت یا رسول اللّٰہ ادع اللّٰہ ان یجعلنی منھم فدعا لھا رسول اللّٰہ ﷺ ثم وضع راسہ ثم استیقظ وھو یضحک فقلت وما یضحکک یارسول اللّٰہ قال ناس من امتی عرضوا علی غزاة فی سبیل اللّٰہ کما قال فی الاول قالت فقلت یا رسول اللّٰہ ادع اللّٰہ ان یجعلنی منھم قال انت من الاولین فرکبت البحر فی زمان معاوۃ ابن ابی سفیان فصرعت عن دابتھا حین خرجت من البحر فھلکت

(ج۱ ص۳۹۱)

(ترجمہ) "امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا وہ مالک سے وہ اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے بیان کرتے ہیں وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کبھی کبھی (حضرت) ام حرام رضی اللہ عنہا بنت ملحان (جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خالہ اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ ہیں) کے پاس تشریف لے جایا کرتے۔ وہ آپ ﷺ کو کھانا کھلاتیں۔ ان کے خاوند حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ تھے۔ ایک دفعہ جناب رسول کریم ﷺ ان کے گھر تشریف فرما تھے تو انہوں نے آپ ﷺ کو کھانا کھلایا اور آپ ﷺ کے سر انور کو آرام پہنچانے یعنی مساج کرنے لگیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ سو گئے اور (تھوڑی دیر کے بعد) ہنستے مسکراتے ہوئے جاگے۔ (حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کیوں ہنس رہے ہیں؟ فرمایا میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اس حالت میں پیش ہوئے جو اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی راہ میں جہاد کرتے ہیں کہ وہ اس سمندر کے درمیان بادشاہوں کے تختوں پر سوار ہیں یا وہ تختوں پر بادشاہوں کی طرح بیٹھے ہیں۔ یہ شک اسحاق راوی کا

ہے۔ (فرماتی ہیں) میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ اللہ کریم سے دعا فرمایئے کہ مجھے ان لوگوں میں سے کرے رسول اللہ ﷺ نے ان کیلئے دعا فرمائی۔

پھر آپ ﷺ نے سرانور سرہانے پر رکھا اور سو گئے پھر ہنستے مسکراتے ہوئے اٹھے تو میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کو کس بات نے ہنسایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے لوگ میرے سامنے پیش ہوئے جیسے پہلی مرتبہ فرمایا تھا۔ (اُم حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے دعا فرمایئے اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے ان جہاد کرنے والوں میں شامل فرمائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم پہلے لوگوں میں ہو۔ (حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے دور میں سمندر میں جہاز پر سوار ہوئیں اور جس وقت سمندر میں جہاز سے نکلیں اور اپنی سواری پر چڑھنے لگیں تو گر کر ہلاک ہوگئیں (شہید ہوگئیں)"۔

اس حدیث شریف کو امام بخاری علیہ الرحمہ نے **کتاب الجہاد** کے باب **فضل من يصرع في سبيل الله فمات فهو منهم** (یعنی جو کوئی اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں سواری سے گر کر مر جائے وہ مجاہدین میں سے ہے یعنی شہیدوں میں سے ہے) میں دوسری سند سے بھی نقل کیا ہے۔ حدیث شریف یہ ہے:

حدثنا عبدالله بن يوسف ثنی الليث ثنی يحيیٰ عن محمد بن يحيیٰ بن حبان عن انس بن مالك عن خالته ام حرام بنت ملحان قالت

"نام النبی ﷺ يوما قريبا منی ثم استيقظ يتبسم"

فقلت ما اضحكك: "قال اناس من امتی عرضوا علی يركبون هذا البحر الاخضر كالملوك علی الاسرة"

قالت فادع الله ان يجعلنی منهم فدعا لها ثم نام الثانية ففعل مثلها فقالت مثل قولها فاجابها مثلها فقالت ادع الله ان

يجعلني منهم: "فقال انت من الاولين"

فخرجت مع زوجها عبادة بن الصامت غازياً اوّل ماركب المسلمون البحر مع معاوية فلما انصرفوا من غزوتهم قافلين فنزلوا الشام فقربت اليها دابة لتركبها فصرعتها فماتت

(بخاری ج ۱ص ۳۹۲)

(ترجمہ) ''امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا' انہوں نے لیث سے' انہوں نے یحییٰ سے' انہوں نے محمد بن یحییٰ بن حبان سے' وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنی خالہ حضرت اُمِ حرام رضی اللہ عنہا بنت ملحان سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتی ہیں ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں آرام فرما رہے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کس نے ہنسایا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے جو اس سبز سمندر پر سوار ہونگے جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھے ہیں (حضرت اُمِ حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) میں نے عرض کیا دعا فرمایئے اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے ان میں سے کردے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (یعنی حضرت اُمِ حرام رضی اللہ عنہا) کیلئے دعا فرمائی۔ پھر دوبارہ سو گئے' اور تھوڑی دیر کے بعد پھر پہلے کی طرح ہنستے ہوئے اٹھے اور پوچھنے پر پہلے کی طرح جواب ارشاد فرمایا۔ (حضرت اُمِ حرام رضی اللہ عنہا نے) عرض کیا اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ مجھے ان میں سے کردے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انت من الاولین (یعنی تو پہلے لوگوں میں سے ہے)

چنانچہ (حضرت اُمِ حرام رضی اللہ عنہا) اپنے شوہر کے ساتھ ایک جنگ میں نکلیں جب کہ مسلمان (حضرت) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سمندر پر سوار ہوئے۔ جب وہ غزوہ سے واپس آئے اور شام میں قیام پذیر ہوئے تو ایک سواری (حضرت) اُمِ حرام رضی اللہ عنہا کے قریب کی گئی

تا کہ وہ اس پر سوار ہوں۔ اس سواری نے ان (حضرت اُمِ حرام رضی اللہ عنہا) کو زمین پر گرا دیا اور فوت ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اسی واقعہ کو کتاب الجہاد کے باب رکوب البحر (سمندر میں سواری کرنا) میں نقل کیا ہے۔ الفاظ حدیث شریف دوسری سند کے ساتھ درج ذیل ہیں۔

حدثنا ابو النعمان ثنا حما دبن زید عن یحیٰ عن محمد بن یحیٰ بن حبان عن انس بن مالك قال حدثتنی ام حرام ان النبی ﷺ قال یوما فی بیتها فاستیقظ وهو یضحك قلت یارسول الله ما یضحكك قال عجبت من قوم من امتی یرکبون البحر كالملوك علی الاسرة فقلت یا رسول الله ادع الله ان یجعلنی منهم قال انت منهم ثم نام فاستیقظ وهو یضحك فقال مثل ذلك مرتین او ثلاثا قلت یارسول الله ادع الله ان یجعلنی منهم فیقول انت من الاولین فتزوج بها عبادة بن الصامت فخرج بها الی الغزو فلما رجعت قربت دابة لتر کبها فوقعت فاندقت عنقها

ترجمہ: امام بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ہم سے ابو نعمان نے بیان کیا' انہوں نے حماد بن زید سے' انہوں نے یحییٰ سے' انہوں محمد بن حبان سے' انہوں (حضرت) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے' وہ فرماتے ہیں مجھے (حضرت) اُم حرام رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول کریم ﷺ نے ایک دن میرے گھر میں قیلولہ فرمایا اور کچھ دیر کے بعد ہنستے ہوئے بیدار ہوئے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کس لیے ہنس رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا! مجھے میری امت سے ایک قوم پر تعجب لاحق ہوا ہے جو بادشاہوں کے تخت پر بیٹھنے کی طرح سمندر میں سواری کرے گی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تو ان میں سے ہے۔ بعد ازیں آپ ﷺ پھر سو گئے اور (کچھ دیر کے

بعد) ہنستے ہوئے بیدار ہوئے اور اسی طرح فرمایا۔ یہ واقعہ دو تین دفعہ ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ اللہ تبارک تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ مجھے بھی ان میں سے بھی کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو پہلے لوگوں کے ساتھ۔ (حضرت) اُمِ حرام رضی اللہ عنہا سے (حضرت) عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے نکاح فرمایا اور ان کو ساتھ لے کر غزوہ کیلئے گئے۔ جب واپس لوٹے اور سواری ان (یعنی اُمِ حرام رضی اللہ عنہا) کے قریب کی گئی تا کہ وہ اس پر سوار ہوں تو وہ گر پڑیں اور ان کی گردن ٹوٹ گئی۔

ل نسائی جلد ۲ ص ۶۳، بخاری جلد ۱ ص ۴۰۵، فتح الباری جلد ۲ ص ۱۰۹، عمدۃ القاری جلد ۷ ج ۱۴ ص ۱۷۸، حلیۃ الاولیا جلد ۲ ص ۶۱، تفہیم البخاری جلد ۲ ص ۳۳۵، تیسیر الباری جلد ۳ ص ۱۰۶۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے باب غزوۃ المرأۃ فی البحر میں درج ذیل الفاظ میں بھی یہ حدیث شریف لکھی ہے فرماتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ بن محمد ثنا معاویۃ بن عمرو ثنا ابو اسحاق عن عبداللہ بن عبد الرحمن الانصاری قال سمعت انسا یقول دخل رسول اللہ ﷺ علی بنت ملحان فاتکا عندھا ثم ضحک فقالت لم تضحک یا رسول اللہ فقال ناس من امتی یرکبون البحر الاخضر فی سبیل اللہ مثلھم مثل الملوک علی الاسرۃ فقالت یا رسول اللہ ادع اللہ ان یجعلنی منھم قال اللھم اجعلھا منھم ثم عاد فضحک فقالت لہ مثل اومم ذلک فقال لھا مثل ذلک فقالت ادع اللہ ان یجعلنی منھم قال انت من الاولین ولست من الاخرین قال قال انس فتزوجت عبادۃ ابن الصامت فرکبت البحر مع بنت قرظۃ فلما قفلت رکبت دابتھا فوقصت بھ فسقطت عنھا فماتت

(ترجمہ)۔ حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ بن محمد نے انہوں نے معاویہ بن

عمرو سے بیان کی' انہوں نے ابواسحاق سے بیان کی' انہوں نے عبداللہ بن عبدالرحمن سے' فرماتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ رسول کریم ﷺ (حضرت) اُم حرام رضی اللہ عنہا بنت ملحان کے ہاں تشریف لے گئے اور وہاں تکیہ لگا کر سو گئے پھر آپ ﷺ مسکراتے ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ (اُم حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں) میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کیوں ہنسے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت کے لوگ اللہ تبارک تعالیٰ کی راہ میں سبز سمندر پر سوار ہیں جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھے ہیں۔

انہوں نے (یعنی اُم حرام رضی اللہ عنہا نے) عرض کیا

یا رسول اللہ ﷺ آپ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کیجئے وہ مجھے ان میں کر دے تو آپ ﷺ نے فرمایا! اللھم اجعلھا منھم

''اے میرے اللہ جل جلالک اس کو بھی ان لوگوں میں کر۔''

آپ ﷺ پھر اپنا سر انور رکھ کر سو گئے۔ پھر ہنستے مسکراتے ہوئے جاگے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے اللہ جل شانہ کی راہ میں جہاد کرنے والے لوگ میرے سامنے پیش ہوئے۔ جیسے پہلی دفعہ فرمایا تھا۔ (حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ دعا فرمایئے اللہ جل مجدہ الکریم مجھے بھی ان لوگوں میں سے کرے تو آپ ﷺ نے فرمایا!

انت من الاوّلین ولست من الاخرین

''تو پہلے لوگوں میں شریک ہو چکی یعنی پہلے لشکر میں اور دوسرے میں نہیں'' حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر ایسا ہوا کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور وہ ان کو روم کے جہاد میں لے گئے۔ جب جہاد سے لوٹ کر آ رہی تھیں اور اپنے جانور پر سوار ہونے لگیں تو انہیں جانور نے گرایا ان کی گردن ٹوٹ گئی اور انتقال کر گئیں اور (شہید قرار پائیں)۔

(بخاری جلد ۱ص ۴۰۳' عمدۃ القاری جلد ۷ جز ۱۴ص ۱۶۴' فتح الباری جلد ۶ص ۹۵' تیسیر الباری جلد ۴ص ۹۲' تفہیم البخاری جلد ۴ص ۳۳۰)

مذکورہ بالا تمام روایات میں رسول کریم ﷺ نے سمندری جنگوں اور جہاد کا ذکر فرمایا ہے۔ تمام روایات میں آئندہ کی خبر ہے یعنی غیب کی خبر ہے۔

خصوصی نوٹ:

مذکورہ بالا تمام احادیث کی اصل راویہ حضرت اُمِ حرام رضی اللہ عنہا بنت ملحان ہیں جبکہ دوسرے راوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں جو حضرت اُمِ حرام رضی اللہ عنہا بنت ملحان کے بھتیجے لگتے ہیں۔ بیان شدہ روایات کے دیگر راویان درج ذیل ہیں۔

(1) حضرت عمیر بن الاسود عنسی

(2) حضرت خالد بن معدان

(3) حضرت ثور بن یزید

(4) حضرت حمزہ

(5) حضرت یحییٰ

(6) حضرت اسحاق بن یزید دمشقی

(7) حضرت اسحاق بن عبداللہ بن ابوطلحہ

(8) حضرت مالک

(9) حضرت عبداللہ بن یوسف

(10) حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان

(11) حضرت لیث

(12) حضرت حماد بن زید

(13) حضرت ابونعمان

(14) حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن انصاری

(15) حضرت ابواسحاق

(16) حضرت معاویہ ابن عمرو

(17) حضرت عبداللہ بن محمد

مذکورہ بالا تمام روایات میں حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا کو یہ اطلاع غیبی دی گئی ہے کہ تم پہلے سمندری جہاد میں جاؤ گی دوسرے جہاد میں نہیں جاؤ گی جبکہ حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا ہر بار یہی عرض کرتی رہیں کہ دوسرے جہاد کیلئے بھی دعا فرمائیں مگر آپ ﷺ نے ہر مرتبہ یہی فرمایا!

انت من الاولین

''تو پہلے لشکر میں ہوگی''

جبکہ آخری نقل شدہ روایت میں یہ بھی واضح فرمادیا!

انت من الاولین ولست من الاخرین

''یعنی تم پہلے لشکر میں ہوگی اور دوسرے لشکر میں نہیں ہوگی''

کیسا خوبصورت عقیدہ ہے حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا کا آپ ﷺ نے جیسے فرمایا ویسے ہی مان لیا اور پھر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا عقیدہ بھی واضح ہے کہ رسول کریم ﷺ کو آئندہ آنے والی باتوں کا اور غیب کا علم ہے۔ رسول کریم ﷺ' صحابہ کرام علیہم الرضوان یا صحابیات رضی اللہ عنہن کے سامنے جب بھی غیب کی خبریں بتاتے' آنے والے حالات و واقعات بیان کرتے تو وہ نفوس قدسیہ کبھی بھی نہ کہتے کہ کوئی نہیں جانتا کل کیا ہوگا؟ یا اللہ تبارک تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کل کیا ہوگا؟ وہ سمجھتے جانتے اور مانتے تھے کہ نبی کریم ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو علوم غیبیہ عطا فرمائے ہیں۔ ان کا یہ بھی ایمان تھا کہ رسول کریم ﷺ کو آخری دوزخی اور آخری جنتی کا بھی علم ہے؟ حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے مختلف اسناد کے ساتھ سمندری جہاد والی احادیث کو بیان کیا ہے۔ حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کے علاوہ دیگر راویوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو آئندہ ہونے والے واقعات کا علم عطا فرمایا ہے۔ یہ عقیدہ رکھنے میں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو قیامت تک اور قیامت کے بعد تک علم عطا فرمایا ہے قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی کسی نص کی مخالفت نہیں ہوتی۔ یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم

کے ساتھ مخلوق کے اعلیٰ سے اعلیٰ ترین فرد محبوب اعظم ﷺ اور کسی کے بھی علم کا کوئی تقابل نہیں کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ تو عطا فرمانے والا' دینے والا ہے۔ دینے والا اور لینے والا برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ اگر کوئی نادان کلمہ گو یہ سمجھتا ہے کہ رسول پاک ﷺ کو علم غیب ماننے سے یا علم غیب کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف کرنے سے شرک ہوتا ہے تو اُسے کسی اللہ والے سے اپنی اصلاح کروانی چاہیے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن کو تو شرک نظر نہیں آتا تھا بلکہ جب رسول کریم ﷺ غیب کی خبر سناتے اور بتاتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نعرے لگاتے تھے' شرک وکفر کے فتوے نہیں لگاتے تھے۔

آیئے اب ان روایات کے بارے میں غور کر لیں کہ رسول کریم ﷺ سے سمندری جہاد کے سلسلہ میں جتنی احادیث وروایات نقل کی گئی ہیں ان میں سے صرف ایک حدیث شریف ہے جس کے دو جملے قابل توجہ ہیں۔

(۱) قد اوجبوا

(۲) مغفور لھم

مغفور لھم سے کچھ لوگوں نے یزید کو جنتی ثابت کیا ہے کمال یہ ہے کہ یہ تمام لوگ نبی کریم ﷺ کے علم غیب کی نفی کرتے ہیں لیکن یزید کے معاملہ میں بھول جاتے ہیں کہ یزید کو اپنے زعم میں جنتی ثابت کرنے کیلئے وہ جس حدیث شریف کا سہارا لیتے ہیں وہ حدیث شریف علم غیب کی خوبصورت حدیث شریف ہے اور صحیح بخاری کی پہلی جلد کے صفحہ 409 اور 410 میں باب ماقیل فی قتال الروم (یعنی رومی نصاری سے جہاد کے بیان) میں لکھی ہوئی ہے۔

ایک مرتبہ پھر ملاحظہ کر لیں

حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا بنت ملحان فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

(۱) اول جیش من امتی یغزون البحر قد او جبوا

(۲) اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لھم

ان دونوں کا ترجمہ غیر مقلدین کے عالم وحید الزماں صاحب کی کتاب تیسیر الباری

شرح بخاری کی جلد 4 ص 125 سے نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) میری امت کا پہلا لشکر جو سمندر میں (سوار ہو کر) جنگ کرے گا تحقیق ان کیلئے واجب ہو گئی (یعنی بہشت)

(۲) میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) میں جہاد کرے گا (مغفور لھم) وہ مغفور ہوگا (یعنی ان کی بخشش ہوگی)

محولا بالا تمام روایات میں سے صرف اسی روایت میں "مدینہ قیصر" کے الفاظ آتے ہیں جو بخاری شریف جلد ا ص ۴۱۰،۴۰۹ پر ہے جس کو اوپر نقل کیا جا چکا ہے۔

سب سے اوّل اس حدیث شریف کی وضاحت میں صحیح بخاری شریف کے حاشیہ کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔

قوله قد او جبوا اى فعلوا فعلا و جبت لهم به الجنة "فتح" قوله مدينة قيصر اے ملك الروم قال القسطلانى كان اوّل من غزا مدينة قيصر يزيد بن معاوية و معه جماعة من سادات الصحابه كا بن عمروابن عباس و ابن الزبير و ابى ايوب الانصارى و توفى بها ابوايوب سنة اثنين و خمسين من الهجرة (انتهى) كذا قاله فى خير البحارى و فى الفتح قال المهلب فى هذا الحديث منقبة لمعاوية ﷺ لانه اوّل من غزا البحر و منقبة لولده لانه اوّل من غزا مدينة قيصر و تعقبه ابن التين و ابن المنير بما حاصله انه لايلزم من دخلوه فى ذلك العموم ان لايخرج بدليل خاص اذلا يختلف اهل العلم ان قوله ﷺ مغفور لهم مشروط بان يكونو امن اهل المغفرة حتى لوارتد واحد ممن غزاها بعد ذلك لم يدخل فى ذلك العموم اتفاقا فدل على ان المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة فيه منهم انتهى۔

ترجمہ۔ قولہ قد او جبوا یعنی ان کے جنت واجب ہے مدینہ قیصر یعنی ملک

روم قسطلانی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر یزید بن معاویہ نے جہاد کیا اور اس کے ساتھ سردار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت تھی جیسا کہ ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر اور ابو ایوب انصاری (رضی اللہ عنہم) ۵۲ ہجری میں وہیں شہید ہو گئے۔ ''خیر الجاری اور فتح الباری میں ہے کہ مہلب نے کہا ہے اس حدیث میں (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے اس لیے کہ آپ ہی نے پہلا بحری جہاد کیا ہے نیز ان کے بیٹے یزید کی بھی فضیلت ہے کہ اس نے مدینہ قیصر میں جنگ کی''۔

''لیکن ابن التین اور ابن المنیر نے مہلب کا تعاقب کیا ہے کہ یہ تو عمومی بات کہی گئی ہے کہ جو اس جہاد میں شریک ہوگا اس کی بخشش ہوگی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی کسی دلیل خاص سے خارج نہ ہوسکے۔ کیونکہ اہل علم حضرات کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مغفور لھم کا ارشاد ''مشروط'' ہے حتیٰ کہ ان میں سے اگر کوئی مرتد ہو جائے تو وہ اس عمومی (بشارت) میں ہرگز داخل نہ ہوگا۔ پس یہ دلیل ہے اس پر کہ مغفور لھم کی بشارت ان کیلئے ہے جن میں شرط بشارت پائی جائے''۔

عمدۃ القاری کی عبارت

قوله "قد اوجبوا" قال بعضهم اى وجبت لهم الجنة قلت هذا الكلام لا يقتضي هذا المعنى وانما معناه او جبوا استحقاق الجنة وقال الكرمانى قوله اوجبو اى محبة لانفسهم قوله: قوله: اوّل جيش من امتى يغزون مدينة قيصر" اراد بها القسطنطنية كماذ كرناه و ذكر ان يزيد بن معاوة غزابلا دا الروم حتى بلغ قسطنطنية و معه جماعة من سادات الصحابة منهم ابن عمر و ابن عباس و ابن الزبير وابو ايوب الانصارى وكانت وفاة ابى ايوب الانصارى هناك قريبا من سورالقسطنطنية و قبره هناك

تستحق به الروم اذا قحطوا وقال صاحب المرآة والا صح ان يزيد بن معاوية غزا القسطنطنية فی سنة اثنتين و خمسين و قيل سير معاوية جيشا كثيفا مع سفيان بن عوف الى القسطنطنية فاوغلوا فی بلاد الروم و كان فی ذلك الجيش ابن عباس و ابن عمر و ابن الزبير و ابوايوب الانصاری وتوفی ابوايوب فی مدة الحصار قلت الاظهران هولاء السادات من الصحابة كانوا مع سفيان هذا ولم يكونوا مع يزيد بن معاوية لانه لم يكن اهلا ان يكون هولاء السادات فی خدمة و قال المهلب فی هذا الحديث منقبة لمعاوية لانه اوّل من غزا البحر و منقبة لولده يزيد لانه اوّل من غزا مدينة قيصر (انتهی) قلت ای منقبة كانت ليزيد و حاله مشهور (فان قلت) قال ﷺ فی حق هذا الجيش مغفور لهم قلت قيل لا يلزم من دخوله فی ذلك العموم ان لايخرج بدليل خاص اذلا يختلف اهل العلم ان قوله ﷺ مغفور لهم مشروط بان يكونو امن اهل المغفرة حتی لوارتد واحد ممن غزاها بعد ذلك لم يدخل فی ذلك العموم فدل علی ان المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة فيه منهم

(عمدۃ القاری جلد ۷ ج ۱۴ ص ۱۹۹-۱۹۸)

ترجمہ "(قد اوجبوا) سے مراد جیسا کے بعض نے کہا ان کیلئے جنت واجب ہے علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں میں کہتا ہوں یہ کلام یہ معنی بیان نہیں کرتا بلکہ اوجبوا کے معنی ہیں کہ جنت ان کا استحقاق ہے۔

یہ ارشاد کہ پہلا لشکر جو مدینہ قیصر پر جہاد کرے گا اس سے مراد قسطنطنیہ ہے جیسا کہ ذکر کیا ہم نے اس کو۔ یزید جو کہ رومی شہروں میں معروف جنگ رہا۔ حتیٰ کہ وہ قسطنطنیہ پہنچ گیا اور اس کے ساتھ اکابر صحابہ کرام ؓ جن میں ابن عمرؓ ابن عباسؓ ابن زبیر اور ابوایوب

انصاری (رضی اللہ عنہم) بھی شامل تھے۔ اس جہاد میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اور وہیں شہر کی فصیل کے قریب ان کی قبر (انور) ہے اور جب وہاں قحط پڑتا ہے تو لوگ ان کے وسیلہ سے بارش کیلئے دعائیں کرتے ہیں۔

اور روایت میں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سفیان ابن عوف رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں قسطنطنیہ کی طرف لشکر کو روانہ کیا جو بلادِ روم میں داخل ہوا۔ اس لشکر میں حضرات ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور ابوایوب انصاری (رضی اللہ عنہم) تھے اور محاصرہ کے دوران ہی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ ہم کہتے ہیں یہ سادات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کے زیر کمان تھے نہ کہ یزید بن معاویہ کی سرکردگی میں کیونکہ وہ اس اہل نہیں تھا کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے ماتحت ہوں اور اس حدیث میں ''المھلب'' کا یہ قول کہ اس میں (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے کہ انہوں نے پہلی بحری جنگ لڑی اور ان کے بیٹے یزید کی منقبت ہے کہ اس نے مدینہ قیصر پر جہاد کیا۔

علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں یزید کی کون سی منقبت ہے کہ جب اس کا حال مشہور ہے۔ اگر تو کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کے بارے میں مغفور لھم فرمایا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ عموم میں داخل ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ دلیل خاص سے بھی خارج نہ ہو سکے کیونکہ اہل علم کا اس سے کوئی اختلاف نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ''مشروط'' ہے کہ وہ اہل مغفرت سے ہو۔ حتیٰ کہ کوئی جہاد والوں سے اس کے بعد مرتد ہو جائے تو وہ اس عموم میں داخل نہیں ہوگا پس یہ دلیل ہے اس پر کہ مغفور وہ ہے جس میں ان سے شرط مغفرت پائی جائے۔''

فتح الباری کی عبارت:

قوله: (يغزون مدينة قيصر) يعني القسطنطنية. قال المهلب: في هذا الحديث منقبة لمعاوية لانه اول من غزا البحر، ومنقبته لولده يزيد لانه اول من غزا مدينة قيصر، وتعقبه ابن التين و ابن المنير بما حاصله: انه لايلزم من دخوله في ذلك العموم ان

لایخرج بدلیل خاص اذلا یختلف اهل العلم ان قوله ﷺ مغفور لهم مشروط بان یکونو امن اهل المغفرة حتی لوارتد واحد ممن غزاها بعد ذلک لم یدخل فی ذلک العموم اتفاقا فدل علی ان المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة فیه منهم.

(فتح الباری ج ۶ ص ۱۲۷-۱۲۸)

ترجمہ: (مدینہ قیصر پر غزوہ) یعنی قسطنطنیہ پر چڑھائی مہلب نے کہا اس حدیث میں (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے کیونکہ انہوں نے پہلا سمندری جہاد کیا اور ان کے بیٹے یزید کی منقبت ہے کہ اس نے پہلی بار مدینہ قیصر پر چڑھائی کی اور مہلب کا ابن تین اور ابن منیر نے تعاقب کیا ہے کہ اس سے لازم نہیں آتا کہ کسی کو دلیل خاص سے بھی اس عموم سے خارج نہ کیا جاسکے جبکہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قول **مغفور لهم** مشروط ہے (اہل مغفرت سے) حتی کہ اگر کوئی اس غزوہ کے بعد مرتد ہو جائے تو وہ متفقہ طور پر اس عموم سے خارج ہے پس یہ دلیل ہے جس میں شرط مغفرت پائی جائے۔

فتح الباری میں یہ بھی ہے: **"وفی تلک الغزاة مات ابوایوب الانصاری فاوصی ان یدفن عند باب القسطنطنیة وان یعفی قبره ففعل به ذلک فیقال ان الروم صار وابعد ذالک یستسقون به"**

(فتح الباری جلد ۱۰ ص ۱۲۹)

(ترجمہ) "کہ اسی غزوہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تھے (شہید ہوئے) اور فوت ہونے سے پہلے وصیت فرمائی کہ مجھے باب قسطنطنیہ میں دفن کر دینا چنانچہ ان کی وصیت کے مطابق انہیں وہیں دفن کیا گیا۔ رومی لوگ آپ کے وسیلہ سے بارش کی دعا کیا کرتے تھے۔

ارشاد الساری شرح بخاری کی عبارت:

وکان اول من غزا مدینه قیصر یزید بن معاویة ومعه جماعة

کہ سب سے پہلے مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر یزید (جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے) نے جہاد کیا اور اسکے ساتھ سردار صحابہ کی جماعت تھی جیسا کہ حضرات ابن عمرؓ ابن عباسؓ ابن زبیر اور ابوایوب انصاری (رحمہم اللہ) اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ۵۲ھ میں وہیں شہید ہوئے۔ فتح الباری میں ہے کہ "المہلب" نے کہا ہے فی ھذا الحدیث منقبة لمعاویة لانه اول من غزا البحر و منقبة لولده لانه اول من غزا مدینة قیصر

یعنی "اس حدیث (پاک) میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے اس لیے کہ انہی نے پہلا بحری جہاد کیا۔ نیز ان کے بیٹے یزید کی بھی فضیلت ہے کیونکہ اس نے پہلی مرتبہ مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر جہاد کیا۔"

ڈاکٹر اسرار احمد مدیر مسؤل ماہنامہ "میثاق" نے ماہنامہ "میثاق" جلد نمبر ۳۵ شمارہ نمبر ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۸۶ء بمطابق صفر المظفر سن ۱۴۰۷ھ میں "مجاہدین قسطنطنیہ" کے عنوان کے تحت اپنے موکل یزید کی وکالت کرتے ہوئے مختلف کتابوں سے حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ اور حوالہ نمبر ۲ صفحہ نمبر ۲۳ پر "المہلب" کا قول "فتح الباری" اور "حاشیہ بخاری" سے نقل کیا ہے لیکن لوگوں کے سامنے اپنے گروہ کے طریقہ کے مطابق پوری عبارت حوالہ کے طور پر نہیں پیش کی بلکہ جہاں تک ان کے موکل یزید کی تعریف کا ذکر ہے وہاں تک حوالہ نقل کیا ہے۔ حالانکہ انہیں بحوالہ بالا کتابوں میں یزید کے بارے مزید بحث بھی ہے جو ڈاکٹر صاحب نے انتہائی ناانصافی سے چھپائی ہے اسی سے آگے انہی کتابوں میں نقل کیا گیا ہے کہ "لیکن ابن التین اور ابن المنیر نے مہلب کا تعاقب کیا ہے کہ یہ تو عمومی بات کہی گئی ہے کہ جو اس جہاد میں شریک ہوگا اس کی بخشش ہوگی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی دلیل خاص سے خارج نہ ہو سکے کیونکہ اہل علم حضرات کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مغفور لھم کا ارشاد "مشروط" ہے حتی کہ ان میں سے اگر کوئی مرتد ہو جائے تو وہ اس عمومی (بشارت) میں ہرگز داخل نہ ہوگا۔ پس یہ دلیل ہے اس پر کہ مغفور لھم کی بشارت ان کیلئے ہے جن میں شرط بشارت پائی جاتی ہے۔

عمدۃ القاری کی عبارت اور ڈاکٹر اسرار احمد:

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عمدۃ القاری شرح بخاری' جز ۱۴ صفحہ ۱۹۹ میں

اسی حدیث کے ماتحت لکھتے ہیں۔

"پہلا لشکر جو سمندری جہاد پر گیا وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ ہوا۔ ابن جریر نے لکھا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں یہ جہاد ۲۷ھ کو ہوا اور "یہ قبرص کا جہاد ہے" جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔ واقدی نے کہا ہے یہ جہاد ۲۸ھ کو ہوا اور ابو معشر نے کہا یہ جہاد ۳۳ھ کو ہوا اور حضرت اُمِ حرام رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ تھیں۔

(قد اوجبوا) سے مراد ہے جیسا کہ بعض نے کہا ان کے لئے جنت واجب ہے۔

پہلا لشکر جو مدینہ قیصر پر جہاد کرے گا اس سے مراد قسطنطنیہ ہے جیسا کہ ذکر کیا۔ یزید جو کہ رومی شہروں میں معروف جنگ رہا حتیٰ کہ وہ قسطنطنیہ پہنچ گیا اور اس کے ساتھ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن میں ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر اور ابو ایوب انصاری (رضی اللہ عنہم) بھی شامل تھے۔ اس جہاد میں حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اور وہیں شہر کی فصیل کے قریب ان کی قبر (انور) ہے اور اور جب وہاں قحط پڑتا ہے تو لوگ ان کے وسیلہ سے بارش کیلئے دعائیں کرتے ہیں۔

اور روایت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سفیان ابن عوف رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں قسطنطنیہ کی طرف لشکر کو روانہ کیا جو بلاد روم میں داخل ہوا۔ اس لشکر میں حضرات، ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور ابو ایوب انصاری (رضی اللہ عنہم) تھے اور محاصرہ کے دوران ہی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ ہم کہتے ہیں یہ سادات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کے زیر کمان تھے نہ کہ یزید بن معاویہ کی سرکردگی میں کیونکہ وہ اس اہل نہیں تھا کہ اکابر صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس کے ماتحت ہوں اور اس حدیث میں "المھلب" کا یہ قول کہ اس میں (حضرت) معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے کہ انہوں نے پہلی بحری جنگ لڑی اور ان کے بیٹے یزید کی منقبت ہے کہ اس نے مدینہ قیصر پر جہاد کیا۔

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس میں یزید کی کون سی منقبت ہے جب کہ اس کا حال مشہور رہے اگر تو کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کے بارے میں "مغفور لھم" فرمایا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ عموم میں داخل کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ دلیل

خاص سے بھی خارج نہ ہو سکے کیونکہ اہل علم کا اس سے کوئی اختلاف نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد "مشروط" ہے کہ وہ اہل مغفرت سے ہو۔ حتیٰ کہ کوئی جہاد والوں میں سے اس کے بعد مرتد ہو جائے تو وہ اس عموم میں داخل نہیں ہوگا پس یہ دلیل ہے اس پر کہ مغفور وہ ہے جس میں ان سے شرط مغفرت پائی جائے۔

ڈاکٹر صاحب نے مذکورہ بالا ماہنامہ "میثاق" صفحہ ۲۲ پر حوالہ نمبر ۳ میں عمدۃ القاری شرح بخاری کا حوالہ دیا ہے مگر انتہائی چالاکی سے یزید کی وکالت کرتے ہوئے ساری وہ عبارت جس میں مہلب اور یزید کا تعاقب ہے اور یہ عبارت کہ:

اور جب وہاں قحط پڑتا ہے تو لوگ ان کے وسیلے سے بارش کیلئے دعائیں کرتے ہیں"

سے اخیر عبارت تک ساری تحریر ہضم کر لی ہے۔

ایک تو اس لیے کہ ڈاکٹر صاحب وصال شدہ بزرگوں کا دعا میں وسیلہ لینے کے منکر ہیں دوسرے اگلی عبارت جو ہم نے پوری کی پوری تحریر کی ہے اس سے ڈاکٹر صاحب کے فاسق و فاجر موکل کا مقدمہ کمزور ہو جاتا ہے۔

تاریخ کامل ابن اثیر اور تاریخ ابن خلدون:

فی هذه السنة' وقیل: سنة خمسین' سیر معاویة جیشا کثیفا الی بلاد الروم للغزاة وجعل علیهم سفیان بن عوف وامر ابنه یزید بالغزاة معهم ' فتثاقل واعتل' فامسك عنه ابوه' فاصاب ' الناس فی غزاتهم جوع ومرض شدید فانشا یزید یقول:

ما ان ابالی بما لاقت جموعهم
بالفر قدونة من حمی ومن موم
اذا اتکات علی الانماط مرتفقا
بدیر مران عندی ام کلثوم

ام کلثوم امراته وهی ابنة عبدالله بن عامر فبلغ معاویة شعره فاقسم علیه لیلحقن سفیان فی ارض الروم لیصیبه ما اصاب

الناس' فسار ومعه جمع كثير اضافهم اليه ابوه' وكان في هذا الجيش ابن عباس وابن عمر و ابن الزبير و ابوايوب الانصاري وغيرهم

(ترجمہ) تاریخ کامل ابن اثیر میں ہے" ۵۰ ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر جرار بلاد روم کی طرف سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ کیا اور اپنے بیٹے کو اس لشکر میں شامل ہونے کا حکم دیا تو یزید پہلے بہانے بنا کر بیٹھا رہا اس کے حیلے بہانوں میں آکر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو رخصت دے دی (شان خداوندی) وہ لشکر راستے میں ابتلا کا شکار ہو گیا اور قحط اور بیماری نے لپیٹ میں لے لیا۔ یزید کو پتا چلا تو اس نے یہ شعر پڑھا۔

(ترجمہ)" مجھے ہرگز اس کی پرواہ نہیں کی ان لشکروں پر مقام فرقدونہ پر بخار اور سختی کی بلائیں نازل ہو گئی ہیں جب کہ میں دیر مراں میں اونچے تخت پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں اور ام کلثوم میرے پاس بیٹھی ہے"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ شعر سنے تو قسم کھالی اب یزید کو حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس ضرور بھیجوں گا تا کہ اس کو بھی ان مصیبتوں کا حصہ ملے جو لوگوں پر نازل ہوئی ہیں۔ چنانچہ یزید کو ایک جماعت کثیرہ کے ساتھ جس میں ابن عباس' ابن عمر' ابن زبیر اور ایوب انصاری (رضی اللہ عنہم) بھی تھے' روانہ کیا"

اسی طرح یہ واقعہ تاریخ ابن خلدون عربی جلد ۳ صفحہ ۱۰ پر بھی ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے مذکورہ بالا رسالہ کے صفحہ نمبر ۲۵ پر لکھا ہے۔" اگر چہ بعض دوسری تاریخی روایات میں ارض روم پر حملہ آور ہونے والے پہلے اسلامی لشکر کے سپہ سالار کی حیثیت سے حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کا نام بھی آیا ہے جیسے کامل ابن اثیر کی روایت کے مطابق لیکن اوّل تو ایسی متذکرہ روایات بالا کثیر اور معتمد علیہ روایات کے مقابلے میں زیادہ وقعت کی حامل نہیں ہیں"۔

دوسری طرف ڈاکٹر صاحب نے" تاریخ ابن خلدون" کا حوالہ دے کر اس کی روایت

کو معتمد روایات میں شامل کیا ہے۔ جس میں "کامل ابن اثیر" ہی کی مثل تحریر موجود ہے مگر کامل ابن اثیر کی روایت کو غیر معتمد لکھ دیا ہے اور پھر "تاریخ ابن خلدون" کی عبارت نقل کر کے اس میں بھی ایک سطر کاٹ کر خیانت کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب بے چارے مجبور ہیں جس گروہ سے ان کا تعلق ہے اس گروہ کا کام ہی احادیث اور روایات میں کتر بیونت کرنا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے عمدۃ القاری شرح بخاری کو معتمد روایات میں شمار کیا ہے کیونکہ عمدۃ القاری میں یزید کی قیادت کا بھی ذکر ہے حالانکہ اسی کتاب کی اسی عبارت کے آگے حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کی قیادت میں کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کی لشکر کے ساتھ روانگی کا ذکر ہے لیکن ڈاکٹر صاحب تو عمدۃ القاری کی یہ عبارت ہی ہضم کر گئے ان کو کیسے نظر آتی کیونکہ یہ ان کے موکل کے خلاف تھی ان کا موقف کمزور پڑ جاتا ہے جبکہ ان کا مقصد تو اپنے موکل کو بخشا اور مغفور ثابت کرنا ہے چنانچہ ماہنامہ "میثاق" کے صفحہ ۴۰ پر لکھا ہے۔

"یہ ایک حقیقت ہے کہ سب سے اول قسطنطنیہ پر جہاد کرنے والا لشکر مغفور ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس لشکر کا امیر و قائد یزید تھا"۔

ارشاد الساری شرح بخاری جلد ۵ صفحہ ۱۲۳ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے

اس سے "المہلب" نے یزید کی خلافت اور اس کے جنتی ہونے کی دلیل پکڑی ہے کہ وہ مغفور لھم کے ارشاد کے عموم میں داخل ہے اور اس کا جواب یہ دیا گیا ہے "بان ھذا جار علی طریق الحمیۃ لبنی امیہ" کہ یہ بات "مہلب نے بنوامیہ کی حمایت کی وجہ سے کی ہے"۔

یزید کے وکلاء نے مختلف کتابوں سے ایسی عبارتیں پیش کی ہیں۔ جن سے یزید کا قصیدہ بیان کرنا مقصود ہے۔ لیکن قارئین کرام کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ ان یزیدی وکلاء نے مختلف کتابوں سے "حمایتی فقرے" کاٹ کر پیش کیے ہیں۔ پچھلے صفحات میں ان کتابوں کی پوری پوری عبارات پیش کی گئی ہیں تاکہ یزید کے وکلاء کی خیانتوں کے بارے میں سیدھے سادے مسلمان آگاہ ہوں۔

ڈاکٹر اسرار احمد کے رسالہ "میثاق" سے حوالہ جات جو یزید کی حمایت میں لکھے گئے

ہیں۔ کچھ اس طرح ہیں۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قال المهلب فی هذا الحدیث منقبة لمعاویة لانه اول من غزا البحر و منقبة لولده لانه اول من غزا مدینة قیصر.

(فتح الباری ج ۶ ص ۷۸)

(ترجمہ)۔ "مہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے اس لیے کہ انہی نے پہلا بحری جہاد کیا نیز ان کے صاحبزادے یزید کی فضیلت بھی ہے کیونکہ اس نے پہلی مرتبہ قسطنطنیہ پر چڑھائی کی۔

علامہ قسطلانی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

کان اول من غزا مدینة قیصر یزید بن معاویه ومعه جماعة من سادات الصحابة کا بن عمرو ابن عباس و ابن الزبیر و ابی ایوب الانصاری و توفی بها ابو ایوب. (ارشاد الساری ج ۵ ص ۱۰۴ طبع دار الفکر)

(ترجمہ) قسطنطنیہ پر سب سے پہلے جہاد یزید بن معاویہ نے کیا جس کے ساتھ کبار صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت بھی شریک تھی جس میں عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ ابن زبیر اور ابوایوب انصاری (رضی اللہ عنہم) شامل تھے"۔

مشہور شارحین بخاری علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ اور علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

ان یزید بن معاویة غزا بلاد الروم حتی بلغ قسطنطنیة و معه جماعة من سادات الصحابة منهم ابن عمر و ابن عباس و ابن الزبیر و ابی ایوب الانصاری و کانت وفاة ابی ایوب الانصاری هناك قریب من سور القسطنطنیة و قبره هناك

"یزید رومی علاقوں میں مصروف جہاد رہا یہاں تک کہ وہ قسطنطنیہ تک جا پہنچا۔ اس کے ساتھ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت بھی موجود تھی جن میں عبداللہ بن عمر

عبداللہ بن عباس' عبداللہ ابن زبیر اور ابوایوب انصاری (رضی اللہ عنہم) شامل تھے۔
اسی جہاد میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور وہیں شہر کی فصیل کے پاس ان کی قبر بھی ہے"۔ (باقی عبارتیں ڈاکٹر اسرار احمد نے ہضم کرلی ہیں)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فیصلہ:

مذکورہ بالا ماہنامہ "میثاق" کے صفحہ ۲۷ پر شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے حسب ذیل الفاظ جو شرح تراجم ابواب بخاری میں وارد ہوئے ہیں قول فیصل کے طور پر درج کیے گئے ہیں اور اپنے موکل یزید کی صفائی پیش کرتے کرتے اپنا صفایا کردیا ہے۔
حضور ﷺ کی اس حدیث میں "مغفور لھم" فرمانے سے بعض لوگوں نے یزید کی نجات پر استدلال کیا ہے کیونکہ وہ بھی اس دوسرے لشکر میں نہ صرف شریک بلکہ اس کا سربراہ تھا۔ جیسا کہ تاریخ شہادت دیتی ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اس غزوہ سے پہلے جو اس نے گناہ کیے تھے وہ بخش دیے گئے کیونکہ جہاد کفارات میں سے ہے اور کفارات کا کام یہ ہے کہ وہ سابقہ گناہوں کے اثر کو زائل کردیتے ہیں بعد میں ہونے والے گناہوں کے اثر کو نہیں۔ ہاں اگر اس کے ساتھ یہ بھی فرمادیا ہوتا کہ قیامت تک کیلئے اس کی بخشش کردی گئی تو بے شک یہ حدیث اس کی نجات پر دلالت کرتی اور جب یہ صورت نہیں تو نجات بھی ثابت نہیں بلکہ اس صورت میں اس کا معاملہ حق تعالیٰ کے سپرد ہے۔ (بحوالہ یزید کی شخصیت از عبدالرشید نعمانی ۲۲ تا ۲۳)

پروفیسر ابوبکر غزنوی اور یزید کے وکلاء:

پروفیسر ابوبکر غزنوی کے مقالات کو "قربت کی راہیں" کا عنوان دے کر مکتبہ غزنویہ ۴۔ شیش محل روڈ لاہور والوں نے چھاپہ ہے پروفیسر صاحب اور ناشر ہر دو کا تعلق اہل حدیث (یعنی غیر مقلدین) سے ہے۔
پروفیسر صاحب نے یزید کے خارجی وکیلوں کی افسوسناک حالت بیان کی ہے۔
آہ کیسی للہیت کی موت اور ایمان کی جانکنی ہے کہ بعض علماء ممبر رسول ﷺ پر کھڑے ہو کر اس محبوب بارگاہ رسالت اس جگر گوشۂ بتول کا ذکر حقارت آمیز لہجے میں کرتے

ہیں۔ وہ گھرانہ جس سے تم نے فیض حاصل کیا' وہ جن کی جوتیوں کے صدقے میں تمہیں ایمان واسلام کی معرفت حاصل ہوئی تو کیاان کی عیب چینیاں کرتے ہو؟ پھر اس عیب چینی اور خوردہ گری کیلئے تمہیں رسول ﷺ کے منبر کے سوا اور کوئی جگہ نہیں ملتی۔ پھر تم اپنے لب و لہجہ کوتو دیکھو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے شمر بن ذی الجوشن' یزید اور ابن زیاد نے اہل بیت اطہار کے خلاف مقدمہ میں تمہیں اپنا وکیل بنالیا ہے۔ (قربت کی راہیں ص ۹۱)

پروفیسر صاحب نے بڑے حقیقت پسندانہ انداز میں یزید اور محبان یزید' شمر بن ذی الجوشن اور ابن زیاد کا تعاقب کیا ہے عقل مند کیلئے اشارہ ہی کافی ہے۔

وحید الزماں اور محبان یزید:

ایک اور غیر مقلد مصنف وحید الزماں صاحب نے تیسیر الباری شرح بخاری جلد ۴ ص ۱۲۵ میں خوراج' یعنی محبان یزید کے لئے کردار یزید پیش کیا ہے۔ جس کو من وعن پیش کیا جاتا ہے۔

''پہلا جہاد معاویہ کے ساتھ ہوا جزیرہ قبرص فتح کرنے کو' اسی میں اُم حرام رضی اللہ عنہا شریک تھیں۔ سن ۵۸ ھ میں دوسرا جہاد جو قسطنطنیہ پر ہوا۔ یزید بن معاویہ اس کا سردار تھا۔ اس میں بھی بہت سے صحابہ شریک تھے۔ جیسے ابن عمر' ابن عباس' ابن زبیر اور ابوایوب انصاری (رضی اللہ عنہم) اس حدیث سے بعضوں نے یہ مطلب نکالا ہے جیسے مہلب نے کہ یزید کی خلافت صحیح تھی اور وہ بہشتی ہے۔ میں کہتا ہوں' سبحان اللہ! اس حدیث سے یہ کہاں نکلتا ہے کہ یزید کی خلافت صحیح ہے کیونکہ یزید جب قسطنطنیہ پر چڑھ گیا تھا اس وقت تک معاویہ زندہ تھے' انہی کی خلافت تھی اور معاویہ کی خلافت تا حیات باتفاق علماء صحیح تھی کس لیے کہ امام برحق جناب امام حسن علیہ السلام نے خلافت ان کو تفویض کی تھی۔ اب لشکر والوں کی بخشش ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر فرد بھی بخشا جائے اور بہشتی ہو۔ خود آنحضرت ﷺ کے ساتھ (یعنی معیت میں) ایک شخص خوب بہادری سے لڑا تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا وہ دوزخی ہے۔ بہشتی اور دوزخی ہونے میں خاتمہ کا اعتبار ہے۔ یزید نے گو پہلے اچھا کام کیا کہ قسطنطنیہ پر چڑھائی کی مگر خلیفہ بننے کے بعد اس نے وہ گند پیٹ سے نکالے کہ معاذ اللہ۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرایا' اہل بیت کی اہانت کی' جب سر مبارک امام حسین رضی اللہ عنہ کا آیا تو مردود کہنے لگا میں

نے بدر کا بدلہ لے لیا۔ مدینہ منورہ پر چڑھائی کی حرم محترم میں گھوڑے بندھوائے۔ مسجد نبوی ﷺ اور قبر شریف کی توہین کی' مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی' وہاں منجنیق لگائی' عبداللہ بن زبیر کو شہید کرایا' حجاج ظالم نے اپنے غلام کے ہاتھ سے ایک لاکھ صحابہ اور تابعین اور بزرگوں کو ناحق قتل کرایا۔ ان گندگیوں کے باوجود بھی کوئی یزید کو مغفور اور بہشتی کہہ سکتا ہے؟

قسطلانی نے کہا یزید امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے خوش اور راضی تھا اور اہل بیت کی اہانت پر بھی اور یہ امر متواتر ہے اس لیے ہم اس کے باب میں توقف نہیں کرتے بلکہ اس کے ایمان میں بھی ہم کو کلام ہے۔ اللہ کی لعنت اس پر اور اس کے مددگاروں پر انتہی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی یزید کا حشر بیان کرتے ہیں:

شیخ المحدثین برکت مصطفیٰ فی الہند حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''تکمیل الایمان'' میں ''یزید کا حشر'' بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''بعض علماء اہلسنت تو یزید کے معاملہ میں بھی توقف سے کام لیتے ہیں مگر بعض غلو و افراط کی وجہ سے اس کی شان و منزلت بیان کرنے بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ وہ مسلمانوں کی اکثریت کی بنا پر امیر مقرر ہوا تھا امام حسین رضی اللہ عنہ پر ضروری تھا کہ اس کی اطاعت کرتے۔ نعوذ باللہ من هذا القول وهذا الاعتقاد۔ (یعنی اللہ کی پناہ اس قول بد تر از بول اور اس اعتقاد سے)

''مدینہ شریف سے جانے والے لوگوں نے برملا کہا کہ وہ خدا دشمن ہے' شراب نوش ہے' تارک الصلوٰۃ ہے' زانی ہے' فاسق ہے' محارم سے صحبت کرنے سے بھی باز نہیں آتا' یزید کی اہل بیت سے عداوت اور اہل بیت کی اہانت و ذلت کے واقعات تسلسل کے ساتھ اس سے سرزد ہوتے رہے۔ ان تمام واقعات سے انکار از راہ تکلف ہے۔

ایک طبقہ کی رائے یہ ہے کہ قتل حسین رضی اللہ عنہ دراصل گناہ کبیرہ ہے' کیونکہ مومن کو ناحق قتل کرنا گناہ کبیرہ میں آتا ہے مگر لعنت تو کافروں کیلئے مخصوص ہے۔ ایسی رائے کا اظہار کرنے والوں پر افسوس آتا ہے۔ وہ نبی کریم ﷺ کے کلام سے بھی بے خبر ہیں۔ کیونکہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد سے بغض و عداوت اور ان کو تکلیف پہنچانا' ان کی توہین کرنا' باعث ایذا و عداوت نبی کریم ﷺ ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں یہ حضرات یزید کے متعلق کیا فیصلہ کریں گے۔ کیا اہانت و عداوت رسول اللہ ﷺ کفر ولعنت کا سبب نہیں ہے اور یہ بات جہنم کی آگ میں پہنچانے کیلئے کافی نہیں ہے آیت کریمہ ملاحظہ ہو۔

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لھم عذاباً مھینًاo (پ۲۲ الاحزاب آیت ۵۷)

ترجمہ: بے شک وہ جو اللہ (جل شانہ) اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ (اور اللہ جل جلالہ) نے ان کیلئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ علمائے سلف اور مشاہیر امت میں سے بعض جن میں امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ جیسے بزرگ شامل ہیں نے یزید پر لعنت کی ہے۔ ابن جوزی جو شریعت اور حفظ سنت میں بڑے متشدد تھے اپنی کتاب میں لعنت بر یزید کو علمائے سلف سے نقل کیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"ہماری رائے میں یزید مبغوض ترین انسان تھا۔ اس بدبخت نے جو کارہائے بدسرانجام دیئے ہیں امت رسول ﷺ میں کسی سے نہیں ہوئے۔ شہادت حسین رضی اللہ عنہ اور اہانت اہل بیت سے فارغ ہو کر اس بدبخت نے مدینہ منورہ پر لشکر کشی کی اور اس مقدس شہر کی بے حرمتی کے بعد اہل مدینہ کے خون سے ہاتھ رنگے اور رسول اللہ ﷺ کے باقی ماندہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اس کی تیغ ستم کی نذر ہو گئے اور اس کی توبہ اور رجوع کا مزید حال تو اللہ جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اور دوسرے اہل ایمان کے دلوں کو یزید کی محبت و الفت (اس کے مددگاروں اور معاونین کی موانست اور ان تمام لوگوں کی دوستی جو اہل بیت نبوی ﷺ کے بدخواہ رہے ہیں اور ان کے حقوق کو پامال کرتے ہیں اور ان سے محبت وصدق عقیدت سے محروم رہے ہیں) سے محفوظ و مامون رکھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اور ہمارے احباب کو اہل بیت اور ان کے نیک خواہوں کے زمرے میں رکھے اور دنیا و آخرت میں اہل بیت کے مشرب و مسلک پر رکھے۔

بحرمۃ النبی والہ ولا مجادہ منہ و کرمہ وھو قریب مجیب۔

حافظ ابن کثیر کی نگاہ میں یزید

نمبر۱- وقد روی ان یزید کان قد اشتھر بالمعازف و شرب الخمر والغناء والصید واتخاذ الغلمان و القیان والکلاب والنطاح بین الکباش والدباب والقرود' وما من یوم الا یصبح فیه مخمورا' وکان یشد القرد علی فرس' مسرجة بجبال ویسوق به ویلبس القرد قلانس الذھب' وکذلک الغلمان' وکان یسابق بین الخیل' وکان اذا مات القرد حزن علیه وقیل' ان سبب موته انه حمل قردة وجعل ینقزھا فعضته و ذکروا عنه غیر ذلک واللہ اعلم بصحة ذلک (البدایہ والنہایہ ج۸ ص۲۳۵)

ترجمہ: "اور بے شک روایت کیا گیا ہے کہ وہ یزید مشہور تھا آلات لہو ولعب کے ساتھ اور شراب کے پینے اور گانا بجانا سننے اور شکار کھیلنے اور بے ریش لڑکوں کو رکھنے اور چھینے بجانے اور کتوں کے رکھنے اور سینگوں والے دنبوں اور ریچھوں اور بندروں کو آپس میں لڑانے میں اور کوئی دن ایسا نہ تھا جب کہ وہ شراب سے مخمور نہ ہوتا اور بندروں کو زین شدہ گھوڑوں پر سوار کر کے دوڑاتا تھا اور بندروں کے سروں پر سونے کی ٹوپیاں رکھتا تھا اور ایسے ہی لڑکوں کے سروں پر بھی اور گھوڑوں کی دوڑ کرواتا اور جب کوئی بندر مر جاتا تو اس کو اس کے مرنے کا صدمہ ہوتا تھا اور کہا گیا ہے کہ اس کی موت کا سبب یہ تھا کہ اس نے ایک بندر کو اٹھایا ہوا تھا اور اس کو اچھالتا تھا کہ اس نے اس کو کاٹ لیا۔ مورخین نے اس کے علاوہ بھی اس کے قبائح بیان کیے ہیں۔

نمبر۲- وکان فیه ایضا اقبال علی الشھوات وترک بعض الصلوت فی بعض الاوقات' واماتتھا فی غالب الاوقات' وقد قال الامام احمد: حدثنا ابو عبدالرحمن ثنا' حیوۃ حدثنی بشیر بن ابی عمرو الخولانی ان الولید بن قیس حدثه انه سمع ابا سعید الخدری یقول: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: یکون خلف من بعد ستین سنة اضاعوا الصلاۃ واتبعو الشھوات فسوف یلقون غیا (ایضاً ج۸ ص۲۳۰)

ترجمہ: اور نیز اس (یزید) میں شہوات نفسانیہ میں انہماک بھی تھا اور بعض اوقات بعض

نمازوں کو بھی چھوڑ دیتا تھا اور وقت گزار کر پڑھتا تو اکثر اوقات رہتا تھا حضرت امام احمد بن حنبل ﷫ نے سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری ﷜ سے روایت بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ سن ۶۰ھ کے بعد ایسے ناخلف ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کریں گے اور شہوات نفسانیہ کی پیروی کریں گے تو عنقریب وہ (جہنم کی وادی) غی میں گریں گے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری جلد ۱۳ ص ۱۲ پر زیر نظر حدیث ''میری امت کی ہلاکت قریشی نوجوانوں کے ہاتھوں سے'' لکھتے ہیں'':

وفی ھذا اشارۃ الیٰ ان اوّل الاغلیمۃ کان فی سنۃ ستین وھو کذالک فان یزید بن معاویۃ استخلف فیھا"

ترجمہ: ''اس میں اشارہ ہے کہ پہلا نوجوان سن ساٹھ میں ہوگا اور ویسا ہی ہوا کیونکہ یزید بن معاویہ اسی سن میں صاحب حکومت ہوا۔

والذی یظھر ان المذکورین من جملتھم وان اولھم یزید

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۳)

''اور وہ جو اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مذکور بھی ان میں سے ہیں اور ان میں سے سب سے اوّل یزید ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ﷜ راوی ہیں فرماتے ہیں میں نے الصادق والمصدوق نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ فرماتے تھے۔

"ھلکت امتی علی یدی غلمۃ من قریش فقال مروان لعنۃ اللہ علیھم غلمۃ فقال ابوھریرۃ لوشئت ان اقول بنی فلاں بنی فلاں لفعلت" (بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۶)

''کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی تو یہ سن کر مروان نے کہا ان لڑکوں پر اللہ (تبارک و تعالیٰ) کی لعنت ہو۔ تو ابو ہریرہ ﷜ نے فرمایا: اگر میں چاہوں تو بتا دوں کہ وہ فلاں ابن فلاں اور فلاں

ابن فلاں ہیں"۔ (تحقیق علامہ حبیب احمد ہاشمی)

ایک وضاحت:

بعض آئمہ کرام نے نام لے کر یزید پر لعنت کرنے سے جو توقف کیا ہے اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ یزید کو لعنتی سمجھتے بھی نہ تھے یا اس کے کرتوتوں کو اچھا سمجھتے تھے بلکہ لعنتی سمجھتے تو سارے ہی تھے تعین کے ساتھ نام لے کر اس کو لعنتی کہنے سے بعض نے جو توقف فرمایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اس پر لعنت کرنا اگر جائز بھی ہو تو کوئی ثواب کا کام تو نہیں ہے تو کیوں اس پر لعنت کر کے اور اس کا بار بار نام لے کر اپنی زبان خراب کرتے ہو جتنی دیر اس پر لعنت کرنا چاہتے ہو اتنی دیر امام عالی مقام ﷜ پر درود و سلام کیوں نہیں بھیجتے ہوتا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ بھی راضی ہو جائے اور دربار حسینیت میں نذرانہ محبت بھی ہو جائے۔

آخر حدیث قسطنطنیہ جس میں یزید کا نام تک نہیں اتنی ہی فضیلت والی ہو گئی ہے کہ یزید کا غلاف کعبہ جلانا بھی جائز ہو گیا' مدینہ شریف کی بربادی بھی اس کیلئے حلال ہو گئی کیا حدیث میں یہ نہیں ہے کہ من صلی البردین دخل الجنۃ کہ جو فجر و عشاء کی نماز پڑھ لے وہ جنتی ہے تو پھر کیا اگرچہ فجر و عشاء پڑھ کے بدکاری کرتا رہے شراب پیتا رہے کیا حدیث میں والدین کو محبت سے دیکھنے پر جنت کی خوشخبری نہیں ہے؟ کیا پھر چاہے والدین کو قتل کر دے۔ کیا حاجی کیلئے رجع کیوم ولدتہ امہ کے الفاظ احادیث میں نہیں تو کیا حج کرنے کے بعد چاہے مرتد ہو جائے (العیاذ باللہ) اور ساری باتوں کو چھوڑو کیا من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ کے حدیث ہونے میں کسی کو اختلاف ہے؟ پھر کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ محمد رسول ﷺ پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں یا لا الہ الا اللہ پڑھ لے پھر چاہے مرزائی ہو جائے بلکہ کیا مرزائی ساری زندگی لا الہ الا اللہ نہیں پڑھتے رہتے۔ ایسے لوگوں کیلئے یہی دعا کر سکتے ہیں کہ یہ لوگ جتنی مبالغہ آرائی اور بصد تکلفات یزید کی حمایت و محبت کا دم بھرتے ہیں ان کو سیدھے راستے پہ گامزن فرما کر اللہ تعالیٰ ان کو اہل بیت نبوت سے محبت کی توفیق دے اور اللہ تعالیٰ یزید جیسے فاسق و فاجر کی محبت میں اندھا ہونے سے بچائے۔

تحقیق مزید دربارۂ یزید علیہ ما یستحقہ

اگرچہ گزشتہ علمی و تحقیقی مقالے کے بعد اس موضوع پر میں کوئی تشنگی محسوس نہیں کر رہا ہوں لیکن چند باتیں میرے رجسٹر میں بھی حامیانِ یزید کی امانت ہیں۔ میں چاہوں گا کہ ان تؤدوا الامنت الی اھلھا پر عمل ہو جائے اور حق بحق دار رسید اگر بعض حوالوں کا تکرار ہو جائے تو اس کو بے کار نہ سمجھا جائے انشاء اللہ اس سے مسئلہ کے دلائل ذہنوں میں مزید پختگی پیدا کریں گے۔

جیسا کہ معلوم ہو چکا حدیث قسطنطنیہ میں یزید علیہ ما یستحقہ کا نام بالکل نہیں ہے۔ امام بخاری (جو اس حدیث کے ناقل ہیں) نے تاریخ کبیر میں تقریباً ۲۱۳ یزید نامی اشخاص کے نام بلکہ حالات بھی لکھے ہیں مگر یزید بن معاویہ کا ذکر تک نہیں فرمایا۔ اس سے کیا یہ معلوم نہیں ہو رہا کہ امام بخاری یزید کو جنتی تو کیا اس کا نام لینا بھی پسند نہیں کرتے تھے اور پھر امت میں کوئی تو ایسا شخص دکھاؤ جو معتبر بھی ہو اور یزید کو رحمۃ اللہ علیہ یا رضی اللہ عنہ لکھ رہا ہو اور مزید یہ کہ قسطنطنیہ سے آگے والے علاقے تو حضرت عمر فاروق کے دور میں فتح ہو گئے تھے۔ درمیان میں قسطنطنیہ کو یزید کے جنتی ہونے کیلئے چھوڑ دیا گیا تھا؟ کہ پچیس ہجری کو پیدا ہونے والا ستائیس ہجری میں ہونے والے غزوہ میں سپہ سالار بن کر دو سال کا سپہ سالار ہونے کا ریکارڈ قائم کرے۔

یہ بھی گزر چکا کہ عمدۃ القاری شرح بخاری کے مطابق کان معاویۃ اول من رکب البحر فی خلافۃ عمر (ج [illegible] ص [illegible] طبع بیروت) حضرت امیر معاویہ نے عثمان غنی کے دور میں سب سے پہلے سمندری لشکر کی قیادت فرمائی اور یزید نے اگر کوئی ایسا کام کیا بھی ہے تو وہ دوسری مرتبہ ۳۱ھ یا تیسری مرتبہ ۴۹ھ یا ۵۰ھ میں شریک ہوا جبکہ شرط تو اول جیش کے

لیے ہے۔

اگر تسلیم کر بھی لیا جائے کہ یزید اول جیش میں شامل تھا جیسا کہ بالخصوص اس دور میں شمر یزید اور ابن زیاد کے ترجمانوں' نمائندوں بلکہ وکیلوں کا اصرار ہے تو کیا مغفور لہم میں اس لشکر کے ایک ایک فرد کا شامل ہونا اتنا ہی ضروری ہو گیا ہے کہ کسی دلیل خاص سے بھی یزید کو خارج نہ کیا جاسکے کیونکہ عام ہو یا عام خص منہ البعض ہو۔ ہر عام میں بعض افراد کو خاص کیا جاسکتا ہے۔ بالخصوص جبکہ کوئی دلیل بھی ہو ورنہ استثنائی صورتیں تو ہر جگہ ہوتی ہیں اور جب یزید کا نام نہیں لیا گیا تو ہو سکتا ہے تغلیباً اس کو شامل کر لیا گیا ہو کہ القلیل کالمعدوم ۔ایک ادھ تو نہ ہونے کے برابر ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ولقد خلقنا الانسان من سللۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرارٍ مکین البتہ ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا فرمایا پھر ہم نے اس کو نطفہ بنا کر ایک محفوظ مقام پر (رحم مادر میں) رکھا۔ حالانکہ آدم وحوا اور عیسیٰ علیہ السلام تھے تو انسان لیکن ان کا نطفہ سے نہ ہونا خود دلیل قرآنی سے ثابت ہے۔ان مثل عیسیٰ عنداللہ کمثل ادم' ولم یمسسنی بشر . خلق منہا زوجہا ۔لہٰذا عام میں سے کسی دلیل کی بنا پر فرد خاص کے لیے عام والا حکم نہ ہونا متعدد آیات قرآنی سے ثابت ہوا۔

یزید کے ساتھ محبت کرنے والوں کو بہت ہاتھ پیر مارنے کے بعد بموجب' ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ اپنے آقا یزید کی صفائی کرنے کے لیے بخاری کی اس حدیث کو پیش کیا کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے:۔

میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر (بادشاہ روم کے) شہر قسطنطنیہ پر جہاد کرے گا وہ بخشا ہوا ہے۔

چنانچہ ۴۹ھ میں حضرت معاویہ نے ایک فوج سفیان بن عوف کی کمان میں قسطنطنیہ بھیجی تھی اور چونکہ یزید اس لشکر میں شامل تھا لہٰذا وہ مبشر بالجنۃ قرار پاتا ہے۔ یہ دلیل دے کر یزید کی صفائی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ (حضرت معاویہ کے ایک بھائی کا نام بھی یزید تھا جس کو حضور علیہ السلام نے ہوازن کے مال میں سے ڈھیروں مال دیا تھا یعنی باپ بیٹے کو سو اونٹ اور

چالیس اوقیہ چاندی۔ ہو سکتا ہے وہ مراد ہو)

اولاً یہ روایت سند کے اعتبار سے مجروح ہے کیونکہ اس کے راویوں کے بارے میں کلام کیا گیا ہے

چنانچہ اس سلسلہ کا پہلا راوی اسحاق ہے جو کہ علماء رجال کے نزدیک ضعیف ہے علامہ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب ج ا س ۲۳۰ میں لکھتے ہیں۔

قال ابن ابی حاتم کتب عنہ ابی سمعت اباز زعۃ یقول ادرکناہ ولم نکتب عنہ

ابن ابی حاتم بیان کرتے ہیں میرے باپ نے اس (اسحاق) سے حدیث لکھی اور میں نے ابوزعہ (راوی) سے سنا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کا زمانہ پایا ہے مگر (بوجہ ضعیف ہونے کے) اس کی حدیث نہیں لکھی۔

دوسرا راوی یحیٰی ہے اس کے متعلق تہذیب التہذیب جلد ا صفحہ ۲۰۰ پر لکھا ہے۔

کان یرمی بالقدر روی عن ابن معین انہ کان قدریاً۔

اس پر قدری ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے اور ابن معین (بڑے نقاد) سے روایت ہے کہ یہ قدری تھا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

القدریۃ مجوس ھذہ الامۃ

قدریہ میری امت کے مجوسی ہیں۔ (شرح المقاصد)

تیسرا راوی ثور ہے۔ اس کے متعلق تہذیب جلد ۲ صفحہ ۲۲ میں لکھا ہے۔

یقال انہ قدریًا وکان جدہ قتل یوم صفین مع معاویۃ وکان ثورا اذا ذکر علیا قال لا احب رجلًا قتل جدی نفاہ اھل الحمص لکونہ قدریا

کہا جاتا ہے کہ یہ شخص قدری المذہب تھا اس کا دادا جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں مارا گیا چنانچہ جب ثور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی

کا ذکر کیا کرتا تو کہتا کہ میں ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا جس نے میرے دادا کو قتل کیا۔ اہل حمص نے اس کو قدری ہونے کی وجہ سے شہر بدر کردیا تھا۔ (میزان الاعتدال)

معلوم ہوا کہ یہ شخص قدری ہونے کے ساتھ ساتھ اہل بیت کا دشمن بھی تھا اور یہ امر بجائے خود راوی کے لیے قادح ہے لہٰذا ایک قدری و ناصبی کی روایت کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہے۔

چوتھا راوی خالد بن معدان ہے۔ اس کے متعلق تہذیب التہذیب جلد ۳ صفحہ ۱۱۲ میں تصریح موجود ہے کہ یرسل کثیرا یہ شخص روایت کرتے وقت ارسال سے بہت کام لیتا ہے۔ اس بناء پر یہ بھی نا قابل اعتماد ہو کر رہ جاتا ہے۔

علاوہ ازیں ان تمام راویوں کا دمشقی، شامی، حمصی ہونا بری طرح کھٹکتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان راویوں نے اپنی طرف سے یا حکومت وقت کے اشارے پر ایسی روایات وضع کر کے اسلامی شہروں میں پھیلا دیں جن سے سلاطین وقت کی خوشنودی حاصل ہو سکے۔ ان حقائق قویہ کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ یہ روایت بالکل وضعی و جعلی اور نا قابل استدلال ہے۔

ثانیاً

اگر اسے بالفرض صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو اس میں پہلے لشکر کی فضیلت وارد ہوئی ہے اور جس لشکر میں یزید شامل تھا وہ پہلا نہ تھا۔ یزید ۵۰ھ میں شریک ہوا حالانکہ اس سے بہت پہلے ۴۲ھ میں ایک مہم مدینہ طیبہ سے قیصر قسطنطنیہ کے خلاف روانہ کی جا چکی تھی اور سالہا سال بعد میں بھی برابر جماعتیں روانہ ہوتی رہیں۔ جیسا کہ ابن خلدون اور ابن کثیر نے بیان کیا ہے۔

ثالثاً

واقعات شاہد ہیں کہ یزید نے اس مہم میں بادل ناخواستہ شرکت کی تھی۔ ظاہر ہے کہ جو عمل قلبی رضامندی سے نہ ہو شرعاً وہ قابل اعتبار نہیں ہوتا چنانچہ کامل ابن اثیر میں ہے کہ حضرت

معاویہ نے یزید کو شرکت جہاد کا حکم دیا مگر اس نے سستی سے کام لیا اور کوئی بہانہ کر کے رہ گیا۔ ادھر لشکر میں بخار اور چیچک کی وبا پھوٹ پڑی جب یزید کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے خوب بغلیں بجائیں اور وہ حیا سوز اشعار کہے جو ماقبل ترجمہ کے ساتھ گذر چکے ہیں۔

یزید کے یہ اشعار جب حضرت امیر معاویہ تک پہنچے فاقسم علیہ لیلحقن سفیان فی الارض روم ںصیبہ ما اصاب الناس ۔ تو انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اب میں اس یزید کو ضرور بھیجوں گا سفیان بن عوف کے پاس روم کی سرزمین میں تاکہ اسے بھی ان مصائب کا حصہ ملے جو وہاں کے لشکروں کو ملا ہے۔

رابعاً

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ جہاد ماضی کے گناہ دھوتا ہے۔ مستقبل کے گناہوں کو محو نہیں کرتا۔ یزید سے جو گناہ بعد میں سرزد ہوئے ان کا حساب و کتاب جزا اور سزا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو انہیں بہت اچھی طرح جانتا ہے۔

اس بخشش والے عموم میں یزید کے داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دلیل خاص کے ذریعہ نکل نہ سکے کیونکہ اس میں کچھ اختلاف نہیں کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ وہ لشکر بخشا ہوا ہے۔ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ شامل ہونے والا شخص مغفرت کی قابلیت بھی رکھتا ہو لہٰذا اگر کوئی بھی اس لشکر والوں میں سے بعد میں مرتد ہو جائے تو وہ بالاتفاق اس بخشش کے عموم میں داخل نہ ہوگا اور یزید نے چونکہ بعد میں وہ افعال شنیعہ کیے ہیں کہ اگر پہلے اس کا اسلام بالفرض تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر بعد میں اس کا مجرم ہونا ثابت ہے لہٰذا وہ اس عموم سے خارج ہوگا۔

ابن جوزی نے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

قلنا فقد قال النبی لعن اللہ من اخاف اہل مدینتی والاخر نسخ الاول۔ (تذکرہ الخواص ص ۲۹۸)(۲ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص)

ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ جس نے میرے مدینہ والوں کو ڈرایا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

اور واقعہ حرہ جو یزید کے حکم سے مدینہ طیبہ میں رونما ہوا وہ غزوہ قسطنطنیہ کے بعد میں ہوا لہٰذا آخری عمل بد نے پہلی نیکی کو منسوخ کر دیا۔

ایک مشہور شبہ

رہا یہ کہ علامہ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یزید میں بہت اچھی خصلتیں تھیں لیکن جو پوری بات حافظ ابن کثیر نے لکھی ہے اس کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

اب حافظ ابن کثیر کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

وقد كان يزيد فيه خصال محمودة من الكرم والحلم والفصاحة والشعر والشجاعة وحسن الرای فی الملك وكان ذا جمال وحسن المعاشرة

اور یزید میں کچھ ایسی خصلتیں بھی تھیں جیسے علم و کرم اور فصاحت اور شعر گوئی اور شجاعت اور عمدگی رائے ملک و سیاست کے بارہ میں اور صاحب جمال اور حسن المعاشرت تھا۔

اب خود ہی حافظ ابن کثیر یہ خصلتیں بیان کرنے کے ساتھ ہی لکھتے ہیں۔

وكان فيه اقبال علی الشهوات وترك بعض الصلٰوة فی بعض الاوقات واماتتها فی غالب الاوقات (البدایہ والنہایہ ج۸ ص۲۳۰)

اور یزید میں یہ عادتیں بھی تھیں کہ شہوت رانی پر جھکا ہوا تھا۔ بعض اوقات کی نمازیں بھی نہیں پڑھتا تھا اور وقت گزار کر پڑھتا تو بہت زیادہ تھا۔

دیکھا یزید کی کیسی خصلتیں بیان کی گئی ہیں کہ وہ شہوات پرست اور نمازوں کو ضائع کر دیتا تھا اور اگر کوئی پڑھتا بھی تو وقت نماز گزار کر۔ اب یزید کا نمازوں کو ضائع کرنا اور شہوت پرست ہونا ہی اس کے فصیح و بلیغ و شاعر و حلم و کرم اور سیاست کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ کیا ان باتوں سے یزید کے متقی اور پرہیز گار ہونے پر روشنی پڑی ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ خود حافظ ابن کثیر آگے چل کر اس حدیث کو بیان کرتے ہیں کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ۶۰ھ کے بعد ایسے ناخلف ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کریں

کے اور شہوتوں کی پیروی کریں گے تو ان کا انجام (غی) جہنم کی ایک وادی میں ہوگا۔

اس حدیث کے ساتھ ہی یہ لانا ثابت کر رہا ہے کہ حافظ ابن کثیر کا یہ ارشارہ یزید کی پارٹی کی طرف ہے جو ساٹھ ہجری کو ابھری اور ناخلف لوگ اور غی جہنم کے مستحق یہی لوگ ہوں گے بلکہ یہ بات قرآن میں بھی ہے:

فخلف من بعدهم خلف اضاعوا الصلوٰة واتبعوا الشهوات فسوف يلقون غيا. (مریم ۵۹)

اس کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جو شہوات پرست اور نمازوں کو ضائع کرنے والے۔ قریب ہے کہ ایسے لوگ جہنم کے (غی) ذلیل نالے میں ڈالے جائیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یزید کے پرکھنے کی کسوٹی یہی تھی اور ظاہر ہے کہ جس شخص کی نماز' عبادت اور بالفاظ دیگر تعلق مع اللہ ہی درست نہ ہو تو اس کا حلم وکرم' شعر گوئی' سیاست' خوبصورتی' بہادری' فصاحت اور اس کی زندگی اور معاشرت دین کی حیثیت سے کیا درست ہوسکتی ہیں۔

اب دیکھیے سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں اپنے اعمال وحکام کے نام جو فرمان جاری کر رہے ہیں اس کے متعلق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں نقل کیا ہے۔

ان عمر ابن الخطاب كتب الى عماله ان اهم امركم عندى الصلوٰة فمن حفظها وحافظ عليها حفظ دينه ومن ضيعها فهو لما سواها اضيع(موطا امام مالک باب الصلوٰة ص ۲)

عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے حکام کے نام فرمان جاری کیے اور لکھا کہ میرے نزدیک تمہارے کاموں میں اہم ترین کام نماز کی پابندی ہے جو اسے صحیح طور پر ادا کرے گا اور اس کی پابندی رکھے گا وہی اپنے دین کو محفوظ رکھ سکے گا اور جو اسے ضائع کردے گا تو وہ نماز کے سوا (اپنی زندگی کی) ہر چیز کا اور بھی زیادہ ضائع کرنےوالا ہوگا یعنی جس کا تعلق مع اللہ درست نہیں اس کا تعلق مع الخلق بھی

کبھی صحیح بنیادوں پر استوار نہیں رہ سکتا۔

معلوم ہوا کہ جو شخص شہوات پر جھکا ہوا اور تارک الصلوۃ ہے اس کی متذکرہ خصلتیں کچھ معنے نہیں رکھتیں اور جہاں تک اس کے حلم و کرم کا تعلق ہے تو اس کے خلاف گواہی اس کے ظلم و ستم در کربلا اور حرمین شریفین کافی ہے۔

یزید کے متعلق دنیائے اسلام کی رائے

ملا علی قاری ؒ لکھتے ہیں۔

اختلف في اكفار يزيد قيل نعم لما روی عنه ما يدل على كفره من تحليل الخمر ولعل وجه ما قال الامام احمد بتكفيره لما ثبت عنده (شرح فقه اكبر ۸۸)

یعنی کفر یزید کے بارے میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ ہاں وہ کافر ہے کیونکہ اس سے ایسے اقوال و افعال نقل ہوئے ہیں جو اس کے کفر پر دلالت کرتے ہیں جیسے شراب کو حلال سمجھنا وغیرہ اور شاید ان ہی وجوہ کی بناء پر امام احمد حنبل نے اس کے کفر پر فتویٰ دیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس کے یہ کافرانہ اقوال و افعال ثابت ہو گئے تھے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی ؒ لکھتے ہیں۔

یزید پر لعنت بھیجنی علی الاطلاق جائز ہے۔ اس لیے کہ اس نے سیدنا امام حسین ؓ کو قتل کرنے کا حکم دے کر کفر کیا اور تمام اس پر متفق ہیں جس نے یہ فعل کیا یا اس کا حکم دیا اور اس پر راضی ہوا۔ اس پر لعنت بھیجنے کا جواز ہے۔

الحق ان رضا يزيد بقتل الحسين واستبشاره بذالك واهانته اهل بيت النبي عليه السلام.

اور یہی حق بات یہ ہے کہ یزید سیدنا امام حسین ؓ کے قتل پر راضی اور خوش ہوا اور اس نے عترت رسول کی بے حرمتی کی۔

نحن لا نتوقف في شانه بل في ايمانه لعنة الله عليه على انصاره

واعوانه

ہم یزید پر لعنت کرنے کے جواز بلکہ اس کے بے دین اور بے ایمان ہونے میں کسی قسم کا توقف نہیں کرتے اور شک وشبہ نہیں رکھتے۔ اس پر اور ان کے اعوان وانصار پر خدا کی لعنت ہو۔

اس کے حاشیہ پر ہے۔

انه شرب الخمر وفسق فی دینه قد قالوا ان یزید ارسل الجند علی الحسین فقتلوه واهانوا اهل بیت النبی علیه السلام

یزید شراب پیتا تھا اور یہ بات تو اس سے ثابت ہے کہ یزید نے امام کے قتل کے لیے لشکر بھیجا اور پھر انہوں نے قتل کیا اور آل رسول کی توہین کی۔

۲- ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید کے کفر پر اور اس پر لعنت بھیجنے پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے الرد علی المتعصب العنید فی جواز اللعن علی یزید۔ اس میں انہوں نے دلائل قاطعہ اور براہین قاہرہ سے ثابت کیا ہے کہ یزید کے لعنتی اور کافر ہونے میں کچھ شک وشبہ نہیں۔

۳- علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

لعن اللّٰه قاتله وابن زیاد ویزید

خدا تعالیٰ سیدنا امام حسین کے قاتل اور ابن زیاد اور یزید پر لعنت کرے۔

۴- محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ واقعہ حرہ کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے اس حدیث کیف بك یا ابا ذر۔ ''اے ابوذر تو اس وقت کیا کرے گا جب مدینہ منورہ خون سے رنگین ہوگا'' کے تحت فرماتے ہیں۔ آں شقی بدار البوار رفت۔ کہ وہ بے سعادت یعنی یزید جہنم میں گیا اور اس یزید کو ملعون و کافر و جہنمی لکھا ہے اور شیخ محقق نے یزید کے نام کے ساتھ ملعون کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۵- علامہ سید امیر علی رحمۃ اللہ علیہ مترجم کتب کثیرہ (منہا الہدایہ وشرح وقایہ) اپنی تفسیر پارہ اٹھائیسواں سورہ حشر میں فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ آپ کے بعد

سیدنا ابو بکر پھر عمر و عثمان و علی و حسن بترتیب خلفاء ہوں گے اور سیدنا علی المرتضیٰ کی خلافت میں ایک گروہ قریش و بنی امیہ سخت مناقشہ کریں گے چنانچہ آئندہ حدیث لا اراکم فاعلین میں ظاہر ہوگا بلکہ آپ جانتے تھے کہ یزید پلید اور ولید و حجاج وغیرہ کی مانند ایسے ظالم ہوں گے کہ قرآن پر ایمان لانے سے منحرف ہو کر توہین کرنے لگیں گے اور آپ کی پاک عترت کے ساتھ ظلم سے پیش آئیں گے۔ اصل حدیث میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کی محبت کا ذکر ہے اور مومنوں پر لازم ہے اور آپ نے یہ حجت تمام فرمائی۔ اگرچہ آپ جانتے تھے کہ یزید پلید جیسے بدکار ہوں گے جس پر قیامت تک لعنت ہوتی رہے گی کیونکہ یزید مردود اور اس کے ساتھیوں کی ذات سے اہل بیت کے حق میں شہید کرنے اور تعظیم نہ کرنے کی بدذاتی سرزد ہوئی۔ حتیٰ کہ امام الدنیا والدین سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ائمہ کرام نے یزید پلید سے بیعت کو منظور نہ فرمایا۔ (مواہب الرحمن ص ۱۷۹)

۶ - علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ابن جوزی نے کہا کہ قاضی ابو اعلیٰ نے کتاب میں اپنی سند سے روایت کی ہے کہ صالح بن احمد حنبل نے کہا اپنے باپ سے کہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم یزید ابن معاویہ سے محبت کرتے ہیں۔ پس احمد نے کہا اے بیٹے! جو اللہ پر ایمان رکھے اسے چاہیے کہ وہ یزید سے اس طرح لعنت کی محبت کرے جس طرح اللہ نے اس پر لعنت کی محبت کی ہے۔ میں نے کہا کہ یزید پر اللہ تعالیٰ نے کہاں لعنت بھیجی ہے؟ تو آپ نے کہا اس آیت میں۔

فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا في الارض وتقطعوا ارحامكم اولئك الذين لعنهم الله (تفسیر مظہری ج ۸ ص ۴۳۴ و ج ۵ ص ۲۱)

کیا تم کو جب حاکم کر دیا جائے گا تو زمین میں فساد کرو گے اور اپنے رشتے کاٹو گے۔ یہی ہیں وہ کہ لعنت کی ان پر اللہ تعالیٰ نے۔

یزید فسادی تھا اور اس نے خون ریزی کی اور اس نے نواسہ سید الابرار کو بھی اور ان کے خاندان کو بھی قتل کرنے سے گریز نہ کیا اور مدینہ طیبہ میں بھی قتل عام کرایا۔

ويقطعون ما امر الله به ان يوصل ويفسدون في الارض اولئك هم الخاسرون ○

یعنی رشتے توڑتے ہیں وہ جس کے جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور زمین میں فساد کرتے ہیں یہی لوگ گھاٹے میں رہیں گے۔

اس کے آگے علامہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوسرے مقام پر سورہ ابراہیم کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

قلت اما بنو امیۃ فمتعوا بالکفر حتی اسلم ابوسفیان و معاویہ وعمرو بن العاص وغیرھم ثم کفر یزید ومن معه بما انعم اللہ علیھم العداوۃ ال محمد وقتلو حسینا ظلمًا وکفر یزید بدین محمد صلی اللہ علیه وآلہ وسلم

میں کہتا ہوں کہ بنوامیہ نے کفر سے فائدہ اٹھایا یہاں تک کہ ابوسفیان اور معاویہ اور عمرو بن العاص وغیرہ مسلمان ہو گئے۔ پھر یزید نے کفر کیا اور جو اس کے ساتھی تھے ان نعمتوں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کیں اور انہوں نے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنی کی اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو ظلم اور کفر سے قتل کیا اور یزید نے دین مصطفیٰ کے ساتھ کفر کیا۔

علامہ قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

۷- علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ صاحب روح المعانی زیر آیت اولئك الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمیٰ ابصارھم سورۂ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تحت بڑی تفصیل کے ساتھ اس کی وضاحت کرتے ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں۔

ترجمہ ملاحظہ ہو۔

میں کہتا ہوں اور میرے نزدیک یہی حق ہے کہ فی الحقیقت یزید پلید حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت مقدسہ کا دل سے قائل ہی نہ تھا۔ اس کے افعال شنیعہ و خبیثہ جو اس نے اپنے دورِ حکومت میں کیے تھے حرمین شریفین کی بے حرمتی کی اور انہیں ناقابل بیان ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اور قیامت کبریٰ یہ ہے کہ اس نے اہل بیت کے ساتھ بے پناہ ظلم و ستم کیے اور حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور طیب و طاہر خاندان نبوت کے ساتھ جو ظلم کیے وہ اس کے عدم تصدیق رسالت پر دلالت کرتے ہیں اور اس کے خصال شنیعہ جنہوں نے اس کو محیط کیا ہوا تھا یہ سب اس پر

جواز لعنت کے ہیں اور نہ توبہ کی اس نے اور اس کے حواریوں نے پس لعنت ہے یزید اور ابن زیاد اور ابن سعد اور اس کی جماعت پر اللہ تعالیٰ عزوجل کی۔

۹۔ حضرت سیدنا مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ کم بخت یزید اصحاب میں سے نہ تھا۔ اس کی بدبختی میں کسی کو کلام نہیں جو کام اس بدبخت نے کیا کوئی کافر فرنگ بھی نہیں کرتا۔ ملا جامی نے جو معاویہ کے متعلق لکھا ہے اگر وہ لعنت کا مستحق ہے الخ یہ بھی نامناسب ہے اس کی تردید کی کیا حاجت ہے اس میں کون سا محل اشتباہ ہے اگر یہ بات یزید کے حق میں کہتا (یعنی لعنت) تو بے شک جائز تھا لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کہنا برا ہے۔ (مکتوبات شریف ج ا مکتوب ۲۵۱ ج ۲ص ۱۸)

۱۰۔ مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز الحمید قطعاً یقیناً باجماع اہلسنت فاسق وفاجر وجری علی الکبائر تھا۔ اس قدر پر ائمہ اہلسنت کا اتفاق ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور ان کے اتباع وموافقین اس کو کافر کہتے ہیں اور بہ تخصیص نام اس پر طعن کرتے ہیں۔ اس کے فسق وفجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات اہل سنت مذہب کے خلاف ہے اور ضلالت و بے دینی ہے بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے نہیں جس میں محبت سید عالم کا شمہ ہو وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون شک نہیں کہ اس کا قائل مردود اور اہل سنت کا عدو عنود ہے اور ان کلمات شنیعہ سے حضرت بتول زہرا علی المرتضیٰ اور خود حضور سید الانبیاء ﷺ کا دل دکھا چکا ہے۔ اللہ واحد قہار کو ایذا دے چکا ہے۔

۱۱۔ یزید پلید کے بارے میں ائمہ اہل سنت کے تین اقوال ہیں۔ امام احمد وغیرہ اکابر اسے کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہوگی اور امام غزالی وغیرہ مسلمان جانتے ہیں تو اس پر کتنا عذاب ہو بالآخر بخشش ضرور ہے اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر لہٰذا یہاں بھی سکوت کریں گے۔ (احکام شریعت)

۱۲۔ سید المفسرین حکیم الامت رئیس المتکلمین صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یزید بن معاویہ ابو خالد اموی وہ بدنصیب شخص ہے جس کی پیشانی پر اہل بیت کرام کے بے گناہ قتل کا سیاہ داغ ہے اور جس پر ہر قرن (زمانہ) میں

دنیائے اسلام ملامت کرتی رہی ہے اور قیامت تک اس کا نام تحقیر کے ساتھ لیا جائے گا۔
یزید باطن' سیاہ دل' ننگ خاندان ۲۵ھ میں معاویہ کے گھر میسون بنت بجدل کلبیہ کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ نہایت موٹا' بدنما' کثیر الشعر' بد خلق' تند خو' فاسق' فاجر' شرابی' بدکار' ظالم' بے ادب' گستاخ تھا۔ اس کی شرارتیں اور بے ہودگیاں ایسی ہیں جن سے بدمعاشوں کو شرم آئے۔
عبداللہ ابن حنظلۃ الغسیل نے فرمایا خدا کی قسم! ہم نے یزید پر اس وقت خروج کیا جب ہمیں اندیشہ ہو گیا کہ اس کی بدکاریوں کے سبب آسمان سے پتھر نہ برسنے لگیں۔

(سوانح کربلا ص ۳۷ وص ۴۷)

محرمات کے ساتھ نکاح اور سود وغیرہ منہیات کو اس بے دین نے اعلانیہ رواج دیا۔ مدینہ طیبہ و مکہ مکرمہ کی بے حرمتی کرائی۔ ایسے شخص کی حکومت گرگ کی چوپانی سے زیادہ خطرناک تھی۔ ارباب فراست اور اصحاب اسرار اس وقت سے ڈرتے تھے جب کہ عنان سلطنت اس کے ہاتھ آئی۔

۱۳۔ علامہ قاضی شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تواتر عن یزید من ایذاء النبی فی اهل بیته ما یوجب اللعن فرحم الله من جوز لعنه قال الله تبارک و تعالیٰ ان الذین یؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنیا والآخرة واعدلهم عذاباً مهیناً

یزید کے متعلق یہ بات بالتواتر ثابت ہے کہ اس نے حضور اقدس ﷺ کو بوجہ قتل اہل بیت اذیت پہنچائی اور یہ بات موجب لعنت ہے اور رحم کرے اللہ ان لوگوں پر جو یزید پر لعنت جائز سمجھتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

۱۴۔ علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الکیا ہراسی فقیہ شافعی سے سوال کیا گیا کہ یزید بن معاویہ صحابہ میں سے ہے یا نہیں اور آیا اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یزید صحابہ میں سے نہیں تھا کیونکہ اس کی ولادت زمانہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں ہوئی تھی۔ اب رہا سلف صالحین کا قول اس کی لعنت

کے بارے میں تو اس میں امام ابوحنیفہ امام مالک اور احمد بن حنبل کے دو قسم کے قول ہیں۔ ایک تصریح کے ساتھ اور ایک تلویح کے ساتھ اور ہمارے نزدیک ایک ہی قول ہے یعنی تصریح نہ کہ تلویح۔ (یعنی صراحۃً لعنت کا جواز) اور کیوں نہ ہو جبکہ یزید کی کیفیت یہ تھی کہ وہ چیتوں کے شکار میں رہتا اور نرد سے کھیلتا اور شراب خوری کرتا چنانچہ اس کے اشعار میں سے ہے کہ میں اپنے ساتھیوں سے کہتا ہوں جن کی جماعت کو دور جام وشراب نے جمع کر دیا ہے اور عشق کی سرگرمیاں ترنم کی آواز سے پکار رہی ہیں کہ اپنی نعمتوں لذتوں کے حصہ کو حاصل کرلو کیونکہ ہر انسان ختم ہو جائے گا اگرچہ اس کی کتنی ہی عمر طویل کیوں نہ ہو لہٰذا وقت تھوڑا ہے جو عیش کرنی ہے کرلو کہ پھر یہ زندگی ہاتھ نہیں آئے گی۔ اس پر ابراہی فقیہ نے ایک فصل لکھا ہے جسے طوال کی وجہ سے ہم نے چھوڑ دیا ہے پھر انہوں نے ایک ورق پلٹا اور لکھا کہ اگر اس ورق میں کچھ اور بھی جگہ ہوتی تو میں قلم کی باگ ڈھیلی کر دیتا اور اس یزید کی رسوائیاں کافی تفصیل سے لکھتا۔

۱۵۔ مورخ جلیل مسعودی لکھتے ہیں:

یزید اور اس کے ہمراہوں کے اخبار و آثار عجیب اور عیوب و نقائص کثیر ہیں۔ جیسے شراب پینا، فرزند رسول کو قتل کرنا، ان پر لعن وطعن کرنا، خانہ کعبہ کا گرانا، مسلمانوں کا خون بہانا اور مختلف قسم کے ایسے فسق و فجور کے کاموں کا ارتکاب کرنا جن کے ارتکاب کرنے والوں کے لیے اس طرح رحمت خداوندی سے ناامیدی کی وعید و تہدید وارد ہوئی ہے جس طرح منکرین توحید ومخالفین رسل کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔ امام احمد بن حنبل نے یزید کو کافر کہا۔ اپنے علم و ورع کے اعتبار سے وہ کافی ہیں۔ ان کے علم و ورع اس بات کے گواہ ہیں کہ یزید کو کافر اسی وقت کہا ہوگا جب کہ صریح موجب کفر باتیں اس سے واقع ہوئی ہوں گی۔ ایک جماعت کا جن میں ابن جوزی وغیرہ ہیں یہی فتویٰ ہے۔ یزید کے فسق پر اجماع ہے بہت سے علماء کرام نے یزید کا نام لے کر اسے لعنت کرنے کو جائز رکھا ہے۔ امام احمد سے بھی یہی مروی ہے ابن جوزی نے بتایا کہ قاضی ابو یعلیٰ نے مستحقین لعنت کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے اس میں یزید کا نام بھی ذکر کیا ہے۔ (علامہ عبد السلام رضوی)

خلاصہ اور ماحصل اس پوری بحث کا یہ ہے کہ اگر یزید کو اول جیش میں مان بھی لیا جائے تو اس کی مقصود کی تو اس کی وجہ سے اس کو مغفور لہم میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔

؎ بخشے کدی نہ جان گے حامی یزید دے
جیکر کدے وی ہوگئیاں بیزار فاطمہ ؓ

یزید کے بعض دیگر کافرانہ عقائد ونظریات

علامہ سید محمود آلوسی ؒ تفسیر روح المعانی ج ۲۹، ص ۲۷ میں یزید کے کفریہ عقائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یزید نے اسیران کربلا کا قافلہ آنے کی اطلاع پاکر اپنے محل کی چھت پر چڑھ کر مقام جبرون کی طرف نگاہ کی تو نیزوں پر لٹکے شہداء کربلا کے سروں کو دیکھا اور یہ اشعار پڑھے۔

ترجمہ: کاش میرے بدر والے وہ بزرگ جنہوں نے تیر کھا کر بنی خزرج کی جزع وفزع اور اضطراب کو دیکھا تھا آج موجود ہوتے۔

اور دیکھتے کہ ہم نے تمہارے سرداروں میں سے بڑے سردار (امام حسین ؓ) کو قتل کر کے بدر والی کجی کو سیدھا کر دیا۔

اس وقت خوشی کے مارے ضرور بآواز بلند پکار کر کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں۔

لست من خندف ان لم انتم
من نبی احمد ما کان فعل
لعبت بنی هاشم بالملك فلا
خبر جاء ولا وحی نزل

میں اولاد خندف سے نہیں ہوں اگر اولاد احمد سے ان کے کیے کا بدلہ نہ لے لوں۔ بنی ہاشم نے تو ملک گیری کے لیے ایک ڈھونگ رچایا تھا ورنہ کوئی خبر آسمانی آئی تھی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی تھی۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ ان مذکورہ بالا اشعار یزیدی پر علماء اکابرین نے یزید پلید پر کفر کا فتویٰ دیا اور فرمایا ہے جس نے صاف الفاظ میں کہا کہ میں نے بدر والی کجی کا آج بدلہ لیا ہے۔ هذا هو المروق من الدین وقول من لایرجع الی الله ولا الی دینه ولا الی کتابه ولا الی رسوله ولایؤمن بالله ولا بما جاء من عند الله ۔ یہ کھلم کھلا دین اسلام سے خروج ہے اور ایسے شخص کا قول ہے جو خدا اور اس کے رسول اور دین اور اس

کے کلام کتاب اللہ پر ایمان نہیں رکھتا۔

شاہ عبدالعزیز کا فتویٰ

ترجمہ: سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے خلاف کھڑا ہونا دعوئے خلافت راشدہ کی بناء پر نہ تھا جو تیس سال گزرنے پر ختم ہو چکی تھی بلکہ رعایا کو ایک ظالم (یزید) کے ہاتھ سے چھڑانے کی بناء پر اور ظالم کے مقابلہ میں مظلوم کی اعانت واجبات (دین) میں سے ہے۔ (فتاویٰ عزیزیہ ص ۴۱)

معلوم ہوا کہ جب یزید کا خلیفہ ہونا شرعاً درست و ثابت نہیں تو اس کے خلاف اقدام کرنے والا کیونکر باغی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اقدام امام نہ طلب خلافت کے لیے تھا نہ حصول جاہ و اقتدار کے لیے بلکہ یہ ایک عظیم جہاد تھا جو کہ مظلوموں کو ظالموں کے پنجوں سے رہائی دلانے کے لیے تھا۔

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اور یہ جو بعض جہلا نے افواہ اڑا رکھی ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ باغی تھے تو یہ افواہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک باطل ہے شاید یہ خارجیوں کے بیانات ہیں جو راہ مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں۔ (شرح فقہ اکبر ص ۸۷)

عبارت مذکورہ سے واضح ہوا کہ وہ لوگ جاہل ہیں جنہوں نے سیدنا امام عالی مقام پر بغاوت کا الزام لگانے کی کوشش کی ہے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا صحابی اور اہل بیت رسول اور افضل المسلمین ہوتے ہوئے کربلائی اقدام کسی حصول جاہ و اقتدار کے لیے نہ تھا بلکہ عظیم جہاد تھا جس کو معرکۂ کربلا میں عملی شکل میں پیش فرمایا۔ جب یزید خلیفہ ہی نہیں تو اس کے خلاف اقدام کیونکر باغیانہ ہو سکتا ہے۔

یہ تھے یزید کے کفریہ عقائد و نظریات جو دین اسلام اور اس کے حقائق کا انکار کرنے کے ساتھ اپنے نجس و ناپاک خیال کا اظہار کرتا ہے کہ میں نے بدر والوں کا آل رسول سے بدلہ لیا ہے۔

یزید کا حلت شراب کے متعلق نظریہ اور آیت قرآنی کا تمسخر

یزید اعلانیہ شراب کے دور چلاتا تھا اور عیش و عشرت کرتا تھا جب اس کو شراب سے روکا

جاتا تو کہا کرتا تھا کوئی بات نہیں۔

فان حرمت یوما علی دین احمد

فخذ علی دین مسیح بن مریم

اگر دین احمد میں شراب نوشی حرام ہے تو پھر مسیح بن مریم (علیہ السلام) کے دین پر پی لو۔ (تفسیر مظہری ج ۳ ص ۲۷۹، ابن اثیر کامل ج ۳ ص ۴۳)

ما قال ربك ویل للذین شربوا

بل قال ربك ویل للمصلین

خدا نے شراب خوروں کے بارے میں ویل للشاربین نہیں کہا البتہ نماز گزاروں کے متعلق قرآن میں ویل للمصلین موجود ہے یعنی ہلاک ہو جائیں شرابی نہیں کہا بلکہ ہلاک ہو جائیں نمازی کہا ہے۔ ایضاً

العیاذ باللہ۔ خدا اور رسول ﷺ اور قرآن کا کیسا کھلا تمسخر کیا گیا ہے اور آیات خداوندی کو کس طرح اپنی شراب نوشی پر دلیل بنانے کی کوشش کی۔ جیسے آج کل بھی شراب نوشی کرنے والے کہا کرتے ہیں کہ شرابا طہورا جنت میں بھی جنتی لوگوں کو شراب ملے گی کون سی طہورا پاک۔ اس لیے ہم شراب پیتے ہیں۔ خدا نے اس کی تعریف کی ہے۔

یزید گانے بجانے' ناچ' راگ' کتوں' بندروں کا دلدادہ

یزید کی عیش و عشرت اور عادات و اطوار کا یہ حال تھا۔

یزید بڑا عیش و عشرت پسند شکاری جانوروں' کتوں' بندروں اور چیتوں کا دلدادہ تھا اور ہر وقت اس کی ہاں شراب خوری کی بزم میں لگی رہتی تھیں۔ (مروج الذہب جلیل مسعودی ج ۳ ص ۲۸)

جب یزید کی بدکرداریوں کی عام شہرت ہوئی تو مدینہ کے لوگوں پر یہ بات بالخصوص شاق گزری' حاکم عثمان بن محمد بن ابی سفیان نے معاملہ کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اشراف مدینہ کا ایک وفد مرتب کر کے یزید کے پاس بھیجا جس میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ انصاری اور حضرت منذر ابن زبیر شامل تھے۔ عثمان کا خیال تھا کہ یہ لوگ یزید کی عطا و بخشش سے مطمئن ہو جائیں گے مگر اس کا یہ خیال بالکل غلط ثابت ہوا۔ ان حضرات نے واپس آ کر یزید

کے کردار کو بالکل طشت از بام کر دیا۔ اگرچہ یزید نے رخصت کے وقت حضرت عبداللہ کو ایک لاکھ اور ان کے ہمراہیوں کو دس دس ہزار درہم دیے۔ یزید کا خیال تھا کہ اس حیلہ سے ان کو اپنے دام میں پھانسنے میں کامیاب ہو جاؤں گا مگر اس کی توقع کے خلاف جب یہ حضرات واپس لوٹ کر مدینہ طیبہ پہنچے تو کھلے بندوں یزید کی برائیاں آنکھوں دیکھی اس طرح بیان کیں۔ کہ ہم ایک ایسے شخص کے پاس سے ہو کر آئے ہیں جو بالکل بے دین ہے۔ شراب پیتا ہے' طنبورے بجاتا ہے اس کے سامنے کنیزیں باجے بجاتی ہیں' کتوں سے کھیل کر دل بہلاتا ہے۔ رات بدمعاشوں اور چوروں کے گروہ میں جنگی کہانیاں بیان ہوتی ہیں۔ ہم تمہیں گواہ کر کے کہتے ہیں کہ ہم نے اس کی بیعت توڑ دی ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۳۸)

چنانچہ دیگر اہل مدینہ نے بھی یزید کی بیعت توڑ دی جس کے نتیجہ میں وہ واقع ہوا جو واقعہ حرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اور تحقیق روایات سے ثابت ہے کہ یزید سرود نغمہ' ساز و راگ' شراب نوشی اور سیر و شکار کے اندر اپنے زمانہ میں مشہور تھا۔ نوعمر لڑکوں' گانے والی دوشیزاؤں اور کتوں کو اپنے گرد جمع رکھتا تھا۔ سینگ والے لڑاکا مینڈھوں' سانڈھوں اور بندروں کے درمیان لڑائی کا مقابلہ کرواتا تھا۔ ہر دن صبح نشہ میں مخمور رہتا تھا۔ زین کسے ہوئے گھوڑوں پر بندروں کو رسی سے باندھ دیتا تھا اور ان کو پھراتا تھا۔ بندروں اور نوعمر لڑکوں کو سونے کی ٹوپیاں پہناتا تھا۔ گھوڑوں کے درمیان دوڑ مقابلہ کراتا تھا جب کوئی بندر مر جاتا تو اس کا سوگ منایا جاتا تھا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۶)

واقعہ کربلا سے متعلقہ چند موضوعات پر قارئین کرام کی خدمت میں تبرکات پیش کیے جا رہے ہیں جو دراصل اہل سنت کے جید علماء کرام (جن میں سے اکثر اہل بیت کی محبت کی وجہ سے ان کے ساتھ جنت کی سیر فرما رہے ہیں اور جو بقید حیات ہیں ان کا سایہ اللہ تعالیٰ ہمارے سروں پر سلامت تا قیام قیامت رکھے۔ آمین ثم آمین بجاہ النبی الکریم)

(آخر میں شہادت کے موضوع پر چند تقاریر کا خلاصہ ملاحظہ کیجئے)

شہید کی زندگی اور شہادت کا معنی و مفہوم

اس بات سے واقف ہیں زمانے والے
زندہ رہتے ہیں محمد کے گھرانے والے
کچھ مٹ گئے باقی بھی مٹ جائیں گے
شبیر تیرا نام مٹانے والے

شہادت کا ایک معنی گواہی ہے اور اس معنی کے لحاظ سے شہید کا معنی گواہ ہوگا اور شہید وہ ہوتا ہے جو انگلی کٹا کر نہیں بلکہ اپنا سر کٹا کر اللہ کی عظمت کی گواہی دیتا ہے کہ رب کی ذات وہ ہے جس کی راہ میں جان دینا بھی سعادت ہے۔ وہ ذات موجود ہے تبھی میں اس کے لیے سر کٹا رہا ہوں ورنہ میں اتنا بڑا کام کیسے کر گزرتا۔

شہید کا معنی مددگار بھی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے وادعوا شھدآء کم من دون اللہ۔ سوال یہ ہے کہ جو اپنی جان دے رہا ہے وہ دوسروں کی کیا مدد کرے گا تو جواب یہ ہے کہ وہ جان دے کر لاکھوں کی جانوں کو محفوظ کر گیا ہے۔ دوسروں کو جینے کا سلیقہ سکھا جاتا ہے۔ خود ظلم سہہ کر دوسروں کو ظلم سے بچا جاتا ہے۔

دوسرے لوگوں کی شہادت اور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی شہادت میں ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ دوسروں کو اللہ کی ذات پر تو یقیناً یقین ہوتا ہے مگر اپنی شہادت پر یقین تو ہر کسی کو نہیں ہوتا اور امام حسین رضی اللہ عنہ وہ ہیں کہ آپ کو بچپن ہی میں اپنی شہادت کا یقین کامل تھا بلکہ ساری امت جانتی تھی کہ آپ کو شہید کیا جائے گا۔ دوسرے لوگ قرآن پر ایمان رکھ کر شہید ہوتے ہیں اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے شہید ہو کر قرآن پڑھا اور قرآن کی صداقت کو لوگوں سے منوایا کہ اس کا یہ فرمانا حق ہے کہ شہید زندہ ہوتے ہیں۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

تھیوری اور پریکٹیکل

کسی سے اگر کہو کہ ایک خاص مقدار میں ہائیڈروجن اور آکسیجن ملاؤ تو پانی بن جائے

گا۔ ہوسکتا ہے وہ اس فارمولے کو مانے یا نہ مانے مگر اس کو لیبارٹری میں لے جا کر پانی بنا کر دکھا دو تو جاہل سے جاہل بھی مان جائے گا تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ شہید زندہ ہیں ایک تھیوری ہے اور امام حسین کا سر کٹا کر قرآن پڑھنا پریکٹیکل ہے کہ اگر کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ جو دفن ہو گیا' جس کا جنازہ پڑھا گیا' جس کے بچے یتیم اور عورت بیوہ ہو گئی وہ کیسے شہید ہو سکتا ہے؟ تو وہ مجھے سر کٹا کر قرآن پڑھتا ہوا دیکھ لے۔

جہان عزم و وفا کا پیکر
خرد کا مرکز عقل کا رہبر
جمال زہراء جلال حیدر
ضمیر انساں' نصیر داور
زمین کا دل آسمان کا دلبر
دیار صبر و رضا کا دلبر
جبین انسانیت کا جھومر
عرب کا سہرا عجم کا زیور
حسین تصویر انبیاء ہے
نہ پوچھ میرا حسین کیا ہے

تین موتوں سے مرنے والی بکری

امام عالی مقام اپنی زندگی کا اس وضاحت سے کیوں نہ اعلان فرماتے کہ ویسے تو ہر شہید ہی زندہ ہے مگر آپ اس جنابك علی هؤلاء شهيدا۔ کی شان والے نبی کے نواسے ہیں کہ جس نے خیبر کے دن تین موتوں سے مری ہوئی بکری کو ہاتھ لگایا تو وہ زندہ ہو گئی اور تین موتوں سے اس طرح کہ ایک تو زہر میں بھی ہوئی تھی یہ دو موتیں ہو گئیں کہ زہر سے بھی موت واقع ہو جاتی ہے اور آگ میں بھوننے سے بھی اور ایک ذبح کی موت لیکن حضور ﷺ کے ہاتھ لگے تو بکری نے بول کر کہا! مجھے نہ کھانا مجھ میں زہر ملا ہوا ہے اور امام حسین تو اس نبی ﷺ کا خون تھے اس لیے آپ تو ہمیشہ کے لیے زندہ ہو گئے اور آپ کو مارنے والے ایسے

مرے کہ ہمیشہ کے لیے مرگئے۔

حسین دل ہے حسین جاں ہے
حسین قرآن کی زباں ہے
حسین عرفاں کی سلطنت ہے
حسین اسرار کا جہاں ہے
حسین سجدوں کی سرزمیں ہے
حسین ذہنوں کا آسماں ہے
حسین زخموں بھری جبیں ہے
حسین عظمت کا آستاں ہے
اٹھا رہا ہے جو لاش اکبر
حسین بوڑھا نہیں جواں ہے
حسین تنہا ڈٹا ہوا ہے
نہ پوچھ میرا حسین کیا ہے

شہید کے جسم کی حفاظت

ارشاد باری تعالیٰ ہے: من جآء بالحسنة فلهٗ عشر امثالها اور مثل الذين ينفقون اموالهم في سبيل الله (الی آخرہ) جو ایک پائی خرچ کرے اس کو سات سو تک ملیں۔تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ راہ خدا میں ایک دانہ خرچ کرو تو سات سو مل جائیں اور سب سے قیمتی جان خرچ کرو تو ہزاروں جانوں سے زیادہ قیمتی زندگی نہ ملے۔

موت تو صرف جسم کو متاثر کرتی ہے جبکہ روح جسم میں آنے سے پہلے بھی موجود تھی اور جسم کے فنا ہو جانے کے بعد بھی موجود رہے گی کیونکہ امر ربی ہے اور موت جب شہید کے کپڑوں کو بھی بعض دفعہ محفوظ رکھتی ہے تو اس کے جسم کی کیوں نہ حفاظت کرتی ہوگی اس پر چند تاریخی شواہد ملاحظہ فرمائیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد سے چھیالیس سال بعد حضرت عمرو بن

الجموح اور حضرت عبداللہ بن زبیر جو کہ ایک ہی قبر میں مدفون تھے سیلاب کی وجہ سے ان کی قبر کھل گئی تو ان کے جسم ایسے شگفتہ اور تر و تازہ تھے کہ گویا ابھی دفن ہوئے ہیں۔

چودھویں صدی ہجری میں عراق کے اندر دریائے دجلہ کے کنارے حضرت عبداللہ بن جابر اور دیگر کئی صحابہ کرام علیہم کے مزارات کو جب پانی نے چھونا شروع کیا (پانی نے اہل ایمان کو بیدار کیا اور جہاد کی طرف رغبت دلائی کہ تم تو غفلت کی نیند سو چکے ہو میں ہی تمہیں بیدار کروں اٹھو! راہ خدا میں جہاد کی تیاری کرو دشمن کو مارو اور خود شہید ہو کر یہ مقام حاصل کرو) حکومت عراق نے ان شہید صحابہ کرام علیہم کو حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار میں منتقل کرنے کا انتظام کیا اور جب قبریں کھولی گئیں تو ان کے کفن بھی اس طرح محفوظ تھے جیسے ابھی دفن کیا گیا ہے۔ ہزاروں لوگوں نے شہداء کی اس کرامت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ (بحوالہ ضیاء القرآن ج اص ۱۰۸)

اس طرح شرح الصدور میں تین شہیدوں کا اور اس کے علاوہ اس کتاب میں شہداء کی زندگی کے کئی واقعات ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

اور چودھویں صدی میں مسجد نبوی کی توسیع کے دوران حضور ﷺ کے والد گرامی رضی اللہ عنہ کا جسم اقدس صحیح سلامت برآمد ہوا جس کی زیارت کرنے والے لوگ ابھی موجود ہیں۔ پھر سید الشہداء شہید کربلا کی عظمت حیات اور شان شہادت کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔

حسین ایماں کی جستجو ہے
حسین یزداں کی آبرو ہے
حسین تنہا تھا کربلا میں
حسین کا ذکر چار سو ہے
فرات کی نبض رک گئی ہے
حسین مصروف گفتگو ہے
جہاں گلابوں سے اٹ گیا ہے
حسین شاید لہو لہو ہے
حسین کا حوصلہ نہ پوچھو
حسین لٹ کر بھی سرخرو ہے

چند نکات

اہل محبت کہتے ہیں کہ امام عالی مقام ؑ راہ حق میں سب کچھ لٹا کر' کٹا کر شہداء کی لاشوں کو دیکھ کر اچانک مسکرا پڑے۔

نشان مرد مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

یزیدی لشکر امام کی مسکراہٹ دیکھ کر ڈر بھی گیا اور حیران بھی ہوا کہ سب کچھ لٹا کر اور اپنی موت سامنے دیکھ کر پھر بھی مسکرا رہا ہے یہ کیسا انسان ہے؟

فرمایا: اگر میرا کچھ نہیں رہا تو کسی کا بھی کچھ نہ رہے گا کل من علیها فان۔ صرف رب کی ذات نے ہی باقی رہنا ہے۔ ویبقٰی وجه ربك ذوالجلال والاکرام ۔

اور میں مسکراؤں نہ تو کیا کروں کیونکہ کامیاب ہو گیا ہوں' میرے اصغر سے لیکر اکبر تک اور عون ومحمد سے لیکر قاسم تک اور حرؑ وہب سے لیکر آخری سپاہی تک کسی کے خون کا ایک قطرہ بھی ضائع نہیں گیا۔ لوگ صرف باتیں کرتے ہیں کہ جہاں آپ کا پسینہ بہے گا وہاں ہمارا خون بہے گا اور ہم نے رب کی راہ میں خون کا آخری قطرہ تک بہا کر دکھا دیا ہے۔

پھر میں کیوں نہ مسکراؤں کہ سید بھی ہوں' اہل بیت میں سے بھی ہوں' نواسۂ رسول اور جگر گوشۂ بتول بھی ہوں' وفا کا پیکر بھی ہوں' جلال حیدر بھی ہوں' مسافر بھی ہوں' مہاجر بھی ہوں' پیاسا بھی ہوں اور محمد ﷺ کا نواسہ بھی ہوں اور پھر کامیاب بھی ہوں' اپنے رب کی اتنی نعمتیں پا کر میں نہ مسکراؤں تو کون مسکرائے؟ رونا اگرچہ رب کی رضا بھی عطا کرتا ہے اور محبت مصطفٰی بھی دیتا ہے مگر مقابلے میں دنیا دار یہ نہ سمجھیں کہ بے صبری کی وجہ سے اور موت کو دیکھ کر رو رہا ہے لہٰذا آج اس رسم عاشقی کو ادا کر رہا ہوں' ۔ چو مرگ آید تبسم برلب اوست ۔

موسٰی علیہ السلام طور پر چڑھے تو طور خوشی سے اچھلنے لگا اور میں تو محبوب خدا کے کندھوں پر چڑھا ہوں۔ حسین نہ مسکرائے تو کون مسکرائے؟

حسین میدان کا سپاہی
حسین دشت بلا کا راہی

حسین فرق اجل کا تل ہے
حسین انداز کج کلاہی
حسین کی گرد پا زمانہ
حسین کی ٹھوکروں میں شاہی
حسین معراج فقر عالم
حسین رمز جہاں پناہی
حسین ایمان کا مینارہ
حسین اوہام کی تباہی
ضمیر انسان کی لغت میں
حسین معیار بے گناہی
حسین غیرت کا فیصلہ ہے
نہ پوچھ میرا حسین کیا ہے

میں کیوں مسکرا رہا ہوں

اورنگزیب عالمگیر کی فوج کا ایک سپاہی دشمن فوج کے قابو آگیا اور اس کے ساتھ ایک نوجوان بھی تھا۔ دشمن نے اورنگزیب کی حکومت کے راز اگلوانے کی بڑی کوشش کی۔ لالچ بھی دیا' ڈرایا' دھمکایا بھی' مارا پیٹا بھی مگر اس نے کچھ نہ بتایا۔ آخر کار بات اس نتیجے تک پہنچی کہ سپاہی نے کہا یہ میرے ساتھ جو جوان ہے یہ میرے دشمن کا بیٹا ہے اس کو مار دو کہیں ایسا نہ ہو کہ میں راز بتادوں اور یہ جا کر شکایت کردے۔ ویسے بھی اس سے مجھے جان کا خطرہ ہے۔ وہ بہت خوش ہوئے کہ یہ تو معمولی شرط ہے چنانچہ انہوں نے تلوار سے اس نوجوان کو مار دیا تو سپاہی مسکرانے لگا۔ وہ سمجھے کہ شاید دشمن کے مرجانے پر خوش ہوا ہے اور اب راز بتانے لگا ہے لیکن وہ حیران رہ گئے جب اس نے یہ کہا کہ یہ تو میرا حقیقی بیٹا تھا اور مجھے بہت پیارا بھی تھا اور اب میں خوش اس لیے ہوا ہوں کہ ہوسکتا تھا کہ میرے سامنے رہتا تو اس کی محبت مجھے راز اگلنے پر مجبور کردیتی یا میرے مرنے کے بعد کسی طرح تم اس سے راز اگلوا لیتے۔ اب یہ

خطرہ تو ٹلا کیونکہ میرے تم ٹکڑے بھی کر دو گے تو اپنا مقصد نہ پا سکو گے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس لیے مسکرا رہا ہوں کہ اپنی ننھی منھی فوج کے بارے میں فکر مند تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لالچ یا ڈر کی وجہ سے جو کام میں نے نہیں کیا (بیعت یزید) کہیں یہ نہ کر دیں۔

اب یہ فکر تو ختم ہوئی اور میں تو نہیں پھسلوں گا کیونکہ اگر مہر نبوت کا سوار بھی پھسل جائے گا تو قائم کون رہے گا۔

انہوں نے کہا: ہم ایسا ظلم کریں گے کہ ظالم بھی کانپ جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: میں ایسا صبر کروں گا کہ صابر تھرا جائیں گے۔ انہوں نے کہا: دیکھ لینا تو تین دن سے پیاسا بھی ہے۔ فرمایا: انتظار کا ہے کا؟ آ جاؤ! میری تلوار مجھ سے زیادہ پیاسی ہے مگر تمہارے خون کی اور سنو: بکریوں کا مقابلہ آسان ہوتا ہے اور ابن شیر خدا کا مقابلہ اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم نے سمجھ رکھا ہے اور پھر جب شیر خدا کے فرزند نے ذوالفقار حیدری چلائی تو یزیدیوں کی کھوپڑیاں جسموں سے اوپر اڑتی ہوئی نظر آئیں۔

فرمایا: تم مجھے موت سے ڈراتے ہو؟ موت سے تو وہ ڈرے جو اقتدار کا بھوکا ہو اور جس کو کرسی چاہیے ہو جبکہ مجھے کرسی نہیں اپنے نانا کا مصلی چاہیے۔ کرسی تو خود میرے بھائی حسن نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی تھی۔ مہر نبوت پہ کھیلنے والا کرسی کا بھوکا نہیں ہے۔

حسین نکھرا ہوا قلندر
حسین بپھرا ہوا سمندر
حسین بستے دلوں سے آگے
حسین اجڑے دلوں کے اندر
حسین سلطان دین و ایماں
حسین افکار کا سمندر
حسین ہے آدمی کا رتبہ
حسین ہے آدمی کا ''من در''

خدا کی بخشش ہی خیمہ زن ہے
حسین کی سلطنت کے اندر
حسین "ہاں" بندۂ خدا ہے
نہ پوچھ میرا حسین کیا ہے

چار صفات

چار صفات اگر کسی مسلمان میں پائی جائیں تو دینی و مذہبی لحاظ سے ایسا انسان (نبوت کا دروازہ بند ہونے کی وجہ سے نبی تو نہیں ہو سکتا اور اب اس دور میں صحابی و تابعی بھی نہیں ہو سکتا اس کے علاوہ) جو کچھ روا ہے اور وہ چار صفات یہ ہیں۔ کمال عبادت و بندگی' کمال سخاوت' کمال شجاعت اور صفت شہادت اور امام عالی مقام کی ذات میں یہ چاروں صفات بدرجہ اتم موجود ہیں۔

عبادت ایسی کی ہے کہ سر سجدے میں کٹا دیا' سخاوت ایسی کی ہے کہ راہ حق میں اپنے بیٹوں کا نذرانہ پیش فرما دیا' شجاعت ایسی دکھائی ہے کہ آج تک یزیدیت سر چھپاتی پھر رہی ہے اور اس دور میں لاکھوں یزیدی ہونے کے باوجود آج کوئی ایک شخص بھی اپنے آپ کو ان یزیدیوں کی اولاد میں سے کہلانے کی جرأت نہیں کرتا حالانکہ جب ایک زین العابدین سے اتنے سادات پھیلے ہیں تو ظاہر ہے یزیدی لشکر جو لاکھوں میں تھا ان کی نسل بھی تو چل رہی ہے لیکن دنیا میں کوئی ان کا جسمانی یا روحانی بیٹا جرأت تو کرے اور کہے کہ میں یزید' شمر یا خولی کی اولاد ہوں۔

اور شہادت ایسی کہ سید الشہداء کا لقب پایا۔

حسین فقر و غنا کا غازی
حسین جنگاہ میں نمازی
حسین حسن نیاز مندی
حسین اعجاز بے نیازی
حسین آغاز جاں نثاری
حسین انجام جاں گدازی
حسین توقیر کار بندی
حسین تعبیر کار سازی
حسین معجز نمائے دوراں
حسین حق کی فسوں طرازی
حسین ہارا تو یوں کہ جیسے
حسین نے جیت لی ہو بازی
حسین کہنے کو بے نوا ہے
نہ پوچھ میرا حسین کیا ہے

یاد حسین منانا

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے دن جشن منانا ضروری ہے اگر چہ ان کے خون کا ایک قطرہ تک بھی نہ بہا اور کیا حسین کی یاد بھی نہ منائی جائے جس کا کچھ بھی نہ بچا جو آنکھوں پر پٹی باندھ کر بیٹے کی قربانی دے۔ ہم اس کی قربانی کی یاد منانا ایمان سمجھتے ہیں اور جو اپنے بیٹے کو ہاتھوں پر اٹھا کر اور آنکھوں کے سامنے علی اصغر کو تڑپ تڑپ کر شہید ہوتا دیکھے اور صبر ورضا کا پیکر بنا رہے اس حسین کی یاد منانا بھی ہم اپنے ایمان کی جان سمجھتے ہیں۔

۔ یہ عنایتوں کی جزا ملی	یہ عبادتوں کا صلہ ملا
جو چراغ نور نبی کا تھا	اسے کربلا میں بجھا دیا
چمن آپ اپنا لگا گئے	کہ بہار دین صدا رہے
جو نہ رنگ آیا بہار میں	تو لہو بھی اپنا بہا دیا

جنت کا سودا

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اپنے بچوں' بھائیوں' بھتیجوں' بھانجوں کو خود تیار کر کے میدان کربلا میں بھیج رہے تھے۔ ادھر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی جانوں اور ان کے مالوں کو خریدنے کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے **ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ**۔ امام حسین نے مولیٰ کی بارگاہ میں عرض تو کیا ہوگا یا اللہ! میرا مال کیسا ہے؟ اکبر کی جوانی کیسی ہے؟ اصغر کا بچپن کیسا ہے؟ یقیناً یہ شہزادے اگر شہید نہ ہوتے تو ہزاروں کافروں کو مسلمان کرتے اور دین اسلام کی بہتر سے بہتر خدمت کرتے مگر اے اللہ! تو نے طلب کیا میں نے پیش کر دیا تو نے کہا: اکبر جوانی کی حالت میں مجھے دے' اصغر کا بچپن میری راہ میں لٹا دے۔ میں نے ذرا عذر نہ کیا۔ لوگوں کے بچے سینما' شراب خانے اور کلبوں میں جاتے ہیں۔ حسین کے بیٹے سر کٹانے کے لیے مقتل کی طرف جا رہے ہیں۔ ثابت ہوا کہ حسین کو صرف علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذوالفقار ہی نہ ملی تھی بلکہ قوت پروردگار بھی ملی تھی۔

حسین اک دل نشیں کہانی	حسین دستور حق کا بانی
حسین عباس کا سراپا	حسین اکبر کی نوجوانی

حسین کردار اہل ایماں　　حسین اصغر کی بے زبانی
حسین سجاد کی خموشی　　حسین باقر کی قرآں خوانی
حسین دجلہ کا خشک ساحل　　حسین صغرا کی بے کرانی
حسین زینب کی کبریائی　　حسین کلثوم کی ردا ہے
نہ پوچھ میرا حسین کیا ہے

(موج ادراک تصرف)

سرّی و جہری شہادت

جو کمال اور وصف جڑ میں ہوتا ہے اس کا اثر شاخوں میں بھی ہوتا ہے۔ درخت کا بیج میٹھا ہو تو اس پر لگنے والا پھل بھی میٹھا ہوتا ہے۔ وہ کڑوا یا ترش ہو تو یہ بھی ویسا ہی ہوگا۔ اور امام عالی مقام کی اصل اور جڑ تو سید الانبیاء ہیں یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی ذات والا صفات میں دونوں شہادتوں (سری اور جہری) کے جلوے تھے جن کو ظاہر کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کا نسب امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے چلایا اور حضور نے ان کو اپنا بیٹا فرمایا اور مصائب و آلام کے سمندر سے دونوں شہزادوں کو اس لیے گزارا کہ ان کو جوانان جنت کا سردار بنایا جا چکا تھا اور بڑے امتحان سے گزارنا ضروری تھی کہ بعد میں کوئی یہ نہ کہتا پھرے کہ ترجیح بلا مرجح ہے یا نبی ﷺ کی سفارش سے اتنا بڑا درجہ مل گیا۔ اعتراض کرنے والا ان کا مرتبہ بھی دیکھے اور ساتھ امتحان بھی دیکھے گا تو یہ اعتراض خود ہی ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ حضور ﷺ میں پائی جانے والی دونوں شہادتوں کے جلوے (سری شہادت کا جلوہ خیبر کے دن زہر آلود گوشت کھانا اور جہری شہادت کا جلوہ اُحد میں زخمی ہونا) جو آپ ﷺ کی ذات سے پوری طرح ظاہر نہ ہو سکے حسن و حسین کے ذریعے ان کا اظہار بتمام و کمال کیا گیا اور اس طرح کہ

بکھر رہے تھے سجدے　　سنور گئے سجدے
نبی کے بچپن سے پہلے　　نبی کے بچپن کے بعد
یہ دین لٹ تو چکا تھا　　نہ مر سکے گا کبھی
میرے حسین کے پہلے　　میرے حسین کے بعد

بوسہ گاہِ مصطفیٰ ﷺ

میدان کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا صرف گلا ہی نہیں کٹا تھا بوسہ گاہ مصطفیٰ بھی کٹی۔ کوئی اگر حجر اسود کو کاٹے گا تو صرف پتھر کو نہیں کاٹے گا بلکہ بوسہ گاہ رسول کو کاٹے گا۔ فرق یہ ہے کہ حجر اسود کو حضور نے چند بار چوما اور اپنے نواسے کے گلے کو بار بار چوما۔ اس لیے اتنی بڑی قربانی دینے والے حسین کے غلامو! خون حسین سے سچا اور پکا وعدہ کرو کہ اے آقا حسین! آپ نے اسلام کو بچانے کے لیے سر بھی کٹایا گھر بھی لٹایا' تیرے خون کی رنگینی کی قسم ہے' تیرے بچائے ہوئے اسلام پر اگر پھر کسی یزید نے حملہ کیا تو تیری قربانی کو مشعل بنا کر سر کٹا دیں گے' گھر لٹا دیں گے مگر دین پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ اے شہدائے کربلا کے چاہنے والو! امام حسین رضی اللہ عنہ کا دامن شہادت تھام کر اس دور کے یزیدیوں سے ٹکرا جاؤ۔ اب ہر بار یزیدیوں سے ٹکرانے کے لیے حسین ہی تو نہیں آئیں گے نہ ہی ہر بار حسین کا ہی سر کاٹا جائے گا۔ اب حسین کا اسوہ پیش نظر رکھ کر ایک بار یزید کا سر بھی کٹنا چاہیے اور یہ تبھی ہوگا کہ اس ملک کی تقدیر کا فیصلہ کرنے کے لیے جب الیکشن ہو تو یزید کے نمائندوں کو مسترد کر دو جنہوں نے نصف صدی سے ملک میں جنگل کا راج قائم کر رکھا ہے۔ انگریز کا نظام چلا رکھا ہے اور ملک کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ بھی رہے ہیں اور چور مچائے شور کا کردار بھی ادا کر رہے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی روح تبھی خوش ہوگی جب اس ملک میں اور اس ملک پاکستان کے توسط سے پوری دنیا میں حسین رضی اللہ عنہ کے نانا کے دین کا پرچم لہرائے گا اور یزیدی نظام خود اپنی موت آپ ہی مر جائے گا اور اگر امام حسین یزید کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیں (یعنی اس کو ووٹ دینے سے انکار کر دیں) چاہے اس کے بدلے سر ہی کٹانا پڑے اور ہم جب بھی موقع آئے تو سب کچھ بھول کر پھر یزیدی گماشتوں کو منتخب کرنے پر ہی تلے رہیں تو حب اہل بیت کے سارے دعوے جھوٹے ہوں گے اور اس طرح ہزار سال میں بھی ہمارے ملک کے حالات نہ بدل سکیں گے۔

ے اے دل بگیر دامن سلطان اولیاء
یعنی حسین ابن علی جان اولیاء

قرآن مجید میں شہید کی زندگی کو ایک ہی آیت میں دو مرتبہ بیان فرمایا۔

ایک تو لا تقولوا سے اور دوسرا اصل اجماع ہے۔ حالانکہ ہم اپنی گفتگو میں جب یہ کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں تو یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ ہم عیسائی نہیں یا یہودی نہیں اور اگر کہا جائے گا تو تاکید کے زمرے میں آئے گا۔ جب اللہ نے یہ فرمایا کہ شہید کو مردہ نہ کہو تو ساتھ یہ فرما کر کہ وہ زندہ ہے زبردست تاکید پیدا کر دی تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ جس طرح کسی لنگڑے یا اندھے کو ادب کی وجہ سے لنگڑا اندھا نہیں کہتے صرف ادب کے تقاضے کے پیش نظر شہید کو بھی مردہ نہیں کہہ سکتے۔ فرمایا: ایسی بات نہیں ہے وہ مردہ نہیں ہیں بلکہ زندہ ہیں اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

کربلا! اے سرخرو لوگوں کے سجدوں کی زمین
قبلۂ فکر و نظر اے قبلۂ ارباب دین
مرکز انوار حق اے بوسہ گاہ مومنین
تیرے ذروں سے دمکتی ہے دو عالم کی جبین
صف ستاروں میں ہے تیری مانگ بھرنے کے لیے
آسماں جھکتا ہے تیرا ادب کرنے کے لیے

یا اللہ! کربلا والوں کو پانی کیوں نہ ملا؟ (ایک سوال)

اے اللہ! تیری شان ہے۔ ان اللہ علی کل شیء قدیر۔ تو اگر چاہے تو سخت پہاڑوں سے پانی کے چشمے جاری کر دے مگر اہل بیت نبوت کے لیے کربلا کی ریت سے بھی پانی کا چشمہ جاری نہ ہوا۔

جب ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کے لیے حضرت ہاجرہ کو پانی کی ضرورت پڑی تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیوں سے تو نے زمزم کا چشمہ جاری کر دیا جو آج تک جاری ہے۔ ادھر کربلا کی سرزمین پر حسین کا بیٹا علی اصغر بھی تو ایڑیاں رگڑتا رہا تو تب بھی ہر شے پہ قادر تھا اور اب بھی تیری شان یہ ہے ان اللہ علی کل شیء قدیر۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا جسم اقدس کیڑوں سے چھلنی تھا تو حسین کا جسم تیروں سے چھلنی تھا تو نے ایوب علیہ السلام کو صحت دینے کے لیے فرمایا: ارکض برجلک ھذا

مغتسل بارد وشراب ایڑی ماریے۔ ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہوگا اس کو پی بھی لینا اور غسل بھی کر لینا (شفا ہو جائے گی)۔

آخر ایوب علیہ السلام کو امام حسین سے زیادہ پانی کی ضرورت تو نہ تھی کہ شفا دینے کے تو اور بھی بہت سارے راستے تھے جبکہ پیاس بجھانے کا تو ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ پانی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے پانی طلب کیا واذ استسقیٰ موسیٰ لقومہ تو نے ایک عام سے پتھر پر موسیٰ علیہ السلام کو ڈنڈا مارنے کا حکم دیا جس سے تو نے ایک نہیں بارہ چشمے جاری فرما دیے۔ فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا۔ تو اگر موسیٰ علیہ السلام کی نافرمان قوم کو پانی کی ضرورت تھی تو ادھر کربلا کے میدان میں خاندان نبوت کو بھی تو پانی کی ضرورت تھی۔ ان کو پانی مل گیا اور ان کو کیوں نہ ملا؟

حضرت بی بی مریم کیلیے تو نے حیرت انگیز طریقے سے پانی کا انتظام فرما دیا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا وقت آیا تو نہ صرف پانی کا بلکہ کھجور کے خشک تنے سے کھجوروں کا بھی انتظام ہو گیا۔ فنادٰھا من تحتھا ان لا تحزنی قد جعل ربک تحتک سریا۔ وھزی الیک بجذع النخلۃ تسٰقط علیک رطبا جنیا ۔(سورہ مریم)

اگر بی بی مریم کو پانی کی ضرورت تھی تو میدان کربلا میں بی بی زینب کو بھی پانی کی ضرورت تھی وہ اگر عیسیٰ کی ماں تھیں تو یہ بھی تو محمد مصطفیٰ کی نواسی تھیں۔ تو وہاں بھی ہر شے پر قادر تھا اور یہاں بھی تیری شان ہے ان اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر۔ اے اللہ! تیرے نبی کے امتی اور اہل بیت اطہار کے خادم تجھ سے سراپا سوال ہیں کہ وہاں پانی ملا تو یہاں کیوں نہ ملا؟

جواب

بی بی ہاجرہ کو اسماعیل علیہ السلام کے لیے اس لیے پانی مل گیا کہ انہوں نے صفا مروہ کے چکر لگانے شروع کر دیے اور ان کی آہ نکل گئی کہ ہائے میرا بیٹا۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے پانی طلب کیا تو میں نے پانی کا انتظام کر دیا۔

ایوب علیہ السلام نے مجھ سے شفا مانگی تو میں نے پانی کے ذریعے عطا فرما دی۔

اور بی بی مریم نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ مت قبل ھذا کاش میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی۔

مگر میدان کربلا میں اصغر سے لیکر حسین تک کسی نے پانی مانگا ہی نہیں ہے۔

مجھے تو اختلاف ہے لوگوں کی بات سے
مانگا تھا کب حسین نے پانی فرات سے

وہ تو مدینہ سے چلے اور واپس مدینہ آنے تک یہ اعلان کرتے رہے کہ ہم پانی لینے نہیں آئے بلکہ جانیں دینے آئے ہیں' سر کٹانے آئے ہیں' گھر لٹانے آئے ہیں اور دین بچانے آئے ہیں۔ (حضرت مفتی مختار احمد نعیمی علیہ الرحمۃ کی ایک تقریر کا خلاصہ)

ہے یہ کربلا کی حکومت کا تاجدار
وحدت مزاج دوش نبوت کا شہسوار
ہے جس کی ٹھوکروں میں خدائی کا اقتدار
جس کے گداگروں سے ہراساں ہے روزگار
جس نے زمین کو عرش مقدر بنا دیا
ذروں کو آفتاب کا محور بنا دیا

ماتم کے متعلق

(برنگ مزاح از سید محمد یعقوب شاہ)

ماتم کی ابتداء شاید دور نمرود سے بلکہ خود نمرود سے ہوئی کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی دشمنی کی وجہ سے اس کو پکڑا تو اس کی ناک کے ذریعے اس کے دماغ میں مچھر چلا گیا اور اس نے اندر جا کر گز بڑ بلکہ گوگو شروع کر دی تو جب مچھر ذرا حرکت کرتا' نمرود سر پر طمانچہ مارتا اس طرح ٹھاہ ٹھاہ کی آوازوں سے پورا ماحول گرم بلکہ گرما گرم ہو جاتا یہاں تک کہ ماتم کرتا کرتا مر گیا۔

پورے قرآن پاک میں ماتم کا نام تک نہیں کیونکہ ماتم صبر کی ضد ہے اور جب قرآن مجید میں ان اللہ مع الصابرین آچکا تو اب مع الپٹین کیسے ہو سکتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت اویس قرنی نے جب سنا کہ غزوۂ احد میں حضور ﷺ کا دانت مبارک شہید ہوا تو انہوں نے اپنے سارے دانت توڑ دیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تم بھی ان کی طرح کرو تو ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ (خس کم جہاں پاک) ان کو پتہ چلا کہ حضور ﷺ کا دانت مبارک شہید ہوا ہے تو انہوں نے اپنے دانت ہی نکالے کیا تمہیں پتہ نہیں کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی گردن پر تلوار چلی ہے اور سر انور جسم مقدس سے جدا ہوا تھا تو تم بھی سینے اور پشت پر بجاویں چھریاں مارنے کی بجائے سیدھی گردن پر چھری چلاؤ اور حضرت اویس قرنی کی پوری سنت پر عمل کرو۔

ایک شیعہ نے جوش میں آ کر کہا:

؎ کافر ہیں جو حسنین کا ماتم نہیں کرتے

سمجھدار باہوش سنی نے کہا: تیرا دعویٰ بے دلیل ہے اور میرا دعویٰ دلیل کے ساتھ سن!

؎ کافر ہے جو منکر ہے حیات شہداء کا
ہم زندۂ جاوید کا ماتم نہیں کرتے

کسی انگریز نے دس محرم کو ماتم کا منظر دیکھا تو پوچھا کہ What is this یہ کیا ہے؟ اس کو بتایا گیا کہ ہمارے نبی کے نواسے امام حسین کو کربلا کے میدان میں شہید کر دیا گیا تھا تو ان کے غم میں ہم ماتم کر رہے ہیں۔ اس نے پوچھا: کب شہید کیا گیا؟ تو جواب دیا کہ چودہ سو سال پہلے کی بات ہے تو انگریز نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ان بے چاروں کو اب اطلاع پہنچی ہے؟

احباب کا اصرار ہے کہ ہم یہ سارے کام اہل بیت کی محبت وعقیدت کی وجہ سے کرتے ہیں اسی طرح گھوڑا بھی عقیدت کی وجہ سے نکالتے ہیں۔

ان سے گزارش ہے کہ کیا آپ کو حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی' عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے اور اصحاب کہف کے کتے سے عقیدت نہیں ہے اور چلو چھوڑو اگر ان سے عقیدت نہیں تو جس پیالے میں امام حسن کو زہر دیا گیا تھا آخر امام حسن سے تمہیں کیا دشمنی ہے اور کچھ نہیں تو ان کا وہ پیالا ہی نکال دیا کرو اور اگر اور کچھ نہیں نکال سکتے تو ان کا بغض ہی دلوں سے نکال دو۔

اور پھر امام حسین کے گھوڑے کو معزز سمجھتے ہو تو گھوڑے کی ماں کا بھی تو احترام کیا کرو' بیٹے کے پاؤں چومتے ہو اور اس کی ماں کے اوپر چڑھ جاتے ہو۔ کیا امام حسین نے یہی تعلیم دی تھی؟ یہی تو وجہ ہے کہ ان کے دلوں میں قرآن کی دولت نہیں آئی کہ احترام کی دولت سے محروم ہیں اور پھر قرآن کو کیا ضرورت پڑی کہ ان کے سینے میں آ کر چھریاں کھاتا پھرے' بلکہ یہ سینہ تو۔

؎ پیٹنے کے ہے مناسب رات دن پٹتا رہے

کیا ماتم عبادت ہے؟

ماتم کو ہر عبادت سے بڑھ کر عبادت قرار دیا جاتا ہے جبکہ نماز جیسی عبادت کو ہی لے لیجیے اس کے لیے جگہ پاک' کپڑے پاک' جسم پاک اور قبلہ رو ہونا ضروری ہے اور ماتم

والوں کے کپڑوں پر ناپاک خون' بازاروں میں گوبر لید اور قبلہ رو ہونے کی شرط بھی مفقود بلکہ یہ ایسی عبادت ہے جو گلی اور بازار کی پابند ہے جدھر گلی مڑتی ہے ادھر عبادت مڑتی جاتی ہے۔ پھر صف بندی تو ہوتی ہے مگر ایک صف کا منہ مشرق کو ہے تو دوسری کا مغرب کی طرف۔ پھر سال میں صرف دس دن عبادت اور باقی گیارہ مہینے بیس دن معاف' خدارا! اگر کوئی دلیل ہے تو دکھا دو تاکہ ہمارے بوڑھے لوگ جو بیچارے سردیوں کے موسم میں نرم وگداز بستر چھوڑ کر ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے ہلکان ہو جاتے ہیں اور پھر روزانہ پانچ وقت نماز کی پابندی اس مصروف دور میں بڑی مشکل ہو رہی ہے ہم بھی ان کو وہ دلیل دکھا دیں تاکہ مہنگائی کے اس دور میں باقی وقت کاروبار پر لگا دیا جائے اور اس دن سینہ کوبی کر کے خدا کو بھی راضی کر لیا جائے اور دنیا بھی بہتر بنائی جا سکے۔ (لا حول ولا قوۃ الا باللہ)

ہماری عبادت نماز ہے جہاں نماز کا وقت ہوا وہیں وضو کر کے پڑھ لیتے ہیں چاہیے مسجد ہو' گھر ہو' جنگل ہو' پلیٹ فارم ہو۔ تمہیں بھی چاہیے کہ جہاں محرم کا چاند نظر آ جائے شروع ہو جایا کرو' جو گاڑی میں بیٹھا ہے وہ وہاں شروع ہو جائے جو بازار میں جا رہا ہے وہاں شروع ہو جائے۔

ہماری عبادت وہ ہے جو عوام بھی کرتے ہیں اور علماء بھی جبکہ یہ بڑی عجیب عبادت ہے کہ ذاکرین صرف کرواتے ہیں اور سامعین ہی کرتے ہیں۔ ایک ذاکر صاحب سے مولانا محمد بخش مسلم علیہ الرحمۃ نے مجلس کے بعد پوچھا کہ لوگوں کو تو نے رلایا بھی ہے پٹوایا بھی ہے خود نہ تیرا آنسو گرا ہے اور نہ ہی تو نے پیٹنے کی زحمت کی ہے تو ذاکر صاحب ہنسنے لگے کہ میں اب پیٹوں گا بھی روؤں گا بھی۔ جب مجھے پیسے پورے نہ دیں گے' ماتم کے جواز کے تمام دلائل بھونڈے اور بہانے ہیں اصل بات یہ ہے کہ

بغض جس سینے میں ہے' صدیق کا فاروق کا
ہے مناسب پیٹنے کے رات دن پٹتا رہے

سوال

ہم اہل بیت کے ساتھ محبت کی وجہ سے روتے پیٹتے ہیں اور یہ ہماری سچائی کی علامت ہے؟

جواب

یوسف علیہ السلام کے بھائی جو خود ہی یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینک کر آئے تھے اور قرآن گواہ ہے وجاء وا اباھم عشاء یبکون۔ روتے ہوئے یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے اگر وہ سچے تھے تو تمہیں بھی سچا مان لیا جاتا ہے اور صرف رونے دھونے کو سچائی کی دلیل مان لیتے ہیں ورنہ یہی سمجھا جائے گا کہ برادران یوسف علیہ السلام کی طرح اپنا جرم چھپانے کے لیے یہ ساری کارروائی کی جاتی ہے مگر قتل امام اتنا بڑا جرم ہے کہ یہ حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے۔

اور یہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی وہ بددعا ہے کہ جو انہوں نے یزیدیوں کو ماتم کرتے ہوئے دیکھ کر فرمائی تھی۔ فابکوا اکثیرا واضحکوا قلیلا۔

یہی وجہ ہے کہ مرگی والے مریض کی طرح محرم شریف شروع ہونے سے پہلے ہی چھریاں چاقو تیز ہونے لگتے ہیں۔

کسی کا بیٹا پاس ہو تو اس کے باپ کے پاس جا کر آپ پیٹنا شروع کر دیں تو وہ ضرور ناراض ہوگا۔ علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا لخت جگر تو امتحان کربلا میں اعلیٰ نمبروں سے پاس ہوا ہے۔ ہمیں چاہیے ملنگ صاحب! کہ بجائے پیٹنے کے ان کو درود و سلام کی مبارکیں پیش کریں۔ یاد رکھو۔

> نہ علی نے بوٹی بھی نہ چھنکائیاں ونگاں
> ایویں جھوٹی تہمت لائی جھوٹی قوم ملنگاں

لطیفہ

حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ امام حسین کو داڑھیوں والوں حافظوں قاریوں اور علماء نے مارا تھا۔ فرمایا ہاں مگر اللہ تعالیٰ نے اس دن سے یہ فیصلہ فرمایا کہ جو حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل ہیں وہ داڑھیوں سے حفظ سے علم سے محروم کر دیے جائیں کیونکہ حسین رضی اللہ عنہ کے قتل جیسا جرم اور یہ نعمتیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا کیا یہی مشن تھا کہ تعزیہ مہندی ماتم کی رسمیں ایجاد کرنے کے لیے انہوں نے اتنی بڑی قربانی دی۔ یہ ساری چیزیں تو بعد میں تم نے شروع کیں انہوں نے کس مشن کے تحت قربانی

دی کہ ہندوؤں نے بھی ان کی عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے کہا۔

اے ابن علی گر تو یہاں ہند میں آتا
بھگوان سمجھ کر تیری پوجا کرتے

ماتم ناجائز ہونے کے دلائل

ایک عورت کا جوان بیٹا حضور ﷺ کے دور میں ایک جنگ کے اندر شہید ہوگیا۔ (زید بن حارثہ) اس کی ماں (حارثہ) بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا:

ان كان في الجنة صبرت وان كان غير ذلك اجتهدت عليه بالبكاء

(بخاری ص ۳۹۴ ج ۱)

اگر تو وہ جنت میں ہے تو میں صبر کرتی ہوں ورنہ میں خوب خوب اپنے دل کی بھڑاس نکالوں۔ یعنی جزع فزع اور بے صبری کے ساتھ جو کام ایسے موقع پر ناجائز ہے۔ (ماتم کرنا' بین کرنا' کپڑے پھاڑنا' بال نوچنا) یہ سارا کچھ کروں۔ حضور ﷺ نے یہ نہ فرمایا کہ مجھے کیا پتہ یہ تو معاملہ غیب کا ہے بلکہ فرمایا: تیرا بیٹا جنت میں ہے اور جنت کے اعلیٰ درجے میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو جنتی ہو اس کا ماتم نہیں کیا جاتا اور جو جنت کے جوانوں کا سردار ہو اس کا ماتم کیسے ہوسکتا ہے؟

اگر ماتم اور چھریاں چلانا صبر ہے تو بے صبری کس بلا کا نام ہے؟

حدیث شریف میں ہے کہ وادی محسر میں حج کے دوران حضور ﷺ نے امت کی مغفرت کے لیے دعا کی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی۔ شیطان یہ سب کچھ نہ برداشت کر سکا اور سر میں خاک ڈال کر ماتم کا فریضہ سرانجام دینے لگا۔

اگر اور کوئی دلیل نظر نہیں آتی تو کم از کم اپنے ہی مجتہد صاحب کا مقبول ترجمہ ص ۱۰۹۹ پڑھ لیا ہوتا جو سورۂ ممتحنہ کی آخری سے پہلی آیت کے تحت حاشیے میں لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے عورتوں کو بیعت فرمایا اور ان کو پانچ کاموں سے منع فرمایا: رخساروں پر طمانچے نہ مارو' منہ نہ نوچو بال نہ گھسوٹو' گریباں چاک نہ کرو' نہ کپڑے کالے پہنو نہ ہائے وائے کرو۔

کوئی یہ نہ کہے کہ حضور ﷺ نے عورتوں کو منع فرمایا ہے لہٰذا مردوں کو اجازت ہے

دراصل یہ مردوں کے کام ہی نہیں ہیں۔ جو مرد ہو کر یہ کام کرے وہ کس بات کا مرد ہے کہ جس سے عورتوں کو بھی منع فرمادیا گیا ہے بھلا وہ مردوں کے لیے کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

کیا یہ مذہب کے سچا ہونے کی دلیل ہے؟

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ہمارے مذہب کی صداقت و کرامت ہے کہ جتنے بھی زخم ہوں آئندہ سال تک ٹھیک ہو جاتے ہیں۔

ارے بھائی یہ کرامت نہیں بلکہ اعمال کی شامت ہے اگر تم صحیح نہ ہو سکو تو اگلے سال کر نہ سکو اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس جرم کی سزا ہر سال دینا چاہتا ہے۔ پھر اس بات کی آج تک سمجھ نہیں آتی کہ تم حیات حسین کا ماتم کرتے ہو یا شہادت حسین کا۔ زندگی کا ماتم تو کیا نہیں جاتا اور امام حسین دس محرم کو شہید ہوئے جبکہ تم یکم سے ہی شروع کر دیتے ہو اور عین شہادت کے دن ختم کر دیتے ہو حالانکہ اس کے بعد کرنا چاہیے۔ یہ مذہب ہے یا ایکسیڈنٹ ہے؟

صحاح کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ کے دور میں ایک جنگ کے موقع پر حضور کی موجودگی میں ایک شخص بڑی بہادری سے لڑ رہا تھا کفار کی لاشوں پر لاشیں گرا رہا تھا۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا گیا کہ فلاں بندہ بڑی جرأت سے لڑائی کر رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ دوزخی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے حیران ہوئے لیکن حضور ﷺ کی بات پر یقین بھی کامل تھا۔ چنانچہ دیکھتے رہے اور آخر کار وہ زخمی ہوا اور اپنی تلوار اپنے آپ کو ہی مار کر جہنم رسید ہو گیا۔ صحابہ نے حضور ﷺ کی زبان اقدس سے نکلنے والے فرمان کو جب اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دیکھا تو نعرہ بلند کیا اور حضور ﷺ کی رسالت کی گواہی دی۔

ہمارے ماتم کرنے والے دوست کہتے ہیں ہاں دیکھو! وہ صحابی ہی تھا ناں اور حضور نے تو ایک کی نشان دہی فرمائی بطور مثال۔ ویسے پتہ نہیں اس طرح کے کتنے تھے۔

مگر یہ بات بھول جاتے ہیں کہ حضور نے اس کو دوزخی اس لیے قرار دیا تھا کہ اس نے اپنے آپ کو خود مارا تھا۔ ثابت ہوا کہ اپنے آپ کو مارنے والا (ماتمی) دوزخی ہے۔

ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اس قدر بغض تجھے مہنگا پڑے گا بلکہ تجھے کسی کام کا نہیں

چھوڑے گا کیونکہ ہر موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی موجود رہے ہیں اور آل رسول کو بھی ہر دور میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی حمایت حاصل رہی بلکہ یہ محبوب خدا کے لیے صحابہ کرام علیہم الرضوان جانیں قربان کرتے رہے اسی طرح نواسہ رسول کی خاطر بھی صحابہ نے بڑھ کر جانیں فدا کیں۔

صدق خلیل بھی ہے عشق، صبر حسین بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق (اقبال)

سب سے زیادہ دشمنان صحابہ واقعہ کربلا کے حوالے سے صحابہ کو مطعون کرتے ہیں جبکہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ امام عالی مقام اگر لڑنے کے ارادے سے سوئے کوفہ آتے اور اپنا یہ ارادہ اہل مکہ و مدینہ کے سامنے ظاہر فرماتے تو لاکھوں کا لشکر ساتھ جانے کو تیار ہو جاتا لیکن ساتھ وہ وہ چھوٹے بچوں کا ہونا اور کمسن بچی اور بیبیوں کا ہونا یہ بتا رہا تھا کہ آپ تبلیغ دین کے لیے جا رہے ہیں اس کے باوجود بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعین کی پوری ایک جماعت بطور احتیاط آپ کے ساتھ چل پڑی اور آپ کے ساتھ ہی میدان کربلا میں انہوں نے بھی جانیں قربان کیں۔

ہم یہاں پر شہدائے کربلا کے اسماء گرامی درج کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں اور چار صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعین کرام کے نام علیحدہ بھی ذکر کیے جائیں گے تاکہ یہ مسئلہ پوری طرح نکھر کر سامنے آ جائے اور ان کے دشمن تو بغض کی آگ میں اس جہان میں بھی جلتے ہیں اور ان شاء اللہ اصل تو اگلے جہان میں جلیں گے۔ کم از کم اپنوں کے ذہن تو صاف ہو جائیں کیونکہ ہمارے عوام الناس بے چارے "جنہیں لایا گل میں اوڑے نال چل" اور جس کو دیہاتی زبان میں "رلے وی وچھی" یعنی مشترکہ جانور کہتے ہیں۔ کم علمی کی وجہ سے بڑی جلدی احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کوئی ذرا سی بات کرے تو سر جھکا دیتے ہیں کہ "ایسے ہی ہوگا" کہہ کر OK کر دیتے ہیں اور بڑا "معقول بہانہ" بناتے ہیں کہ "ہم ان پڑھے ہوئے ہیں" ارے خدا کے بندو! اور عام کے سنیو! تم اگر پڑھے ہوئے نہیں ہو تو بالکل اتنے بھی مرے ہوئے نہیں ہو کہ کوئی شیطان اگر وسوسہ ڈالے تو کسی اپنے عالم سے پوچھ بھی

نہ سکو۔ تمہارے علماء نے ہر موضوع پر کتابوں کے انبار لگائے ہوئے ہیں۔ خدارا ہوش کرو بدمذہب لوگ تو اپنے عقیدہ بد کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں اور تم اسی طرح ہی "کوکو کو یاسٹ کھوۃ" بنے رہو گے۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے "سنی مسلمانو"
تمہاری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

امام عالی مقام کی فوج کے اسماء گرامی یعنی شہدائے کربلا

حضرت عبداللہ بن عمیر کلبی' حضرت حر بن یزید الریاحی' حضرت مسلم بن عوسجہ اسدی' حضرت بریر بن حضیر ہمدانی' حضرت وہب بن حباب الکلبی' حضرت نافع بن ہلال الجملی' حضرت عمرو بن قرظہ الانصاری' حضرت جون بن حوی مولی ابی ذر' حضرت حبیب بن عبدالجعفی' حضرت ابوالشعثا الکندی' حضرت حبیب ابن مظاہر' حضرت سعید بن عبداللہ الحنفی' حضرت سوید بن عمرو' حضرت زہیر بن القین بجلی' حضرت شوذب بن عبدالصمد انی' حضرت عابس بن ابی شبیب' حضرت حنظلہ بن اسعد الشامی' حضرت عبدالرحمن عبداللہ الیزونی' حضرت اسعد بن حنظلہ التمیمی' حضرت ابوثمامہ صیداوی' حضرت یحیٰی بن سلیم مازنی' حضرت یحیٰی بن کثیر انصاری' حضرت یحیٰی بن ہانی بن عروہ' حضرت جنادہ ابن الحارث انصاری' ایک نامعلوم گیارہ سالہ بچے کی شہادت' حضرت امام کے ترکی غلام کی شہادت' حضرت انس بن الحارث الکاہلی' حضرت حجاج بن المروق الجعفی' حضرت ابوعمرو النہشلی' حضرت انیس بن المعقل الاصحی' حضرت ابراہیم بن الحسین' حضرت عمیر بن عبداللہ المذحجی' حضرت عمرو بن المطاع الجعفی' حضرت سیف بن الحارث' حضرت مالک بن عبد' حضرت عبداللہ عروی' حضرت عبدالرحمن عروہ الغفاری' حضرت عمرو بن الکالد' حضرت سعد غلام عمرو بن الکالد' حضرت جابر بن الحارث سلمانی' حضرت مجمع بن عبداللہ العائذی' حضرت یزید بن المغفل عامری' حضرت جندب بن حجیر الخولانی' حضرت حجاج السعدی' حضرت عبد مہاجر الجہنی' حضرت عبدالرحمن بن عبد رب انصاری' حضرت عبدالرحمن بن مسعود التمیمی' حضرت عبداللہ بن بشیر الخثعمی' حضرت قاسم بن حبیب ابی بشر الازدی' حضرت قعنب بن عمرو النمیری' حضرت مالک ابن داؤد ودودانی'

حضرت مجمع بن زیاد الجہنی' حضرت بشر بن عمرو الحضرمی' حضرت منجح بن سہم مولی الحسین'
حضرت عبدالرحمن الکدری' حضرت سعلی بن المعلی' حضرت نصر بن ابی نیزر' حضرت جابر بن
الحجاج' حضرت جلہناف بن المہند الراسبی' حضرت یزید بن الحصین المشرقی' حضرت سالم بن
عمرو موتی نبی المدینہ' حضرت عمرو بن جندب الحضرمی' حضرت جبلہ بن قیس الجہنی' حضرت
نعمان بن عمرو الازدی' حضرت شعیب بن جراد الکلابی الوحدی' حضرت رافع بن عبداللہ غلام
مسلم بن کثیر ازدی' حضرت عمرو بن عبداللہ الجندعی الہمدانی' حضرت حباب بن عامر التیمی'
حضرت شعیب بن عبداللہ نہشلی' حضرت عقبہ بن الصلت الجہنی' حضرت سلیمان بن مضارب
البجلی' حضرت مرقع بن ثمامہ الاسدی' حضرت ابوالحتوف بن الحارث العجلانی' حضرت خرعامہ
بن مالک تغلبی' حضرت زیاد بن عریب الصائدی' حضرت عائذ بن مجمع العائذی' حضرت نعیم
بن عجلان انصاری خزرجی' حضرت عمران بن کعب بن حارث الاشجعی' حضرت حنظلہ بن عمرو
الشیبانی' حضرت قاسط بن زہیر تغلبی' حضرت کردوس بن زہیر تغلبی' حضرت مقسط ابن زہیر'
حضرت کنانہ ابن عتیق' حضرت عمرو بن ضبیعہ تیمی' حضرت بکر بن حی ثعلبی' حضرت وہم بن
امیہ ابدی' حضرت عبداللہ بن یزید بن شبیط' حضرت عبیداللہ بن یزید ابن شبیط' حضرت عامر
بن سلیم عبدی' حضرت سالم غلام عامر' حضرت سیف ابن مالک عبدی' حضرت حارث ابن
نبہان' حضرت منیع بن زیاد' حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ الازدی' حضرت حلاس بن عمرو الازدی'
حضرت زاہر بن عمرو اسلمی' حضرت جبلہ بن علی شیبانی'

امام حسین کے غلام جو شہید ہوئے

حضرت مسعود بن الحجاج تیمی' حضرت عبدالرحمن بن مسعود التیمی' حضرت سوار بن ابی
عمیر النہمی' حضرت زہیر بن بشر الخثعمی' حضرت عمار بن حسان شرع الطائی' حضرت عبداللہ
ابن عمیر' حضرت مسلم بن کثیر الاذری الاعرج' حضرت زہیر بن سلیم ازدی' حضرت حارث
بن امراء القیس الکندی' حضرت امیہ بن سعد الطائی' حضرت عمارہ بن ابی سلامہ' حضرت جنادہ
بن کعب انصاری' حضرت جوین بن مالک التیمی' حضرت حباب بن حارث' حضرت ربیعہ
بن خوط' حضرت رمیث بن عمرو' حضرت ضبیعہ بن عمر' حضرت عامر بن مالک' حضرت عمیہ بن

کناو حضرت منذر بن سلیمان' حضرت سلیم باو فا غلام

خاندان کے افراد جو شہید ہوئے

حضرت شہزادہ علی اکبر بن امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن امام مسلم بن عقیل' حضرت محمد بن امام مسلم' حضرت جعفر بن عقیل' حضرت عبدالرحمن بن عقیل' حضرت محمد بن سعید بن عقیل' حضرت محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار' حضرت عون بن عبداللہ بن جعفر طیار' حضرت قاسم بن امام حسن' حضرت ابوبکر بن امام حسن' حضرت عبداللہ (الاصغر) بن امام حسن' حضرت ابوبکر بن علی المرتضیٰ' حضرت عبداللہ بن علی المرتضیٰ حضرت عثمان ابن علی المرتضیٰ' حضرت جعفر بن علی المرتضیٰ' حضرت عباس بن علی المرتضیٰ' طفل شیر خوار شہزادہ علی اصغر بن امام حسین' خود بنفس نفیس سرکار سید الشہداء سیدنا امام حسین بن علی المرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

لشکر امام حسین رضی اللہ عنہ میں اصحاب رسول ﷺ کے اسمائے گرامی

حضرت مسلم بن عوسجہ' حضرت زاہر بن عمرو اسلمی کندی' حضرت حبیب بن عبداللہ' حضرت عبدالرحمن بن عبدرب انصاری خزرجی' حضرت عمار بن ابی سلامہ' حضرت مسلم بن کثیر' حضرت حبیب بن مظاہر' حضرت انس بن حارث اسدی۔ (حیات الحسین ص ۷ ج ۲)

حضور اقدس ﷺ کے وصال اقدس سے واقعہ کربلا تک پچاس برس کا زمانہ گزر چکا تھا اس لیے ان میں سے کسی کی عمر پچاس ساٹھ برس سے کم نہیں قرار دی جاسکتی۔ ان میں سے بعض کی عمر یقیناً اس سے زیادہ ہوگی اور ان میں اکثر بہت بوڑھے تھے۔ باوجود اس کے انہوں نے جہاد میں شریک ہو کر جذبہ ایمانی و شوق شہادت کا وہ ثبوت پیش کیا جو بیان سے باہر ہے۔

تابعین کرام کے اسمائے گرامی

یہ حضرات سیدنا مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے زمانہ میں تھے جو اصطلاحاً تابعین میں داخل ہیں اور تابعین کا مرتبہ صحابہ کے بعد ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر' حضرت مجمع بن عبداللہ' حضرت جنادہ بن حارث' حضرت

جندب بن حجیر' حضرت امیہ بن سعد طائی' حضرت جبلہ بن علی' حضرت حارث بن بہان'
حضرت حلاس بن عمرو ازدی' حضرت حبیب بن عبداللہ نہشلی' حضرت قاسط بن زہیر تغلبی'
حضرت نعمان بن عمرو ازدی' حضرت نعیم بن عجلان' حضرت ابوثمامہ صائدی' حضرت شوذب
بن عبداللہ' حضرت جون غلام ابوذر غفاری' حضرت حجاج بن مسروق' حضرت سعد بن حارث'
حضرت یزید بن معقل' حضرت عمر بن جندب۔ علیہم (ابصار العین ص ۷۵ ج ۲)

اصحاب حسین میں حفاظ و قراء کے اسمائے گرامی

حضرت عبدالرحمٰن بن عبدرب' حضرت حنظلہ بن سعد' حضرت غلام ترکی امام' حضرت
کنانہ بن عتیق' حضرت نافع بن ہلال جملی' حضرت بریر بن خضیر ہمدانی جو زینت القراء کے
لقب سے مشہور تھے کوفہ میں بچوں کو تعلیم قرآن دیا کرتے تھے۔ رحمتہ اللہ علیہم اجمعین

(ابصار العین ج ۲ ص ۷۵)

علماء و فضلاء کرام جو امام حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے

حضرت حبشہ بن قیس' حضرت سوار بن ابی' حضرت عبدالرحمٰن' حضرت نافع بن ہلال'
حضرت شوذب بن عبداللہ' حضرت مسلم بن عوسجہ' حضرت زاہر بن عمر' حضرت حبیب ابن
مظاہر' حضرت انس بن حارث۔ (ابصار العین)

وہ جو نور چشم رسول تھا
وہ گل ریاض بتول تھا
اسی ایک شخص کے قتل سے
میری کتنی صدیاں اداس ہیں

خیال رہے کہ جس طرح لشکر یزید کی تعداد کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ ۱۸' ۲۰'
۳۵' ۵۰' ۲۲' ۸۰ ہزار اور علاوہ ازیں دو لاکھ بھی من صر الشہ. تین میں مذور ہے اسی طرح امام
عالی مقام کے لشکر کی تعداد میں بھی شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ مثلاً ۲' ۷۲' ۸۲' ۱۰۳' ۱۰۰
افراد اور امام زین العابدین سے جب سوال کیا گیا تو انہوں نے ۲۰۰ افراد بتائے۔

[illegible]

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہونے والوں میں آپ کے علاتی بھائی (باپ کی طرف سے سگے) حضرت عثمان بن علی بھی تھے اور آپ کے بھتیجے حضرت امام قاسم کے علاوہ عمر بن حسن اور ابوبکر بن حسن بھی تھے۔ شیعہ تو ان حضرات کا نام خلفاء ثلاثہ کی دشمنی کی وجہ سے نہیں لیتے۔ اہل سنت بھی سستی کر جاتے ہیں یہ بات خوب اجاگر کرنے والی ہے کہ آج ہم اپنی اولاد کا نام یزید' شمر' خولی اور ابن زیاد تو نہیں رکھتے کہ ہم اہل بیت سے محبت کرنے والے اور یہ اہل بیت کے دشمن' ہماری غیرت یہ گوارہ نہیں کرتی کہ ہمارے گھروں میں دشمنان اہل بیت کے نام بولے جائیں اگرچہ معنی کے اعتبار سے ان میں کوئی قباحت نہ بھی ہو تو خود اہل بیت نے اپنی اولاد کے نام خلفائے ثلاثہ کے ناموں پر رکھ کر یہ بتا دیا کہ کم از کم ہمیں اپنے جتنا غیرت مند تو سمجھو اور یہ جان لو کہ ہم تو یہ ضرور چاہتے ہیں کہ ہمارے گھر میں خلفائے ثلاثہ کے چرچے ہوتے رہیں۔

امام زین العابدین کے بھی ایک بیٹے کا نام عمر تھا جس کی ماں حیدان سندھن (لونڈی) تھی اس کے بطن سے حضرت زید شہید بھی پیدا ہوئے جبکہ امام زین العابدین کے کل چھ بیٹے تھے باقیوں کے نام یہ ہیں۔ حسن' محمد' علی ان کا لقب افطس ہے۔ عبداللہ۔

(کتاب المعارف' بحوالہ بیاں پاک دامن' مولانا غلام دستگیر ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ)

سرتا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول' دہن پھول' ذقن پھول' بدن پھول
کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی
زہراء ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

(اعلیٰ حضرت)

سلام بحضور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ

جس کو دھوکے سے کوفے بلایا گیا　　جس کو بیٹھے بٹھائے ستایا گیا
جس کے بچوں کو پیاسے رلایا گیا　　جس کی گردن پر خنجر چلایا گیا

اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

جس نے حق کربلا کا ادا کردیا　　اپنے نانا کا وعدہ وفا کردیا
گھر کا گھر سب سپرد خدا کردیا　　جس کو امت کی خاطر فدا کردیا

اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

جس کا جنت سے جوڑا منگایا گیا　　جس کو دوش نبی پر بٹھایا گیا
جس کے بھائیؓ کو زہر پلایا گیا　　جس کو تیروں سے چھلنی کرایا گیا

اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

سامنے جس کے اکبر ذبح ہوگیا　　گود میں جس کی اصغر تڑپتا رہا
جس کو امت نے تیروں کا تحفہ دیا　　کرلیا نوش جس نے شہادت کا جام

اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام

عاشقِ ربِّ داور پہ لاکھوں سلام　　نور عین پیغمبر پر لاکھوں سلام
تشنۂ آب خنجر پر لاکھوں سلام　　مالک نہر کوثر پر لاکھوں سلام

اس حسین ابن حیدر پر لاکھوں سلام
اس شہید دلاور پر لاکھوں سلام

جس کا جھولا فرشتے جھلاتے رہے　　لوریاں دے کے نوری سلاتے رہے
جس کو کندھوں پر آقا بٹھاتے رہے　　جس پر سفاک خنجر چلاتے رہے

اس شہیدوں کے افسر پر لاکھوں سلام
اس حسین ابن حیدر پر لاکھوں سلام

جو جوانانِ جنت کا سالار ہے　　جس کا نانا دو عالم کا سردار ہے
جو سراپائے محبوب غفار ہے　　جس کا سر دشت میں زیر تلوار ہے

اس صداقت کے پیکر پہ لاکھوں سلام
اس حسین ابن حیدر پر لاکھوں سلام

جس کے شوہر پہ خنجر چلایا گیا — جس کے بیٹوں کو خوں میں نہلایا گیا
جس کی بیٹی کو قیدی بنایا گیا — اس خاتون کی قیادت پہ لاکھوں سلام
زیرِ خنجر بھی حق بات جس نے کی — چوٹ پہ چوٹ سینے پہ جس نے سہی
جس کی صغریٰ مدینے میں روتی رہی — اس کی صائم شہادت پہ لاکھوں سلام

کربلا والوں کا صدقہ — ناز کے پالوں کا صدقہ
بھیک دے لعلوں کا صدقہ — حسین کے بالوں کا صدقہ

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک یا حبیب سلام علیک صلوٰۃ اللہ علیک

واسطہ آلِ عبا کا — صدقہ خیر النساء کا
اور شہید کربلا کا — غم نہ ہوگا روزِ جزا کا

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک یا حبیب سلام علیک صلوٰۃ اللہ علیک

☆☆☆☆

اسلام اے نورِ اوّل کے نشاں! — السلام اے رازدارِ کن فکاں!
السلام اے داستانِ بے کسی! — السلام اے چارہ سازِ بیکساں!
السلام اے دستِ حق باطل شکن! — السلام اے تاجدارِ ہر زماں
السلام اے رہبرِ علمِ لدن! — السلام اے افتخارِ عارفاں!
السلام اے راحتِ دوشِ نبی ﷺ! — السلام اے راکبِ نوکِ سناں
السلام اے بوترابی کی دلیل! — السلام اے شاہبازِ لامکاں!
السلام اے ساجدِ بے آرزو! — السلام اے رازدارِ قدسیاں!
السلام اے ذوالفقارِ حیدری! — السلام اے کشتۂ تسلیمِ جاں!
السلام اے مستیٔ جامِ نجف! — السلام اے جنبشِ کون و مکاں!
السلام اے رازِ قرآنِ مبیں! — السلام اے ناطقِ رازِ نہاں!
السلام اے ہم نشینِ ریگِ دشت! — السلام اے کج کلاہِ خسرواں!
السلام اے درِ دینِ مصطفیٰ! — السلام اے معدنِ علمِ رواں!

السلام اے گوہرِ عینِ علی!
دینِ پیغمبر ﷺ کے عنوانِ جلی!

(واصف علی واصف)

آں امام عاشقاں پور بتول | سرو آزاد زبستان رسول
السلام اے راکب دوش رسول ﷺ | السلام اے رونق باغ بتول
خاک کربل تیرے نصیبوں کو سلام | تجھ پہ سوئے سب شہیدوں کو سلام
یاالٰہی صدقۂ آل رسول | یہ سلام عاجزانہ ہو قبول

تاریخ ولادت وشہادت امام حسین (رضی اللہ عنہ)

اجلاس شہیدان اکرم شبیر کی زیر قیادت ہے
قرآں کے لیے قرباں ہونا کتنی یہ حسین سعادت ہے

سر دینا بازی نہ ہرنا | اسلام کی خاطر کٹ مرنا
یہ اہل وفا کا شیوہ ہے | یہ ہاشمیوں کی عادت ہے
پابند حدیث[1] نبوی ہوں | ہے فتویٰ قاضیؑ دل کا یہی
بس غم حسین میں رولینا | اپنی تو یہ عین عبادت ہے
ہاتف نے پکارا اے دائم | لکھ یکجا ہر دو تاریخیں
سر دین[۴] ولادت[2] ہے ان کی | کٹے[۶۰] دین کا سر تو شہادت[3] ہے

[1] حدیث شریف میں ہے فاستفت عن قلبک اپنے ضمیر سے فتویٰ مانگ۔

[2] لفظ "دین" کا سر "دال" ہے جس کے عدد چار ہیں اور ۴ھ امام عالی مقام کی ولادت کا سال ہے۔

[3] لفظ دین کا سر یعنی "دال" اگر کاٹ دیا جائے تو باقی ی اور نون رہ جاتے ہیں ی کے دس عدد ہیں اور نون کے ۵۰ اور ۶۰ھ امام عالی مقام کی شہادت کا سال ہے۔

بوقت شہادت امام پاک کی عمر مبارک ۵۶ سال ۵ ماہ اور پانچ دن تھی۔ آپ کی پیدائش تین یا پانچ شعبان المعظم کو مدینہ منورہ میں ہوئی اور شہادت دس محرم الحرام بروز جمعۃ المبارک کو کربلا معلی میں ہوئی۔

حرفِ آخر

دینِ حق سجدے میں ہے اور جستجو سجدے میں ہے
قربِ حق سجدے میں ہے دیں کی نمو سجدے میں ہے

کربلا میں طور کی سی ہو گئی پیدا فضا
اہلِ حق کے واسطے ' جو آرزو سجدے میں ہے

آتشِ نمرود میں جس طرح اللہ کے خلیل
تھا یزیدی ظلم ایسا ' اور تو سجدے میں ہے

کربلا میں کر دیا حق کے لئے سب کچھ فدا
وہ سراپا ناز اب تک ہو بہو سجدے میں ہے

واہ ! نمازِ عشق تیری اے حسین ان علی
سب پہ واضح کر گئی کہ رازِ "ھو" سجدے میں ہے

شوکتِ اسلام کی خاطر ہے کی رنگیں قبا
تیرے اس احسان پہ ہر باوضو سجدے میں ہے

تیرا خونِ پاک تھا دینِ محمد کی ضیا
سر سے لے کر پاؤں تک گرتا لہو سجدے میں ہے

اعجاز احمد ضیاء

[illegible]